

فتاویٰ صَدِّقِ الْاَوَّامِلِ

تالیف علی حداد صدیق الاوائل محدث امامزادہ القاسم قادری مخدوم
سید محمد نعیم الدین مراد آبادی



جمع و ترتیب

مولانا نور محمد نعیم القادری بزمپوری

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین

فتاویٰ رضویہ

از

امام المتکلمین، رأس المفسرین، خلیفۃ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل
حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین محقق و مفسر مراد آبادی قدس سرہ الہادی

جمع و ترتیب

(مولانا) نور محمد نعیم القادری بلراپوری

یا نشر

محبوب المشائخ پیڑ پریت حضرت الحاج محمد عیسیٰ صاحب نوری ماہم شریف (مہجی)

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت

لاہور
www.maktaba.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	فتاویٰ صدر الافاضل
مصنف	صدر الافاضل فخر الاماثل علامہ سید محمد نعیم الدین محقق و مفسر مراد آبادی
مرتب:	مولانا نور محمد نعیم القادری بلراپوری
صفحات:	736
سن اشاعت	مارچ 2008ء
تعداد:	600
حدیث	300 روپے
ناشر:	مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور 7247301

میلاد بلیکیشنز لاہور ----- 7220939

خوش خبری

جماعت الامت کے عظیم دھڑیل عالم دین، مفسر شہور، حکیم الامت، صاحب تصانیف کثیرہ و جلیلہ،
 کلید سرمد صدر الاقا خاں، حضرت علامہ الحاج الشیخ مفتی احمد یار خان نعیمی دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے
 علمی مددنی، تصنیفی و تالیفی کارناموں پر مشتمل فہرست لکھنے کیلئے ارباب عظیم انکار صدر الاقا خاں مفتی نے عزم
 مصمم کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ العالیٰ الکریم فقرب حضرت حکیم الامت کے حیات خدمات پر مجدد فہرست شائع کر
 کے دانشور و محققین سے رابطہ کیا جائے گا اس سلسلے میں ہمیں آپ کے مفید مشورے اور آراء کا شدت سے
 انتظار ہے۔

المعلن
 نور محمد نعیم القادری بلراپور

نوٹ: مراسلت صدر نعیم حضرت مولانا مفتی شعبان علی نعیمی کے نام آفس کے پتہ پر کریں۔



فہرست فتاویٰ صدر الافاضل

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

۱۱	انتساب
۱۲	نذرانہ عقیدت
۱۳	الاحدء
۱۴	تقریظ جلیل (حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ)
۱۵	تقریظ (حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ)
۲۳	ادعیہ وافرہ (از نبیرہ صدر الافاضل علیہ الرحمہ)
۲۴	تاثر (مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی)
۳۲	تاثر (رئیس التحریر حضرت علامہ وارث جمال قادری)
۵۰	معروضات مرتب
۶۲	مقدمہ (حضرت مفتی شعبان علی نعیمی حبابی مدظلہ)
۶۷۳	تعارف مصنف (حضرت مفتی شعبان علی نعیمی حبابی مدظلہ)
	باب العائد
۸۹	قرآن عظیم اور حضور ﷺ کی ہدایت جملہ مخلوق کو عام ہے
۹۱	درود ابراہیمی کی خصوصیت و فضیلت
۹۵	امت محمدیہ کی افضلیت
۹۶	ابن تیمیہ کی شرعی حیثیت
۱۰۱	تعظیم اور عبادت میں فرق، مزارات پر چادر پھول کا شرعی حکم
۱۰۴	سنی وہابی کی پہچان اور ان کے احکام
۱۰۶	قرآن میں متعدد اشیاء کی قسمیں اور ان کی حکمتیں

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

۱۰۹

دہریہ کا سوال اور اس کا جواب

۱۱۱

قادیانی، بہائی سخت کافر ہیں ان کے ساتھ کسی کا نکاح درست نہیں

۱۱۷

سنی کی جامع تعریف

۱۱۸

تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف کی حقیقت

۱۱۹

چودھویں صدی کے مجدد کون؟

۱۲۱

اعلیٰ حضرت اور فتاویٰ کفر (فتاویٰ حسام الحرمین کی صداقت اور المہمہ کا رد و ابطال)

۱۳۶

وہابیہ کی عیاریاں اور التلبیسات کا افشائے راز

۱۳۹

علم غیب مصطفوی قرآن و حدیث کی روشنی میں

۱۴۴

علوم خمسہ حضور ﷺ کے لئے ثابت ہیں، نو شبہات کا ازالہ

۱۷۴

اشرفی تھانوی کی تقریظ کا رد

۱۸۳

فتاویٰ قاضی خان کی عبارت پر وہابیوں کے شبہات کا ازالہ

۱۸۸

رسالہ "اسواط العذاب علی قوامع القباب"

۱۸۹

مزارات اولیاء اور ان کے گنبدوں کو ڈھانا ہرگز جائز نہیں

۲۱۲

رسالہ "کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب"

۲۱۴

ما اهل به لغیر اللہ کی جامع تحقیق

۲۱۹

قبروں پر پھول ڈالنا اور خوشبوؤں کا غیر معمولی استعمال

۲۲۲

استعانت بالغیر

۲۲۴

محفل میلاد اور تقسیم شیرینی

۲۲۹

بزرگان دین کی فاتحہ، شیرینی یا کھانے پر پر سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا

۲۳۲

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، مسلمانوں کا کھانا کیسا؟

۲۳۳

دنوں کا تعین

شب برأت کا حلوہ پکانا، کھلانا کیسا؟

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

۲۳۶

۲۳۸

۲۳۹

۲۳۹

۲۴۰

۲۴۱

۲۴۲

۲۴۵

۲۵۰

۲۵۲

۲۵۲

۲۵۵

۲۵۷

۲۷۲

۲۷۸

۲۹۷

۲۹۸

بدعت کے کہتے ہیں

فتنہ وہابیت اور دین کی پامالی

وجہ افتراق

مسئلہ امکان کذب باری

براہین قاطعہ کی حقیقت

حفظ الایمان کی وریدہ نگارش

محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قیام تعظیسی کیا ہے؟

نعت خوانی پر اعتراض کی حقیقت

بد مذہبوں کی ہندو نوازی

گیارہویں شریف کی فاتحہ خوانی

حضور ﷺ کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بے شک کفر ہے

رسالہ "موالات"

کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی و موالات کی شرعی حیثیت

کفار کے ساتھ مخالفت و معاملت

محارب کا فرق

رسالہ "فسرائد النور فی جرائد القبور"

قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کی کامل تحقیق

احادیث کثیرہ سے مدلل جواب

اس تفصیلی فتویٰ پر حکیم ہدایت علی کا جواب

صحیح عبارات کے لئے فریقین کی تحریریں

حکیم صاحب کے جواب کی حقیقت اور تمین اعذار کے جوابات

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

ذریعہ مسئلہ کی مزید تحقیق، حکیم صاحب کے اعتراضات مع جوابات
 اعتراض نمبر ۱۔ قبروں پر پھول ڈالنا احادیث معتبرہ و اقوال مستندہ فقہاء کے خلاف ہے
 اعتراض نمبر ۲۔ مذکورہ عمل ہر شخص کیلئے بائیں سبب جائز نہیں ہے کہ یہ خصوصیات رسول سے تھا
 اعتراض نمبر ۳۔ تخفیف عذاب شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے (منقولاً)
 اعتراض نمبر ۴۔ یہ حدیث (قبروں پر شاخیں گاڑنا) ایک حال خاص کا واقعہ ہے جو مفید عموم نہیں
 اعتراض نمبر ۵۔ تخفیف عذاب شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی نہ کہ تر شاخوں کی تسبیح سے
 اعتراض نمبر ۶۔ تخفیف عذاب شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جریدہ کا اس میں دخل نہیں
 اعتراض نمبر ۷۔ عذاب میں کمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہوئی یا آپ کی دعا سے
 اعتراض نمبر ۸۔ عذاب میں کمی دست مبارک کی برکت سے ہوئی
 اعتراض نمبر ۹۔ تخفیف عذاب دست مبارک کی برکت سے ہے نہ کہ تسبیح جریدہ سے
 اعتراض نمبر ۱۰۔ قبروں پر پھول ڈالنا سلف صالحین و ائمہ مجتہدین کا معمول نہیں تھا
 اعتراض نمبر ۱۱۔ حضرت بریدہ کی وصیت ہمیں تسلیم نہیں
 اعتراض نمبر ۱۲۔ یہ حدیث خاص ہے اس کو عموم پر معمول نہیں کیا جاسکتا
 اعتراض نمبر ۱۳۔ حضرت امین عمر رضی اللہ عنہ نے قبر پر شاخیں ڈالنا فرما دیا ہے
 اعتراض نمبر ۱۴۔ حضرت بریدہ کی روایت سے قبروں پر پھول ڈالنا ثابت نہیں
 اعتراض نمبر ۱۵۔ روایت فتاویٰ غرائب کیا وقعت رکھتی ہے
 رسالہ ”آداب الاختیار فی تعظیم الآثار“
 آثار مبارکہ کی زیارت کرنا اور تعظیم بجالانا شرعاً کیا ہے؟
 قرآن میں مذکور تائید نبی اسرائیل کی حقیقت
 حضور ﷺ کے موعئے مبارک صحابہ کرام بطور آثار رکھتے تو وہ آج مکہ مدینہ میں موجود ہوتے
 حضرت خالد بن ولید موعئے مبارک کو سب فتح جانتے تھے
 کیا آثار و تمکات کو صحابہ کی وصیت کے مطابق قبروں میں دفن کر دیا جاتا تھا

صفحہ نمبر	فہرست عناوین
	حضور کا غسل شریف لینے کیلئے صحابہ کرام میں جذبہ سبقت آثار مبارکہ سے برکت کا حصول آثار پرستی کیا ہے؟
	باب الصلوٰۃ
۴۱۴	بعد نماز فجر قبل طلوع قضاے عمری پڑھنا کیسا ہے؟
۴۱۷	وہابی نیز داڑھی منڈے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟
۴۱۹	جماعت کھڑی ہونے کے سبب سنت فجر چھوڑ کر فرض ادا کر لی تو سنت کب پڑھے
۴۲۱	پارہ عم کے سورہ علق میں جو سجدہ تلاوت ہے اسکے چھوڑ دینے کا حکم
۴۲۲	اگر امام قرأت میں رک جائے تو قمرہ دینے کا کیا حکم ہے؟
۴۲۳	حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟
	جو امام سو خوردوں کے گھر کھائے، پئے اور ان کی خوشامد کرے
۴۲۵	اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
۴۲۶	رسالہ ”ہدایۃ کاملہ بر قنوت نازلہ“ حادثہ یا مصیبت نازل ہونے پر قنوت نازلہ پڑھنے پر تفصیلی تحقیق
	باب الجمعہ
۴۳۹	خطبہ جمعہ میں اردو نظم و نثر کا پڑھنا کیسا؟
۴۴۰	سنت جمعہ سے قبل ”الصلوٰۃ قبل الجمعة سنة رسول اللہ“ پکارنا کیسا؟
۴۴۴	جامع مسجد کے علاوہ دیگر مساجد میں جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟
۴۴۶	گاؤں میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟
۴۴۸	رسالہ ”تسکین الذاکرین وتنبيه المنکرین“ ذکر خفی و جلی کے تعلق سے ایک سوال کا محققانہ جواب
۴۶۵	ختم قرآن پاک پر خوشی اور احباب کا اجتماع
۴۷۱	تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ شریف کا بالجہر پڑھنا

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

۴۷۱

سورۃ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا

۴۷۲

بعد ختم سورہ بقرہ مفلحون تک پڑھنا

۴۷۳

دعائے ختم القرآن

۴۷۴

پنج آیات کا پڑھنا اور دم کرنا

۴۷۸

تقسیم شیرینی

۴۸۰

خطبۃ الوداع

۴۸۲

عید کی سوئیاں

۴۸۵

مصافحہ و معانقہ

رسالہ "القول السلیط" دید

مجموعہ مسائل متعلقات ختم قرآن، رمضان، عید، مصافحہ و معانقہ وغیرہ

باب المساجد

۴۹۴

مساجد اہلسنت میں وہابیہ کی نماز کا حکم صریح

۴۹۹

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

۵۰۰

مسجد میں جوتا پہن کر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ مذکورہ میں خواجہ حسن نظامی کے انشوات اور ان کا رد بلغ

باب المساجد نظر والا باہر

"المعجزة العظمیٰ المحمدیہ"

ایک ستارہ ٹوٹ کر آسمان میں بکھر گیا جس سے اسم اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آسمان میں لکھ گیا، کیا اسے سرکار کا معجزہ کہا جاسکتا ہے؟

۵۱۵

بزرگان دین کے اعراس کا شرعی حکم

۵۲۳

کیا مریدہ پیر کے سامنے آسکتی ہے؟ (پردہ کی حقیقت)

۵۳۰

نیچری کہتا ہے کہ پردہ اسلام کے خلاف ہے

۵۴۲

قرآن میں کہیں بھی چہرہ چھپانے کا حکم نہیں ہے

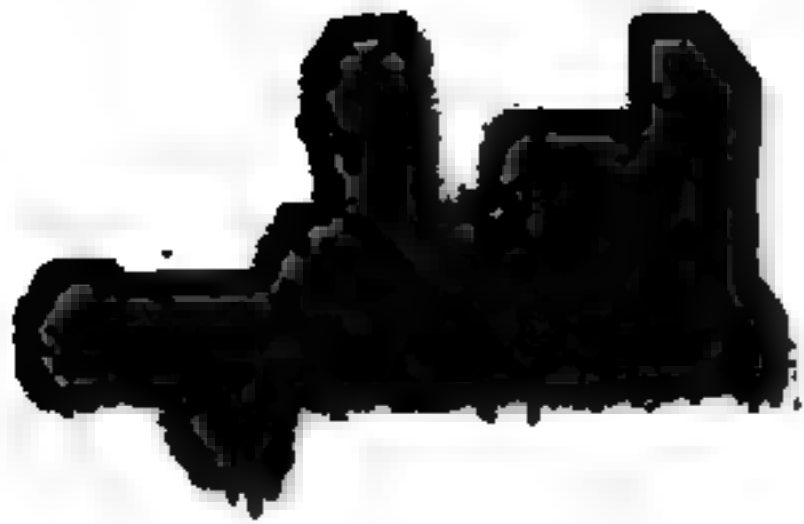
۵۴۷

وما اجل بہ لغیر اللہ اور عبارت درستی کا مطلب

فہرست عناوین

صفحہ نمبر

۵۵۱	تقریب قرآن خوانی میں اُن پڑھ لوگ کلمہ، سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟
۵۵۳	توہین علماء پر حکم شرع
۵۵۷	زید کہتا ہے کہ واڑھی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے، اور نماز بھی عبث ہے، نماز اسلام میں داخل نہیں ہے
۵۶۲	مدینہ طیبہ کو شرب کہنے کا حکم
۵۶۶	فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف باواز بلند پڑھنے کا کیا حکم ہے؟
۵۶۸	زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید، درود شریف وغیرہ پڑھنا بدعت سیئہ ہے، صحیح حکم شرع بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں
۵۷۰	در بارہ نگیمہ اقدس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
۵۷۳	علم تجوید کا کس قدر سیکھنا ضروری ہے؟
۵۷۵	کیا جنت میں کوئی جانور بھی جائے گا؟
۵۷۸	حضرت آدم و حوا کو جنت سے کس زمین پر اتارا گیا
۵۸۰	مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرعی جواز (از شیخ الکل علیہ الرحمہ)
۵۸۲	مجلس میلاد پاک میں حضور کی ولادت اور ہجرت کا بیان شرعاً کیسا ہے؟
۵۸۴	فاتحہ، سوئم، چہلم وغیرہ کرنے کا شرعی حکم
۵۸۸	نہی معاملات میں کسی بزرگ کا واسطہ شرعاً کیسا ہے؟
۵۹۱	فاتحہ کا ثواب فرشتوں کے ذریعہ پہنچتا ہے یا کوئی اور صورت ہے
۵۹۳	حکم مذوجہ مفقود الخبر
۶۲۰	تحریک آزادی ہند کے تعلق سے مولوی کفایت اللہ دہلوی کے فتویٰ کا ردِ مبلغ
۶۲۳	تابوت کفر میں شیخ صدر الافاضل (بہارِ ضمیر)
	(ستیا رتھ پرکاش کے قرآن عظیم پر اعتراضات کا دندان شکن جواب)
	صدر الافاضل کا مختصر تعارف اور علمی جامعیت



دنیا علم و فن کے اس تاجدار اور شیخ طریقت کے نام جن کے شرف تلمذ اور نسبت اراادت
نے حضور صدر الاقا خلیل علیہ الرحمہ کو سب سے علم و عرفان کا خیر تاجاں اور طریقت و معرفت کا بدر کامل
بخلا دیا۔ یعنی استاذ الامام احمد، بحر العلوم شیخ النور حضرت علامہ سید محمد گل قادری کللی علیہ السلام
کی ذات ستورہ صفات سے منسوب ہے۔



ترقیہ امتداد علم و شرف
مکتبہ المدینہ

شوالہ معصوم



امام اہلسنت مجددین ملت غوام بحر معرفت سیدی سرکار عالی حضرت عظیم البرکت

امام احمد رضا خان

محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

لاور

شیخ المشائخ عارف حق اکا، ہم شیعہ غوث الثقلین حضرت مولانا الحاج الشاہ

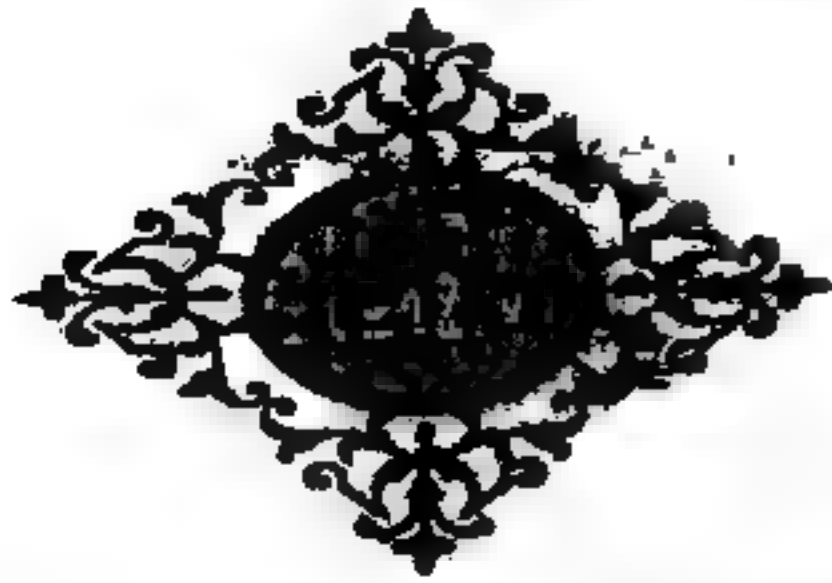
سید محمد علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان

کی بارگاہ عظمت پناہ میں بطور نذرانہ عقیدت پیش ہے۔

شاماں بنوا زند چہ عجب گدارا

(مولانا) بدر عالم نعیمی

مکتبہ امجدیہ



شہزاد صدرالافضل حاجی لاکھنوی صاحب ملت حضور سیدی مرشدی آفانی و مولائی

مولانا الحاج شہداء سید محمد اختصاص الدین احمد نعیمی علیہ الرحمۃ وارضوان

کی مقدس بارگاہ میں ہر پختہ پیش ہے جن کی مگر احباب و طالبات نے مجھ پچھاں کر

فتاویٰ صدرالافضل

کے ترتیب و تدوین کی سعادت بخشی

اور

شیخ طریقت نبیرہ صدرالافضل حضرت علامہ

الحاج شہداء سید محمد رضوان الدین احمد نعیمی مدظلہ

سجادہ نشین آستانہ نعیمیہ

و

ناصر حق و صداقت شہزاد لاکھنوی صاحب ملت حضرت اقدس مولانا

الشہاء سید محمد عرفان الدین احمد نعیمی مدظلہ

مسند نشین خانقاہ نعیمیہ گوریہ علی پور

کی بارگاہ عالی جاہ میں پیش ہے جن کے مفید مشوروں اور دعاؤں کے طفیل

فتاویٰ صدرالافضل

آپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ
تقریظ جلیل امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله القريب المجيب و افضل الصلوة والسلام
على المولى العجيب واله وصحبه اولى التقريب
جزى الله الفاضل لمجيب خير اوشيب وجعله
كاسمه نعيم الدين و اتم لنا وله
النعيم يوم الدين فقد غرز في قبور قلوب
المنكرين جرائد فرارثد من الحق المبين
ليخفف عنهم الرجز ان كانوا منصفين
والافلاذ واء لداء المتعسفين اعاذنا الله
منه وجميع المسلمين والحمد لله رب العالمين.

عبد المذنب احمد رضا البریلوی

کتب



تقریظ

تہجد اہلسنت شہزادۃ الغفرۃ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری
مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

موجود صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کا سال اسوۃ العزائم کا قاصد القہر
جو صرف ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے جسے انجمن فروع ملت اسلامیہ لاہور نے
۱۹۷۷ء میں شائع کیا تھا جس پر تہجد اہلسنت حضور منشی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی
زیر نظر تقریظ جو آٹھ صفحات پر مشتمل ہے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ
کے اعتراف علم و فضل پر ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ کاش حضور
صدر الافاضل قدس سرہ کا مجموعہ فتاویٰ شہزادۃ الغفرۃ کے پیش نظر
ہوتا تو آپ کی تقریظ بجائے خود ایک مہسوز کتاب ہوتی۔ بطور یادگار ہم
فتاویٰ صدر الافاضل میں قارئین کی تکرار ہے میں۔ (مرتب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على المرسلين لاسيما على افضلهم سيدنا
ومولانا محمدا خاتما للنبيين والعلما الطيبين وصحبه الطاهرين وازواج
الطاهرات امهات المؤمنين وعلماهم ملتهم واوليائهم امته الراشدين للرحمة
marfat.com

الہادیں المہدین خصوصاً الامام الہمام سیدنا سید الاعلام امامنا الاعظم
وحضرت قطب الاقطاب غوث الاعوات محی الملہ والدین وسائر الامۃ
اجمعین۔ اما بعد فقیر نے یہ رسالہ ہدایت قبالہ مصنفہ حضرت الفاضل بکیرل العالم
البیل الامامی اللوذعی العظیم اسماذ العلام مولانا مولوی اکاظم حکیم محسین الدین خیم
اللہ تعالیٰ بزرگوار علم والتصدیق والیقین وجعلکم کاسم لعلہ الدین وسین الدین ومنہج الدین دیکھا
بحمد اللہ تعالیٰ اسے طالب حق کے لئے کافی ودانی اور ہزریات وسائد کائناتی اور مرضیہ
کے لئے دوا و شافی پایا۔ مولانا تعالیٰ حضرت مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ
کو مسلمانوں کے لئے نافذ بنائے۔ آمین۔

حضرت مولانا زید فضلہ نے مفتیان نجدیہ و تذقیہ کے خیالات عام اور باطل
ادہام کی خوب خوب صفات شکی فرمائی ہے۔ نہایت وضاحت سے ان کی سفاتوں اور
وقاحتوں کو طشت از بام فرمایا ہے ان کا کوئی شبہ ایسا نہیں ہے جس پر کافی نقض ابرام
نہیں فرما دیا ہے۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ازباق باطل و مغلطات نجدیہ گمراہ و
غافل کے لئے حق کا آفتاب نصف النہار ہے۔ ہر مصنف ہر مذہب مبارک رسالہ دیکھ کر ان
نجدیوں و ندویوں کی ذلیل ترین حرکات کیادی و مکاری و فریب دہی و خداری جیسی گندی
صفات روشن و آشکار ہے۔ اگرچہ علماء اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ و شکر سیہم نے مسئلہ
کو واضح فرما دیا اور اب کوئی ادنیٰ خطا باقی نہیں رہا۔ ہر مخالف و مدبرہ دین کے منہ میں پتھر
دے دیا اور اس کے لئے محال و مژدن و یارائے لب جنبا نیدن نہ رکھا مگر اب
یہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ پر اس کے علاوہ جو ان علماء نے کرام نے

تحریر فرمایا بڑے بڑے جاسکتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ اگر درخانہ کس امت ایک حرف
 جس است۔ اور معاندین کے لئے دفتر بیکار کہ وہ تو سب کچھ دیکھ کر سن کر پھرے اندر
 جیتے ہیں۔ اور جیلوہی سے اپنے رفیق آنکھوں میں چکا چونڈا کر انہیں خوب میچ لیتے اور
 غلت کے گڑھوں میں گرتے ہیں اور میں زبوں حالی میں خود ہیں دوسروں کو بھی اسی میں
 مبتلا دیکھنا چاہتے ہیں خود ہی سے اندر ہیں اور دوسروں کی آنکھوں میں خاک اویچ
 کر اپنی طرح گندہی بنانا چاہتے ہیں۔

جامعہ قیہ کے مفتی عبدالحی صاحب نے تو وہ احادیث دیکھیں کہ تو بھلی

گر ہیں جامع است ہیں مفتی کارستوی تمام خواہش

جس کی حالت یہ ہو کہ اپنے مرتکب مخالف عبارتیں اپنے موافق جان کر نقل کرے
 نہ ہر پئے اور شہید کہے وہ اور فتوے جامعہ قیہ کا مفتی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ کا دعویٰ
 باطل تو یہ ہے کہ قیہ بنانا قرآن و حدیث و فقہ کی نظر میں ناجائز اور حرام اور ہر قدر قبیح

واجب الالہام ہے اور ابن سود نے جس قدرستیوں کو منہدم کیا ہے وہ بالکل کیا

دست کے مطابق کیا ہے مگر ہر آنکھ والا دیکھ رہا ہے کہ انہوں نے قرآن عظیم کی کوئی

ایک آیت ایسی نہیں پیش کی جس میںستیوں کی حرمت کا کوئی ذکر ہو بلکہ جو آیت

پیش کی ہے وہ وہ ہے جس سے حضرت علامہ شہاب خفاجی قدس سرہ نے انکے

جواز پر استدلال فرمایا ہے۔ اگرچہ ابن کثیر و آلوسی و ابن تیمیہ سے انہوں نے اس

رد بھی نقل کیا ہے مگر اس سے کیا غایت مافی الباب اٹھتا ہے کہ ان کے نزدیک ابن

کثیر وغیرہ کے قول سے حرمت نکلی یہ ابن کثیر و ابن تیمیہ کے دامنوں میں کیوں چھپتے

ہیں ان میں کچھ دم ہے تو قرآن عظیم کی کچھ آیت سے قبول کی حرمت ثابت کریں اور کتاب کریم سے ان کا واجب الانہدام ہونا دکھائیں مگر ہم کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک قرآن عظیم کے کسی ایک حرف سے بھی اپنا باطل دعویٰ ثابت نہ کر سکیں گے۔ تیسری صدی کے آٹھویں نے حضرت علامہ شہاب خٹاجی پر جو رد کیا اس کا حاصل تو صرف اتنا ہے کہ اس آیت سے متنبوں پر استدلال صحیح نہیں۔ بالفرض اس کی یہ بات قابل متنبوں ہو۔ تو آپ کا باطل دعویٰ قرآن سے کیونکر ثابت ہوا۔

یونہی ہر عقل والا سمجھ رہا ہے کہ ہر احادیث نقل کی گئیں ان میں حرمت قبر سے کوئی علاقہ نہیں متنبوں کا ان میں کہاں ذکر ہے۔ دعویٰ یہ کہ قبر بنانا ناجائز ہے دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ قبر کو مسجد گاہ نہ ٹھہراؤ۔ اور حدیث میں ہے کہ کوئی قبر اونچھی نہ چھڑو اگر یوں کتاب و سنت سے اپنے دعویٰ سے ثابت کئے جائیں تو وہ کون سا باطل دعویٰ ہے جس کا اہل باطل قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دے لیں گے رہی فقہ آپ نے اس پر جو کچھ ظلم ڈھایا ہے وہ بھی کسی سمجھدار سے مخفی نہیں دعویٰ تو یہ ہے کہ مطلقاً قبر بنانا حرام اور ہر قبر واجب الانہدام اور دلیل میں عبد اللہ پیش کی جاتی ہیں جو ان عمارتوں سے متعلق ہیں جو قبرستان وقف میں بنائی جائیں یا ملک غیر میں بے اذن مالک بنی ہوں۔ یا اپنے ملک میں محض بے فائدہ بنائی گئی ہوں صرف احکام کے لحاظ سے تعمیر کی گئیں ہوں یا محض زینت و تفاخر کے لئے بنی ہوں علماء کرام قدست اسرار ہم کی ان عبارتوں میں زینت اور احکام وغیرہ الفاظ دیکھ کر ان سے آنکھ چرا مانا کچھ کہنا کتنے بڑے حیادار کا کام ہے لطف یہ ہے کہ وہ بھی صرف

قبول کے متعلق نہیں بلکہ ان میں مساجد و مدارس کا بھی ذکر ہے۔ کیوں صاحب مدارس
 و مساجد کے الفاظ دیکھ کر بھی نہ سمجھے کہ ان عبارات کا محل کیا ہے وہ کثابہ و ناہنم
 ہے اور اگر سمجھ کر الٹی کہے تو کیسا غیہ ہٹ و حرم ہے اگر آپ کی یہ بات مان لی
 جائے تو ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے ان عبارات سے مطلقاً قبول کا
 حرام و واجب الاہتمام ہونا ثابت کرنا چاہا مگر جب کہ مساجد و مدارس کا بھی ان میں ذکر
 تھا تو اس سے کیوں کئی بھاگے یوں آپہ لازم ہے کہ جس طرح حرمت قبہ کا اعلان کیا
 ہے اسی طرح آپ علی الاعلان یہ کہتے کہ قرآن و حدیث و فقہ ائمہ اربعہ کی رو سے مدارس
 و مساجد بنانا حرام اور جو بنے ہوئے ہوں ان کا سمار کر دینا اور ان کے آثار مٹا دینا
 لازم کیوں ہے صلاح کیا آپ یہ اعلان کرائیں گے۔ اور نہیں تو دیوبند و جامعہ
 ملیہ اور ایسے ضلالت کے جو اور مدارس ہوں ان کے قلع قمع میں تو اہل سنت
 بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور اگر کسی دینی مدرسہ کا آپ نے رخ کیا تو وہ اپنے دینی بھائی
 کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے ابن تیمیہ سے اس تہ لال کی زحمت کیوں گوارا کی سرے
 سے یونہی کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ سب کچھ حرام و شرک ہے۔ اس لئے کہ ہمارا امام محمد بن عبد الوہاب
 نجدی اپنی کتاب التوحید میں اس کی تصریح کرتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

مسلمانوں کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں وہ بالکل
 منع و درست اور نہایت پاک و صاف راہ ہے۔ انہیں ان دبا یوں ندویوں کے فریبوں
 کیدوں مکاریوں سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیئے۔ جن علماء نے منع فرمایا ہے اور جنہوں
 نے اجازت دی ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے وہ منع کرتے ہیں وہ دبا منع

فرماتے ہیں جہاں وجہ منع سے کوئی وجہ منع پائی جائے کہ غیر کی ملک میں بے اجازت تعمیر ہو یا قبرستان وقت میں بے شرط واقف عمارت بنالی جائے یا صرف تفاخر و زینت کے لئے بنائیں یا محض بے فائدہ ایسا کریں اور جہاں یہ کچھ نہ ہو وہاں کیوں ممنوع ٹھہرائیں اور جبکہ علمائے کرام نے اس کی تصریح فرمادی کہ جواز ہی محنت اور درج و منفی ہے تو اب کسی کو کیا گنجائش کلام ہے اور جواب بھی محض بزور زبان مخالفت کی جائے تو اس کا قول کیا قابل التفات ہو سکتا ہے اب آئیں ہم بعض وہ عبارات جو پیش نظر ہیں ہیں پیش کریں۔ طبعی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے۔

يُكْرَهُ الْأَجْرُ بِالْخَشَبِ أَيْ كَرَاهَةُ السَّيْلِ لِلْحَدِّ بِهَا وَبِالْحِجَارَةِ
وَالْجِصِّ لِحُكْنِ لَوْكَانَتِ الْأَرْضُ رَخْوَةً جَازِوِيَةً
يَرْفَعُ الْقَبْرَ اسْتِحْبَابًا غَيْرَ مُسَطَّحٍ قَدْ شَبَّهَ فِي الظَّاهِرِ الدَّيَاةَ
وَفِيهِ ابْتِاحَةُ الزِّيَادَةِ وَيُكْرَهُ بِنَاؤُهُ بِالْجِصِّ وَالْأَجْرُ بِالْخَشَبِ
لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّقَ الرِّيحُ دَقَطَرًا لِمَطَارٍ
عَلَى قَبْرِ الْمَوْمِنِ كَفَّارَةً لَذُنُوبِهِ لَكِنِ الْمَخْتَارُ أَنَّ التَّعْلِينَ
غَيْرَ مَكْرُوهٍ وَكَانَ عَصَامُ بْنُ يُوسُفَ يَطُوفُ حَوْلَ الْمَدِينَةِ
وَيَعْمُرُ الْقُبُورَ الْحَزْبِيَّةَ مَكَانِي الْقَهْطَانِي وَفِي الْخَزَانَةِ
لَا بَأْسَ بِأَنْ يَوْضَعَ حِجَارَةً عَلَى لُحْنِ الْقَبْرِ وَيَكْتُبَ عَلَيْهِ
شَيْئًا وَفِي النَّفْسِ كَرَاهَةُ أَنْ يَكْتُبَ عَلَيْهِ اسْمَ صَاحِبِهَا مُخْتَصِرًا.

ہذا الخ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی قدس اللہ سرہ النورانی میں ہے۔ روی عن

ان عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لما مات بالطائف صلی علیہ محمد
 بن الحنفیہ وجعل قبرہ مسماً وضرب علیہ فسطاطاً مختلفاً۔ تاہم خانہ میں
 پھر مالکیرہ میں ہے اذا حضرت القبر فلا یأس بتطینہا۔ جواہر الخواص میں ہے
 وهو الاصح وعلیہ الفتویٰ۔ کفایہ میں فرمایا وان اھیل علیہ التراب بالعجرہ
 الاجر وحکذا علی القبر ان احتیم الی الحکتابۃ وفي الجامع الصغیر لقائ
 خان رحمۃ اللہ علیہ لا یأس بکتاۃ شیء او بوضع الاحجار علی القبر لیکون
 علامۃ۔ خاص فتبوں کے متعلق تو امام ابن حجر نے نص فرمادی کہ علماء و اولیاء و صلحا کے
 مزارات علیہم رتبہ بہت قربت ہے۔ مکافئ مصباح الانام حضرت علامہ ابن حجر
 مستطانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں ضرب الفسطاط ان کان لغرض
 صحیح کالنسیر من الشمس للحر لا لاطلالا لمیت فقد جاز اس میں ہے اذا
 علی القبر لغرض صحیح لا لقصد المباهات جاز یہ دونوں ارہ حضرت ابن حجر
 مستطانی و علامہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہا نے تو ان منہ زوروں کے منہ پر پتھر دے
 دیا ہے۔ یہ متبعین شیخ نجدی جس علت سے قبوں و مزاروں کے قلع قمع کے درپے
 ہیں علمائے کرام اسی علت سے اس کے جواز بلکہ استحباب کا فتویٰ دیتے ہیں۔

محبوبان الہی و مقبولان بارگاہ رسالت پناہی سے جاننے والے اسی لئے
 تو سخ کرتے ہیں کہ اس میں ان کی تعظیم ہے اور علماء انہیں اس لئے جائز بلکہ قربت فرماتے
 ہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان۔ بناء القباب علی قبور العلماء و الاولیاء و الصلحاء امر جائز
 لذا قصد بذالک تعظیم فی امین العارۃ حتی لا یعتقدوا صاحب ہذا القبر یشہد دشمنان دین

وایمان جو آج اس تعظیم محبوبان خدا کی وجہ سے ان کے مزارات علیہ کھود ڈالتے ہیں اور ان کا ہدم واجب ٹھہراتے ہیں خیریت ہوئی گا نہیں اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ نماز جنازہ میں بھی تعظیم میت ہے اور وہ اسی لئے مشروع ہوئی ہے اسی واسطے کافر و باغی و قطع الطریقین کی امانت لازم ہے ان کی جنازہ کی نماز نہیں ہوتی اگر اس طرف انہوں نے توجہ کی تو یہ فرض کھایہ یعنی نماز جنازہ کو بھی حرام و شرک ٹھہرائیں گے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے ھذہ الصلوۃ شرعت لتعظیم المیت ولہذا تسقط من یجب اہانتہ کالباغی والکافر وقاطع الطریق۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری
رضوی بریلوی عفی عنہ۔

الحمد لله

نبی و صدیق اکبر ﷺ حضرت علامہ الحاج آیت اللہ العظمیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کی عظیم الشان تصانیف کا مجموعہ

پیشکش

بیت

بیت

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب قلمی اسباب تنظیم انکار محمد الفاضل مہجری
بہر غصہ من مولانا المحترم عزیز زوی مولوی نور محمد نجفی نجیب قادری صاحب
ہجری کی معنی ہوسم نہ نور ہوسم صدی قہری کی تاجدار مانتاب علم و عمل دیگر
خلو من و وفا امام اہلسنت تاجدار بین جہد و مجاہد امام سید محمد نجیب الرحمن
صاحب قبلہ قدس سرہ معرفت مرآتبادی کے فتاویٰ کو نہ نجیب سے کر انتاعت کا
کلرنامہ انجام دیا تنظیم انکار محمد الفاضل مہجری کی یہ آسوس فخریہ پیشکش
ہے مولیٰ تبارک و تعالیٰ بظہیل ہی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان خدمات کا
صلہ دونوں جہان میں عطا فرمائی اور ملت مرحومہ کو اس کتاب سے پیش از
پیش فیضیاب کرے۔ آمین

امداد العلماء حضرت علامہ معنی الحاج نجبان علی نجفی اور تنظیم کے
منہرک رکس عزیز زوی حضرت مولانا جہد عالم نجفی و دیگر ارکان ادارہ و جملہ
معاونین کے لئے فقیر قادری دعا گو ہے مولیٰ تبارک و تعالیٰ مسہوں کو دونوں
جہان میں رفعتیں نعمتیں اور برکتیں عطا فرمائی۔ آمین ثم آمین

دعا گو

فقیر قادری محمد محمد رضوان الدین نجفی

مجاہد نشین آستانہ عالیہ حبیبہ
و متولی دارالعلوم جامعہ نجیبہ
بیوان بلڈر مراد آباد بیو۔ بی

۱۵ جمادی الآخر ۱۴۲۸ھ

نَاشِر

از۔ از مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزمان خانبہاڑی جنرل سکرٹری ولڈ اسلامک مشن لندن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِكَ

عالم اسلام اور بالخصوص اسلامیان برصغیر کے لئے انیسویں اور بیسویں صدی کا نصف آخر بے شمار مسائل مشکلات اور پیچیدگیوں سے بھرا ہوا تاریخی اعتبار سے سوائے ترکی اور اس کے چند مقبوضات کے پوری دنیا نے اسلام برطانیہ فرانس جرنی وینڈ اور دیگر یورپی ممالک کی کالونیوں میں تبدیل ہو چکی تھی اور اسلام دشمن قوتیں اپنے سیاسی غلبے کے ساتھ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں اور وسائل استعمال کر رہی تھیں اپنے مقبوضہ ملکوں میں وہ ہر ممکن طریقے سے اسلام کو کمزور کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھیں کہیں ان پر اپنی تہذیب مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور کہیں انہیں دنیاوی ترقی کا سبز باغ دکھا کر دین سے بغاوت پر آمادہ کیا جا رہا تھا کہیں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کے انبار لائے جا رہے تھے وہ لوگ جو مغربی فکر کے پروردہ تھے ان کا انداز معذرت خواہانہ تھا وہ دشمنان اسلام کا جواب دینے کے بجائے اپنے اکابر پر الزام تراشی کر رہے تھے ان کا لب و لہجہ کچھ اس طرح کا تھا کہ اسے آقا یاں مغرب دراصل ہمارے

اسلاف نے قرآن اور دین کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اب ہم وہ اسلام پیش کر رہے ہیں جو مغرب کے مزاج کے بالکل مطابق ہے سرسید احمد خاں اور بیت سے انگریزوں کے خطاب یافتہ اور اعانت یافتہ افراد کا یہی حال تھا۔

اس اعتدار پسند طبقے کے علاوہ جو طبقہ خالص مذہبیت کا دعویدار تھا اس طبقے کے اکابرین سے یہ معلوم کیں جہد ہے کے تحت اور کس ہمت سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا اور ان کی عظمت کے حوالے سے ان کا انداز منفی اور گستاخانہ تھا۔ منصب نبوت علم نبوت اختیارات مصطفیٰ اور شفقت وغیرہ جیسے متفقہ اور اجتماعی عقیدے کو اختلافی بنا کر امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کا بیج بونہا دیا۔ دوسری طرف انگریزوں نے ہندوستان کی ہندو اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف اس کا قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نیز اسلام کی اخلاقی اقدار کے خلاف ذہن نشانیوں کے لئے تیار کیا۔ یورپ کے پادریوں کو بلا کر مناظرے کرائے گئے اور جب اس میدان میں انہیں اہلسنت و جماعت کے عظیم عالم دین اور مناظر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ نے شکست فاش دی تو آریوں اور سناتن دھرمیوں کو یہ ان مناظرہ میں اتارا گیا۔ لیکن اسلام دشمن قوتوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ قدرت نے اپنے پسندیدہ دین اور اپنے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور منصب نبوت کے تحفظ کے لئے ایسے افراد پیدا کر دیئے ہیں جو باطل قوتوں کو ہر میدان میں شکست دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خدا نے قدیر و جبار نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی درگاہ کے تربیت یافتہ افراد اور ماسر علماء و مشائخ کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ وہ طبقہ نیا چہرہ و لباس دیا بنے اور ہندوؤں

کے تمام حلوں کا نہ توڑ جواب دے سکیں اور اس طرح برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے عقیدوں کو تحفظ کا سکیں ان شخصیات میں حضرت صدر الافاضل فخر الامثل علامہ سید محمد نعیم الدین حق و مفتسر مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت بہت نمایاں ہے جنہوں نے ہر جہاز جانب سے اسلام پر ہونے والے حملوں کا اپنی تقریروں اور مناظروں سے بھرپور جواب دیا اور اپنی حیات طیبہ ہی میں اسلام دشمن قوتوں کو میدان مناظرہ میں شکست فاش دے کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

مناظروں میں شکست کے بعد ہندوؤں نے میدان جنگ بدل دیا اور شدمی تحریک کے ذریعہ پسماندہ ان پڑھ اور غریب مسلمانوں کو ہندو بنانے کا آغاز کیا اور ارتداد کا یہ فتنہ بڑا بھیانک اور زہر خیز تھا ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہزاروں مسلمان مرتد ہو کر ہندو مت قبول کر چکے تھے۔ مرتدین کی تعداد دن بدن بڑھ رہی تھی ان حالات میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے اسلام کے دفاع کا آغاز کیا گیا سرکارِ مفتی اعظم کی سرپرستی میں علامہ اہلسنت نے متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا یوں تو اس تحریک میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری سے لیکر ہندوستان کے اکابر علماء شریک تھے مگر ان میں سب سے نمایاں نام اور کام حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کا ہے۔ انہوں نے پنڈت رام چندر اودھ سوامی شر دھانند وغیرہ سے مناظرہ کر کے نہیں میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور مرتد ہو جانے والے مسلمانوں کے علاقوں میں مسلسل دورہ کر کے اور بعض مقامات پر مہینوں خیمہ زن رہ کر انہیں دوبارہ اسلام میں داخل فرمایا۔ اگ صدر الافاضل علیہ الرحمۃ اور ان کے رفقاء نے اس فتنہ کا سدباب اس قدر

جو انفرادی سے نہ کیا ہوتا تو مسلمانوں کا ایک ہی بڑا طبقہ دین سے مغرور ہو کر ہندو قبول کر چکا ہوتا اور اب کے حالات ہیبت بندہ ہونے۔

ہندوؤں کے ہندوؤں سے اپنی چرب زبانی سے باہر کرنے کی کوشش کی کہ اسے مسلمانوں تم ہندو تھے مخلوق نہ تھے تم کو بڑا ہوشیار مسلمان کیا ہے اب مخلوق نہ ہو گئے تم آزاد ہو اس لئے اپنے اپنے دھرم میں رہو اس کے ثبوت میں ماہیوں نے انگریزوں اور متعصب ہندوؤں کی ان قزیروں کا سہارا لیا جن میں اس جھوٹ کو تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا تھا انگریزوں نے تو مسلمانوں کی حکومت کو ختم کرنے کے لئے یہ قزیر لے کر ہندوستان میں آمد کے سلسلے میں بطور جواز رکھی تھیں کہ ہم نے ہندوستان کی اکثریت یعنی ہندوؤں کو مسلمانوں کے ظلم و جبر سے نجات دلائی ہے مگر ہندوؤں نے اسے مسلمانوں کے مذہب کو تبدیل کرانے کے لئے استعمال کیا۔

ہندو ہندوؤں نے قرآن پاک کے ان تراجم سے فائدہ اٹھایا جس میں ”مکرہ“ ”استہزا“ وغیرہ کا نقلی ترجمہ کیا گیا تھا جو شان الوہیت کے خلاف تھا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا خدا معاذ اللہ مکرہ ہے اور ”مکرہ“ کا ترجمہ اور ان مولویوں کا ترجمہ پیش کیا جنہوں نے عربی مکر کا ترجمہ اردو میں مکر ہی کر دیا تھا یا اللہ یہ ستھڑی کا ترجمہ ٹھٹھا وغیرہ کیا تھا ان حالات میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ترجمہ کنز الایمان اور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی تفسیر خزان العرفان نے شان الوہیت اور منصب رسالت پر الزام تراشیوں کا بھرپور جواب دیا اس طرح کنز الایمان اور خزان العرفان نے اسلام دشمن قوتوں کی ناپلٹ بندی کا فریضہ انجام دیا۔

خزائن العرفان کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا اعلیٰ فن جانتے تھے اپنے زمانہ میں وہ اپنی مثال آپ تھے یہ تفسیر قدس مارکی تمام معتبر تفسیروں کا خلاصہ ہے اور آیات کے سلسلے میں اقوال مفہومین میں انہیں اقوال کو نقل کیا گیا ہے جو متفق علیہ ہیں انداز بیان انتہائی سہل ہے تاکہ ہر آدمی استفادہ کر سکے۔

چونکہ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ اپنے دور کے تمام فتنوں سے نبرد آزما تھے اس لئے ان کی تفسیر میں ہر فتنے کا جواب موجود ہے حضرت صدر الافاضل کی شخصیت ہمہ جہت اور ہمہ گیر تھی وہ ایک عظیم مفسر ایک عظیم فقیہ ایک عظیم مدرس ایک عظیم سیاستدان تھے ان کے عظیم مفسر ہونے کا ثبوت تفسیر خزائن العرفان ہے اور ایک عظیم مدرس ہونے کا ثبوت ان کے وہ تلامذہ ہیں جن میں کاہر ایک امام وقت معلوم ہوتا ہے مثلاً حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی حضرت مولانا ابوالبرکات حضرت مولانا ابوالحسنات استاذ العلماء حافظ ملت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی میرٹھی، مولانا غلام یزدانی، مفسر مورخ و جیش حضرت پیر کرم شاہ ازہری علیہم الرحمۃ والرضوان اور ان جیسے درجنوں افاضل حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی تدریس کے شاہکار ہیں جن میں مصنف مدرس مورخ فقیہ محدث ادیب اور شاعر تمام خصوصیات کے حامل افراد ہیں ان کے عظیم مناظر ہونے کے ثبوت میں جنوں مناظرے پیش کئے جاسکتے ہیں جس میں انہوں نے پنڈتوں کو آریوں کو نیز دہائیوں کو اور نیچروں کو شکست فاش دی ہے۔

ان کے عظیم مصنف ہونے کے ثبوت میں ان کی درجنوں تصانیف

ہیں جنہیں لکڑی العلیا، الطیب البیان، اسواط العذاب، التحقیقات اور کشف الحجاب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وہ بناض وقت تھے اور دین و سیاست میں ملحدگی کے قائل نہیں تھے چنانچہ سیاسی طہر پر اٹھنے والے تمام فتنوں کا انہوں نے جواب دیا اس دور میں شائع ہونے والے رسالوں میں ان کے مضامین اور خطبات کے اقتباسات سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے انہوں نے اہلسنت و جماعت کو ایک متحدہ سیاسی پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے سنی کانفرنس مراد آباد اور سنی کانفرنس بنارس کا انعقاد فرمایا۔ ان دونوں کانفرنسوں کے وہ خود منتظم تھے۔ اس طرح انہوں نے بنگال سے لے کر سرحد تک کے تمام سنی علماء و مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع فرمایا۔ تقسیم ہند کے بعد یہ منظر آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھا۔

انہوں نے اہلسنت و جماعت کو متحد کرنے کے لئے ایک ملک گیر تحریک چلائی، اور باطل قوتوں بالخصوص شیعہ تحریک کو مٹانے کے لئے جگہ جگہ مدارس و مکاتب تعلیم بالغاں اور مختلف زبانوں میں لٹریچر کی فراہمی کا انتظام فرمایا انہوں نے اپنی قیادت میں اس دور کے ہر عالم دین کو متحرک اور فعال کر دیا تھا۔

سماں قوم و ملت کی حیثیت سے انہیں جامعہ نعیمیہ مراد آباد جیسا عظیم ادارہ قائم فرمایا جس کے فارغین نے دنیا بھر میں ادارے قائم کئے اور ایک جامعہ نعیمیہ سینکڑوں مدارس کی بنیاد بنائی ہوئی۔

وہ ایک عظیم فقیہ تھے جس کا ثبوت تفسیر خزان العرفان کے ہزاروں فقہی مسائل ہیں

جس میں انہوں نے اس دور میں اٹھنے والے تمام سوالوں کے جوابات دلائل کے ساتھ دیئے ہیں اسلوب تحریر اہم اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے بالکل ملتا جلتا ہے۔

انہوں نے بعض ایسے مسائل پر قلم اٹھائے ہیں جو بے پناہ اہم ہیں مثلاً امت محمدیہ کی خصوصیات و امتیازات۔

نبی اور رسول کی جامع تعریف اور فرق۔

ابن تیمیہ اور اس کی دینی و علمی حیثیت

تعلیم و عبادت میں فرق۔

قرآن میں رب کریم نے اپنی مخلوق کی قسم کیوں یاد فرمائی
دہریوں کے سوالات کا دندان شکن جواب۔

فتاویٰ قاضی خاں کی ایک عبارت پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب۔

مولوی کفایت اللہ دہلوی کے بعض فتاویٰ کا رد و تلخیص۔

ہندو نوازی (موالات) وغیرہ کی شرعی حیثیت۔

اس طرح کے سینکڑوں ایسے مباحث ہیں جن کے جوابات معنیان کرام

کے لئے مراجع کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

میں جماعت اہلسنت کے زبوان فاضل مولانا نور محمد نعیم القادری

اور ان کے رفقاء نے کار کو فتاویٰ صدر الافاضل کی اشاعت پر صمیم قلب سے

مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا ہے کہ ہوں کہ خلاق کائنات اس نشریاتی ادارہ

تنظیم افکار صدر الافاضل کو استمکام عطا فرمائے کہ وہ اپنے اسلاف کی حیات و

خدمت اور دینی ذلی کارناموں سے قوم و ملت کو روشناس کرانے کا قابلِ تقلید
کارنامہ انجام دے۔ فجزاهم اللہ عنا وعن جمیع اهل السنة والجماعة۔

محمد قمر الزماں اعظمی

۹ رذی اکبر ۱۴۲۶ھ

دار جنوری، سنہ ۲۰۰۶ء

از قلم: رئیس التحریر حضرت علامہ الحاج محمد وارث جمال قادری حفظہ اللہ و رعایہ
(صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت مہم)



مولای صل وسلم رحمتاً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم
استاذ العلماء، سند المحققین، سید المفسرین، سلطان المناظرین، صدر الافاضل،
فخر الاماثل، حضرت علامہ مفتی سید شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان برصغیر ہند
کے ان اعظم رجال میں سے تھے جن کے قامت زیبا پر یہ قول خوب بجا تھا
۔ لبس علی اللہ بمستکبر ان یجمع العالم فی واحد
اللہ تعالیٰ پر یہ دشوار نہیں کہ وہ ایک عالم کو کسی فرد واحد میں جمع کر دے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و عطا سے ان کے وجود حیرت میں ایک عالم کو جمع
فرما دیا تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ایسوں کی ہی ذات مقدسہ پر موت العالم
موت العالم کا اطلاق بھی ہوتا ہے، آپ کی شخصیت بڑی جامع و ہمہ جہت تھی۔ شرف و مجد،
علم و فن، کرامت و بزرگی، امت مسلمہ کی قیادت و سیادت و امامت کا وہ کون سا میدان ہے؟
جس میں آپ کی یکتائی و بے نظیری کا سورج سوانیزے پر نہیں چمکا!

۔ مضت الدهور وما آتینا بمثلہ ولقد اتی فعمزت عن نظرائہ

متحدہ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان
بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد اس قدر ہمہ جہت اور قد آور کوئی دوسری شخصیت نظر
نہیں آتی، علمی، دینی، ملی، قومی، فکری، جس میدان میں دیکھئے آپ ہی مرجع علماء و مجائے
اخص المخصین ہیں۔

امیر ملت حضرت علامہ سید امیر الدین مخدوم گجرات و مفتی اعظم گجرات جو علم و فضل کے بحر بیکراں، لکھنؤ و شرف کرامت و سیادت کے میر کارواں تھے جن کی عظمت شان کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے اپنے دوسرے حج و زیارت کے بعد بھی سب سے گجرات کا جو سفر فرمایا تو حضرت امیر ملت سے از خود ملاقات کی خاطر نو ساری تشریف لے گئے۔ حضرت امیر ملت سے ملاقات کے وقت اعلیٰ حضرت نے شہزادہ رسول کا بڑا اعزاز و اکرام کیا اور ان سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا اور یہ عقیدت و احترام دو طرفہ تھا۔

انہوں نے اپنے تلامذہ، خانوادہ، مریدین و معتقدین اور اہل محبت کے لئے ایک وصیت نامہ تیار کیا۔ جس کی ایک خاص شق یہ ہے۔

”ہر مسئلہ دین میں امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی کے فتوؤں پر عمل کیا جائے جو بالکل صحیح ہیں۔“

جو بالکل صحیح ہیں کا لفظ ہی دلالت کر رہا ہے کہ وصیت کرنے والا میدان فقہ کا شہسوار اور اس بحر بیکراں کا ایک بڑا غواص ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے بعد حضور صدر الافاضل پر انہیں کس قدر اعتماد تھا ملاحظہ فرمائیے۔ اسی وصیت نامے کی ایک شق یہ بھی ہے۔

”اگر کسی مسئلہ میں فتوے کی ضرورت ہو تو مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے رجوع کیا جائے۔“

(مجلد امیر ملت و مصلح ملت، ناشر خانقاہ اہل سنت، مقالہ نگار ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی)

ان کے علمی اور روحانی خوان نعمت سے واسطہ و بالواسطہ مستفیض ہونے والوں کے اسماء کی فہرست سے جنت نگاہ بناتے چلیں تاکہ ان کی قصر عظمت کو خراج عقیدت پیش کرتے وقت ہماری عقیدت و احترام کو باادب با ملاحظہ ہوشیار کی منزل سعادت مل جائے۔

استاذی الکریم امام الخو شاری حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، استاذ العلماء جلالہ العلم حضرت علامہ حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ محدث مراد آبادی، حضرت علامہ سردار احمد لائل پوری محدث اعظم پاکستان، حضور مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج شاہ مفتی محمد حبیب الرحمن قادری رئیس اعظم اڑیسہ (سابق صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، سلطان المناظرین امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ مفتی اعظم کانپور، شمس العلماء حضرت علامہ شمس الدین جعفری صاحب قانون شریعت، امام المعقولات علامہ محمد سلیمان صاحب بھاکپوری، حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی صاحب تصانیف کثیرہ و جلیلہ، حضرت علامہ جسٹس پیر کرم شاہ ازہری، مجاہد دوراں حضرت علامہ مظفر حسین کچھوچھوی، عبقری الشرق حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہم الرحمہ اور آبروئے اہل سنت صاحب تصانیف کثیرہ و جلیلہ حضرت علامہ فیض احمد اویسی متعنا اللہ بطول حیاتہ و حسن خدمۃ الاسلام۔

یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو حضور صدر الافاضل کے علمی فکری اور روحانی خوان نعمت سے مستفیض و مستنیر ہوئے۔ ع

’کہاں کھولے ہیں گیسویار نے خوشبو کہاں تک ہے‘

آپ کی شخصیت کس قدر ہمہ گیر اور ہمہ جہت و فیض رساں تھی اس کے سرحد ادراک تک کما حقہ ارباب دین و دانش اور اصحاب لوح و قلم کی رسائی ہی نہیں ہو سکی۔ ان کے فضل و کمال و دانش و بینش علم و فن حیات و خدمات اور کارناموں کا تمام تر جزئیات کے ساتھ جب احصار ہوگا تو اصحاب بصارت و بصیرت کے دیدہ حیرت کا عالم یہ ہوگا ع

’ہر طرف دیدہ حیرت زدہ تکتا کیا ہے‘

استاذ الکمل حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے آخری دور میں برطانوی استعمار کے سیاسی بطن سے جو مذہبی فتنے پیدا ہوئے تھے جسے حکومت برطانیہ کی عظیم قوت اپنے سیاسی مقاصد کے لئے مسلسل توانائی فراہم

واضح رہے کہ مولانا ذکریا دگارسلف مجدد الخلف حضرت علامہ انکی صاحب قبلہ تین ہزار کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں اور اس وقت سوادا معظم المل سنت کاسب سے قیمتی سرمایہ۔ ۳ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ مدینہ طیبہ میں بعد نماز مغرب جواہر مدینہ ہوٹل میں راقم الحروف وارث جمال قادری کو مولانا قاضی محمد ابراہیم نقوی کے ہمراہ زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ بعد تعارف حضور والا نے گلے سے لگایا اور اسی وقت سلسلہ عالیہ قادریہ اویسیہ و سلسلہ رضویہ کی اجازت و خلافت مرحمت فرمائی۔ میرے ہمراہ قاضی محمد ابراہیم نقوی بھی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ فلحمد للہ علیٰ ہلہ النعمہ۔

کر رہی تھی جو آپ کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے کافی زور پکڑ چکے تھے ایک طرح سے متحدہ ہندوستان برطانوی سامراج کے بدولت قومی، ملی، اور مذہبی فتنوں کا دنگل بن چکا تھا، جو ہر طرف سے حقیقی اسلام کو اپنے نرغے میں لیکر اس کے متبادل ایک مصنوعی اسلام پیش کر رہا تھا۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا امام جس کا فراست مومن ان حالات میں ہمیشہ چاک و چوبند رہا، اپنے رب کی بارگاہ میں فریاد کناں ہے۔

۔ بہر اسلئے ہزاراں فہما اک مہ چوں صد داغے فریاد اے خدا

اسلام کی سربلندی اور اس کی حفاظت و صیانت میں اسلام کے خلاف تمام داخلی و خارجی فتنوں کی سرکوبی و استیصال میں آپ امام اہلسنت مجدد دین و ملت کے دست راست اور قوت بازو بن کر ان کے شانہ بشانہ رہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے جلو میں ارباب فضل و کمال کے درمیان آپ کی شان بہت نمایاں تھی۔ آپ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ اعلیٰ حضرت کے اعتماد کامل تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ نہیں، بلکہ آپ کے معاصر اور تحریک عشق رسول کے ایک بڑے حامی و ناصر اور موید و معین تھے۔ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں آپ کو بڑی وجاہت اور قرب خصوصی حاصل تھا۔ آپ امام اہل سنت کے

قلب کی دھڑکن اور آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ اہل کمال کے درمیان صدر الافاضل کا لقب خود امام اہلسنت نے اپنے دست محبت سے ان کے فرق اقدس پر سجایا تھا جو آپ کے اوپر ایسا سجا کہ یہی لقب آگے چل کر آپ کے نام کا علم بن گیا۔ زندگی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر خوب تر تھانج کے تارے سے بھی تیرا سفر بے شک آپ کی شخصیت بڑی بے کراں و جامع الصفات تھی جو اپنے وجود میں خود ہی ایک جہان حیرت تھی۔ آپ کی زبان دانی اور اس کے تب و تاب جاودانہ کا عالم یہ تھا کہ بقول استاذی الکریم بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارکپوری کہ ”آپ کی اردو اگر ابولکلام سن لیتا تو اپنی زبان دانی بھول جاتا۔“ آپ کی شان خطابت اور زبان کی فصاحت و بلاغت و طلاقت لسانی کا تذکرہ کرتے ہوئے بحر العلوم فرماتے ہیں۔ ”ایک بار مبارکپور کے گولا بازار میں ایک بہت بڑے مجمع میں خطاب فرما رہے تھے، زبان کی فصاحت و بلاغت اور طلاقت لسانی سے مجمع دم بخود تھا۔ سیرت پاک کے ایک ایک گوشے پر بولتے بولتے یہ جملہ بڑی روانی کے عالم میں زبان سے نکلا ”پتھر میں جان ڈال دی گویا بنا دیا۔“ آپ کے اس جملے پر اہل ذوق اور ارباب ادب محل محل گئے اور شعراً مبارکپور نے کوثر و تسنیم سے دھلے اس جملے کو مصرع طرح بنا کر پورا مشاعرہ کر ڈالا۔ ع پتھر میں جان ڈال دی گویا بنا دیا۔

اور عربی زبان و ادب اور اس کے بلاغت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ ایک دیوبندی جس کو اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا اور وہ قابلیت و ہمہ دانی کے بخار میں بھی مبتلا رہا کرتا تھا۔ حضرت صدر الافاضل کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر وہ مراد آباد آیا اور آپ کو چیلنج مناظرہ دے کر یہ شرط لگادی کہ مناظرہ عربی زبان میں ہوگا۔ آپ نے آنجناب کے چیلنج کو بطیب خاطر منظور کرتے ہوئے اپنی طرف سے دو شرط اور لگادی کہ بیشک مناظرہ عربی زبان میں ہوگا مگر وہ منظوم اور غیر منقوط ہوگا۔ عربی دانی اور قابلیت کے بخار میں مبتلا رہنے والے مولوی صاحب منظوم و غیر منقوط کی شرط پر بدحواس ہو گئے، عربی دانی کا سارا نشہ اکڑ گیا، قابلیت کا بخار سرے سے اتر گیا بھیگی ملی بن کر رات کی تاریکی میں بڑی خاموشی کے ساتھ فریفر فراراً ہی میں اپنی عافیت سمجھی اور نو دو گیارہ ہو گئے۔

بیمار انا کے ہاتھوں جب فرعون خدا بن جاتے ہیں

انہیں محلوں میں پل کر بچے موسیٰ بن جاتے ہیں

اسلامی علوم میں سب سے اہم اور مہتمم بالشان علم! علم فقہ ہے۔ جس کی عظمت و

جلالت پر قرآن شاہد ہے۔ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا۔ (جسے

حکمت و دانائی عطا کی گئی۔ یقیناً اسے خیر کثیر عطا کیا گیا۔ ارباب تفسیر خیر کثیر سے

علم فقہ مراد لیتے ہیں۔ حدیث پاک ہے۔ مَنْ يَرْدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ۔

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔) یہ علم یعنی تفقہ فی الدین اپنے اندر بڑی وسعت، گہرائی، تنوع اور عظمت و جامعیت رکھتا ہے۔ تمام علوم اسلامیہ میں یہی علم مشکل تر و کارے دار و کے مترادف بھی ہے جس میں محنت شاقہ، دیدہ ریزی و جگر سوزی کے ساتھ توفیق الہی و عنایات ربانی کی بھی ضرورت ہے۔ صحیح عبارت خوانی و عبارت فہمی اور چند فقہی جزئیات سے باخبری، مفتی بننے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے اٹھائیس شرطیں اور قرآن و سنت کی تفہیم کے لئے اٹھارہ علوم ضروری ہیں۔ جبکہ فی زمانہ علی العموم مفتی کہلانے والے حضرات ”رسم المفتی“ کی زیارت تک سے محروم ہیں ”آداب المفتی“ تو بڑی بات ہے ایسے لوگ بھی خود کو مفتی کہلانے میں بڑی مسرت محسوس کرتے ہیں جو اپنے علمی افلاس کے سبب اپنے نام کے مادہ اشتقاق سے بھی واقف نہیں۔ آج یہ لفظ مفتی بھی لفظ علامہ کی طرح بڑا بے توقیر ہو چکا ہے اور اپنی افادیت و اہمیت و معنویت ختم کر کے جناب کے معنی میں ہو کر رہ گیا ہے۔ جیسے عربی زبان میں سید و سیدہ جناب و جنابہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جس کا اطلاق غیر مسلم پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً،

قال السيد راجيو غاندي والسيدة اندرا غاندي ا۔

ٹپکے گا لہو اور میرے دیدہ تر سے دھڑکے گا دل خانہ خراب اور زیادہ

ہوگی میری باتوں سے انہیں اور بھی حیرت آئے گا انہیں مجھ سے حجاب اور زیادہ حالانکہ اس لفظ کے عظمت و جلالت کا عالم یہ ہے کہ عدالت اسلامیہ کے اہم مناصب میں یہ ایک اہم منصب ہے۔ جیسے قاضی، قاضی القضاۃ، یوں ہی مفتی شرعی عدالت کا اہم عنصر ہے۔ جس طرح دنیاوی کورٹ و قانون میں جج، جسٹس، چیف جسٹس، منصف، مجسٹریٹ وغیرہ یہ بڑے اہم پوسٹ و منصب ہیں۔ جسے قانون کی ڈگری اور حکومت کی منظوری کے بغیر کوئی شخص اپنے نام کے ساتھ ہرگز لگا نہیں سکتا ورنہ ملکی تعزیرات کے تحت وہ مجرم مانا جائے گا۔ خواہ وہ کتنا ہی قابل و دولتمند کیوں نہ ہو۔ یوں ہی عدالت اسلامیہ کے ان مناصب کے استعمال کے لئے اعلیٰ ترین علمی دینی و فقہی صلاحیت چاہیے اور ساتھ ہی کسی عظیم دینی و علمی درسگاہ سے سند! اور تخصص فی الفقہ کی عملی تربیت! اور برسوں کسی طبیب حاذق کی صحبت! تب کہیں جا کر یہ مرتبہ بلند ملتا ہے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں حکیم الامت صاحب تصانیف کثیرہ حضرت اقدس علامہ احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے ایک مفتی کے لئے اٹھائیں شرطوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں کچھ اہم شرطوں کا ذکر یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مفتی عدالت اسلامیہ کا ایک عظیم ترین نام ہے اور اس عظیم منصب کا اہل وہی ہو سکتا ہے جس کے اندر فقہائے کرام کی

فرمودہ اٹھائیس شرطیں پائیں جائیں۔ ایک مفتی کے لئے پہلی شرط اس کی اعلیٰ نسبیت ہے اگرچہ وہ غریب ہو، کیوں کہ تبحر اور جید علماء ہر دور میں علی العموم سفید پوش رہے۔ اور ان کی سفید پوشی ان کے غربت کا بھرم رکھے رہتی تھی۔ شرافت، تہذیب، شائستگی، حسن اخلاق یہ سب خاندانی شرافت و نجابت کا ایک حصہ ہے۔

مفتی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے وہ اٹھارہ علوم کا ماہر ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری، فتح القدیر)

مفتی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جتنے علاقے میں اس کا فتویٰ جاری ہوتا ہو ان علاقوں کے لغت و رسم و رواج نیز ضرب الامثال سے بھی واقف ہو کہ عقد رسم مفتی کے مطابق جو اپنے زمانے کے رواج سے ناواقف ہو وہ علماء فتویٰ کے نزدیک جاہل ہے۔

مفتی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ صاحب عقل و خرد ہو، ذہانت و فطانت بالغ نظری اور قوت فیصلہ کا حامل ہو، فروعی مسائل کے لئے اس کے اندر اجتہادی ملکہ ہو۔

مفتی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تمام دینی تعلیم کسی بلند پایہ و تبحر عالم دین سے حاصل کی ہو اور سند یافتہ ہو کتب جنی کے ذریعہ خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم بن

جائے مگر وہ فتویٰ دینے کا اہل نہیں ہو سکتا۔

ایک مفتی کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ انغیا اور دولت مندوں سے اور کثرت محافل سے دور بلکہ کسی حد تک گوشہ نشین رہے۔

ایک مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صاحب علم و مروت، نرم رو، نرم خواہر صاحب اخلاق ہو۔

ایک مفتی کے لئے تقویٰ پر ہیزگاری بھی لازم ہے ساتھ ہی وہ حق گو و باہمت بھی ہو، بزدل اور مصلحت پسند نہ ہو۔

ایک مفتی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ استفتاء کا جواب ترتیب سے دے کسی امیر کی رعایت سے ترتیب نہ توڑے اگرچہ امراء دباؤ ہی کیوں نہ ڈالیں، مگر یہ کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو البتہ بہت ضروری فتوے کے لئے ترتیب توڑ سکتا ہے۔ البتہ علماء دین و مشائخ کرام کی جانب سے اگر کوئی استفتاء ہو تو پھر وہاں ترتیب نہ دیکھے بلکہ جتنی جلد ہو سکے جواب دے۔

ایک مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر مگر کر کے فتویٰ نہ لکھے بلکہ اگر کسی دوسرے شخص کا اس فتویٰ سے تعلق ہو تو صرف مستفتی پر انحصار نہ کرے بلکہ اس فریق کو بلا کر شہادت شرعی و حلف کے ذریعہ پوری تشفی حاصل کرے اور بڑی خود اعتمادی و پراعتمادی کے ساتھ شریعت کا حکم نافذ کرے اور اپنے فتوے کو فقہ کے

کتب مستبرہ کے حوالے سے مدلل و مبہن کرتے اور یہ خیال دل میں نہ لائے کہ اس مسئلے سے رجوع کر لیں گے، حوالہ جات کے لئے نادر کتابوں سے پرہیز کرے کہ جب وہ خواص کو دستیاب نہیں تو عوام بچا کرے کیا کر سکتے ہیں۔

(ماہنامہ سنی آواز شمارہ جنوری فروری ۲۰۰۳ء)

فی زمانہ مفتیان دین متین یا اس مقدس صف میں کھڑے ہونے کا جذبہ و تڑپ رکھنے والے مذکورہ بالا شرائط پر ضرور غور فرمائیں۔

مفتی کہتے ہیں شریعت کے احکام بتانے والے کو اور جو شریعت کے احکام معلوم کرنا چاہیں انہیں مستفتی کہیں گے۔ اور جہاں سے فتویٰ جاری ہوتا ہے اسے دارالافتاء کہتے ہیں۔

برصغیر ہند سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں یوں تو بہت سی جگہوں پر دارالافتاء قائم ہیں علاقائی حیثیت سے ان کا وجود بھی ضروری ہے، مگر پورے ملک میں (۱) بریلی شریف (۲) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (۳) صاحب تذکرہ حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی عظیم یادگار جامعہ نعیمیہ مراد آباد (۴) اور دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کو مرکزیت حاصل ہے۔

چونکہ فقہ و ابواب فقہ و متعلقات فقہ و اصطلاحات فقہ اور اس کے اصول مبادی پر ایک بے حد قیمتی تاریخی و علمی مقدمہ اس مجموعہ فتاویٰ میں شامل ہے جو فتاویٰ

صدرالافاضل کی زینت بھی ہے۔ یہ مقدمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جو مفتیان دین متین کے لئے ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مقدمہ علم فقہ پر ایک قیمتی دستاویز بھی ہے جس میں فقہ کے سارے مالہ و ماعلیہ پر تفصیلی گفتگو ہے اس کے اصول و مبادی پر گفتگو کرنا تحصیل حاصل کے مترادف تھا اس لئے ہم نے اپنی گفتگو کو سمیٹا۔ صاحب مقدمہ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد شعبان علی نعیمی مدظلہ العالی ممبئی کے جلیل القدر علمی شخصیت ہیں اور خانوادہ نعیمی سے روحانی طور پر وابستہ، اس لئے اس مجموعہ فتاویٰ پر مقدمہ نگاری کا حق بھی حضرت والا ہی کو تھا اور حق تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قامت علمی کے اعتبار سے اس کا حق بھی ادا کر دیا۔ فجزاؤ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

حضرت علامہ مفتی محمد شعبان علی قبلہ نعیمی نے جس دیدہ وری و دیدہ ریزی سے یہ مقدمہ لکھا ہے اور اس کبرنی میں جو محنت شاقہ کی ہے اس میں وہ شدید و الہانہ وابستگی بھی کارفرما ہے جو علامہ کو حضور صدرالافاضل کی ذات ستودہ صفات سے ہے۔ اس نے مانگا ہے محبت میں تڑپنے کا ثبوت

ہم گواہی میں تجھے دیدہ تر رکھتے ہیں

کم و بیش ۳۲ سال قبل حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر راقم الحروف وارث جمال قادری نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا جو اس وقت

ماہنامہ پاسبان الہ آباد میں شائع ہوا تھا، جسے بڑی پزیرائی ملی تھی۔ پھر اس کے بعد متعدد بار شائع ہوا۔ آخر میں قدرے اضافے کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ”انوار کثر الایمان“ میں شائع کیا۔ علامہ نور الدین نظامی جیسی نے اسے ہندی میں ”اہل سنت کی دو آنکھیں“ کے عنوان سے شائع فرمایا۔ اس میں آپ کے فتویٰ نویسی کے ضمن میں ایک حسرت ظاہر کی تھی کہ اے کاش آپ کے فتاوے منظر عام پر آجاتے تو عوام و خواص دونوں کا بڑا فائدہ ہوتا۔ میری حسرت و اپیل میں جو درد و اخلاص تھا وہ تاخیر ہی سے بھی رنگ لایا۔ ان کے فرزند ان روحانی کی پچھلی صفوں سے ایک نوجوان فاضل اٹھا اور اس نے کمر ہمت کسی اور حضور صدر الافاضل کے اس علمی خزانے سے جزوی طور پر ہی کسی ایک منفرد فقہی شاہکار کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

ایں کار از تو آید مرداں چہیں کنند

فتاویٰ صدر الافاضل کے فاضل مرتب عزیزم مولانا نور محمد نعیمی نعیم القادری بلراپوری نے ایک ملاقات میں بتایا کہ آپ کے اس مقالے اور اس میں حضور صدر الافاضل کے فتاویٰ کے تعلق سے آپ کی حسرت دیرینہ پڑھکر ہی میرے دل میں یہ عزم پیدا ہوا کہ لاؤ میں ہی یہ کام کر جاؤں، چنانچہ اسی وقت سے آپ کے فتاویٰ کے حصول میں لگ گیا، جس کے لئے انہیں جگہ جگہ کی خاک چھانی

پڑی، انہوں نے بڑے درد کے ساتھ بتایا کہ اس تعلق سے آپ کی عظیم یادگار جسے آپ نے اپنے خون جگر سے سینچا تھا جو پورے ملک میں اپنی ایک انفرادی شان لئے ہوئے ہے ”جامعہ نعیمیہ“ وہاں اس تعلق سے ایک صفحہ بھی نہیں مل سکا، جبکہ اس نوعیت کے سارے علمی ذخیرے وصال تک جامعہ نعیمیہ ہی میں تھے، مگر وہاں کا حال تو یہ ہے۔

کہیں بھی کوئی دریچہ کھلا نہیں ملا اس گلی میں میاں کون لوگ رہتے ہیں مقدمہ نگار علامہ مفتی محمد شعبان علی صاحب زید مجدد اس تعلق سے اپنے درد کا اظہار مقدمہ کے آغاز ہی میں یوں کرتے ہیں۔

”اس مجموعہ کو ہزاروں صفحات اور متعدد جلدوں پر مشتمل ہونا چاہیے چونکہ فقہ کے ہر باب پر فتوے بلا دوام صغار، قصبات و قریات میں گئے اور ان کے ضبط و تحریر کا نظم بھی قائم رہا۔ جامعہ نعیمیہ کے دارالافتاء میں رجسٹر نقل فتاویٰ سے بھرے ہوئے تھے مگر بد قسمتی سے آپ کے وصال پر ملال کے بعد وہ رجسٹر حصہ دشمنان و نذر حاسداں ہو گئے، کہاں گئے؟ کون لے گیا؟ کچھ پتہ نہ چلا۔

راقم الحروف وارث جمال قادری کو بھی یہی خوش فہمی تھی کہ فتاویٰ کے ذخیرے تو انہیں جامعہ نعیمیہ ہی سے مل گئے ہونگے (مرتب کے ذمہ ترتیب و تہذیب و تبویب کا کام تھا حالانکہ یہ کام کم زہرہ گداز نہیں، اس کے لئے بھی پھر

کا جگر پانی کرنا پڑتا ہے۔

کیونکہ روایت و طریقہ یہی ہے چھوٹے اور علاقائی مفتی صاحبان بھی اپنے فتاویٰ کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ جبکہ حضور صدر الافاضل، اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے بعد متحدہ ہندوستان میں سب سے بڑے اور سب سے زیادہ قد آور عالم دین تھے۔ عوام تو الگ رہے وہ خواص ہی نہیں بلکہ اخص انھیں کے بھی مرکز امید و ملجی و ماویٰ تھے۔ جسکے علم و فضل کا شاہکار تو ترجمہ پاک کنز الایمان پر خزائن العرفان کا عظیم تفسیری حاشیہ ہے، جو اپنے وجود باسعود میں ایک جہان علم و فضل ہو، جس نے کمسنی میں ہی اہل کمال سے اپنے اعتبار کی سند حاصل کر لی ہو۔ ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، علامہ حسرت موہانی وغیرہ کے شانہ بشانہ جس کے قلم نے علم و ادب کے گوہر لٹائے ہوں۔ جو اپنے آپ کو نو جوانی ہی میں دینی، ملی، قومی، ہر محاذ پر اپنی قیادت و سیادت و امامت کا اہل ثابت کر چکا ہو، جس کے آغاز شباب کو اہل کمال و اہل نظر نے حیرت و سرت سے دیکھا ہو، جو نو جوانی میں ہی تاجدار علم و فن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی کا دست راست اور ان کا اعتماد بن چکا ہو، اس ہستی بے کراں کے دور عروج کا عالم کیا رہا ہوگا۔ جو اپنے زمانے کا استاذ الکمل اور اس دور کے اعظم رجال کا مرکز ملجا و ماویٰ و مرجع

رہا ہو۔ جس کے تلامذہ کے تلامذہ اپنے وقت کے رازی و غزالی و ابن سینا ہوں۔ جو زبان سے زیادہ قلم اور قلم سے زیادہ کردار و عمل کا بادشاہ رہا ہو۔ پورے برصغیر میں جس کے دین و دانش بصیرت و جہاں بینی کا غلطہ ہو، اور جس کے سوز و دروں اور اخلاص فی الدین کی قسم کھائی جاسکتی ہو۔ اس نے کیا اپنے علمی خزانے میں فتاویٰ کے ذخیرے نہیں چھوڑے ہوئے؟

اس صبر آزمایا سکوت اور مجرمانہ غفلت کو کس خانے میں ڈالا جائے اور کس کا نام لیکر نوحہ خوانی کی جائے۔

کعبہ دل مسلک تھا جن کے سومات سے کس نے کسے مٹا دیا دیدہ و سراں سمجھتے ہیں فتاویٰ صدر الافاضل کا یہ مجموعہ ان کے علمی خزانہ عامرہ کا پتھڑ ہی سی، فتاویٰ رضویہ شریف کے بعد سارے مجموعہ فتاویٰ جو اس وقت مارکیٹ میں ہیں انشاء المولیٰ ان کے ہجوم میں اپنی انفرادیت کا لوہا منوالے گا۔ ان کے فتاویٰ کے تعلق سے مجھ جیسے بے بضاعت کا کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

فاضل گرامی محترم مولانا نور محمد نعیم القادری سلمۃ سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی طرف سے شکریے، دعاؤں اور مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے بے زاد و راحلہ اتحاد شوارترین سفر وہ بھی کامیابی کے ساتھ طے کیا، اور ان کے شانہ

بشائے اور اس راہ محبت ان کے ربی دوست ماست عزیزم محمد رفوان سلمہ جو اس
 قادی کے خوشنویس ہیں۔ یہ ایسے اعلیٰ درجے بالخصوص عربی کے ماہر خطاط ہیں
 جن کی عربی کتابت ایک شاہکار کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ بھی ہماری دعاؤں،
 شکریے اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی نعمتوں
 سے نوازے اور ان کے دینی خدمات کو حسن قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

تمام حرف و حکایات تمام دیدہ و دل
 اس اہتمام پہ بھی شرح عاشقی نہ ہوئی



محمد وارث جمال قادری

صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت۔ ممبئی

و صدر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم پرمیا پوسٹ کنڈسری بازار، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

پروپرائٹر: یوپی اسٹیل مارٹ ۱۵۱/۵۳ بابا پی روڈ، دونا کی، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

فون: 23867045 موبائل: 9820815674

مکتبہ عربیہ اسلامیہ

لک الحمد للہ جل جلالہ والصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ زرخس نے کچھ گل نے جن میں ہر سو پھلی خوشبوئے صدر الافاضل ہے حضور سیدنا سرکار صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی نادر و نایاب شخصیت بلاشبہ اپنی مثال آپ ہے۔ جس طرح خورشید مشرق کی عالم تاب کرنوں پر دم زدن کے لئے ابرسیہ کی دبیز چادر پڑ جانے کے بعد بھی حجاب سحاب شمس درخشندہ کے کرنوں کی لمعان کو روکنے کی تاب نہیں رکھتا بالکل اسی طرح سیادت و شخصیت زیدۃ الافاضل پر دبیز چادر بن کر معاندین و حاسدین نے پردہ ڈالنے کی بے شمار کوششیں کر ڈالیں مگر الحمد للہ حضور ممدوح گرامی علیہ الرحمہ کے افکار اور علم و عرفان کا سورج ہمیشہ سوائیزے پر رہا۔

امام احمد رضا ہیں ہند کے خورشید تابندہ تو ماہ تام عرفان ہدیٰ صدر الافاضل ہیں سیدی سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے اپنی جلالت علمی کا ایسا عظیم الشان پرچم لہرایا کہ جس کی رفعتوں کو آج بھی افلاک مفت کی بلندیاں جھک جھک کر سلام کرتی ہیں۔

امام اہلسنت مجدد اعظم دین و ملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ بے نظیر مترجم قرآن ہیں جس پر تفسیری حاشیہ لکھنے والے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ ہی صاحب تفسیر خزائن العرفان ہیں۔ آپ نے قرآن مقدس کی مثالی تفسیر فرما کر تالیان قرآن ”کلام رحمان“ کو اس کے غوامض و افکار سے روشناس فرمایا ہے۔

موصوف عالی نسب و حسب کے کلک حقیقت رقم کے جواہر پاروں نے ادوار ماضی، حال، مستقبل کے بقلم خود مفسرین اور یزبان خود مضمومیاں بننے والے ڈھونگی خامہ فرسائی کرنے والوں کو ناکوں چنے چبوائے ہیں، تفسیر خزائن العرفان دیکھنے کے بعد ان نام نہاد جعلی، مصنوعی مفسرین کو مجبوراً اعلان کرنا ہی پڑا کہ

”چہ نسبت ماست از صدر الافاضل کجا ذرہ کجا خورشید کامل“

سیدی سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ بلاشبہ جامع علوم و فنون ہیں۔ آپ کے پاس علوم حکم کی ایسی بافیض بھٹی تھی کہ جو یندگان رموز و افکار نے جب اپنے وجود کو اس میں تپایا تو کوئی حکیم الامت کی شکل میں خیر تاباں بن کر چمک اٹھا، کوئی شمس دین بن کر جگمگاتے ہوئے قاضی شریعت قاخروہ بن کر دمک اٹھا، کوئی مبارکپور میں حافظ مکت بن کر آج بھی ناموس رسالت کی حفاظت کر رہا ہے، کوئی رفاقت حسین کا ترشح پاتے ہوئے امن شریعت بن کر فیضان امانت داری تقسیم کر رہا ہے، کوئی حبیب رحمان ہونے کے صدقے میں سرزمین ہند (اڑیسہ) سے لیکر حرمین طہیین تک محبوب رحمان بن کر نجدی حکومت سے بھی اپنے تعلق کا لوہا منوار رہا ہے، کوئی محمد حسین بن کر سرزمین لاہور پر فیضان حسینی کو عام و تام کرتے ہوئے مسند افتاء کی زینت بنا ہوا ہے، کوئی عتیق رحمان صاحب علم عرفان ہو کر گوئدہ، بستی، بہرائچ، شمالی ہند کے علاوہ خیال میں بھی شموع علوم نبوی کو فروزاں کرتے ہوئے اپنے خاندان کے بدعقیدوں نیز اطراف و جوانب کے گمراہوں کے تابوت میں حقانی کیل ٹھونک کر آج ملک خیال ہی میں تربت مشکبار کی پر تقدس چادر اوڑھ کر محو خواب ناز ہونے کے ساتھ ساتھ مرجع خلائق بنا ہوا ہے، کوئی تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی شکل

میں عمر بھر خطبہ مفسر اعظم پڑھتا رہا، کسی نے میرٹھ کی دھرتی پر علم نحو کے پرچم کو اس طرح لہرایا کہ فرقہ ہائے باطلہ کے نحوی معلومات رکھنے والے دعویداروں کی مٹی پلید ہو گئی اور انہیں کہنا پڑا کہ بس ع " انہیں کے سر پہ زیبا تاج علم نحو ہے بے شک "

دنیا نے سعیت کے عظیم الشان نحوی حضرات صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کو ان کی خداداد صلاحیتوں علی الخصوص حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی عطا کردہ نحوی جولانیوں کے پیش نظر امام النحو کے لقب سے یاد کرنے لگے، اسی نعیمی بھٹی سے نکل کر پیر کرم شاہ ازہری نے علم و حکمت کے دھارے بہا دئے، اجمل العلماء مفتی اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ نے بھی اسی فیضان علمی کو اجمل ترین انداز میں گرد و نواح میں روشن و منور فرمایا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے علمی جوہر کا میرے صدر الافاضل علم و حکمت کے سمندر ہیں

حاشیہ صفحہ گزشتہ و موجودہ

- ۱۔ حکیم الامت مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ (صاحب تصانیف کثیرہ)
- ۲۔ قاضی شریعت حضرت علامہ قاضی شمس الدین جوہری علیہ الرحمہ (مصنف قانون شریعت)
- ۳۔ استاذ العلماء جلالہ العظم علامہ عبدالعزیز صاحب حافظت مبارک پوری علیہ الرحمہ
- ۴۔ امین شریعت مفتی رفاقت حسین مفتی اعظم کانپور علیہ الرحمہ
- ۵۔ مجاہد ملت رئیس التارکین حضرت علامہ حبیب الرحمن رئیس اعظم اذیر علیہ الرحمہ
- ۶۔ ممدار قوم حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی بنی جامعہ نعیمیہ لاہور علیہ الرحمہ
- ۷۔ بابائے قوم سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی قیق الرحمن نعیمی محدث علمی پوری علیہ الرحمہ
- ۸۔ تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمہ
- ۹۔ صدر العلماء امام النحو علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ
- ۱۰۔ صاحب تصانیف کثیرہ مورخ اسلام علامہ کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ
- ۱۱۔ اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی شاہ اجمل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ

آپ کی ولادت ماہ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ ہے ویسے باعتبار ابجد آپ کا اسم مقدس غلام مصطفیٰ ۱۳۰۰ ہے مگر عرفی نام ذی اکرام سید محمد نعیم الدین شہرت پذیر و ہمہ گیر ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی علمی صلاحیتوں کے پیش نظر صدر الافاضل، فخر الاماثل جیسے عظیم اور پاکیزہ القابات سے معاصرین علماء و فضلاء آپ کو یاد کرنے لگے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے حاسدین و معاندین نے عداوت کی عینک لگا کر چھٹا چلانا شروع کر دیا کہ صدر الافاضل تو سید تھے ہی نہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ حضور ممدوح گرامی علیہ الرحمہ جملہ علوم و فنون میں مہارت تامہ اور یدِ طولی رکھتے تھے، حکمت میں بھٹائے رسول اکرم نو محمد ﷺ، رب قدر جل مجدہ الکبیر نے آپ کو دست شفاۓ امراض لا علاج مرحمت فرمایا تھا۔

کرم بالائے کرم حضرت والا درجت کشور شعروخن کے بے تاج بادشاہ بھی تھے، افلاک شعرو شاعری پر کبھی آپ کو کب نعیم بن کر چکے اور کبھی غم منعم کی شکل میں اپنے عروض کی تابانیوں سے طواغیت اربعہ اور ان کے نطفہ کا تحقیق اولادوں کی ٹپچاتی کیچڑا لود آنکھوں کو چکا چونڈ فرماتے رہے اور اپنے معتقدین و محبین، متوسلین و مریدین کے کانوں میں اپنی مثالی زمزمہ سنجی سے عشق رسالت کا حیات و سماعت افزا رس گھولتے رہے۔

آپ بلا کے ذہین تھے، صرف آٹھ سال کی عمر شریف میں حافظ قرآن ہو گئے، آپ کے جملہ مشاہیر اساتذہ کبار علوم و فنون کے بحر ذخار تھے۔ آپ نے فارسی کی تعلیم اپنے پدر بزرگوار حضرت مولانا سید معین الدین نزہت علیہ الرحمہ سے حاصل فرمائی، کتب متوسطہ کی تعلیم صاحب الفضیلت حضرت علامہ شاہ ابوالفضل احمد علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔

علاوہ ازیں دیگر کتب منطق، فلسفہ، حدیث، ریاضی، اقلیدس، علم ہیئت وغیرہ آپ نے

علم و حکمت کے شاداب گل حضرت علامہ سید محمد گل کابلی علیہ الرحمہ سے پڑھیں اور انہیں سال کی عمر شریف میں جمیع علوم عقلیہ و نقلیہ سے آپ نے فراغت حاصل فرمائی۔ ایک سال فتویٰ نویسی کی مشق کے بعد ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ امدادیہ مراد آباد کے مثالی جلسے میں اکابر مشائخ و اجلہ علمائے دین کے مشکبار ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

کسنی کے باوجود آپ کے رشحات قلم سے نکلے ہوئے مضامین کو دیکھ کر بڑے بڑے صاحبانِ زبان و قلم انگشت بدنداں ہو جاتے اور ماہرین فن، نیز مصنفین تصانیف کثیرہ گمان کرتے کہ حقیقتاً یہ اپنے دور کے سحبانِ وائل کے نگارش پارے ہیں آپ کے نوک قلم سے نکلے ہوئے مضامین بڑے بڑے صاحبانِ فکر و فن سے خراج ہائے داد و تحسین حاصل کر چکے تھے، آپ کی پہلی تصنیف کتاب مستطاب "الکلمۃ العلیاء لا علاء علیہ المصطفیٰ" اثبات علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے موضوع پر دانشوران اسلام نیز اربابِ اقسام کے حلقوں میں بے حد مقبول و مستجاب ہوئی۔

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی خدمت اقدس میں جب یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے دعوات و افروہ سے نوازتے ہوئے انتہائی مسرت میں ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کے مستحکم دلائل و براہین نویسنده کتاب کی لیاقت و صلاحیت کی بلاشبہ غمازی کر رہے ہیں۔ اسی کتاب لا جواب نے بریلی شریف اور مراد آباد شریف کی لمبی طنائوں کو کھینچ کر اس طرح یکجا کر دیا کہ رضا نگر سے فیضانِ نعیمی کے مناظر اور مخزنِ نعیمی سے بریلی شریف کے لعل و جواہر بالمشافہ نظر آنے لگے، یعنی یہی کتاب سیدی سرکار اعلیٰ

حضرت اور سیدی سرکار صدر الافاضل کے ملاقات کا سبب بنی۔

آپ مفسر اعظم ہونے کے ساتھ ساتھ محدث اعظم، فقیہ اعظم، مناظر اعظم، خطیب اعظم، مصنف اعظم، علاوہ ازیں ہمہ جہت جامع الکملات ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر اعظم بھی تھے، آپ کی بے مثال شاعری درد و کرب، سوز و گداز سے مزین و مرصع ہوتی تھی، موضوع عروض پر ریاض نعیم کتاب آپ کے دل کی آواز اور نعتیہ کلام کا حسین مجموعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسالت مآب ﷺ کا شاداب و عبقری نگدستہ ہے۔

یوں تو آپ کی خطابت اور جولانی قلم کے پرچم کو چھائے مراد آباد شریف میں لہرا ہی رہے تھے مگر عنایت خاص و حمایت سیدی سرکار امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کو چرخ رفعت و شہرت کا ایسا نیر تاباں بنا دیا جس کی نور بار کرشمیں تا ابد دنیا ئے سیت کو چمکاتی رہیں گی۔ امام اہلسنت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنا ایسا معتمد خاص بنا لیا کہ مناظرہ وغیرہ میں آپ ہی امام اہلسنت کی نمائندگی فرماتے، میدان مناظرہ کے آپ عظیم شہسوار اور فرقہائے باطلہ کے لئے تیغ آبدار تھے۔ آپ نے بے شمار سادھوؤں، سناٹن دھرمیوں، آریوں، ناریوں کے بھی چھکے چھڑائے ہیں۔

سیاسی بصیرت میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے، ترک موالات، خلافت کمیٹی، تحریک ترک گاؤ کشی کے فتنے جب آسمان سے باتیں کر رہے تھے اس وقت بھی آپ نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے جہاد بالقلم فرما کر لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کو ان فتنوں سے بچایا۔ ملک کے سنی مسلمانوں کو متحد فرمانے کے لئے آپ نے ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی داغ بیل ڈالی جس کی شاخیں ہر چہار جانب پھیل گئیں اس کانفرنس کا پہلا اجلاس ماہ شعبان ۱۳۲۳ھ مطابق مارچ ۱۹۲۵ء میں

مراد آباد کی سر زمین پر منعقد کر کے سوتی ہوئی قوموں کو بیدار فرمایا، دوسرا اجلاس بنارس کی سر زمین پر انعقاد پذیر ہوا جس کی مقبولیت و افادیت کا اندازہ سیدی سرکار محدث اعظم علیہ الرحمہ کے خطبہ استقبالیہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں.....

”آج میں اپنی قسمت پر جس قدر بھی ناز کروں کم ہے، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ بیماروں کو بے شمار معالجین مل گئے اور ایک فریادی کو کثیر تعداد میں صاحبان عدل و انصاف میسر آ گئے ہیں، کاش کہ ہم نے اس عالم ربانی عارف باللہ کے نور فراست کو پہلے ہی مان لیا ہوتا تو دشمنان نظام اسلام اپنی دھوکہ دھڑی والی چال میں کامیابی نہ حاصل کر پاتے وغیرہ وغیرہ۔ حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ تھوڑا آگے چل کر مزید فرماتے ہیں کہ.....

”ہندوستان کا کون سی مسلمان ہے جو نعرہ پاکستان سے بے خبر ہے۔“ دنیا نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس تخیل کی ابتدائی کڑی کا نام ڈاکٹر اقبال بتایا ہے، لیکن اس کو آج سنئے کہ اس پیغام کیلئے قدرت نے عہد حاضر کے ہندوستان میں جس کا انتخاب فرمایا وہ ہماری آل انڈیائی کانفرنس کے بانی و ناظم اعلیٰ ہمارے صدر الافاضل استاذ العلماء کی مقبول و برگزیدہ ذات گرامی ہے۔ سب سے پہلے جو اس دولت کو لیکر بانٹنے لگا، اس میں ڈاکٹر اقبال کی شہرت آگے نکل گئی۔ اس وقت قومی سیاست ایک خطرناک دلدل کی طرح تھی، نہ جانے کتنے صاحبان جبہ و دستار اس دلدل میں ڈبکیاں کھا رہے تھے، مگر وہ رے آل رسول جگر گوشہ بتول حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات کہ اس قدر احتیاط سے اس سیاسی دلدل کو اپنے پار کیا کہ آپ کے دامن پر تقدس پر معمولی سادہ بھبھکی نہ لگ سکا۔ لطف بالائے لطف یہ کہ ایک سے ایک مار سیاست گزیدہ لوگوں کو آپ نے دم زدن میں

ترباق جان بخش مرحمت فرمادی۔ کون نہیں جانتا مولانا محمد علی جوہر کو آپ نے دہلی ان کے گھر جا کر سیاسی خطاؤں سے توبہ کروائی، اور مولانا شوکت علی نے مراد آباد آپ کے در دولت پر حاضری دیکر توبہ و اثابت کی سعادت حاصل کی۔ (وما توفیقی الا باللہ)

پنڈت دیانند سرسوتی، اور دشمن اسلام منشی لالہ رام، نیز شروہانند کے برپا کردہ فتنہ عظیم شدمی سنگٹھن کی وجہ سے (معاذ اللہ) جو لاکھوں مسلمان مرتد ہو گئے تھے انہیں دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل فرمایا جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔

شدمی تحریک کے قلع قمع کیلئے آپ نے جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف کے پلیٹ فارم سے مجاہد صفت علماء ذوی الاحترام کی معیت میں وہ عظیم کارنامہ انجام دیا جو بلا شبہ تاریخ اسلامی کا درخشندہ ترین باب ہے۔ گونا گوں تنظیمی، تدریسی اور سیاسی مصروفیات کے باوجود آپ نے دافر مقدار میں تحریری سرمایہ بھی چھوڑا ہے جس پر امت مسلمہ کو فخر ہے۔ آپ کے قلم حقیقت رقم سے تقریباً ڈیڑھ درجن کتابیں منظر عام پر آئیں آپ کی ہر تحریر سرمایہ افتخار ہے مگر آپ کی مشہور زمانہ تفسیر خزائن العرفان کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ جس کی بنیاد پر آپ کا مبارک نام اور کام صبح قیامت تک زندہ و تابندہ رہیگا۔

درس و تدریس و دیگر مصروفیات سے فراغت کے بعد ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے دینی، ملی، فقہی سوالات کے جوابات بھی آپ تحریر فرماتے۔ آپ کے فتاویٰ انتہائی مدلل و مبرہن ہوتے تھے۔ سوالات کے ضمن میں جس قدر بھی حوالہ جات کی ضرورت ہوتی مع عبارت حوالے تحریر فرماتے۔ مسائل اور اقوال فقہاء و محدثین نیز عربی عبارتوں کا آپ کو اس قدر استخرا تھا کہ آپ کو بار بار کتابوں کی ورق گردانی نہیں کرنی پڑتی تھی۔ آپ کے

فتاویٰ انتہائی جامع ہوتے تھے۔ بعض فتاویٰ تو اس قدر تفصیلی ہیں کہ بجائے خود ایک رسالہ یا کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مگر افسوس حضور ممدوح گرامی قدس سرہ السامی کے پر از معلومات مثالی فتاویٰ جات احسان فراموشوں کی غفلت و تساہلی کی بنیاد پر ادمر ادمر منتشر ہو گئے۔ اگر وہ کراماتی فتاویٰ محفوظ ہوتے تو یقیناً فقہ حنفی میں ایک باب جدید کا اضافہ ثابت ہوتے۔ آج تقریباً سو اسو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے پیغام لالہ فام کے سلسلے میں ایک مخصوص علمی طبقہ ہی کچھ واقفیت رکھتا ہے یعنی جو اس سلسلہ عالیہ سے روحانی طور پر وابستہ ہیں جنہیں نعیمی کہا جاتا ہے یا پھر ان کے خرمین علمی یعنی (جامعہ نعیمیہ) سے جو خوشہ چینی کا مخصوص شرف رکھتے ہیں۔ ویسے تعصب کیشوں نے تو حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے تلامذہ و فیض یافتگان کا خوب خوب ڈھنڈھورا پیٹا یعنی ان کی تعریف و توصیف میں زمین کو عرش بریں سے ملا دیا مگر یہی تلامذہ اور فیض یافتگان جس خرمین فیض و برکت کے ریزہ خوار تھے یعنی جس سرکار صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ان حضرات کو اپنی نگاہ فیض بار سے رفعت ثریا مرحمت فرمائی انہیں یکسر فراموش کر دیا۔ اسباب و وسائل کی فراوانی کے باوجود اساتذہ و ارکان جامعہ نعیمیہ مراد آباد نے تو اس جانب توجہ ہی نہیں فرمائی۔ کاش یہ لوگ ہی حضور ممدوح گرامی علیہ الرحمہ والرضوان کے دینی، ملی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل کچھ کام کر جاتے جو ہم اصاغرین کے لئے تازیانہ عبرت ہوتا۔

تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

زیر نظر کتاب فتاویٰ صدر الافاضل کی ترتیب و تدوین، نیز حصول فتاویٰ میں

راقم الحروف نور محمد نعیم القادری بلراپوری کو جن دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا ہے یہاں اس کی تفصیل نہیں عرض کروں گا بلکہ اس دشوار گزار مرحلے میں جن بزرگوں نے ہمیں سہارا دیا ان کی بارگاہوں میں ہدیہ تشکر پیش کر دینا میں اپنا اخلاقی فریضہ تصور کرتا ہوں۔

سب سے پہلے شیخ طریقت نبیرہ صدرالافاضل حضرت علامہ الحاج الشاہ سید محمد رضوان الدین نعیمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی سجادہ نشین اور رفیع الدرجت مخدوم گرامی حضرت مولانا سید شاہ محمد عرفان الدین نعیمی صاحب قبلہ مسند نشین خانقاہ نعیمیہ کنوریہ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش ہے۔ حضور صاحب سجادہ نے فتاویٰ و دیگر مواد کی فراہمی میں کلیدی کردار ادا فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں صاحب اخلاق حمیدہ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب برکاتی (خوش نویس) استاذ مدرسہ مظہر العلوم دھانے پور ضلع گونڈہ کی ذاتی لائبریری سے ہمیں کافی مواد اور متعدد فتاویٰ فراہم ہوئے ہیں علی الخصوص آں دم تا ایں دم استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج مفتی شعبان علی نعیمی حبابی مدظلہ کے ارشادات و ہدایات ہمارے لئے خضر راہ بکر دست و بازو بنتے جا رہے ہیں، اس اہم ترین کام میں کاتب رضوان القادری نعیمی اور حضرت مولانا بدر عالم نعیمی زید مجدہما کے مثالی کارناموں کو بھی میں قطعی فراموش نہیں کر سکتا۔ ادارہ اور فہرست وغیرہ کا باقی ماندہ کام جناب محمد شمیم انجم نوری (رضا گرافکس ممبئی) نے بذریعہ کمپیوٹر بحسن و خوبی انجام دیا ہے۔ فتاویٰ صدرالافاضل کے حوالہ جات کی تصحیح میں حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب نعیمی استاذ دارالعلوم فضل رحمانیہ چمپڑوا اور خطیب شہیر حضرت مولانا مفتی انوار احمد برکاتی بلراپوری نے کافی محنت فرمائی ہے۔

کتاب کی پروف ریڈنگ میں حضرت علامہ مفتی الحاج محمد حفیظ اللہ خان صاحب نعیمی، حضرت مولانا الحاج مفتی محمد بشیر حسینی صاحب، حضرت مولانا مفتی توفیق احمد مصباحی صاحب، حضرت مولانا الحاج زبیر احمد رضوی، حضرت مولانا مفتی زبیر احمد برکاتی ممبئی اور حضرت مولانا نصیر القادری گوٹادی وغیرہ نے اپنا قیمتی وقت دے کر ناچیز پر احسان فرمایا ہے جس کا بدلہ میں تو نہیں دے سکتا، ہاں اللہ تعالیٰ کی کریم رات سے امید قوی ہے کہ مذکورہ بالا حضرات کو اپنے اچھوں کا صدقہ ضرور مرحمت فرمائیگا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

کسی بھی کتاب کی تسوید و ترتیب کے بعد کتابت و طباعت کا مرحلہ کس قدر زہرہ گداز ہوتا ہے؟ اس کا احساس کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس راہ کے مسافر بننے کی سعادت حاصل ہے۔ فتاویٰ صدر الافاضل کی کتابت و طباعت کیلئے ایک خطیر رقم کی ضرورت تھی۔ میں نے اپنی بے سروسامانی کا تذکرہ پیکر محاسن و مکارم حضرت مولانا الحاج مفتی محمد بشیر صاحب حسینی سے کیا تو موصوف نے تسلی دی اور فرمایا کہ آپ اپنا کام مکمل کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ طباعت کا انتظام ہو جائے گا۔ بالآخر مفتی صاحب موصوف نے میری ملاقات ایک ایسے مرد درویش سے کروائی جو مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا شیدائی اور تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم کا پکا فدائی ہے میری مراد محبوب المشائخ حضرت الحاج محمد عیسیٰ بابا نوری کی معروف ذات سے ہے۔ حضرت موصوف نے فتاویٰ صدر الافاضل کی طباعت کیلئے ایک خطیر رقم مرحمت فرما کر زیر نظر کتاب کو منظر عام پر لانے میں کلیدی کردار ادا فرمایا۔ ان کے علاوہ اور ہمارے دوسرے احباب مثلاً محمد یوسف بھائی، حاجی ابراہیم میمن، حاجی غلام رسول شاہ رضوی، عبدالعزیز و معصوم علی صاحبان کے علاوہ جن کا تھوڑا بھی تعاون ہمیں حاصل ہے، مولیٰ

جبارک و تعالیٰ بظہل رسولہ الاعلیٰ سیدنا سرکار حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے صدقے میں
ان تمامی حضرات کے مالی ایثار و قربانی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور وارین کی سعادتوں
سے مالا مال فرمائے۔ فتاویٰ صدر الافاضل کو مجھ فقیر بے توقیر نور محمد نعیم القادری اور ہمارے
والدین کریمین نیز آبا و اجداد کیلئے ذریعہ نجات و مغفرت سیات بنائے۔

آمین بجاء سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

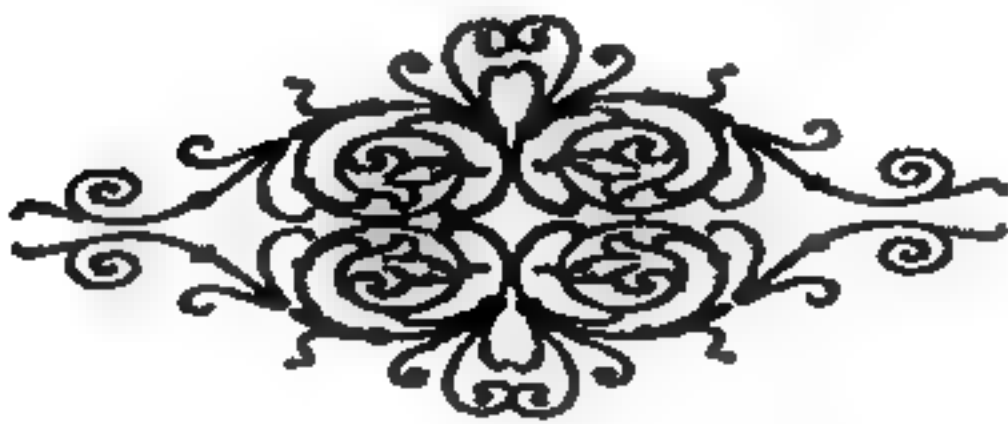
نور محمد نعیم القادری بلراپوری

بانی : تنظیم انکار صدر الافاضل ممبئی

متوطن موضع نواز پور، پوسٹ کوپور، ضلع بلراپور (یوپی)

۱۲ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ

۲۹ مئی ۲۰۰۷ء بروز یکشنبہ



مقدمہ

از۔ استاذ العلماء خلیفہ شہزادہ صدر الافاضل ادیب شہیر حضرت
علامہ الحاج مفتی شعبان علی نعیمی صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ
دارالعلوم حبیب الرحمن باندرہ بمبئی و تنظیم افکار صد الافاضل ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم و نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خاتم المفسرین رأس المحققین تاجدار المسنن استاذ العلماء صد الافاضل
فخر الاماثل حضرت علامہ مفتی حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین محقق و مفسر مراد آباد علیہ الرحمہ کا مجموعہ
فتاویٰ پیش نظر ہے جس کی ضخامت ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے اس مجموعہ کو ہزاروں صفحات
اور متعدد جلدوں پر مشتمل ہونا چاہیے چونکہ فقہ کے ہر باب پر فتوے بلاد و اعمار تصبات و
قریبات میں گئے اور ان فتوؤں کے ضبط و تحریر کا نظم بھی قائم رہا جامعہ نعیمیہ کے دارالافتاء
میں رجسٹر کے رجسٹر نقل فتاویٰ سے بھرے ہوئے تھے مگر بد قسمتی سے آپ کے
وصال پر طال کے بعد وہ سارے رجسٹر حصہ دشمنان و نذر حاسدین ہو گئے کہاں گئے،
کون لے گیا، کچھ پتہ نہ چل سکا۔

تنظیم افکار صد الافاضل کے بانی و سربراہ برادر دینی و یقینی حضرت علامہ

مولانا نور محمد نعیم القادری بڑا پوری کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے بے پناہ محنت کر کے
 جانے کہاں کہاں اپنے صرف خاص سے جا جا کر متعدد کتابوں اور رسالوں سے بالخصوص
 ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد سے حضور صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے کچھ فتاویٰ جمع کئے اور
 اور انہیں کو مرتب کر کے فتاویٰ صدر الافاضل کے نام سے شائع کر دیا۔ شخصیت اور ان
 کے دینی و مذہبی خدمات کے پیش نظر بہر حال مجموعہ فتاویٰ کا حجم بالکل مختصر ہے۔ مگر جس
 قدر بھی ہے علماء کرام و مفتیان عظام کے لئے مولانا نعیم القادری بڑا پوری کی جانب سے
 پیش کیا گیا تحفہ ہے۔ مولانا تعالیٰ ان کی محنتوں کو قبول فرما کر دارین کی سعادتوں سے مالا مال
 فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سرچشمہ فقہ اسلامی

شرعیات اسلامیہ کے تمام احکام و مسائل کا منبع و ماخذ دو قسم کے امور ہیں ایک
 وہ جو تمام ائمہ اور مجاہد علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار ہیں۔ اول قرآن مجید
 دوم۔ احادیث نبویہ، سوم۔ اجماع امت۔ چہارم قیاس۔ ان چاروں پر علماء فقہ کا اجماع
 ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کے جملہ امور احکام و مسائل کی بنیادیں ہیں۔

دوسری وہ قسم ہے اور ایسے امور ہیں جو ان کے علاوہ ہیں اگرچہ یہ امور بھی
 نور قرآن اور احادیث کریمہ سے منور ہیں اور ان ہی کے فیضان سے مستفیض ہیں لیکن وہ
 اصول ایسے ہیں جن کو احکام شریعت و مسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے اور محبت شرعیہ

اور قابل استدلال مسئلے میں علامہ فقہ باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ نیز ان کے مفہوم کی تعریف اور ان کے دائرہ عمل کی توسیع میں بھی اختلاف ہے۔ ایسے اصولوں کو فقہ کی اصطلاح میں "استدلال" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان کی تعداد پانچ ہے۔ اول استحسان، دوم مصلح مرسلہ، سوم استصحاب، چہارم سابقہ شرع، پنجم مسلک صحابہ۔

ہمارے ائمہ کرام و مجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ علیہم الرحمۃ نے مذکورہ بالا تمام ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان کو منبج و ماخذ بنا کر مسائل فقہ و احکام شرعیہ کا استخراج کیا۔ فقہ کی کتابیں اور فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں بے شمار احکام و مسائل، اور جزئیات فقہیہ کو بیان فرمایا جن سے آنے والی نسلیں مستفید ہوئیں۔ اور ہوتی رہیں گی۔ تاہم وہ اپنی مدت العمر کوششوں کے باوجود تمام جزئیات کا احاطہ نہ کر سکے۔ بے شمار مسائل ایسے ابھر کر سامنے آئے جن سے متعلق صریح حکم ان کتابوں میں نہیں ملتا اور قیاس تک نہ نئے مسائل پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ اسلام چونکہ ایک مکمل مذہب ہے مآدور قرآن کا یہ نہایت سجاد دعویٰ ہے کہ وہ "تبیاناً لکل شیء" ہے اس لئے علامہ فقہ اسلام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے ابھرنے والے مسائل کا حکم قرآن مجید احادیث نبویہ اور ان سے ماخوذ منابع و ماخذ سے بیان کریں۔

مثلاً نمونہ از خرواے | ذیل میں وہ چند قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ بیان کیے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہر نو مولود مسئلہ کا

شرعی حکم معلوم کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر نہ کتب فقہ میں ہے نہ اس پر کوئی شرعی نص ہے۔

اور نہ ہی کوئی اس پر استدلال شرعی ہے۔ بلکہ ایک بالغ نظر عالم دین و مفتی شرع تائید خداوندی اور اعانت مصطفوی سے انہیں قواعد و اصول کی روشنی میں حکم شرع بیان کر دیتا ہے۔

قاعدہ ۱۔ لا ثواب الا بالنیہ۔ یعنی اخروی ثواب کا مدار اخلاص نیت پر ہے۔

قاعدہ ۲۔ الامور بمقاصدھا۔ یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار ان کے مقصد پر ہے۔

قاعدہ ۳۔ الیقین لا یزول بالشک یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا

قاعدہ ۴۔ ما ثبت بالیقین لا یرفع الا بالیقین۔ یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف یقین ہی سے زائل ہو سکتی ہے

قاعدہ ۵۔ الضرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورتیں منوعات کو جائز کر دیتی ہیں

قاعدہ ۶۔ ما جاز بعد رطل بزوالہ۔ یعنی عذر کی وجہ سے جائز ہونے والی چیز عذر ختم ہو جانے پر باطل ہو جائے گی۔

قاعدہ ۷۔ الحاجة تنزل منزلة الضرورة۔ یعنی حاجت ضرورت کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔

قاعدہ ۸۔ السکوت فی معرض البیان بیان۔ مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائے گا۔

قاعدہ ۹۔ الفرض افضل من النفل یعنی فرض نفل سے افضل ہے

قاعدہ ۱۰۔ الحر لا یدخل تحت الید۔ یعنی آزاد مرد و عورت پر کوئی قبضہ نہیں ہو سکتا۔

قاعدة ۱۱۔ الجہاد لا ینقص بالاجتہاد۔ یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹتا نہیں ہے۔

قاعدة ۱۲۔ اذا جمیع الحلال والحرام طلب الحرام یعنی جب حلال اور حرام جمع ہونگے تو غلبہ حرام کو ہوگا۔

قاعدة ۱۳۔ التابع لا یتقدم علی المتبوع یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا۔

قاعدة ۱۴۔ الحدود تقلرأ بالشبهات یعنی حدود و شبہات سے ساقط ہو جائیں گی۔

قاعدة ۱۵۔ ما حرم فعله حر مطلق یعنی جس چیز کا کڑوا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے۔

قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ سے میں نے یہ چند اصول و قواعد بیان کر دیئے ہیں ورنہ ایسے اصول و قواعد کی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے مشہور

مالکی فقہ سیدی امام قرآنی نے اپنی مشہور کتاب "انوار البروق فی انوار الفروق" میں پانچ سو اڑتالیس قواعد جمع فرما دیئے ہیں۔

قاعدة ۱۶۔ بہت سی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ایسی ہیں جن سے اس قسم کے قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ اخذ کئے جاسکتے ہیں شرط یہ ہے کہ عالم دین اور مفتی شرع متین سلیم الطبع اور بالغ نظر ہو۔

۱۔ اتقوا مواضع التہم

۲۔ ما ساءلہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن۔

۳۔ المرء مع من احبه۔

۴۔ تعاؤا علی البر والتقویٰ

۵۔ کل مسکرم حرام۔

۶۔ اللہ فی عون عبدہ ما کان العبد فی عون اخید،

۷۔ جزاء سیئۃ بمثلہا،

۸۔ من تشبہ بقوم فهو منهم،

۹۔ کل قرض جبر نفعا فہو ربوا،

۱۰۔ دم المسلم وماله وعرضہ حرام،

۱۱۔ من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها

۱۲۔ من سن سنة سيئة فعليه وزرها ووزر من عمل بها

۱۳۔ يسروا ولا تعسروا

۱۴۔ خیر الامور اوسطها،

۱۵۔ الدال علی الخیر کفایعہ،

ان تمام قواعد کے ماتحت بے شمار جزئیات ہیں۔ بھٹی وقت اور نفیہ عصر
نومولود اور تمام حادثاتی مسائل جو روز زمانہ کے ساتھ ساتھ پیدا ہو رہے ہیں، اور
نئے رنگ ڈھنگ سے سرا بھا رہے ہیں جن پر کوئی شرعی استدلال نہیں ہے
ان اصول و قواعد کی روشنی میں شرعی حکم کی تخریج کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ فقہ اسلامی پر
اس کی گہری نظر ہو اور مسائل کے استنباط و استخراج پر کامل دستگاہ حاصل ہو۔

مَعْرِزَاتُ مَعْرِزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ الْوَسَلَم

فقہ اسلامی درحقیقت معلم کائنات بحکم مطلق کے نائب اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے جسے دانشور ابن کمال دنیا کے عجائبات میں سب سے بڑا عجوبہ کہتے ہیں۔

تعلیمات اسلامی کی روشنی میں علماء اسلام نے دنیا کو جن علوم سے آشنا کیا ان میں علم الحدیث، علم اسرار ارجال اور علم الفقہ وہ علوم ہیں جن کی کوئی مثال و نظیر نہیں ہے۔ ان علوم کی ترتیب و تدوین میں محققین اسلام نے جو محنتیں اور مشقتیں اٹھائی ہیں اور دور دراز سفر کی تکلیفیں برداشت کر کے جس طرح خدمت دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور خالصاً لوجہ اللہ دن رات اسی میں لگے رہے یہ بھی نظیر آپ ہے۔

احکام فقہیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ انسانی افعال و اعمال کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلامی میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کر دیا گیا ہو۔

اگر کسی اجنبی اور نومولود مسئلہ سے متعلق صراحتہ حکم نہ ملے تو ایسے قواعد اور اصول ضرور ملیں گے کہ جن کے ذریعہ ان کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے فقہ اسلامی کی ابتدا ساتویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے ہوئی اور دسویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ کر مکمل ہو گئی۔

حدیث میں فقہ اسلامی کا ذکر | ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا العلم ثلاثۃ ائمة محكمة اذ سنہ قانئۃ او قریبۃ عادلة وما کان سوی ذالک فهو فضل، یعنی علم دین تین چیزیں ہیں۔ اول قرآن مجید کی آیات محکمہ جو نسخ نہیں ہیں۔ دوم صحیح و ثابت شدہ احادیث کریمہ۔ سوم وہ احکام جو قیاس و اجتہاد سے مستنبط ہوں؛ اور جو علوم ان کے علاوہ ہیں وہ مہتراند ہیں۔

فقہ کی تعریف | لغت میں فقہ کے معنی ہیں کسی شئی کا جاننا۔ پھر یہ لفظ علم شریعت کے ساتھ خاص ہو گیا یہ علماء اصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے کہ جس میں احکام شرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کر کے ان کو حفظ کر لینا اور اہل حقیقت فقہ سے احکام شرعیہ پر عمل مراد لیتے ہیں۔

فقہ کی ضرورت | مذکورہ بالا فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ فقہ کا مطلب احکام و مسائل کی بنیادی ضرورت ہے۔

فقہ کی فضیلت | علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہیہ کا مطالعہ کرنا قیام الیل سے بہتر ہے، صاحب طعنے نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ انسان کو سب سے پہلے حلال و حرام اور احکام شرعیہ و مسائل فقہیہ کا علم حاصل کرنا چاہیے اس کے مقابلے میں اسے دیگر علوم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے بلکہ علم فقہ میں ہی انہماک مناسب ہے کہ تمام علوم میں فقہ ہی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ اشرف و اعلیٰ ہے۔

قرآن اور علم فقہ کی عظمت | علم فقہ کی عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی

تعریف فرمائی اور اس کو لفظ "خیر" سے تعبیر فرمایا جو کسی شے کی مدح اور تعریف میں ایک جامع اور وسیع المفہوم لفظ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا" یعنی جسے حکمت دی گئی اسے یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔ ارباب تفسیر نے لفظ حکمت کی تفسیر فقہ سے فرمائی ہے اس تفسیر کی روشنی میں علم فقہ خیر کثیر ہے اور فقہاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے۔

حدیث اور عظمت فقہ | قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من یرد اللہ بہ خیرا یفقهہ فی الدین" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر

کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقہ بنا دیتا ہے۔" مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شعر کا مفہوم یہ ہے کہ فضل و شرف تو صرف علماء شریعت کے لئے ہی ہے اس لئے کہ یہی علماء ارشاد ہدایت چاہنے والوں کی ہدایت کے راہ نما ہیں۔

آداب الافقاء | مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ پر اس کا مطالعہ وسیع ہو۔ اصول فقہ اور قواعد فقہیہ سے واقف ہو۔ اسی

کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام احادیث نبویہ اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو۔ نیز استدلال، اور روایت و درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو۔ کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سرِ غلط اور جہالت ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک مفتی طبقات مسائل اور طبقات فقہاء سے کما حقہ واقف ہو اور اس کا علم وافر مقدار میں رکھتا ہو۔ دونوں کا ذکر ذیل میں موجود ہے۔

طبقات مسائل | علمائے اخلاف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر مشتمل ہیں۔ اور مفتی کو ان تین طبقوں کا جاننا ضروری ہے۔

اول مسائل الاصول ان کو ظاہر الروایت بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذہب سے مروی ہیں اور مشہور و اغلب ظاہر الروایت حضرت امام اعظم امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال کو کہتے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کا اطلاق جن کتابوں پر ہے وہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتابیں ہیں:

۱۔ مبسوط، ۲ جامع صغیر، ۳ جامع کبیر، ۴ زیادات، ۵ سیر صغیر، ۶ سیر کبیر، ان کو ظاہر الروایت اس لئے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ کتابیں حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اس لئے یہ آپ سے بہ تواتر ثابت یا مشہور ہیں۔

دوم مسائل نوادر۔ یہ وہ مسائل ہیں جو مذکورہ بالا کتابوں میں نہیں ہیں، جن کو ظاہر الروایت سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمۃ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں یا پھر وہ مسائل دوسرے ائمہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن ان کے بھی راویان ثقہ ہوں جیسے حسن بن زیاد کی المحرر اور کتب اللامالی جو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ کرائی تھی۔

سوم الواقعات یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب و مؤلف فرمایا جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ۔ ان کی بہت بڑی تعداد ہے۔

طبقات فقہاء | ایک مفتی کے لئے جس طرح طبقات المسائل اور معتبر و مستند کتب فقہیہ اور فتاویٰ کا علم ہونا ضروری ہے اسی طرح اسے یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ طبقات فقہاء کتنے ہیں اور کس فقہ کا کیا درجہ ہے تاکہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ کس فقہ کا قول معتبر اور قابل استناد ہے اور کوئی درجہ اعتبار میں نہیں ہے۔ علماء ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں

طبقة المجتہدین فی الشرع | جیسے ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اربعین اور وہ لوگ جو قواعد و اصول کی تائید میں نیز ادلہ اربعہ (یعنی قرآن مجید، احادیث نبویہ، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اور اصول و فروع میں بغیر کسی دوسرے کی تقلید کے انہیں ائمہ اربعہ کے مسلک پر رہے۔

طبقة المجتہدین فی المذہب | جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ کے مستخرجہ قواعد و اصول کے مطابق احکام شریعیہ کا استخراج کر سکیں۔

طبقة المجتہدین فی المسائل | یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب المذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد و اصول کے مطابق کرتے ہیں۔ جیسے علامہ خصاف، ابو جعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس اللامہ حلوانی، شمس اللامہ سرخسی، اور

فخر الاسلام بزدی، فخر الدین قاضی خان وغیرہم یہ اصول و فروع کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کرتے۔

طبقة اصحاب التخرج من المقلدین | علماء کرام کا یہ گروہ اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد و اصول کا

پورا علم اور مسائل و قواعد کے ماتخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ایسے امور کی تفصیل بیان کر دیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول ممدی ہو جو مجمل ہے جیسے امام رازی، امام کرخی وغیرہما۔

طبقة اصحاب الترتیج من المقلدین | علماء کرام میں ایسے حضرات کا یہ مقام ہے کہ یہ بعض روایات کو بعض پر فضیلت دینے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے تھے۔ مثلاً وہ کسی روایت کی تفصیل میں فرماتے ہیں ہذا اذنی، ہذا اصح، ہذا اوضح، ہذا ادق للقیاس وغیرہ جیسے ابو الحسن بوری صاحب الہدایہ وغیرہما۔

طبقة المقلدین القادرین علی التمزین | ان کا یہ درجہ ہے کہ اپنی کتابوں میں ضعیف و مردود اقوال بیان نہیں

کرتے اور روایات میں قوی اقوالی ضعیف ظاہر الروایتہ ظاہر الذہب اور روایت نادر میں امتیاز و تمیز کرنے کے اہل تھے جیسے صاحب کنز، صاحب المختار صاحب الوقایہ اور اصحاب المتون المعبرہ وغیرہم۔

طبقة المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکر | یہ حضرات وہ ہیں جو کھرے

کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ مواد مل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ہاتھ مار تے رہتے ہیں یہ لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔

(شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ورد المحتاذ بحوالہ ضمیمہ بہار شریعت)

دارالافتاء کی ضرورت

شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے افتاء ایک لازمی اور ضروری امر ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون" یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ وہ ہے جس کو علم دین پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ایک طبقہ ایسا ہوگا جو صاحب علم و فضل ہوگا اور اسے دین میں بصیرت حاصل ہوگی چونکہ ہر مسلمان کے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ راستہ ہے اس لئے ہر شخص کو اپنا ہر عمل اسلام کے احکام کے مطابق رکھنا چاہیئے۔ اور اگر کسی کو کسی معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے تو اس کو

اہل علم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ان سے سوال کر کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہیے۔ اسی اصول کے مطابق زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اگر انہیں کسی چیز کے جواز عدم جواز کا علم نہیں ہے تو انہوں نے بلا تامل اہل علم سے اس کا حکم شرعی معلوم کر لیا۔ ہر زمانہ میں لوگ علمائے شریعت کی طرف مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا۔ اور اب مفتیان کرام با حسن وجود یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آج شاید ہی کوئی ایسا علاقہ یا شہر یا قصبہ یا قریہ و بازار ہو کہ جہاں کوئی نہ کوئی مفتی موجود نہ ہو اور دار الافتاء قائم نہ ہو بلکہ بحد ثنہ تعالیٰ دار الافتاء بھی کثرت سے قائم ہیں اور قائم ہو رہے ہیں اور مسلم عوام مسائل شرعیہ جاننے کے لئے اس کی طرف رجوع بھی کر رہے ہیں۔

افتاء | افتاء کے لغوی معنی "جواب دینے" کے ہیں اور اصطلاح شرع میں احکام شرعیہ بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔ حضرت علامہ میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں الافتاء بیان حکم المسئلة یعنی حکم مسئلہ بیان کرنے کو افتاء کہتے ہیں۔

قضاء | لغت میں قضا کے معنی فیصلہ کرنا، حکم کرنا ہے اور اصطلاح میں شریعت کے احکام کو لازم و نافذ کرنے کے معنی ہیں۔

مفتی | لغت میں جواب دینے والے کو مفتی کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں احکام شرعیہ بیان کرنے والے کو مفتی کہا جاتا ہے۔

قاضی لغت میں حکم کرنے والے کو قاضی کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں شریعت کے احکام کو لازم اور نافذ کرنے والے کو قاضی کہتے ہیں۔
 فاضلہ علامہ علاؤ الدین اخصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ قاسم علیہ الرحمہ کی کتاب التصحیح والتوجیح کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ مفتی اور قاضی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مفتی احکام شرعیہ بیان کرتا ہے اور قاضی احکام شرعیہ کو نافذ کرتا ہے۔
 فاضلہ افتاویٰ خیرہ میں ہے کہ مفتی مسئلہ شرعیہ کے بیان میں اور قاضی احکام شرعیہ کے نفاذ کے وقت مفتی مسئلہ کا جواب دینے اور قاضی قضیہ کا فیصلہ کرنے اور اس کے لازم و نافذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے۔

مفتی مطلق

صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین عظام اور ائمہ اسلام (امام اعظم، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، رضوان اللہ علیہم اجمعین جو منصب افتا پر فائز ہوئے سب مجتہد اور مفتی مطلق تھے۔ لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کوئی بھی مفتی مطلق نہیں ہوا۔ سب مفتی منتسب (مفتی ناقل) ہیں۔ وقد اتفق ملای الاصولین علی ان المفتی هو المجتہد فاما غیر المجتہد فمن یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفتی (الواجب علیہ اذا سئل ان یدکر قول المجتہد۔ رد المحتار۔ جلد اول) یعنی اہل اصول کی رائے اس بات پر متفق ہے کہ مفتی مجتہد ہی ہوتا ہے۔ رہے غیر مجتہدین جو اقوال مجتہد

حفظ کر لیتے ہیں تو وہ حقیقتاً مفتی نہیں اور ان پر واجب ہے کہ جب ان سے سوال کیا جائے تو وہ اقوال مجتہد بطریق حکایت بیان کر دیں معلوم ہوا کہ آجکل مفتیان کرام جو کچھ فتوے صادر فرماتے ہیں وہ کسی نہ کسی مجتہد مفتی مطلق کے قول کی نقل ہوتی ہے جو عمل کرنے کے لئے مفتی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

مگر خداوند قدوس جل جلالہ و علم نوالہ نے مفتیان منتخبین کو بھی ایک گونا گونا اجتہاد کی طاقت و قوت صلاحیت و استعداد عطا فرمائی ہے اس لئے کہ اس کے بغیر وہ نوزائندہ مسائل اور آئے دن نئے نئے ایجادات کی گرہ گیر گتیاں سلجھا ہی نہیں سکتے اور نہ ہی مسائل حل کر سکتے ہیں۔ علامہ شاہی علیہ الرحمہ ردالمحتار جلد ثانی میں فرماتے ہیں "التحقیق ان المفتی فی الواقع لا بدلہ من ضرب اجتہاد و معرفۃ بأحوال الناس، یعنی مسائل جدیدہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مفتی وقت اجتہادی قوت کا حامل ہو اور لوگوں کے حالات کا جاننے والا ہو۔"

فقہ و افتاء کا میدان اس قدر وسیع و عریض اور خارزار و دشوار گزار ہے کہ اس میدان میں اترنے کے بعد بڑے بڑوں کے قدم زخمی ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی کم علم فقہ میں بے مایہ مفتی اپنے ساتھ مفتی کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "علم الفتویٰ پڑھنے سے نائل نہیں ہوتا جب تک کہ مدہا کسی طبیب حاذق کا مطلب نہ کیا ہو۔" محض درسی کتابیں پڑھ لینے سے علم الفقہ و علم الفتویٰ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر علماء اور بیشتر اہل مدرسہ سمجھتے ہیں کہ درس نظامیہ کا ہیروہ فارغ التحصیل

جو قدرے صلاحیت رکھتا ہو فتوے دے سکتا ہے۔ مجدد اعظم امام احمد رضا فاؤنڈیشن
جلد چہارم میں فرماتے ہیں کہ: "آجکل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے
دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا۔"

علم فقہ و افتاء اپنے اندر بے پناہ گہرائی و گیرائی اور وسعت و جامعیت
رکھتا ہے۔ ہر کس و ناکس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ فقیہ مفتی بن جائے الا ماشاء اللہ کہ یہ
اسی کے فضل و کرم سے ہے۔ وہ جس پر رحم و کرم کی بارش کرنا چاہتا ہے اسے دین کا
فقیہ بنا دیتا ہے چنانچہ سید عالم نور مجسم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: "من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین" یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی
کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

صدر الافاضل

شہزادہ رسول جگر گوشہ و بتول گمشدن قادریہ کے ہوتے پھول استاذ العلماء
سند الفضلاء مظہر غزالی یادگار رازی مفسر قرآن محقق دوران صدر الافاضل فخر الاماثل
حضرت علامہ مفتی حکیم سید محمد نسیم الدین احمد محقق و محدث مراد آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وارضاء عنہ ایک بالغ نظر مفکر عظیم الشان مفسر جلیل القدر محدث مایہ ناز مصنف بے نظیر
فقیہ بے مثال مفتی تھے جن میں اجتہادی جلوے نظر آتے تھے۔ تدریس تحریر و تقریر

میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ میدان مناظرہ و مقابلہ کے تو آپ خاص شہسوار تھے۔
تفسیر و حدیث و اصول حدیث اور فقہ و اصول فقہ نیز علم کلام منطوق فلسفہ ہیئات و
ریاضی و غیر علوم و فنون میں آپ کو اس قدر دستگاہ حاصل تھا کہ جس کا جواب نہیں
آپ کے درس میں فارغ التحصیل علماء و فضلا شریک ہو کر اکتساب فیض و تحصیل علم
کرتے تھے قدیم و جدید عربی ادب میں تو بہارت نامہ حاصل تھی علاوہ ازیں بے نقط
عربی پر اس قدر عبور تھا کہ بے تحاشہ بولتے چلے جاتے تھے۔

حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب غریزی دام ظلہ اپنی کتاب "العیتق و النعم"
میں ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیوبندی مولوی غرور علم کے نشہ میں
چور عربی دانی کی ترنگہ میں غرور مراد آباد آیا اور صدر الافاضل کو مناظرہ کا چیلنج دینے کے بعد
یہ شرط بھی لگا دی کہ مناظرہ عربی میں ہو گا آپ نے منظور فرما کر دو شرطیں اپنی بھی بڑھادیں
کہ مناظرہ عربی میں ہو گا مگر نظم میں اور الفاظ غیر منقوط استعمال ہوں گے۔ یہ سن کر دیوبندی
مولوی کے علمی غرور کا شیش اچھل چور چور ہو گیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ آخر کار وہ
رات کی سیاہی میں ایسا بھاگا کہ پھر دوبارہ مراد آباد کا اجالا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔
قالہم اللہ رب العلمین۔

فنا ہست علمی کی چند مثالیں

خواجہ حسن نظامی دہلوی کے فتوے کی بخیروری | محبوب الہی حضور سیدنا خواجہ
نظام الدین ادویا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے آستانہ پاک کے خادم خاص خواجہ حسن نظامی دہلوی کبھی کبھی مسیدان افکار میں بھی قدم
رکھ دیا کرتے تھے مگر عموماً ان کی یہ کوشش سعی لنگ ثابت ہوتی تھی انہیں کوششوں میں
سے ایک کوشش جو تہا پینکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے بلکہ واجب اور ایسا واجب کہ جو تہا
نہ پینکر نماز پڑھنے والا ضعیف الایمان ٹھہر جائے۔ نمونہ کے طور پر استفتار اور مطول و مفصل
جواب کی تخصیص ملاحظہ ہو۔

سوال :- خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ ”پیشوا“ جلد ۵ میں چھپا ہے
اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جو تہا پینکر جانے اور جو تہا پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے
پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس امر کو جائز و مستحب ہی نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے اور نہ
کرنے والوں پر ترک واجب کا الزام لگایا ہے۔ اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے۔ اپنی
تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ انراہ و کرم تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

خاکسار محمد ظہور اختر فتویٰ

ارشاد :- (ابتدا حضرت مصلحانہ تہذیب فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں) تمام عالم کے
مسلمان مساجد میں جو تہا آنا کر داخل ہونے کے پابند نہیں اور اس کو مسجد کا احترام سمجھتے ہیں۔

اگر بالفرض کسی تشریح کے تحت جو تا پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز بھی ہو تو اسے امر کے لئے مسلمانان عالم کے متحدہ طریق عمل میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نئے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہو گا ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی باتیں مسلمانوں میں لانا جس سے ان میں اختلاف پیدا ہو اور ان کے اپنے صدیوں کے معمول نیز اکابر علماء و مشائخ اولیاء و ائمہ اور بزرگوں کے معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے۔ ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔

(اب تفصیلی جواب کی تلخیص ملاحظہ ہو) "مساجد خیر بقاء ہیں: زمین کے تمام خطوں اور بقعوں میں مساجد بہترین بقاء ہیں۔ ہر مسلمان ان کو غایت احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور دین اسلام نے یہی تعلیم بھی دی ہے۔ مسلم شریف میں ہے: **احب البلاد الی اللہ مساجدہا**۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو سارے بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں۔"

ابو داؤد، ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے اور اس کو خوب پاک و صاف اور طیب رکھنے کا حکم دیا کیا یہی پاکی اور صفائی ہے کہ ہر کس و ناکس کو مسجد میں جوتا پہنکر چلنے پھرنے کا اذن عام دیا جائے اور سینکڑوں بے احتیاط چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلود جوتیاں پہنکر مسجد میں بے کھٹک چلے آئیں۔ خواجہ صاحب

کے فرش و بستر پر اگر کوئی جو تاپہن کر پاؤں رکھ دے تو انہیں سخت ناگوار ہو مگر مسجد کے لئے ہر طرح گوارا ہے جیف صد جیف۔

خواجہ صاحب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث نقل کی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعلین شریفین کو نماز میں پائے اقدس سے اتار اٹھا تو صحابہ نے اپنی پاپوشیں اتار لیں حضور نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پاپوشیں اتارنے کا سبب پوچھا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور کو دیکھ کر ایسا کیا، ارشاد فرمایا کہ جبریل نے آکر ہمیں خبر دی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے۔ (اس لئے ہم نے نعلین شریفین کو اتار اٹھا) تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے چاہیے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ لیا کرے اگر ان میں کچھ لگا ہے تو ان کو رگڑ کر صاف کر دے۔

اس حدیث پاک پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعل پاک میں جو چیز لگی تھی وہ نجاست تو نہ تھی جس سے نماز نہ درست ہوتی، کیوں کہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آدمی نماز نجس نعلین سے پڑھ لی جائے۔ علاوہ بریں نجاست کی صورت میں چونکہ نماز ہی درست نہ تھی اس لئے جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہو کر اطلاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو چیز لگی تھی وہ نجس نہ تھی لیکن گرد و غبار اور کوڑے کرکٹ کا لگنا بھی حبیب کے نعل شریف میں رحمت الہی کو گوارا نہ ہوا اور یہ بھی آپ کے منصب عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا۔ چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقد بلغ قاف و ذال مجہد آپہ مکروہ پندارد و آنرا طبع ظاہر نجاستی نبود کہ نماز با آن گزارده بود خیر دادن جبریل و بر آوردن از پا بخت

کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف و سے بود :

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اس کو اگر کوئی ایسی چیز بھی لگ جائے جس کو طبع سلیم ناپسند رکھے تو نماز میں حضرت جبریل حاضر ہو کر عرض کریں جبکہ ایسی نعل پاک ہے جس سے کسی کے جتہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں اس پر آجکل کے بے احتیاط لوگوں کے جوتوں کو قیاس کرنا سرسراہٹ ہے پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی یہ عادت کریمہ تھی کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی یہ سب اس کے عامل تھے۔

اب خواجہ صاحب کی حدیث دانی کا پول کھلنے جا رہا ہے ملاحظہ ہو ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جو تا اپنی داہنی طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے داس بنے ہو جائے گا مگر جس حالت میں کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو بلکہ چاہیے کہ جو تا اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ اقدس میں بھی جو تا پہنکر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا جب تو جو تا رکھنے کی جگہ بتائی گئی اسی ابو داؤد شریف میں دوسری جگہ حضرت عمر و ابن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حافیا و متنعلا" میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بابرہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور پاپوش مبارک پہننے ہوئے بھی اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پاپوش مبارک پہنکر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاپوش مبارک کے

بغیر نماز پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی۔

خواجہ حسن نظامی نے جو تاپہنکر نماز پڑھنا واجب بتایا ہے تو کیا ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ کرام اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم واجب ترک کیا کرتے تھے اور خواجہ صاحب نے تو نمازیں جو مانہ پہننے والے کو ضعیف الایمان تک ٹھہرایا ہے کس قدر نادانی اور بھالت ہے اور یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے؟ خواجہ صاحب کو کچھ بھی حق و انصاف کا پاس و لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان بھی شائع کریں کہ: قوبۃ المستر بالستر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ یعنی جس طرح گناہ ویسی توبہ۔

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کے جواب کا مضمون کئی صفحات پر مشتمل ہے جس کو تفصیلی مطالعہ کرنا ہو اس کو چاہیے کہ فتاویٰ صدر الافاضل باب العقائد کا مطالعہ کریں۔

جو ہم عقیدہ ہیں وہ کمان نہیں

الحضرت سے متعلق سوال و جواب | دہلیہ دیابنہ نے یہ ہنگامہ مچا رکھا ہے کہ اہل علم و ایمان احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کثرت سے

علامہ امت کو کافر کہتے ہیں اور جو ان کا ہم خیال وہم عقیدہ نہ ہو اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اسی لئے انہیں مکفر المسلمین کہتے ہیں جناب عبد الوحید چندوسی نے اسی سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل کی بارگاہ میں ایک استفسار بھیجا جس کا جواب حضرت نے انتہائی دمسکت انداز میں دیا تھا۔

ارشاد اوزیریہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب محض اور افتراء خالص ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان مفسدوں کو کافر فرمایا جو ضروریات دین کے منکر ہوئے ایسوں کو قرآن و حدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کفر کا حکم اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب نہیں دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں۔ ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کفر ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے جس کا اعتراف خود مولوی اشرف علی تھانوی نے "بسط البیان" میں کیا ہے۔

یہی بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ بالکل حق و درست ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمانیات و ضروریات دین سے جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ جو توحید ماننے اور رسالت میں ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے۔ توحید و رسالت دونوں کو ماننے اور قرآن کا منکر ہو تو کافر ہے۔ غرض کسی ایک امر ضروری سے اگر انکار کرے تو کافر ہے۔ مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم خیال وہم عقیدہ ہو۔ (جس پر حدیث جبریل ان تو من باللہ الخ شاہد عدل ہے)

رمضان کا جمعہ اخیر اور خطبہ الوداع

ائمہ اہلسنت عموماً اپنی اپنی مسجدوں میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو ایک خاص قسم کا بڑھتے ہیں جسے خطبہ الوداع کہتے ہیں اور اکثر علماء اہلسنت کی ترتیب شدہ کتب خطبات میں الوداع کا خطبہ ضرور ہوتا ہے۔ رمضان شریف کے آخری جمعہ یہی خطبہ الوداع

ائمہ اہلسنت پڑھتے ہیں اور اہلسنت کا یہ عمل عمل مستواترہ کی حیثیت اختیار کرے گیا۔ بھلا وہ باپوں سے اہلسنت کا کوئی عمل خیر کیوں کر دیکھا جاتا چنانچہ خطبۃ الوداع پر بدعت و ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور اس کی سند کا مطالبہ شروع کر دیا۔ حضور صدر الانامصل رضی اللہ عنہ کے حضور خطبۃ الوداع سے متعلق استفسار آیا اور آپ نے جواب دیا۔

ارشاد: خطبۃ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور و غل مچا رکھا ہے اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا۔ باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے اور نہ وہ کوئی ایک یا ایک فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ لہجہ رسائی کو دین میں داخل کر دیتے ہیں اور اپنے خیال سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت پر حملہ کرتے ہیں اور اس منصب عالی میں شرک کرتے ہیں اسی لئے انہوں نے ارکان نظیر کا مسئلہ اٹھایا، اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا۔ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

اسی لئے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبیانی پیدا ہونا ممکن ٹھہرایا اور اس کو منافی خاتمیت نہ جانا، اسی لئے اپنے بڑے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان لوگوں کی طرف دلی باطنی آنے کا دعویٰ کیا چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل مانگے احکام ان کی طرف منحوس ہوتے ہیں۔ ان وہابیوں کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے دنیا پر اپنا حکم چلائیں اس لئے انہوں نے وطیرہ اختیار کر لیا کہ جس چیز کو چاہا ہے دلیل ممنوع و ناجائز کہہ دیا۔

خطبۃ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کوئی ان میں نہیں پائی جاتی؛ یہ کونسا امر ممنوع اس میں داخل ہے۔

تذکیر (پند و نصیحت) خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ رمضان کے گزرے ہوئے ایام میں عمل خیر پر حسرت و افسوس اور بابرکت ایام کو غفلت میں گزارنے پر قلق و غم امت اور ہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو مد نظر میں لا کر آئندہ کے لئے تیقظ و بیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی تحریص و تشویش یہ بہترین طریقہ تذکیر ہے اور اس میں نہایت نفع و سودمند نصیحت و پند ہے اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی تو بہ نصیب ہو جاتی ہے بارگاہ الہی میں استغفار کرتے ہیں آئندہ کے لئے عمل نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں اس تذکیر کو فقہار نے سنت فرمایا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے عاشرھا العظمة والتذكیر یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند و نصیحت ہے۔ دہاویہ نے اس سنت کو بدعت و ناجائز کہہ دیا ہے اس جماعت کی کیا انتہا اور اس بے باکی کی کیا حد ہے کہ شریعت ظاہر میں جو چیز سنت ہو یہ ظالم اس کو بدعت کہتے ہیں۔ یا یہ مطلب کہ بعینہ یہ الفاظ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تو بھی باطل ہے کیوں کہ سنت فقط پند و نصیحت ہے خواہ وہ کسی بھی عبارت سے حاصل ہو نہ کہ خاص الفاظ۔ اور یہ خود جو خطبہ پڑھتے ہیں ان کے الفاظ و عبارتیں کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں؛ اور کیوں یہ خاص حضور ہی کے خطبے نہیں پڑھتے نئے خطبے اپنی طرف سے گڑھتے ہیں۔ ان کے گرو گھنٹال اسماعیل دہلوی کی کتاب

تفویہ الایمان میں ان کا لکھا خطبہ چھپا ہوا ہے یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا۔ اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے درنہ کیا معنی کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو اور اکابر علماء دین کے خطبے بدعت ہو جائیں۔ بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کرتا رہتا ہے۔

وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا کہ انہیں جانتا کہ رمضان المبارک کا سب سے پچھلا جمعہ ہی جمعہ اخیرہ اور وقت ووداع کا جمعہ ہے۔ اس کو جمعۃ الوداع کہہ دیا تو کیا بیجا ہے؛ کبھی وہابیہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کو بدعت کیوں کہتے ہیں سارے ہی مسلمان بدعتی ہیں اسی کو کیوں تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت اور مناسبت نہیں ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کو توفیق ہدایت عطا فرمائے)۔

فقط والسلام

غلام غلامانِ آلِ عباس

فقیر شعبان علی جالبی نعیمی غفرلہ القوی

۱۲ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

استفتاء

آیات ذیل کی مطابقت باہمی بدلائل قرآنی سورہ سجاد کی آیت نمبر ۲۹ مآ
ارسلناک الی کافۃ للناس بشیرا و نذیرا سے فرما دیجئے کیوں کہ قرآن شریف اور
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام دنیا کے انسانوں اور قوموں کی ہدایت کے واسطے نازل
ہوئے ہیں تو آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی گئی ہے جس سے شبہ ہوتا ہے
کہ آپ کی رسالت انبیاء علیہم السلام کی قوم پر نہ تھی۔ لتنذر قومکما انعم من نذیر من قبلك
لعلہم یرتدون (سورہ السجدہ آیت نمبر ۴) لتنذر قومکما انذرا بآءھم وھم غفلون (یلین)

الجواب عن المثلث الوهاب

آیات مذکورہ میں اصلاً اختلاف نہیں نہ آیت سورہ سجدہ یا سورہ یس سے کسی
قسم کا کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اولا اس لئے کہ ثبوت نفی ماعدہ کی دلیل نہیں ہوتا تو
کسی قوم کے لئے آپ کا نذیر ہونا دوسری اقوام کے تدریر ہونے کا انکار نہیں۔ اگر کسی شخص
کو کہا جائے کہ یہ حکیم ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ وہ رئیس نہیں ہے ورنہ خصوصیت
کے ساتھ حکیم ہونے کا ذکر کیوں کیا جاتا یا کسی شخص کو کہا جائے کہ آپ اس گاؤں کے زمیندار
ہیں تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اور کسی گاؤں کے زمیندار نہیں یا کسی استاد سے کہا جائے
کہ یہ لڑکا آپ کی شاگردی میں اس لئے دیا گیا کہ آپ اس کے اخلاق کی درستگی کریں اس کا
یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کے سوا اور کسی لڑکے کے استاد ہی نہیں ایسا سمجھنا سراسر جہل

ونادانی ہے۔

قرآن پاک کی آیات مبارکہ خود دلالت کرتی ہیں کہ بعض مقامات پر حسب موقعہ بعض افراد کا ذکر کرنا منافی عموم نہیں ہو سکتا۔ جیسے قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ خالق کل شیئ اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے واللہ مخلقکم وما تعملون اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ دونوں آیتوں میں مخالفت ہے۔ اور دوسری آیت سے شبہ ہوتا ہے کہ انسان اور اس کے عمل کے سوا کائنات میں سے اور کسی چیز کا اللہ تعالیٰ خالق نہیں ہے۔ معاذ اللہ ایک آیت میں ارشاد ہوا یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجھا اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا۔ کوئی نادان کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں سے شبہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صرف انسانوں ہی کا خالق ہے اور کسی چیز کا نہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اگر صرف ایک قوم کے لئے نذیر مقرر کیا جاتا تو بھی وہ دوسری قوم کے حق میں تدریر نہ ہونے کی دلیل نہ ہو سکتا جبکہ سورہ سبار کی آیت میں ارسال عام کا صاف و صریح ذکر موجود ہے۔ پھر شبہ کا کیا محل۔ علاوہ ازیں اور بہت سی آیات اس مدعا کی مثبت ہیں وما ارسلناک الا رحمة للعالمین؛ ولتكون للعالمین نذیرا۔ وغیرہ من الآیات۔

ثانیاً سائل کا یہ قول کہ آیات ذیل میں خصوصیت خاص قوم کی کیوں کی

گئی۔ یہ سوال ایک غلط دعویٰ پر مشتمل ہے۔ ان آیات میں کسی قوم کی خصوصیت نہیں لگئی کہ حضور صرف اسی قوم کے لئے یا خاص اسی قوم کے لئے نذیر بنائے گئے۔ اس معنی پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ آیات میں نہیں۔ یہ قرآن پاک پر افترا و بہتان ہے۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا لکن تذاذلاً قوماً ما اتھم جس سے خصوصیت سمجھی جائے۔ ذکر خاص تخصیص عام نہیں ہوتا اگر زید کو کہا جائے کہ وہ بکر کا باپ ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خالد کا باپ نہیں خالص ایک بیٹے کا ذکر کرنا زید کے باپ ہونے کی اسی کے ساتھ تخصیص نہیں کرتا ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ زید بکر ہی کا یا صرف بکر کا باپ ہے تو تخصیص ہوتی آیت میں ایسا کہاں ہے؟

مثلاً آیات سورہ سجدہ و سورہ یونس میں قوم خاص مراد ہونے پر معترض کے پاس کوئی دلیل قطعی ہے۔ حاشیہ تفسیر علامین ج ۱ میں قوما کی تفسیر میں فرمایا ای العرب وغیرہ اس تفسیر پر سارے ہی عرب و عجم مراد ہیں تو خصوص بھی نہ اردوچہ جائیکہ تخصیص ارسال۔

کہ العبد المعتبر بحبل اللہ المتین

محمد نعیم الدین خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

استفتاء

(۱) نماز میں جو درود پڑھے جاتے ہیں ان میں کوئی ایسی رحمت و برکت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل میں موجود نہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے واسطے ابتدائے اسلام سے اب تک برابر مانگ رہے ہیں اور وہ

پوری ہونے کو نہیں آتی بظاہر اس سے افضلیت میں نقص پایا جاتا ہے۔
(۲) نبی رسول کی جامع تعریف اور ان کا فرق بتائیے۔

الجواب عن الکرم الوہاب

(۱) سوال نہایت بیہودہ ہے اور عقل و علم سے بہت ہی دور ہے۔ اول تو مشتبہہ
میں حقیقتہً وجہ شبہہ کی کثرت و قوت ضرور نہیں شہرت کافی ہے کما لا یخفی علی اہل العلم و الفہم
تو ختم ہو گیا لیکن اس کو سمجھے تو وہ جس کو علم سے کچھ واسطہ ہو۔ عام آدمی بھی اپنے محاورات میں اتنا
سمجھتے ہیں کہ جب ایک کریم بادشاہ داد و دہش پر آئے اور اپنے غلاموں اور عاشرہ برداروں
کو انعام دے اس وقت اعیان دولت اور وزرائے سلطنت عرض کریں جیسا کہ ان غلاموں پر
کرم ہوا ہے ہم نیاز مندوں پر بھی نظر توجہ ہو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ پانچ پانچ روپے کے
ملازموں کو دس دس روپے انعام دیا گیا ہے۔ تو ان کی مثال پیش کر کے ہم بھی نظر عنایت
کے امیدوار ہیں ہمیں سات آٹھ روپے یا غایت یہ کہ ان کے برابر دس دس روپے انعام دے
دیا جائے۔ ایسا کوئی انتہا درجہ کا بدعقل سمجھے تو سمجھ سکتا ہے ورنہ جسے اللہ تعالیٰ نے عقل دی
ہے وہ تو یہی سمجھے گا جس طرح ان کے لئے جیسا انعام شاہان معاوہ انہیں دیا۔ ایسے ہی ہمارے
لئے تیرے کرم سے جو شاہان شان ہو وہ ہمیں بھی عنایت فرما۔ تو اب فضیلت میں وہ حاشیہ
بردار خالق ہوں گے یا وزراء اعیان سلطنت۔ اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں آجاتی تو معترض ایسا
بھدا بھونڈا لایینی اعتراض ہرگز نہ کرتا۔ دویم۔ یہ بات کس قدر بعید از عقل ہے جو وہ کہتا ہے

کہ ابتدائے اسلام سے سارے مسلمان مانگ رہے ہیں اور وہ پوری ہونے کو نہیں آتی اسی
 سے اس کو حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان معلوم ہو جاتی اگر وہ قتل
 رکھتا ہر نفل سمجھ سکتا ہے کہ درود شریف حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ کی آل
 کے حق میں دعائے رحمت و برکت ہے۔ اور قرآن پاک میں پروردگار عالم نے اس کا حکم
 فرمایا تو اگر پروردگار عالم کو اس دعا کا قبول کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ مسلمانوں کو کیوں حکم فرماتا اور اس
 طرح رغبت دلاتا کہ ہم بھی اس محبوب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ نازل فرماتے ہیں
 ہمارے ملائکہ بھی درود بھیجتے ہیں تم بھی درود و سلام بھیجو تو ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول
 اور مشروع ہیں مطلوب اور ان سے اظہار شان سید کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور اور
 مسلمانوں کو اس محبوب اکرم کی محبت اور درود دعا گوئی کی برکتوں سے فیضیاب فرمانا نظر
 تو اب جتنے مسلمان درود بھیجتے ہیں اور حضور کے حق میں رحمت و برکت کی دعائیں کرتے
 اور قیامت تک کرتے رہیں گے وہ سب مقبول اور مرضی الہی کے مطابق اور مسلمان
 درود میں دعائوں کرتا ہے کہ اسے پروردگار حضور پر نور سید الانبیاء محبوب کبریا صلی اللہ علیہ
 وسلم اور ان کی آل پاک پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسی تو نے سیدنا حضرت ابراہیم اور ان
 کی آل پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائیں تو اگر کوتاہ نظر متعرض کے طور پر یہ بھی فرض کر لیا جائے
 کہ ہر مسلمان حضور اور ان کی آل کے لئے اتنی ہی رحمت و برکت مانگتا ہے جتنی حضرت
 ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملی ہے، اور دعا مقبول ہو تو حضور کو ہر مسلمان کی ہر دعا
 پر رحمتیں و برکتیں ملتی ہیں جتنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو ملیں اور قیامت
 تک بے شمار مسلمان یہ دعا مانگتے رہیں گے اور پھر ایک ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان

عمر بھر اپنے تمام فرائض و لوافل وغیرہ میں یہ دعا مانگتا رہتا ہے تو اب حضور کی رحمت و برکت کی کیا نیابت ہوئی! کریم کار ساز کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو جہنمی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائی گئیں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر غلام ان کا ذکر کر کے حضور کے لئے ان سے اعلیٰ نعمتیں اور برکتیں مانگا کرے اور ان کی ہر دعا مقبول ہو اور حضور کو ہر دہلکے ساتھ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم سے زیادہ نعمتیں اور برکتیں دی جائیں۔ اور ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ اس فضیلت کی کچھ نہایت ہے کم عقل پرافسوس جو اس کو نقصان سمجھ گیا۔

(۲) نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو اور رسول بشری میں منحصر نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہوتے ہیں۔ لہ

۱۔ المقتصر بحبل اللہ المستین ۲

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

۱۲ جمادی الآخر، ۱۳۲۸ھ

۱۔ شرح العقلمیں ہے الرسول انسان بعث اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام و قد یشرط فیہ الكتاب بخلاف النبی فانہ اعم هذا هو الفرق بین النبی والرسول وهذا هو منہب الجمهور بقوله تعالیٰ وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی۔

استقراء

دیگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی نسبت بروئے قرآن کیا کیا فضیلت انعام
خاص امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں؟

الجواب بعون الکبریٰ الوهاب

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی امت کو دوسری امتوں پر بیشمار فضیلتیں
حاصل ہیں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت وسط فرمایا۔ دوسری امتوں کے حق میں ان کو
شاہد کیا ان کی قسموں کا فیصلہ ان کی شہادت پر رکھا اور سب کا اجمال یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ
نے اس امت کی مدح کی اور اس کو خیر امت فرمایا۔ قرآن پاک ارشاد ہوا وکذالک جعلناکم
امۃ وسطا لئلا تكونوا شهداء علی الناس۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا کنتم خیر
امۃ اخرجت للناس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ العبد المذنب محمد بن عبد اللہ

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ العین

۲۰، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ

وہابیوں کے مقتدا ابن تیمیہ

کی شرعی تحقیق

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ابن تیمیہ کون اور کیسا شخص ہے؟ مذہب کے اعتبار سے اس کا مرتبہ کیا ہے؟ ہندوستان کے اخبار نویس مثلاً ابوالکلام آزاد اس کے اقوال اکثر نقل کرتے ہیں۔ آجکل یورپ کی مدح و ثنا میں ابن تیمیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ یہ شخص معتبر تھا یا غیر معتبر؟

المستفتی

احقر محمد ظہور

۲۱ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

ابن تیمیہ کو وہابیہ نجدیہ اپنا پیشوا جانتے ہیں اور کبھی اس کے نام کی تصریح کر کے اور کبھی بلا تصریح اس کے اقوال فاسد سے تمسک کرتے ہیں۔ ابن سعود جس نے وہابیت کا میگزین "مجموعۃ التوحید" چھاپا ہے اس میں بھی ابن تیمیہ کے رسالے شامل ہیں۔ اس شخص کی نسبت خاتم المحدثین علامہ شیخ شہاب الدین ابن حجر تیمی کی رعتہ اللہ علیہ فتاویٰ

حدیث صفحہ ۸۳ میں فرماتے ہیں ۱ ابن تیمیہ عبد خذله اللہ واضلہ واعماک
 واصمه واذله وبذالك صرح الاشعہ الذین بینوا فساد احوالہ وکذب
 اقوالہ ومن اراد ذالك فعليه بمطالعة کلام الامام المجتهد المتفوق علی
 امامتہ وجلالہ وبلوغہ مرتبہ الاجتهاد فی الحسن السبکی وولد التاج
 وشيخ الامام العزیز بن جماعة واهل عصرہم وغیرہم من الشافعية والمالکية
 والحنفية ولم يقتصر اعتراضه علی متأخري الصوفية بل اعترض علی مثل
 عمل بن الخطاب وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما یأتی والمحصل ان لا یقام
 لکلامہ وزن بل یری فی کل وعرو حزن وبعث قد فیہ انه مبتدع ضال ومضل
 جاهل غال عاملہ اللہ بعدلہ وادرجاءنا من مثل طریقہ وعقیدتہ وفعلنا ین
 ترجمہ۔ ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو خدا نے رسوا کیا، گمراہ کیا اندھا کیا بہرہ رکھا، ذلیل کیا
 ائمہ دین نے اس کی تصریح کی جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کا بیان
 فرمایا جو شخص چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت جلالت رب اجتہاد کو پہنچی ہے یعنی
 ابوالحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی اور شیخ امام عزیز بن جماعة اور
 ان کے زمانہ والے اور ان کے سوا علماء شافعیہ مالکیہ حنفیہ کے کلام کا مطالعہ کرے ابن
 تیمیہ نے متاخرین صوفیہ پر ہی اعتراض کرنے میں اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے حضرت
 عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ جیسے اکابر صحابہ پر
 بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں
 رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے لائق ہے اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ

بدعتی گمراہ گمراہ کن جاہل غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ کرے اور ہمیں اس کے جیسے عقیدے و طریقے سے بچائے۔ آمین :-

اس کے بعد علامہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے کن کن اکابر اسلام و اعلام دین پر اعتراض کئے اور افتراء اٹھائے۔ ان میں سے اکابر صحابہ بھی ہیں حتیٰ کہ امیر المومنین امام المسلمین خلیفہ راشد سیدنا و مولانا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا ان عمری لہ غلطیات و بلیات دای بلیات اور امیر المومنین امام المتقین حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں کہا ان علیا اخطا فی اکثر من ثلث مائتہ مکان یعنی معاذ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت سی غلطیاں اور بڑی بڑی بلیائیں یا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین تئو سے زائد غلطیاں کیں۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ من این یحصل لک الصواب اذا اخطاء علی بزعمک کرم اللہ وجہہ و عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ تجھے کہاں صواب حاصل ہو گیا جب امیر المومنین علی اور عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما تیرے گمان میں خطا کار ہیں اس بے دین نے بہت سے مسائل ایسے گھڑ دیئے۔ اجماع کو توڑ دیا۔ شریعت کے نظام کو ورہم برہم کیا جو شخص کہے "علی الطلاق" اس پر کفارہ یمن لازم آئے گا اور طلاق نہ ہوگی۔ حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی بھی کفارہ کا قائل نہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حائض کی طلاق نہ ہوگی۔ ایسے ہی جس طہر میں قربت ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ایسے ہی یہ مسئلہ کہ نماز عمدہ اچھوڑ دی جائے تو اس کی قضا واجب نہیں؛ ایسے ہی مسئلہ کہ حائض کے لئے بہت اللہ کا طواف مباح ہے اور اس پر کفارہ نہیں؛ ایسے ہی یہ مسئلہ

کہ تین طلاقیں ایک کی طرف رد ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا دعویٰ کرنے سے پہلے ابن تیمیہ
خود اس کے خلاف پر مسلمانوں کا اجماع نقل کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بہت مسائل میں جن
اس نے دین کی مخالفت کی بخلاف ان کے یہ ہے کہ پہنے والی چیزوں میں جو ہے وغیرہ کی طرح
کوئی جاندار مر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ اور مخالف اجماع نہ کافر ہے نہ فاسق۔ اور رب
تعالیٰ عمل حوادث ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک و تقدس۔ اور یہ کہ باری تعالیٰ مرکب ہے۔
اور اس کی ذات ایسی ہی محتاج ہے جیسا کل جزو کا اور قرآن ذات الہی میں محدث ہے
تعالیٰ اللہ عن ذالک۔ اور یہ کہ عالم قدیم بالنعوع ہے۔ اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مخلوق دائم
رہا۔ تو اس نے واجب تعالیٰ کو موجب بالذات قرار دیا۔ نہ کہ فاعل بالاختیار جسمیت و جہیت
اشتغال کا قائل ہوا اور یہ کہا کہ خدائے تعالیٰ بقدر عرش کے ہے نہ چھوٹا نہ بڑا اور اختیار غیر
معصوم ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مرتبہ نہیں، ان کے ساتھ توسل نہ کیا جائے
ان کی زیارت کے لئے سفر کرنا گناہ ہے۔ اور وہابیہ نے بھی اور اس کی خوشہ چینی اور ریزہ
خواری کی ہے۔ ایسے ایسے اور اس سے بہت زیادہ ناپاک اور گندے مسائل اس کے ہیں
جن کو حضرت شیخ علامہ نے اپنے اسی فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے دوسری جگہ اسی فتاویٰ
کے صفحہ ۴۴ پر بھی علامہ فرماتے ہیں۔

وایاک ان تصغی الی ما فی کتب ابن تیمیہ وتلمیذہ ابن القیم الجوزیہ
وغیرہما من اتخذ لہوا وادخلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی
بصرہ غشاوة فہن یدہ من سعد اللہ وکیف تجاوزہؤلاء الملحدون المحدود
وتعد الرسوم وخراسباح الشریعة والحقیقة فظنوا بذالک انہم علی ہدی من

ربہم و لیسوا کذا لک بل ہم علی اسواء الضلال و اقبح الخصال و ابلغ المقطوع
 الخسران و انہی الکذب و البہتان فخذلک اللہ متبعہم و طہر لارض من امثالہم
 ترجمہ۔ ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم جوزی وغیرہ کی کتابوں پر کان رکھنے
 سے بچو جنہوں نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا مہود بنایا اور خدا نے اس کو روکا
 کیا اور اس کے کان اور دل پر پھر کی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈالا اسکے بعد اب کون
 اسے ہدایت کرنے گا اور بے دینوں نے کس طرح حدود سے تجاوز کیا اور رسموں
 نقدی کی اور چادر شریعت و حقیقت کو پھاڑ کر یہ گمان کیا کہ وہ اپنے رب کی طرف
 سے راہِ راست پر ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بدترین گمراہی اور تبہ ترین
 خصائل اور انتہائی بد نصیبی اور ٹوٹے اور کذب و بہتان میں ہیں۔ اللہ ان کے نتیجہ کو
 رسوا کرے اور ان کے امثال سے زمین کو پاک کرے۔ آمین۔

ابن تیمیہ کا یہ حال ہے اور ائمہ دین اور مشائخ و محدثین اس کے حق میں ایسا
 فرماتے ہیں اہل اسلام ایسے بیدین سے احتراز کریں اور اس کی گمراہ کن تعلیم سے
 بچیں جو حضرت علی مرتضیٰ کو خطا کار بتاتا ہے۔ یزید کی تعریف و توصیف اس سے کیا بعید
 ہندوستان کے بے قید جو دین سے آزاد ہو گئے اور ملحدان بے دین کے دام
 تزویر میں گرفتار ہیں وہ اگر ایسے فاسد العقیدہ شخص کی تقلید کریں تو یہ ان کی بد مذہبی کا ایک
 ثبوت ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ یا نا و جمیع المسلمین و وقانا و سائر المومنین عن مکائد
 للبطلین المفسدین و المانعین من الدین بحرمہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم
 مکتبہ العبد المعتمد بحمد اللہ المتین محمد نعیم الدین غفرلہ۔

تعظیم اور عبادت میں فرق

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ تعظیم اور عبادت میں کیا فرق ہے؟ کیا سبب ہے کہ اولیاء کرام کی قبروں پر چادریں پھول مٹھائیاں چڑھانے والے موحّد مسلمان اور بتوں پر پھول پتیاں چڑھانے والے کافر و مشرک بے ایمان۔

المستفتی

مسودہ حسین انصاری مراد آبادی
۱۵ رجب المرجب ۱۴۵۹ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

عبادت غایت خضوع اور انتہائی تذلل کو کہتے ہیں اور یہ حامل نہیں ہوتا، جب تک عابد معبود کی نسبت الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو اور اس کو قادر مطلق برہمن بالذات و بالا استقلال نہ جانتا ہو اور اس کے حضور بغیر اضطراب کے اپنے اختیار سے انتہائی تذلل جسکو اظہارِ عبدیت کہتے ہیں بجا نہ لائے۔

تعظیم اس سے عام ہے اس میں غایت تذلل اور غایت خضوع اور منظم کی

الوہیت اور اس کی قدرت ذاتیہ و مستقلہ کا اعتقاد ضروری نہیں ہے۔ ان دونوں میں عموم و خصوص کی نسبت ہے۔ ہر عبادت تعظیم ہے اور تعظیم عبادت نہیں۔ ورنہ مالِ باپ استاذِ پیر، نبی رسول، قرآن شریف، مسجد کعبہ، موطئہ سب کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے اور مسلمانوں کو ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا گیا ہے۔ ہر تعظیم اگر عبادت ہو جایا کرے تو یہ سب تعظیمیں مشرک ہوں اور ان کا حکم کرنا شرک کا حکم کرنا جو شخص شریعت پر ایسا الزام لگائے گمراہ بے دین ہے۔ ایک ہی طرح کے افعال جن میں صورتاً کوئی فرق ظاہر نہ ہو۔ بسا اوقات حقیقت میں ہوتے ہیں مشرکین سے زیادہ کا بعد و دوری ہوتی ہے۔ غیر خدا کی عبادت یقیناً شرک، ہر شریعت حقہ اس کو شانی آئی تمام لہذا اور مسلمین علیہم الصلوٰۃ والسلام جب تک دنیا میں تشریف فرما رہے اس کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ شرک کسی حال میں جائز نہیں ہو سکتا اور محال ہے کہ خدا کی طرف سے شرک کا حکم دیا جائے باوجود اس کے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سجدے کا حکم ہوا۔ برادرانِ یوسف علی نبینا وعلی الصلوٰۃ والتسلیمات کا حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا قرآن کریم نے ذکر فرمایا۔ صورتہ یہ سجدہ اور نمازی کا سجدہ وضع جہہ یا انحناء ہے۔ یہ بات تینوں صورتوں میں پائی جاتی ہے۔ مگر حقیقت و حکم میں اشتراک نہیں ملائکہ اور برادرانِ یوسف علیہم السلام کا سجدہ حضرت آدم و یوسف علی نبینا وعلیہم السلام کی تعظیم تھانہ عبادت۔ ورنہ اس کا حکم ہونا محال تھا فرق یہ تھا کہ ملائکہ اور برادرانِ یوسف علیہم السلام اپنے معظّم کی الوہیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے تو وہ سجدہ عبادت نہ ہوا۔ اور نمازی سجدہ میں مسجودہ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہے اس لئے

اس لئے اس کا سجدہ عبادت ہے۔ مگر چونکہ سجود لہ اس کا اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ہے اس لئے یہ عبادت مقبول اور باور پہا ہے۔ بت پرست کا سجدہ بھی باعتبار الوہیت ہے اور چونکہ اس کا سجود لہ غیر خدا ہے اس لئے وہ شرک و ممنوع و حرام خسران و خذلان ہے۔ قبروں پر چادریں اور پھول ڈالنا اور بتوں کے آگے پھول پیش کرنا ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے کہ قبروں پر پھول لے جانے والا صاحب قبر کو الہ اور قادر بالذات و استقلال نہیں اعتقاد کرتا اس کو خدا کا خالص بندہ جانتا ہے نہ خدا کی کاشتربیک یا حصہ دار نہ سعادۃ تھوٹے درجہ کا خدا۔ اور بت پرست بت کو الہ اور قادر بالذات اور بالاستقلال اعتقاد کرتا ہے۔ فافذقا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں: پیشانی بر زمین رسانیدن ہر دو طریق واقع میشود کیے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد۔ ایں قسم در جمیع ادیان مال برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و بیج گاہ جائزہ شد زیرا کہ از محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ بتبدل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم مشعر لغایت تذلل است و غایت تذلل برائے کے سزاوار ہست کہ در غایت عظمت باشد و غایت عظمت آنست کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق است در بیج مخلوقے یافتہ نمی شود۔ دوم آنکہ برائے تکریم و تحیت باشد مانند سلام و سر خم کردن و ایں معنی باختلاف رسوم و عادات و تبدل ازمز و واقعات مختلف است لکسے جائز و گاہے حرام در استہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان ایشان واقع شد کہ و خرد الہ سجدا۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

وہابی کسکو کہتے ہیں اور سنی کسکو کہتے ہیں

استفتاء

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ ذیل میں کہ وہابی کس کو کہتے ہیں اور غیر مقلد کسکو کہتے ہیں اور دونوں کے عقائد ایک ہیں یا کچھ فرق ہے اور ان لوگوں کی علامات ظاہری کیا ہیں اور یہ لوگ دائرہ اہلسنت وجماعت میں داخل ہیں یا نسل اور فرق ضالہ کے اہلسنت وجماعت سے خارج ہیں اور ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان لوگوں کو مساجد میں آنے دینا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور ان لوگوں سے میل ملاپ سلام کلام بیاہ مشادی وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں دلائل شرعیہ کی روشنی میں واضح اور مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

فقط والسلام

المستفتی

محمد عبد الحمید بنی حنفی خادم مدرسہ اسلامیہ عانیہ
نگ پورہ ڈاکخانہ جلال پور ضلع فیض آباد

بعون الملك الوهاب

الحمد لله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ كَذَّبَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ۔ اَمَّا بَعْدُ
وہابی اور غیر مقلد دونوں عبد الوہاب نجدی کے مقلد ہیں "کتاب التوحید" اور تقویۃ الایمان

کو دونوں مانتے ہیں مسلمانوں کو دونوں مشرک کہتے ہیں ایصالِ ثواب کے طریقوں اور
 بزرگانِ دین کی زیارت اور ان کی تعظیم و محبت سے دونوں کو عداوت ہے بزرگانِ دین کی
 جناب میں گستاخِ دونوں ہیں عقائد میں ایک دوسرے کے بہت موافق ہیں فرق یہ
 ہے کہ ایک دعویٰ تقلید کا کرتے ہیں اور دوسرے بالاعلان تقلیدِ ائمہ کے منکر ہیں اور
 درحقیقت نجدی کے متقدمان میں سے جو اپنے آپ کو مقدم کہتے ہیں ان کا دعویٰ تقلید
 ثالثی ہے ردالمآثر میں ہے كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا
 من البند وتغلبوا على الحرمین وکانوا يتعلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدا
 انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلك
 اهل السنة وتتل علاناً نعوذ حتى كسل الله شوكتهم وخرّب بلادهم وظفر بهم
 عساكر المسلمين عامر ثلاث وثلاثين ومئتين والفاء۔

یہ لوگ گمراہ بے دین ہیں ان کے پیچھے نمازِ جائز نہیں اختلاط و مصاحبت
 منوع آیا کروایا ہوا یضلوکم ولا یفتنونکم (الحديث) ان کے ساتھ مناکحت میل
 ملاپ ابتداً اسلام نادرست ہے مسلمانوں کو ان کی محبت سے پرہیز لازم ہے واللہ
 سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ک۔ العبد المصغر بحمد المتین بہ

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ العین

قرآن عظیم میں قسمیں فرمانے کی حکمتیں

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و علما بیان شرع متین کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دن و رات سورج چاند زیتون و انجیر اور طور و سینا وغیرہ کی جو قسمیں یاد فرمائی ہیں اس کی کیا حکمت ہے اور قسمیں یاد فرمانے میں کیا راز ہے۔

المستفتی

محمد محمود عالم بیسیا پور۔ ۱۳ شوال ۱۴۲۲ھ

الجواب بعون الکریم الوہاب

اللہ تعالیٰ جل علاہ سبحانہ تعالیٰ ضرورت سے پاک ہے اسے کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ضرورت دلیل نقصان و علامت امکان ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا واللہ غنی عن العالمین۔ البتہ اس کے ہر کام میں حکمت ضرور ہے خواہ بندوں کی فہم اس حکمت تک رسائی کرے یا نہ کرے۔ قرآن کریم میں جو قسمیں یاد فرمائی گئیں اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ اول تو یہ قرآن پاک محاورہ عرب میں نازل ہوا اور اثبات مطالب میں حلف و یمن عرب کا طریقہ مالوفہ ہے۔ تو کلام ان کے اسلوب پر ہونا مناسب۔

امام فخر الدین رازی قدس سرہ نے فرمایا والقرآن انزل بلغۃ العرب واثبات
المطالب بالحلف واليمين طریقتہ مالوفۃ عند العرب۔

دوم اصول و ہدایت و ارشاد کا تعاضد ہے کہ رہنمائی کے تمام مدارج و مراتب
پورے کر دیئے جائیں اور قوم کے لئے جائے عذر نہ چھوڑی جائے پھر بھی وہ انکار ہی
کرتی رہے تو اس کی نفی ہے۔

جہاں کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ برہان کی اقامت اور دلائل کے وضوح کے
بعد وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم علم میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے مطلب یہ ہوتا ہے کہ
تم نے ہمیں علمی قوت سے دبایا۔ مدعی پر اطمینان نہیں ہوا ایسی حالت میں اور مزید دلائل
قائم کرنا بے کار ہوتا ہے اب ضرورت ہے کہ ان کے اطمینان اور قطع عذر کے لئے
کلام کو نوکد بقسم کیا جائے تاکہ انہیں عذر کرنے کا موقع نہ رہے کہ دلائل تک تو ہمیں رسائی
نہ تھی قسم یاد کی جاتی تو ہماری تسلی ہو جاتی اس لئے قرآن کریم میں اقامت دلائل اور براہین
کے ساتھ مطالب پر اطمینان دلانے اور عذر دفع فرمانے کے لئے قسم یاد فرمائی جاتی ہے۔
سوم عرب جھوٹی قسموں سے بہت ڈرتے اور پرہیز کرتے تھے ان کا اعتقاد
تھا کہ جھوٹی قسم کھانے والا عہدِ دربارہ ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جو نہیں ذکر فرمائی گئیں
اور دین اسلام برابر ترقی پر رہا یہ عرب کے لئے ایک دلیل تھی کہ یہ مضمون صحیح ہے،
ورنہ تمہارے اعتقاد کے بموجب قسموں کے نوکد کرنے کے بعد اس کا رواج روز بروز
کیسے بڑھتا رہتا۔

چہارم قرآن کریم میں جس قدر قسمیں مذکور ہیں ان میں غور کیجئے تو وہ سب

کے سب اثبات مدعا پر زبردست دلائل ہیں۔ پیرایہ قسم کلبے اور مضمون برہان قوی۔
والحمد لله العليم الحکیم اس کے علاوہ اور بہت سے وجوہ حکمت ہیں کسمثال میں
اسی قدر پر اکتفا کیا گیا جو مانینے والوں کے لئے کافی ہے اور نہ ملنے والوں کے
لئے دقت بھی بنے کار ہے۔

کتبہ محمد نعیم الدین غفرلہ
۱۰ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ

دہریہ کا سوال و اس کا جواب

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امتیان شرعیتین ایک دہریہ کا سوال یہ ہے کہ ایک لازم کا مقدمہ سنج کے یہاں کیا ادا اس پر ہر طرح جرم ثابت ہو گیا اس کے بعد ایک شخص کی سفارش سے سنج نے اس کو بری کر دیا تو کینج نے انصاف کیا یا بے انصافی؟ اگر انصاف کیا تو کیسے۔ ازراہ کرم مسئلہ کا جواب و دلائل کی روشنی میں واضح بیان فرمائیں۔ عین فوازش۔

فقط والسلام
المستفتی

سید عبد المجید، سورت
۱۹ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم عندنا ونصلي على رسوله الكريم

اما بعد۔ جرم مختلف قسم کے ہوتے ہیں سب کے لئے ایک ہی حکم لگانا نہایت بے وقوفی ہے اگر جرم ایسا تھا جو کسی دوسرے کے حق سے متعلق ہوتا تھا یا اس کے معاف کر دینے سے کسی اور کا ضرر لازم آتا تھا تو اس کا معاف کرنا دوسرے کے

ضرر اور آلاف حق کا باعث ہے۔ تو جب تک خود صاحب حق معاف نہ کرے یا اس کی تلافی نہ کر دی جائے مجرم کو چھوڑ دینا خلاف حکمت ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی سے کچھ روپیہ لیا اور دینے سے انکار کرتا ہے ایسی حالت میں اگر قرض خواہ معاف کئے بغیر یا اس کے نقصان کی تلافی کئے بغیر جرم معاف کر دیا جائے خواہ کسی کی سفارش سے یا کسی بے سفارش کے تو ضرر اس میں قرض خواہ کا نقصان ہو گا اور بیع کا ایسا فیصلہ عدل و حکمت کے خلاف مانا جائے گا البتہ اگر بیع کے سمجھانے سے خود صاحب حق بخوشی اپنے حق سے دست بردار ہو جائے یا بیع قرض خواہ کو اس کا مطالبہ ادا کر دے اور امید یہ ہو کہ اس کے اس کے اس سلوک سے مجرم کے نفس کی اصلاح ہوگی تو ایسی حالت میں بیع کا معاف کر دینا عین حکمت اور کمال رحمت اور عقل سلیم کے نزدیک نہایت مستحسن ہے اور اگر جرم ایسا ہے جس کا تعلق حاکم کے سوائے کسی دوسرے شخص کے حق سے نہیں ہے مثلاً بیع نے عاضری کا حکم دیا اور مجرم نے اس کی تعمیل نہ کی ایسے جرم کو اگر بیع خود یا کسی کی سفارش سے معاف کر دے تو وہ کریم المزاج اور نیک دل مانا جائے گا اور اس کا یہ عفو قابل تعریف ہو گا بشرطیت میں اس قسم کے فیصلے ثابت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ صلواتہ اتم واکرم۔

۷۔ العدالمعتصر بحبل المستین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المبین
۲۸ رذی الحجہ - ۱۲۲۵ھ

قادیانی و بہائی کے ساتھ سنیہ کا نکاح

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پہلے قادیانی تھا اب قادیانی ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بہائی ہوں یعنی پیار اللہ کا معتقد اور اس کے مذہب پر ہوں۔ پیار اللہ وہ شخص ہے جس کی نسبت اخبار و غیرہ میں لکھا ہے اور بہت مشہور ہے کہ وہ مدعی نبوت تھا جس کا زمانہ فقرب گذرا ہے۔ دریافت طلب امر ہے کہ سنیہ عقیدہ سید الی لاکہ کا نکاح شخص مذکور سے شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔
بیہودہ جواب۔

المستفتی

مقدس حسین۔ نزد جامع مسجد دہلی ۱۲۵۸ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بحمدہ و نصلی علی رسلہ الکریم۔
قادیانی مرزا کی نبوت کا قائل ختم نبوت کے معنی متواترہ کا منکر اور اس وجہ سے کافر ہے۔
اب اگر بہائی ہو گیا تو اس وجہ سے اس کا کفر اٹھ نہ گیا جب تک کہ وہ اپنے کفر سے توبہ نہ کرے اور ختم نبوت کے معنی متواترہ کو تسلیم نہ کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بعد کسی نبی کا دید کے آنے کے خیال سے تائب نہ ہو اور تمام کفریات سے

بیزاری کر کے از سر نو اسلام نہ لائے مسلمان نہیں ہو سکتا، بہائی ہو جانا اس کو کفر سے پاک نہیں کر سکتا۔ بلکہ اب بھی وہ گندے کفر میں مبتلا ہے۔ مرزا نے جس قسم کا دین ایجاد کیا اور ضلالت کی جورا ہی اختیار کی وہ سب اس کی طبع زاد نہیں ہیں اس نے اپنے زمانہ سے قبل کے بے دینوں و جالوں سے بہت کچھ اخذ کیا اور ان سب کا پس خور جمع کر کے ایک دوکان لگائی۔ انہی میں سے بہائی فرقہ بھی ہے۔ تو قادیانی سے بہائی ہو جانا ایک ہی سلسلہ کے کفریات میں گشت لگانا ہے۔ اب سب کی مکاری ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار کو اپنا اصول بنانے سے چلتی ہے۔ ۱۲۴۰ء میں جونپور میں ایک شخص ہوا جس کا نام میراں سید محمد تھا اس کے باپ کا نام سید خاں ماں کا نام بی بی آقا ملک۔ ماں باپ کا نام بدل کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین کریمین کے نام رکھے۔ ماں کا نام آمنہ اور باپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ اور یہ شخص ”مہدی“ موعود بنا۔ اس سے بھی کام نہ چلا۔ ماں باپ کے نام جاننے والوں نے اعتراض کیا تو اس نابکار نے حضور اقدس اور احنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام عبد اللہ ہونے سے انکار کر دیا اور یہ مکر گڑھا کہ حضور کا اسم گرامی محمد عبد اللہ ہے ابن کالفظ را دیوں کی فعلی سے زیادہ ہو گیا بلا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ اس شخص کے معتقدین اس کی ہدایت کی تصدیق کو فرض اور اس کا انکار کفر جانتے تھے۔ لہذا وہ بھی اسی راستے پر چلا ہے جس طرح مرزا کے گمراہوں کو اس کے معتقدین ”اہلبیت“ اور اس کی بی بی کو ام المومنین کہہ کر ایوان رسالت کی نقل اتار دیتے ہیں! اسی طرح میراں سید محمد کے یہاں خلفاء راشدین پانچ اور صدیق دو۔ اور شہر بائجنہ ۱۲ اور چوتھے فرقے۔ اور جنگ بدر اور فاطمہ اور حسین ولایت سب بنائے گئے

تھے یہ لوگ اپنے گرو ویراں سید محمد کو غلام راستہ دین اور تمام انبیاء و مرسلین سے افضل اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتبہ میں ہمسر و برابر ٹھہراتے تھے اور اس کو مفسر من الطائفة سمجھتے تھے بشریعت ظاہرہ کے احکام کا ناخ اور صاحب شریعت جدید مانتے تھے اس پر وہی آنے کے معتقد تھے چنانچہ اس کے رسالہ ام القائمہ میں اس کی وہی یوں لکھی ہے۔ قال الامام المہدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمت من اللہ بالواسطۃ جدید الیوم قلنا فی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ محمد مہدی الزمان وارث بنی الرحمن عالم علما کتاب الایمان مبین الحقیقۃ والشریفة والرضوان۔ اس وہی شیطانی کی زبان اور مضمون بھی قابل دید ہے۔ شخص بلا واسطہ اللہ سے اقد علوم کا مدعی تھا ہندی میں بھی وہی کا دعویٰ کرتا تھا اور نئے نئے احکام کا نزول بتاتا تھا۔ زکوٰۃ میں بھی بہت سی قطع و بریدی کی تھیں اس کے عقائد فاسدہ اور مکائد کاسدہ کہاں تک بیان کئے جائیں۔ علماء عرب و عجم اور فضلاء مکہ مکرمہ نے ان لوگوں کے کفر و قتل کے فتوے دیئے اور شاہان اسلام نے انہیں سزائیں دیں اور ہلاک کر دیا۔ پھر اس قسم کا کفر ایران سے پیدا ہوا۔

۱۸۱۹ء میں شیراز میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا علی محمد تھا۔ اسی کو باب کہتے ہیں اور اس کے معتقدین اس پر ایمان لانے والے "بابی" کہلاتے ہیں۔ یہ شخص بھی مہدی ہونے کا مدعی تھا اپنے آپ کو مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور ایک شخص اور جس کا لقب اس نے من ینظہر اللہ جل ذکرہ رکھا تھا اسے مثل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتا تھا چنانچہ کتاب بہار اللہ کی تعلیمات کے صفحہ ساٹ پر اس مرزا علی محمد کا یہ قول مذکور ہے

کہیں بچی ہوں من یتھرا اللہ۔ اس مرزا علی محمد باب نے پیغمبری کا بھی دعویٰ کیا۔ بہار اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۰ میں ہے: "سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے" اس نے اپنی علیحدہ شریعت بنائی تھی۔ کتاب بہار اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۲ میں اس کا یہ قول موجود ہے "میں نے جو شریعت لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم تم کو اسی وقت ملے گا جب کہ من یتھرا اللہ ظاہر ہو گا۔ اور شریعت میں سے وہ جس بات کو پسند کرے گا اس پر عمل کرنے کا حکم دے گا۔ اور جس کو وہ ناپسند کرے گا اس کو ترک کرنا۔"

مہرآن میں سب سے پہلے مرزا حسین علی اس پر ایمان لایا۔ مرزا علی محمد نے اس کو بہار اللہ کا لقب دیا۔ مرزا حسین علی عرف بہار اللہ نے دعویٰ کیا کہ وہ من یتھرا اللہ ہے جس کی علی محمد باب نے بشارت دی ہے۔ کتاب بہار اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۹ میں ہے: "ایڈر بانوئل میں بہار اللہ نے کہا کہ جس شخص کی بشارت محمد کو حضرت باب نے دی ہے: اور جس کی راہ میں انہوں نے جان فدا کی وہ میں ہی ہوں۔ من یتھرا اللہ میرا لقب ہے۔ اس بہار اللہ پر ایمان لانے والے "بہائی" کہلاتے ہیں۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲۰ میں ہے: "جنہوں نے حضرت بہار اللہ کا دعویٰ قبول کیا ان کا نام بہائی ہو گیا۔ بہار اللہ خدا کی طرف سے بے واسطہ علم ملنے اور مبعوث من اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ بہار اللہ کی تعلیمات صفحہ ۲۵ میں ہے: "یکا یک خدا کی نیم لطف محمد پر گزری اور جو کچھ ابتداً فریش سے اب تک ظہور میں آیا اس کا علم اس نے مجھے دیا۔ صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے اسی نے مجھ کو حکم دیا کہ میں اس کے نام کی منادی کر دوں: اس بہار اللہ نے اپنی نبوت کا سکھ جانے کے لئے ختم نبوت کا انکار کیا۔ چنانچہ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے: "پیغمبروں کا ظاہر ہونا محال اور غیر ممکن نہیں جانتے

اور اگر کوئی شخص اس بات کو محال جانے تو پھر اس میں اور ان لوگوں میں کیا فرق ہے جنہوں نے خدا کے رسول کو بندھا ہوا سمجھا وہ کون! جمہور اہل اسلام اور مخصوص اہلسنت اگر یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بخار جانتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اس شہنشاہِ انزل کے ہر حکم کو قبول کریں جو اس کے رسول کی سرفرازی سے صادر ہیں۔ صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے "الطاف باری کی شہنشاہی اور خوشگوار ہونے جگا کر مجھے حکم دیا کہ میں زمین و آسمان کے درمیان اس کے نام کی منادی کر دوں یہ بات میں نے خود نہیں کی بلکہ خدا ہی کے طرف سے کی۔ اس کی ہدایت ہوئی تھی۔" صفحہ ۴۱ پر یہ قول لکھا تھا "میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے کسی انسان سے حاصل نہیں کیا ہے۔" اس بہارِ اللہ نے شرع کے احکام کو بھی درہم برہم کر دیا ہے اور نئے حکم اپنے دل سے تراشے ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب "بہارِ اللہ کی تعلیمات" کے آخر حصہ کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے۔ خدا تم کو نکاح کا حکم دیتا ہے مگر خبر داؤد سے زائد نہ کرنا۔ تیسری طلاق کے بعد کی حرمت اور بغیر حلالہ عدم علت کے حکم کی تبدیلی صفحہ ۱۸، اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ میں ہے خدا نے منع کر دیا کہ جو تیسری طلاق کے بعد کیا کرتے تھے۔ گانا باج سب حلال کر دیا۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ میں ہے ہم نے حلال کیا تمہارے اوپر گانے اور بجانے کا سنا۔ اس گروہ کا دستور تقیہ کرنا بھی ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ میں اس کا اقرار ہے۔

اتنے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ مرزا غلام احمد اور بہارِ اللہ ختم نبوت کے معنی متواتر کے انکار میں شریک ہیں۔ دعوتِ مہدیت میں شریک ہیں۔ مثلِ مسیح ہونے کے دعوے میں شریک ہیں۔ رسالت اور وحی کے دعوے میں شریک ہیں۔ تبدیل احکام شرع میں شریک ہیں۔ دونوں کے کافر ہوئے۔ اب بہارِ اللہ خود بھی رسول بننا ہے اور اپنے اوپر وحی آنے

بے واسطہ اثر سے علم پانے کا مدنی ہے۔ اور مرزا علی محمد کو بھی پیغمبر ماننا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بھی کرتا ہے۔ کتنے کفروں میں مبتلا اور اپنے معتقدین کو مبتلا کرنے والا ہے۔ یقیناً اس کی تصدیق کرنے والے کافر و مرتد خارج از اسلام ہیں۔ شفا شریف میں ہے۔ و كَذَلِكَ قَالَ مِنْ تَنْبَاءٍ وَذَعْرَانَهُ يُوْحَىٰ إِلَيْهِ قَالَهُ سَمْعُونُ وَقَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ دَعَىٰ إِلَىٰ ذَلِكَ سِرًا وَجَهْرًا قَالَ أَصْبَغُ وَهُوَ كَالْعُرْدِ لِأَنَّهُ كَفَرَ بِكِتَابِ اللَّهِ مَعَ الْقُرْبَةِ عَلَى اللَّهِ وَقَالَ أَشْهَبُ فِي يَهُودِي تَنْبَاءٍ أَوْ زَعْرَانَهُ يُوْحَىٰ أُرْسِلَ إِلَى النَّاسِ قَالَ إِنْ بَعْدَ نَبِيِّكُمْ نَبِيٌّ أَنَّهُ يَسْتَنْبِئُ إِنْ كَانَ مَعْلَمًا بِذَلِكَ فَإِنْ تَابَ وَالْإِقْتِلَ وَذَلِكَ لِأَنَّهُ مَكْذُوبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ لَا نَبِيَّ بَعْدِي مَفْتَرِي عَلَى اللَّهِ فِي دَعْوَاهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالنَّبِيُّ.

علامہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد يكون في هؤلاء من يستحق القتل لمن يدعي النبوة بثل هذه الخرافات بطلت تغيير شى من الشريعة ونحو ذلك۔
اب ثابت ہو گیا کہ وہ شخص قادیانی صاحب بھی کافر تھا اور یہانی ہوا اب بھی کافر ہے۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کو قتل نہیں ہو سکتا ہمیشہ حرام ہو گا۔ والعیاذ باللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ عن اسمہ اتقن احکم۔

کتبہ العبد المعتمد بحبل الامتین

سید محمد نعیم الدین عفاؤ العین
۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ

استغناء

کیا فرماتے ہیں علامہ دین و تختیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنی
کسے کہتے ہیں اور اس کی تعریف کیسے ہے۔ برائے کم اہل کی وضاحت فرما کر مشکور
فرمائیں عین کرم ہو گا۔ بینوا تو جبرہا۔

المستغنی

محمد عبدالحمید سنی حنفی خادم مدد اسلامیہ
رحمانیہ بنگ پور شریف جلال پور فیض آباد

الحمد للہ الملک الوہاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ محمد کو نصلی علی رسولہ الکریم۔
اما بعد۔ سنی دوسے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار اور ائمہ
مجتہدین کے متبع ہیں یہی جماعت ہیں یہی سواد اعظم یہی ظاہرین علی الحق یہ ہر بے
دین کے کید سے محفوظ رکھنے کے لئے مستعد رہتے ہیں! بنیاد و اولیاء کی محبت و توقیر
ذکر الہی کی کثرت ان کی ایک ظاہر علامت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المقتصر عجیلہ المتین
سید محمد نعیم الدین غفاعة المعین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے اس کے جملہ مضامین اہل سنت و جماعت کے موافق ہیں یا مخالف اور مولوی صاحب مذکور کا عقیدہ کیسا تھا؟ سنا جاتا ہے کہ ان کو امام الوہابیہ کہلاتا ہے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

فقط والسلام
المستفتی
حکمت علی۔ امید علی
بجنور۔

الحرب بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم عفا ونصلى على رسوله الكريم. اما بعد۔
تقویۃ الایمان کے کثیر مضامین قرآن و حدیث اور خدا و رسول کے خلاف ہیں اس کا مصنف نہایت بد عقیدہ گمراہ تھا ہندوستان میں وہابیت کا نظم اسی نے لگایا۔ مسلمان اس کی کتاب کو نہ دیکھیں۔ دانشور اعظم۔

عبدالمقصود بجلہ المستنیر
محمد نعیم الدین

استغفار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جناب
حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم و مغفور اس چودہویں صدی میں
حکیم امت مجدد و مائتہ حاضرہ مودت طاہرہ شیخ الاسلام و المسلمین کہے جاتے ہیں تو آیا یہ
کہ یہ حق ہے یا باطل۔ اور مولانا مذکورہ موصوفہ واقعی اس پلکے بزرگ تھے یا نہیں بریلوی
اور دیوبندی علماء کے عقائد میں بڑا اختلاف ہے تو آیا ان دونوں فرقوں میں کوئی
فرق حق پر ہے بمقتلاً جواب غایت فرما کر عنہ اللہ الکریم ماجرہوں۔ بینا و جرح۔

نقطہ والسلام

المتفق

محمد عبد الحمید مدرس اسلامیہ رحمانیہ
نگہ پور۔ جلالپور۔ سیفی آباد۔

بعون الملك الوهاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - عَزَّ وَجَلَّ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اما بعد۔ اعلم حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین مولانا مولوی مفتی

احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنی مبارک زندگی دین کی خدمت میں

صرف فرمائی ان کے علمی فیوض و برکات سے دنیا کو بڑے قیمتی فائدے پہنچے اسلام
 و سنیت کی تائید و تقویت ہوئی بہرگراہ بے دین کی کیا دی کے آپ نے پردے
 فاش کر دیئے ان کے محامد اس سے زیادہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں قدس سرہ
 روح روحہ۔ آمین۔

ک۔ العبد المقتصر بحبلہ المتین بہ

محمد نعیم الدین مغانوہ العین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معنیان شرع متین کہ دیوبندی علماء کہتے ہیں کہ المصنوع نے کتاب مسامحہ میں بیہت سی جارتیں کاٹ چھانٹ کر نفل کر کے علمائے حرمین شریفین سے کفر کا فتویٰ لکھوایا ہے چنانچہ ایک کتاب التصدیقات لدفع التلبیسات "معروف بہ ہند جس کو مولوی خلیل احمد صاحب انیسٹری نے مرتب کر کے شائع کی ہے جس پر علمائے حرمین شریفین اور ہند کے علماء کی مہریں اور تصدیقیں موجود ہیں جس سے کسبہ لگاتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے عقائد پر علماء حرمین شریفین تصدیق فرما رہے ہیں لہذا استفسار ہے کہ کتاب غلام الحرمین حق ہے یا کتاب التصدیقات؟ ہمارے سنی علماء کرام کا عمل کس پر ہے اور دیوبندی عقائد والوں کو تو بڑا ناز ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں اور بریلوی عقائد والے منفری اور کاذب کہ ان کے یہاں کفر کا کارخانہ ہے جس کو چاہتے ہیں مسلمان کہتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ دے کر دوزخ میں ڈال دیتے ہیں تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط براہ کرم دلائل کی روشنی میں مسئلہ واضح فرمائیں۔ بینوا و جبراء۔

المستفتی

سید مظاہر حسین مظفر پور

۱۸ جادی الاول ۱۳۶۴ھ

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم، محمد ﷺ ونصلي على رسوله الكريم :-

یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کہ حرام المحرمین کی عبارات میں قطع و برید کر کے کفری معنی پیدا کئے گئے ہوں۔ ساری عباراتیں بعینہ و بلفظہ نقل کی گئی ہیں اور انہیں پر علمائے حق سے فتویٰ لیا گیا ہے انہیں کو علماء حرمین طہیین نے کفر فرمایا ہے۔ البتہ ایک مضمون کی چند عباراتیں ایک کتاب میں تھیں تو ان کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک عبارت وہ کفری معنی رکھتی ہے جو مجموعہ کے طمانے سے کوئی جدید معنی پیدا نہیں کئے گئے یہ محض انفرادی ہے اور ہر شخص حرام المحرمین کے نقول کو اصل کتابوں سے ملا کر اطمینان کر سکتا ہے۔ البتہ وہابیہ کے کتاب التلبیسات لدفع التصدیقات یقیناً اسم پسمعی ہے اس میں تلبیس کی گئی ہے اور چالاکیوں سے کام لیا گیا ہے علمائے مکہ مکرمہ کو طرح طرح کے دھوکے دیئے ہیں اپنا مذہب کچھ کا کچھ بتایا ہے عقیدے برخلاف اپنی تصنیفات کے ظاہر کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند فریب کاریاں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ دہلوی ہندوستان میں کہیں کو کہا جاتا ہے اس کی تفصیل میں لکھا ہے ”بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی دہلوی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو“

(التلبیسات صفحہ نمبر ۲)

دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ ہندوستان میں سود کے حرام کہنے والے

کو کون دہائی کہتا ہے۔ سود کو تمام علمائے اہلسنت حرام فرماتے ہیں۔ دہائی کے یہ معنی بتانا کتاب بڑا خدع و دھوکہ ہے۔

۲۔ روضہ طاہرہ کی زیارت کے لئے لکھا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہونے کو شد و حال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو۔ (التبلیات صفحہ ۵) پر زیارت شریف کی نیت سے سفر کو مخدوم دہائیہ کا قول بتایا۔ دیکھئے کیے خالص سنی بن رہے ہیں گویا دہائی ان کے سوا کوئی اور ہے۔ اب ذرا تقویۃ الایمان دیکھئے کہ وہاں سلسلہ رشکیات میں کیا ہے۔ اس کے گھر کی طرف اور دور دور سے قصد کر کے سفر کرنا۔ (تقویۃ الایمان) دوسری جگہ لکھا ہے: اور کسی کی قبر پر یا جگہ پر یا کسی کے مکان پر جانا۔ دور سے قصد کرنا۔ (تقویۃ الایمان) بطور مرکب ٹائل پریس دہلی صفحہ ۴۵) اس میں صاف بتایا ہے کہ کسی کے گھر یا کسی کی قبر کی طرف قصد کر کے سفر کرنا شرک ہے۔ اور تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کی تعریف اسی التبلیات کے صفحہ ۳ میں مرتوم ہے۔ جب وہ ان کا پیشوا ہے اس کی کتاب پر ساری جماعت کا ایمان اور اس میں بقصد زیارت سفر کو شرک کہا۔ اسی سفر کو التبلیات میں قربت اور واجب کہا اور اس کے لئے جان و مال کا خرچ دوار کھنے کا اظہار کتاب بڑا کید اور کیا کھلا ہوا فریب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دہائیہ کے دین میں تقیہ بھی درست ہے کہ اپنے مذہب کو چھپا کر کچھ اور ظاہر کرے۔

۳۔ تقویۃ الایمان میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت

کر کے لکھا ہے کہ میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دہابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ جانتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ مگر التلبیسات میں ظاہر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے۔ اور یہ حیات مخصوص ہے۔ آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدار کے ساتھ برزخی نہیں ہے۔ (التلبیسات صفحہ ۱۱) دیکھئے کیسا کراخی بن رہا ہے۔

۴. تقویۃ الایمان۔ صفحہ ۴۲ میں ہے "جس کا نام محمد باعلی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" اسی کتاب کے صفحہ ۳۳ میں ادویار کی نسبت لکھا کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور التلبیسات میں ادویار کرام کی نسبت اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض کا پہنچا بیشک صحیح ہے۔ (التلبیسات صفحہ ۱۱)

۵. التلبیسات صفحہ ۳۱ میں محمد ابن عبد الوہاب نجدی اور اس کے تابعین کو خارجی بتایا ہے اور ان کا یہ عقیدہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے فرقہ کے سوا تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و علمائے اہلسنت کا قتل ان کے نزدیک مباح ہے۔ مگر فتاویٰ رشیدیہ میں اچھا بتایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۱۱ میں ہے "محمد ابن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو دہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ جلد ۱ صفحہ ۹۶ میں لکھا ہے "محمد ابن عبد الوہاب کو لوگ دہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور مالک الحدیث تھا۔"

بدعت و شرک سے روکنا تھا۔

عقیدہ توحید ہے مگر التلیسات میں سنی بننے کے لئے ظاہر کیا کہ ہم اس کو خارج جی جانتے ہیں، کیا سکاڑی ہے۔

۱۔ ختم نبوت کے متعلق التلیسات میں سنی بننے کے لئے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ثابت ہے بحشرت حدیثوں سے جو معاہدہ تو اتر تک یہودیج گئیں اور نیز اجماع امت سے۔ سو عاشا ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کیوں جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اسی لئے کہ منکر ہے نص صریح کا: (التلیسات صفحہ ۱۴، ۱۵)۔

یہاں تو صاف اعلان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ آیت اور احادیث متواترۃ المعنی اور اجماع سے ثابت بتایا اور نص قرآنی کو اس معنی میں صریح و قطعی اور اپنے آپ کو خالص سنی ظاہر کیا اور تحذیر لیں دیکھئے تو اس میں صفحہ ۲ پر لکھا ہے عوام کے خیال میں تو رسول کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

۲۔ التلیسات میں تو اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لئے ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات

حدوث سے منزہ و عالی ہے۔ (البلیسات صفحہ ۱۳) مگر واقعہ میں وہابیہ کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جہت و مکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت کہتے ہیں چنانچہ امام ابوہامیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ایضاً الحق "منہ ۳۵، ۳۶ میں لکھا ہے" تنزیہ اللہ تعالیٰ از زمان و مکان جہت و ماہیت ترکیب عقلی و مبحث کیفیت و زیادت صفات و تاویل متشابہات و اثبات روئیت بلا جہت و محاذات و اثبات جوہر و ذوات و ابطال ہیولی و صوری و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قول بصدور عالم و امثال اں از مباحث فن کلام و البلیات و فلسفہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب اں اعتقالات مذکورہ را از جنس عقائد دینی می شمارد" یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ ہے اور ظاہر کرتے ہیں اس کے خلاف۔

۸۔ البلیسات۔ صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے کہ جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایمان سے خارج ہے۔ یہاں تو یہ ظاہر کیا اور پردہ اٹھا کر دیکھئے تو۔ حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود ان کا اپنا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو تقویۃ الایمان بطبعہ مرکب کائنات پر سس دہلی صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے "انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے" دوسری کتاب براہین قاطعہ جس کے مصنف بظاہر یہی مولوی خلیل احمد ہیں جنہوں نے

التلییات میں مذکورہ بالا عبارت لکھی وہ براہین قاطعہ صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں اگر کسی نے بوجہ نبی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا وہ خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اس مکاری کی کیا انتہا ہے۔ جو عقیدہ بار بار لکھ کر چھاپ چکے التلییات میں اس کا صریح انکار کر دیا۔

۹. التلییات صفحہ ۱۸ میں ہے ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو ذات و صفات اور تشریحات یعنی احکام علیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ و اسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی انکے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی رسول، اور بیشک آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔“

اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کیا مسلمان بنے ہوئے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونا بیان کر رہے ہیں اور عقیدہ دیکھئے تو نہایت ناپاک کہ معاذ اللہ حضور کو اپنے خاتمہ اور انجام کا بھی علم نہیں اور یوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (تفویہ الایمان مطبوعہ مرکز شائل پریس دہلی) میں لکھا ہے۔ ”جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سوا اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو ڈلی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔“ اور براہین قاطعہ ص ۴۴ میں لکھا ہے ”اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ حقیقتہ عقیدہ تو یہ ہے اور دھوکہ دینے کے لئے

التبلیسات میں ظاہر وہ ہے۔

۱۰۔ التبلیسات صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے "اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی علیہ السلام سے اعلم وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ یہاں تو لکھا اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لئے وسعتِ علم کو ثابت کیا ہے اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار کیا۔ یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود آپ ہی ہیں۔ براہین قاطعہ صفحہ ۲۰ میں لکھتے ہیں شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعت کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر لیا ہے" دیکھئے عقیدہ تو یہ ہے اور التبلیسات میں اس کا صاف انکار ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر بتایا ہے۔ کیا عیاری ہے۔

۱۱۔ التبلیسات صفحہ ۲۲ میں جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر پہاؤ و مجاہدین کے علم کے برابر سمجھے۔ یا کہے "وہ قطعاً کافر ہے۔"

علمائے حرمین کے سامنے تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا اب یہ دیکھئے کہ ایسا سمجھنے اور کہنے والا کون جس کو کفر کہہ رہے ہیں وہ فعل کس کا ہے۔ ملاحظہ کیجئے "خط الایمان" مطبوعہ محبتانی مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی صفحہ ۸۱ میں ہے پھر یہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید و بکر یا فت طلب امر ہے کہ مراد اس سے بعض غیب ہے یا اہل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور

کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زبرد و بکر بلکہ ہر بی محزون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے وہ کفری قول جس کے قائل کو انتہیسات میں کا ذکر کہہ رہے ہیں خود ان کے پیشوا مولوی اشرف علی کا ہے۔

اس کے علاوہ دوسری عیاری یہ ہے کہ انتہیسات میں اشرف علی کی عبارت بیش کی تو اس میں قطع و برید کر لی کہ حفظ الایمان میں تو علم غیب کا حکم کیا جانا۔ لکھا ہے اور انتہیسات میں علم غیب کا اطلاق لکھا ہے۔ کہاں حکم کرنا کہاں مض اطلاق اپنی عبارت میں تحریف کر ڈالی۔ اگر ان کے نزدیک حفظ الایمان والی عبارت صریح کفر نہ تھی تو انتہیسات میں اس کو کیوں بدلا؛ کیوں دوسرے لفظوں سے بیان کیا؛ اصل لفظ کو کیوں بچایا، قول کچھ متاع ملایے عرب کو کچھ دکھایا۔

۱۲۔ مجلس میلاد شریف کی نسبت اپنا یہ خیال ظاہر کیا دیکھو انتہیسات میں: حاشا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ ہے اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز اور نشست و برخاست اور بیماری و خواب کا تذکرہ ہو۔

دیکھئے یہاں مولود شریف کو اعلیٰ درجہ کا مستحب بتایا جاتا ہے اور اس کو بدعت سیئہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑا فریب ہے کیونکہ اس

میں وہ اس کے منکر ہیں دیکھئے ذیل کے حوالے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۵۰
سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف مذہب ہو جیسے حضرت شاہ
عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟
اور شاہ صاحب واقعی مولود شریف اور عرس کرتے تھے یا نہیں؟۔

”جواب ہے عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام تدلی
اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں۔“

اسی فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم ص ۱۲۵ میں ہے مسئلہ: محفل میلاد
میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور ذوق
نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟

”جواب ہے ناجائز ہے بسبب اور وجہ کے۔“

اسی فتاویٰ رشیدیہ کے جلد ۳ ص ۱۲۲ میں ہے: ”کسی عرس اور مولود میں
شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعر عرس اور مولود درست نہیں۔“

الصفات کیجئے کہ حقیقت میں مذہب تو یہ ہے کہ کوئی مولود شریف کسی
طرح درست نہیں اور التلبیسات میں ظاہر اس کے خلاف کیا۔ یہ ہیں کیا دیاں؟ یہ
مکارباں۔ استغفر اللہ ان دو بندوں و مایوں کی تمام کتابیں ایسی مکاربوں سے
بہرہ ہیں چند بطور نمونہ یہاں لکھی گئیں۔ اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ کیجئے خود سوا
لکھے خود ان کے جوابات دیئے اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیقیں کرائیں جواب
میں وہ فریب کارباں کیں جو اد پر بیان ہوئیں اب اس مجموعہ فریب کو حرمین شریفین

لے کر پہنچے تاکہ وہاں کے علماء کو دعوہ کو دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرا لیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین نے جن بد رنگا موں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کر لیا مگر اللہ تعالیٰ علماء ربانی کا محافظ ہے۔ سکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طہین کے علماء اعلام کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں اگرچہ عجب نہ تھا کہ وہ حضرات ان پڑ فرب جوابوں سے دعوہ کو کھاتے جن میں فرب کاروں نے اپنے آپ کو پاک سنی ظاہر کیا تھا مگر اللہ شہ حرمین طہین کے علماء کرام ان کے فرب میں نہ آئے۔

علمائے حرمین کی تصدیق کا حال | علمائے حرمین طہین کی تصدیقا کا حال تو حسام الحرمین میں دیکھئے

اور التلبیسات کی جعلی کارروائی محض فرب کاری ہے۔ عنوان میں تو لکھا ہے کہ ہذا خلاصۃ تصدیقات العلماء بمکۃ المکرمۃ اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید باہیل کی ایک تحریر ہے اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ براہین قاطعہ و حفظ الایمان اور کذبیر الناس و فسادائے گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا وہ غلط ہے نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں تصدیق کیں بات کی ہے اور اس تحریر سے دیوبندیوں کو فائدہ کیا پہنچتا ہے۔ التلبیسات میں جو انہوں نے اپنے آپ کو جو سنی ظاہر کیا اور محمد ابن عبد الوہاب نجدی کو دہابی خارجی بتایا مولود شریف کو جائز کہا اس کی مولانا نے تصدیق فرمادی تو یہ سنیت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔

علاوہ بریں جو تقریر انہوں نے لکھی تھیں بعینہ درج کرنا چاہیے تھی اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا۔ وہ کیا مضمون مخالف تھا جس کو چھپانے کے لئے ان کی تقریر میں کانٹ چھانٹ کی اور اس تبلیغات میں خود اقرار ہے چنانچہ صفحہ ۵۰ کے اول میں لکھا ہے "یہ علماء کہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے" جن علماء کی تقریر اپنی برأت کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں ان میں قطع و برید کیوں کی گئی۔ اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تقریر ان کے موافق نہ تھی، جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں وہ نکال دیں یہ حال ان کی دیانت کا ہے۔ اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ کوئی عرب اور علماء مکہ میں سے ہوں گے مگر آخر میں جہاں تحت ہے وہاں "بندہ احمد رشید خاں نواب" لکھا ہے دیکھو تبلیغات صفحہ ۵۲۔ یہ نواب اور خاں بتا رہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں اسی لئے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔

تیسری تصدیق شیخ محبت الدین کی ہے جن کو مہاجر لکھا ہے۔ لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب علماء مکہ میں سے نہیں ہیں ان کی تقریر کو علماء مکہ کی تقریر قرار دینا دنیا کو فریب دینا ہے یہ جرات ہے کہ ہندوستانیوں کی تقریریں علماء مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔

چوتھی تقریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے اس کو بھی علماء مکہ کے سلسلہ میں داخل کیا ہے۔ ہندی و افغانی علماء مکہ بن بیٹھے اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے ایسے

قبضے حاجی ہندوستان سے گئے تھے۔ ان بھوں سے نشان انگوٹھے کر
 ملازم میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔

ایک اور بڑا مکر | اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب
 مفتی مالک اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف
 کی بھی درج ہیں۔ یہ حضرات بیشک ملازم میں سے ہیں مگر ان کے نام سے جو تحریریں
 التلبیسات میں درج ہیں وہ جعلی ہیں۔ چنانچہ خود التلبیسات صفحہ ۵۵ میں لکھا ہے کہ
 جناب مفتی مالک اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی مگر
 مخالفین کی سسی کی وجہ سے اپنی تقریظ کی بحالہ تقویت کلمات سے لیا اور پھر واپس
 نہ کیا اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی سو یہ ناظرین سے۔

اس سے معلوم ہو کہ ان حضرات کی تحریریں واپس کے پاس موجود نہیں
 پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس نسبت مدبے باکی و نفاذت سے فرض کر دے یہ
 سچے ہی اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو
 مقبول نہ ہوئی اس کو آپ کے سر مقبول پنا کتنا بڑا مکر ہے اور مخالفین کی رعایت کی
 وجہ سے انہوں نے امر حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر لائق
 اعتبار ہو۔ غرض کسی طرف سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں
 التلبیسات میں ملازم کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں
 ان میں قطع و برید بھی ہے۔ ہندیوں اور افغانیوں کو ملکی بھی بنایا گیا۔ جعلی تحریریں بھی
 ہیں ایک بھی تحریر قابل اعتماد نہیں۔ کل کابل کارخانہ دعو کے اور فریب کا ہے اور

اس سے ظاہر ہے کہ تمام علماء مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے اور کسی طرح ان کی فریب کاری نہ چل سکی۔ اس لئے انہوں نے جعلی تقریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علماء مکرمہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھوایا ایسا کرتے تو تائید باطل کے لئے اور کراہی کیا کرتے تھے۔

علمائے مدینہ کی تصدیقات کا حال | علمائے مدینہ کے نام سے تبلیات میں عجب چال چلی ہے۔ مولانا

سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقامات کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے سب نقل کر دیئے وہ دستخط التلبیسات پر نہ تھے۔ برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے مگر التلبیسات میں سب نقل کر دیئے تاکہ عوام دھوکہ کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اس قدر علماء اس سے متفق ہیں۔ چنانچہ التلبیسات کے صفحہ ۶۰ میں اس کا اقرار بھی کیا ہے۔

برزنجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا جس کو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ تین مقامات کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں یہ کہاں کی دیانت ہے اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ چونکہ اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنیقلی کی تحریر | علماء مدینہ کی تحریرات کے سلسلہ میں سب سے آخر

مولانا شیخ احمد بن محمد خیر شنیقلی کی تحریر ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ

تکذیر اناس براہین قاطعہ حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر حسام الحرمین میں کفر کا حکم دیا گیا ہے درست ہے یا کفر نہیں ہیں یا ان کے مصنف مومن رہے یا کافر ہوئے۔ بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے اور ان کی ٹانگ کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقت ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علماء کا قرناً بعد قرن موالیٰ اور مسلمانوں کا شمار بتایا ہے۔ دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۱ و ۶۲۔ اور اس سے بڑھ کر حضور کی روح مبارک کی تشریف آوری کو امر ممکن اور اس کے معتقد کو غیر عاملی بتایا ہے اور یہ تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہ تعالیٰ جہان مین جیسے چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ (دیکھو التلبیسات صفحہ ۶۲) یہ وہابیہ کا رد اور ان کے دین کا ابطال ہے اس نے تقویۃ الایمان کو جہنم رسید کر دیا اس کے علاوہ التلبیسات کی نقل کی ہوئی اور محرمات میں بھی وہابیہ کے کھلے ہوئے رد ہیں یہ ایک مختصر نقشہ التلبیسات کا پیش کیا گیا ہے جس سے ہر مائل منصف اس و جالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔

اب بھداشہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ حسام الحرمین حق و صحیح اور التلبیسات کذب و زور و باطل و مردود ہے والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سید انبیاءہ و رسلہ محمد و آلہ و صحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المذنب بجلالہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

۱۳۴۲ھ

marfat.com

وہابیہ کی عیاریاں اور تلبیسات کا افشاء راز

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان امور مندرجہ ذیل میں کہ مخالفین دیوبند یہ وہابیہ نے جو یہ شور و شوش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم الامت مجدد مایہ حاضر مویہ ملت طاہرہ شیخ الاسلام و المسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد امجد رضا خان محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کثرت سے علماء امت کو کافر کہتے ہیں اس لئے اعلیٰ حضرت کو مکفر المسلمین کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو آیا ان کا یہ کہنا حق ہے یا باطل بہت ہے یا ضلالت اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن علماء کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کافر کہا یا کفر کا فتویٰ دیا ہے تو کن وجوہات سے آیا یہ کہ از روئے شرع دلائل سے یا یوں ہی بغیر کسی دلیل کے کافر کہنا استعمال کیا یہ شخص جاننا ہے کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہ عظیم بلکہ حقیقتہً بحکم حدیث شریف خود کافر بننا ہے مخالفین کلمہ کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا جو شخص ہم خیال وہم عقیدہ نہ ہو اس کو مسلمان ہی نہیں جانتے تو آیا یہ صحیح ہے یا غلط مبرہن دلائل اور ثبوت کی روشنی میں تفصیلی و تشفی بخش جواب

غایت فرمائیں۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔ المستفتی عبد الوحید چنڈوسی

الحرب بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وہابیہ کا اتہام کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علماء اسلام کو کافر کہا ہے کذب
معنی اور افتراء خالص ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان مفسدین کو کافر فرمایا جو ضروریات
دین کے منکر ہوئے ایسوں کو قرآن و حدیث اور تمام امت کافر کہتی ہے اعلیٰ حضرت نے
کفر کا حکم اپنی طرف سے نہ دیا بلکہ نصوص نقل فرمائے جن کا آج تک کسی وہابی نے جواب
نہ دیا اور نہ کبھی وہ جواب دے سکتے ہیں ان امور کا کفر ہونا اور ان کے قائل کا کفر
ہونا خود وہابیہ کو بھی تسلیم ہے مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بسط البیان میں لکھتے
ہیں کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحت یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس شخص
کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرنا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور
سرور عالم فریبی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی:

اور رہی یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں
یہ درست ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمانیات اور ضروریات دین سے
جو اس کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر ہے جو توحید ملنے رسالت میں ہم عقیدہ نہ ہو وہ کافر،
توحید و رسالت دونوں کو ماننے قرآن کا منکر ہو تو کافر ہے غرض کسی ایک امر ضروری
سے اگر انکار کرے تو کافر ہے مسلمان وہی ہے جو تمام ضروریات دین میں ہمارا ہم
عقیدہ ہو۔ حدیث جبریل میں ہے قال ان تو من باللہ وملتکتہ وکتبہ درسلہ
والیومہ الآخر تو من بالقدیر خیر وشر یعنی ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے

ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کو ماننے اور اس کی تقدیر کو
 خیر و شر پر ایمان لائے۔ تو جو ان امور میں ہمارا ہم عقیدہ ہے مومن ہے اور جو ان میں ایک
 میں بھی ہم عقیدہ نہیں اس کو حقیقت ایمان ہی حاصل نہیں تو وہ مومن نہیں کافر ہے
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المخلص محمد بن عبد اللہ الملتین

سید محمد نعیم الدین
 مراد آباد۔

مسئلہ علم غیب

استفتاء

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق ہر جگہ گفتگو ہو رہی ہے دیوبندی لوگ اس کے انکار میں بہت مبالغہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کے لئے غیب کا علم ثابت کرنا شرک ہے اور اپنی تائید میں قرآن پاک کی آیتیں اور حدیثیں بیان کرتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ جواب مدلل ارشاد فرمائیے۔ بیٹو! تو پروا۔

المستفتی

سید عبد الماجد دہلی ۱۵ محرم ۱۳۵۹ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی مہولہ الکرم و علی
آلہ و اصحابہ اجمعین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رب العزت تبارک و تعالیٰ نے
جميع اشياء کا علم عطا فرمایا حاضرہ ہوں یا غائبہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ
سے یہ خوب اچھی طرح ثابت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ نزلنا علیک الكتاب
تبیانا لكل شیئ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جس میں ہر شیئ کا واضح بیان ہے اس آیت

سے معلوم ہوا کہ حضور کو جمیع اشیاء کا علم ہے اور قرآن پاک میں ان سب کا بیان اور بالاتفاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے عالم ہیں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا۔ وَعَلَيْكَ مَا لَحَرَّكَ تَعْلَمُ۔ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے تیسری آیت میں ارشاد ہوا۔ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكَ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رِيسِلِهِ مَن يَشَاءُ اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ اسے عام لوگوں کو انہیں علم غیب دے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ چونکہ آیت یہ ہے۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں فرماتا مگر جس کو وہ چاہے اپنے رسولوں میں سے۔ ان کے علاوہ بہت کثیر آیات ہیں جن سے یہ مضمون ثابت ہے۔ اب چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱۱) بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدَا الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلَ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلَ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مِنْ حِفْظٍ وَنَسِيَهُ مِنْ نَسِيهِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرمایا کہ ابستہ دار آفرینش سے اہل جنت اور اہل نار کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے کی خبر دی جسے یاد دیا اور یاد دیا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلس صحابہ میں ابستہ دار آفرینش سے دخول جنت و نار تک ہونے والے جملہ قتل و حوادث اور تمام حالات و کمالات کی خبر دی۔

حدیث ۱۲۱ بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
 قال فیما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یكون فی مقامہ ذالک الی
 قیام الساعة الا حدث به یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام
 فرمایا اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی جن کا بیان نہ فرمایا ہو۔

بخاری و مسلم کی اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے قیامت تک ہونے والی ہر چیز کا بیان فرمادیا کوئی چیز نہ چھوڑی۔

حدیث ۱۲۱ مسلم شریف میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ذوی لی الارض فلایت مشارقا
 ومغاربھا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین
 کو سمیٹا پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا یعنی تمام زمین کو ملاحظہ فرمایا۔

مرقاۃ المفاتیح میں اس حدیث کی شرح میں فرمایا معناه ان الارض ذویت
 لی جملة ما مروت واحدة فلایت مشارقتها ومغاربھا یعنی میرے لئے تمام زمین ایک بارگ
 سمیٹی گئی پس میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔

حدیث ۱۲۱ مواہب لدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا
 فانما انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القيمة کانہا انظر الی کفی ہذہ حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی میں نے اس کو اور اس
 میں جو کچھ قیامت تک ہونے والے ہیں سب کو ایسا ملاحظہ فرمایا جیسا اپنے اس کعب

دست کو "

حدیث (۵) امام احمد و ترمذی نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو حسن و صحیح بتایا۔ اور ترمذی نے کہا میں نے امام بخاری سے اس حدیث کو دریافت کیا انہوں نے فرمایا صحیح ہے اس حدیث میں ہے فتجلی لی کل شیء و عرفت پس مجھے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

ان آیات و احادیث سے خوب ظاہر و روشن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیا کے علوم عطا فرمائے اور کائنات کا کوئی ذرہ اور قیامت تک ہونے والا کوئی واقعہ مادہ ایسا نہ رہا جس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہ دیا گیا ہو۔

اب جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا انکار کرتا ہے وہ باطل پر ہے اور آیات و احادیث میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علوم عطا نہیں فرمائے۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین خجندیہ فیہم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں ان المنفی علمہ من غیر واسطۃ و اما اطلاعه علیہ باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارضی من رسول۔ یعنی نفی علم ذاتی کی گئی ہے اور ثبوت علم بتعلیم الہی کا ہے جو امر ثابت ہے اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو ظاہر و مسلط نہیں کرتا مگر جس کو رسولوں میں سے ہے۔ خجندیہ علیہ الرحمہ کی اس عبارت نے فیصلہ کر دیا کہ عبارات نفی میں علم ذاتی مراد ہے۔ اور عبارات اثبات میں علم عطائی دونوں میں کوئی تعارض نہیں پس حضور علیہ الصلوٰۃ

کتاب التعمیم بحال الشریعین محمد بن نعیم الدین غفرلہ
۱۰ صفر المنظر سنہ ۱۲۵۱ھ

طرز استدلال

مخالفین کے اعتراضات اور ان کے جوابات کے سلسلے میں آپ کے جوابات نہایت متین اور سنجیدہ ہوتے تھے، تھیں تھیں، و تمسخر سے آپ کا جواب بالکل برابر ہوتا تھا طرز استدلال اتنا عجیب اور انوکھا ہوتا کہ اہل علم عیش و عشرت کر لیتے تھے، اور مخالفین کو ذرہ بھر مزید اعتراض و شبہ کا موقع نہ ہوتا تھا۔ اس کے لئے آپ کی تمام تصانیف شاید و ناطق ہیں۔ تاہم اس جگہ ہم نمونہ آپ کا ایک مقالہ پیش کرتے ہیں جو علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کے اثبات میں ہے اور مخالفین و معاندین کے جس قدر شبہات اور اعتراضات آج تک ان کی جھولی میں رہے ہیں ان کا آپ نے شافی اور مسکت جواب دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ مختصر ہوتے ہوئے بھی اپنی جامعیت میں بے مثل ہے۔ اگر اسی ایک مقالے کو اہل علم اپنے ذہن میں محفوظ کر لیں تو مزید کسی کہ دکاوش کی ضرورت نہ رہے۔ اور اس مسئلہ میں یہی ایک مقالہ ان کے لئے مفید و کارآمد ثابت ہو۔

سیدی صدرالافاضل قدس سرہ نے پہلے شبہات بیان فرمائے ہیں اس کے بعد ان کے شافی جوابات دیئے ہیں۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے اور خط حاصل کیجئے۔ واللہ یهدی من یشاء

شہرہ اول

قرآن شریف کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا قولہ تعالیٰ: قل لا

اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (کہہ دو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ کہ میں غیب جانتا ہوں) دوسری آیت لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر (اگر میں غیب جانتا ہوتا تو خیر زیادہ کر لیتا) اس پر دال ہے۔

جواب

ان آیتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم نہ ہونے پر دلیل لانا خود قرآن سے جاہل ہونے کی دلیل ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ میں غیب جاننے کا مدعی نہیں تو اضما

ہے جل ماشیہ جلالین جلد ۲ ص ۲۵۸ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے: فان قلت قد اخبر صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذالک وهو من

اعظم معجزاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وین قولہ ولو کنت اعلم

الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قال صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل المتواضع والاد

والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقد رکی ویحتمل ان یکون قال ذلک

قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علو الغیب اس عبارت کا ماحصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور یہ صحیح احادیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم

حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آئیہ ولو کنت اعلم الغیب کے کیا معنی ہیں اس کا جواب یہ ہے

کہ حضور نے اپنی ذات جل کمالات سے علم کی نفی تو اضما فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں

جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور اس کے مقدر کرنے سے دوسرا جواب یہ ہے کہ علم غیب عطا

ہونے سے پہلے لو کنت الا یہ فرمایا ہو اور علم اس کے بعد عطا ہوا نیز ضیکہ یہ آیات حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب سے جانتے پر دلیل نہیں، آیات مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاعتبار
غیب کا علم کسی کو نہیں ہمارے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے تو تعلیم الہی ہے چنانچہ تفسیر شیشاپوری
میں ہے، ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالت علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ
الا اللہ، خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ استقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدا کے
تعالیٰ کے علامہ شہاب خفاجی نیم الریاض شرح شغائے قاضی مباحث میں فرماتے ہیں۔ وقولہ لو کنت
اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ دأماً اطلاقہ علیہ
بأعلامہ اللہ تعالیٰ فامر متحقق قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیب احد
الا من ارضی من رسول یعنی آیت لو کنت الا میں اس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بالواسطہ
تعلیم الہی کے پس بے شک ہمارے حضرت کے لئے غالب ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ
عالم الغیب فلا یظہر الا یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آیت شریفہ میں لفظ لو کنت اعلم اور
لاستکثرت اور مامنی سب صیغے ماضی کے ہیں جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہیں۔ آیت
شریفہ کا صاف مطلب ہے کہ اگر میں زمانہ گذشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور محمد کو ہر الٰہ
نہ پہنچتی، اگر جملہ عبارات مسطورہ بالا سے قطع نظر کر کے حسب مدللے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیت
شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہیں کچھ مفسر نہیں اس لئے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے
تو زمانہ گذشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے کہ اگر میں پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور ہر الٰہ
مجھے نہ پہنچتی۔ اس آیت میں اس امر پر دلالت نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے اس کا

علم نہ ہوگا، پس اگر آیت میں بیان ہے تو اس وقت کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر اعلان نہ دی گئی تھی، نہ اس کے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ محل کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

شبہ دوم

قرآن شریف میں ہے ومنہم من قصصنا علیک و

منہم من لم نقص علیک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعضے انبیاء کا قصہ نہیں بیان کیا ہے پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیونکہ ہوئے۔ جواب آیت شریفہ کی یہ مراد ہے کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی کے قصہ بیان نہیں کیا یہ علم نہ ہونے کی دلیل نہیں اس لئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بواسطہ وحی خفی کے اس پر مطلع فرمایا ہے چنانچہ ملاحظہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں۔ هذا لا ینافی قوله تعالیٰ ولقد ارسلنا رسلا من قبلك ومنہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقص علیک لان المنفی هو التفصیل والثابت هو الاجمال او المنفی مقید بالوحی الجلی والثبوت مستحق بالوحی الخفی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں سے تین سو پندرہ رسول ہیں پس ہمارے نبی کا انبیاء کی تعداد بتانا آیت کے سنائی نہیں اس لئے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

شبہ سوم

کلام اللہ میں ہے لا تعلمہم نحن نعلمہم اس آیت سے

معلوم ہوتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی

جواب

خبر نہیں۔ اول تو اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم الہی بھی منافقین کے مال کا علم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم منافقین کے مال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے چنانچہ بیضاوی میں ہے خفی عليك حالهم مع کمال فطنتك وصدق فراستك مگر حضور تعلیم الہی ضرور جانتے ہیں چنانچہ جل جلالہ چارم ص ۱۸ میں ہے معنی الآية وانك يا محمد لتعرفن المنافقين فيما يعرضون به من القول من نهجين امرک وامر المسلمین وتقبيہ والاستهزاء به کان بعد هذا لا يتكلم منافق عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا عرفہ، بقوله ویستدل بفقوی کلامہ علی فساد باطنہ ونفاقہ، دوم یہ کہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اس کے بعد علم عطا فرمایا گیا، چنانچہ اسی جل میں تحت آیت لا تعلمہم کے مفسر ہے۔ فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین واثبت فی قوله تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان آیتہ النفی نزلت قبل آیتہ الاثبات فلا منافا فی کوخی پس اب ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے مال کے بھی عالم ہیں۔

شبیہ چہارم

ویستلونک عن الروح قل الروح من امر ربی
مخالفین کی خوش فہمیوں نے انہیں اس امر پر آمادہ کر دیا

ہے کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سر اہدیت صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ **جواب**
سبحان اللہ جانب مخالف کس درجہ عقل ہیں کہ بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم سے روح کی نسبت

سوالات کرتے ہیں تم کہ دو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔ اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضور کو اس کا علم نہ تھا اب تحقیق کا فیصلہ اس امر میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ولا تظن ان ذالک لعریکین مکشوفاً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان من لم يعرف نفسه فكيف يعرف الله سبحانه ولا یبعد ان یکون ذالک مکشوفاً لبعض الاولیاء والعلماء یعنی گمان نہ کر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ظاہر نہ تھا اس لئے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا اور جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عارج النبوة جلد دوم میں فرماتے ہیں "چگونہ جرات کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند و داده است۔ اور احق سبحانہ تعالیٰ علم ذات و صفات خود فتح کردہ بردے فتح تبیین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت دے قطر ایست از دریا و ذرہ البست از بیدار اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح کا علم حضور کے دریا ئے علم کا ایک قطر ہے اور حق تعالیٰ نے حضور کو مرحمت فرمایا۔

شبہ پنجم

کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت باندھی تھی حضور کو نہایت رنج ہوا تھا کچھ دنوں بعد جب اللہ سبحانہ تعالیٰ

نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کافر جھوٹے ہیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، اگر آگے سے معلوم ہوتا تو کیوں غم ہوتا۔ **جواب** سرمایہ ناز مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا۔ اور اس بے باکی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف سے غور فرمائیے تو مکمل

جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اللہ موشس درست نصیب فرمائے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کیلئے غم کا باعث ہوتی ہے۔ اور جھوٹی بدنامی اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقین جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا سواداروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائے۔ دلائل و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم حضور سر ارحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی پھر غم کیوں تھا، صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی بہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہو گئی تھی یہ وجہ غم کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہائے زمانہ کا خیال ہے۔ تفسیر کی پر جلد ششم، مطبوعہ مصر میں ہے فان قيل کیف ان تكون امرأة النبي كافرة كامرأة نوح ولوط ولم يجزان تكون فاجرة وايضا فلولا لم يجز ذلك لكان الرسول اعرف الناس بامتناعه ولو عرف ذلك لما ضاق قلبه ولما سأل عائشة كيفية الواقعة قلنا الجواب عن الاول ان الكفر ليس من المنفرات اما كونها فاجرة فمن المنفرات فالجواب عن الثاني انه عليه السلام كثير اما كان يضيق قلبه من اقوال الكفار مع علمه بفساد تلك الاقوال قال الله تعالى ولقد نعلم انك يضيق صدرك بما يقولون فكان هذا من هذا الباب، ترجمہ پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافروں جیسے کہ حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی مگر فاجر اور بدکار نہ ہوں اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ بیبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور تنگدل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت

نہ فرماتے، پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بیوی کا فاجرہ
 (بدکار) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے، لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں،
 دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے
 اقوال سے تنگدل اور منہموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل
 فاسد ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنْتَ يٰصِدِّيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ یعنی ہم جانتے
 ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگدل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے یعنی حضور کا تنگدل
 ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی کی بنا پر تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بکواس کا
 باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے
 تنگدل ہوتے تھے جس کو خود حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنْتَ يٰصِدِّيقُ الْاٰیۃُ اَوْرَانِ
 مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے۔ اسی طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی
 تہمت سے منہموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں، صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر
 نہایت معقول ہے ہر وہ شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اس کا چرچہ اسی
 کا ذکر ہو تو وہ شخص اور اس کے اقارب باوجودیکہ اس کی پاکی کا اعتقاد بھی رکھتے ہوں یا یہ کہ اس کی پاکی کے اعتقاد بھی سخت منہموم
 و پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور کو غم ہوا مگر مخالف عنید و بد بخت پلید نہیں مانے
 گاجب تک دو الزام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ لگائے، ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف توجہ نہ فرمائی، چاہیے تو تھا

گمان نیک اور کی بدگمانی: معاذ اللہ.

تفسیر کبیرہ ششم میں ہے: وثانیہا ان المعروف من حال عائشۃ قبل
تلك الواقعة انما هو الصون والبعاد عن مقدمات الفجور من كان ذلك كان اللائق لحسان
الظن بدوثانها ان القاذفين كانوا من المنافقين واتباعهم وقد عرفنا ان كلام العدل
المفتري ضرب من الهذيان فلم جموع هذا القرائن كان ذلك القول معلوم الفساد قبل
نزل الوحي. اگرچہ تفسیر کبیرہ کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے دم
علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضور کو قبل از نزول
وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق تھا کہ کوئی اپنے قضیہ
اور معاملہ کا از خود فیصلہ نہیں کر لیتا۔ دوسرے وحی کا انتظار کہ فضیلت اور برائت صدیقہ رضی
اللہ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر
سرت تازہ حاصل ہو مگر اب ہم ایک ایسی مضبوط دلیل لائیں گے جس کے بعد مجال گفتگو نہ ہو۔
حدیث افک جو بخاری کی کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضہن عن بعض میں

۱۵ یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ مقدمات
فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہوا اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ تہمت لگانے
والے منافق اور ان کے پیروکار تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتري دشمن کی بات ایک ہذیان ہے پس بریں بنا حج
قرآن کے یہ قول بدتر از بول جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

ہے کہ : "فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يعتز في من رجل بلغني اذا
 في اهل فوالله ما علمت على اهل الاخير او قد ذكر دار جلا ما علمت عليه الا خيرا، اس سے
 صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکی پر
 یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا اسی واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی
 قسم مجھے اپنے اہل خیر پر خیر کا یقین ہے اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت
 کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں انشاء اللہ ضرور اس
 بے باک کو اس کی بے باکی کی سزا ملے گی کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا
 کہ میں خیر جانتا ہوں، یہ دشمن دین اسی کو کہے کہ وہ نہیں جانتے تھے بھلا اللہ ہوں کامل کئے لئے
 تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً بائز نہیں تو سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز شبہ نہ بھی
 نہ تھا اس لئے کہ آپ معصوم ہیں محال ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں مگر اب
 تو معاند کے لئے بھی بھلا اللہ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے نا
 واقفیت نہ تھی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کوئی بدگمانی اور آپ کے پر تو فیض ہے
 جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں میں جلوے نظر آئے اور انہوں نے
 بوقت مشاورت بیان فرمائے اس میں گنجائش نہیں کہ مذکور ہو سکیں، اور حضور سید
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا
 بھی ان کی بدگمانی کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ حالت غم کا منشا ہے التفاتی ہے اور اگر خدا حق
 میں آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر چند روز توجہ نہ فرمانے میں وہ

بھید نظر آئیں جو مومن کی روح کے لئے راحت ہے نہایت ہوں انتظار وحی میں محبوبہ
 کی سورشش نہ ہوتی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا۔
 اور امتحان بھی ہو گیا کہ کیسی صابرہ ہیں ادھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امتحان سے پہلے
 بھر دیا۔ واقعہ سلسلے کر دیا، جملہ حالات حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرما دیئے
 ادھر کافروں نے بھولتی تہمت لگائی اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کر کے اللہ جل شانہ پر معاملہ تفویض کرتے
 ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفایہ کے طعن سے بے قرار ہو کر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے
 ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے ہر صدمہ تک
 تو وحی ہی نہیں آتی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں ان کی تسکین فرماتے
 ہیں یا وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں اگر حضرت کے معاملہ ظاہر
 فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر ناما کافی ہیں اس
 لئے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا گیا، سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو برأت صدیقہ کا یقین ہونا
 ثابت ہوا اگر اب ان حضرات کا ترس دریافت کیجئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ ان کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ
 کہ ان کو واقعہ کا علم نہ تھا یعنی شرح بخاری جلد پنجم ص ۳۸ میں ہے فی التلوین یظن السوء بالانبیاء
 کفر یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے جس نے دو بدگمانیاں کیں اس کا کیا
 حال ہو گا چاہیے کہ وہ توبہ کرے۔

شبہ ششم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی ہے
کے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو

دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ اِنَّ تَوَدُّ شَخْصٌ ثَرًا مَّحْضًا ہ چنانچہ وہ حدیث یہ ہے عن مسروق قال

قالت عائشة من اخبرك ان محمداً صلى الله تعالى عليه وسلم رأى ربه او كنتم شيئاً مما امر به
او يعلم الخسر التي قال الله تعالى ان الله عند علم الساعة وينزل الغيث فقد اعظم

جواب

الضديہ رولہ الترمذی اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے تین باتیں بیان فرمائیں ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا یا بات
ہرگز قابل قبول نہیں یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جو اور صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں مانی، نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی حدیث مرفوعہ ذکر کی
بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف وقوع روایت کا اثبات کیا اور اب
تک مجہور علماء اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ بحث سے خارج ہے اس لئے اس کی
بحث نہیں کی جاتی۔ دوم یہ کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا، اس سے یہ مراد ہے کہ جن کی تبلیغ
کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا، اور جن کے چھپانے کا حکم تھا وہ بے شک چھپائے۔

انوار التذوئل میں ہے قولہ تعالیٰ بلغ ما نزل الیك المراد تبلیغ ما يتعلق بمصالح العباد و قصد
بأنزاله اطلاقاً علیہ فان من الامور الالهیة ما یحرم افشاؤه روح البیان میں ہے
وفی الحدیث سألنی ربی ای لیلۃ المعراج فلما استطعت ان اجمیبه فوضع ید الایمن

کتفی الباری فوجدت بردها فاورثنی علم الاولین والآخرین وعلنی علوناً شتی فعلم اخذ
 عهد اعلیٰ کتمہ ذہو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیدر علم اسہانی بتبلیغہ الخصاص
 والعام من امتی وھی الانس والجن والہلک کما فی انسان العیون۔ خلاصہ یہ کہ وہ
 شریف ہیں ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شعبان
 میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دے سکا پس اس نے اپنا دست رحمت و قدرت بے تکلیف و تہدید
 میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پالی پس مجھے علم اولین و آخرین
 کے دیئے اور کسی قسم کے علوم تعلیم فرمائے۔ ایک علم تو ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد لے
 لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو اس کے برداشت کی طاقت نہیں ہے اور ایک
 ایسا علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم بھی ہے جس کو سکھانے کا
 خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا، اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں۔
 ہذا فی مدارج النبوة۔ اب حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الہی کا جو علم
 حضرت کو مرحمت ہوا ہے اس کا افشاء حرام ہے۔

سوم یہ کہ ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما
 تدری نفس ماذا تکسب غدا وماندری نفس بای ارض تموت و میں جن پانچ چیزوں کا
 ذکر ہے انہیں حضرت نہیں جانتے اس سے مراد ہے کہ خود بخود نہیں جانتے مگر تعلیم الہی جانتے
 ہیں چنانچہ اس کا بیان گزربکالہے مگر یہاں بھی کچھ ذکر کرتے ہیں تفسیر عرسل بیان میں ہے
 وقوله لا یعلمہا الاہوای لا یعلم الاولون والآخرون قبل اظہارہ تعالیٰ ذلک لہم ولم یعلم

حقائق اقدارہا الاہولانہ تعالیٰ عرف قدرہا بالحقیقۃ لا غیر وایضاً لا یعرفہ نظرہا
وحدانہا والوسیلۃ الیہا الاہو بذاتہ تعالیٰ عرفہا بطریقہا لاہلہا قال تعالیٰ عالم
الغیب فلا ینظر علی غیبہ لحد الامن۔ ارتضیٰ من رسول: اس سے ظاہر
ہے کہ منافق غیب کو نہ جانتا قبل اہلہما اللہ بل شانہ کے ہے پس روشن ہو گیا کہ نفی علم ذات
کی ہے۔ علم قیامت، شرع مقاصد منہا جلد ثانی، ان الغیب ہہنا لیسر علی العموم
بل مطلق او معین ہو وقت وقوع القیامت بقہنیتہ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ
بعض الرسل من الملائکۃ والبشر: اس سے ظاہر ہے کہ علم قیامت کی اطلاع محال نہیں
نہ آیت میں اس کی تعلیم کا انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔ ہکذا فی التفسیر الکبیر للامام
الرازی تحت قولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا ینظر علی غیبہ لحد الامن ارتضیٰ
من رسول: را مینہ ہونے کا علم کہ کب برسے گا تو اس کا ذکر بالتفصیل ماسبق میں
گذرا۔ اور کتاب الابرار میں اس شبہ کے جواب میں لکھتے ہیں: وکیف یخفی علیہ
ذلک والا قطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونہا وہم دون الغوث فکیف ہا
الغوث فکیف بسید الاولین والآخرین الذی ہو سبب کل شیء ومنہ کل شیء
انتہی! یعنی علم قیامت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی
امت شریفہ کے ساتوں اقطاب اس کے عالم ہیں اور اغواث کا ترسب اقطاب سے
بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین والآخرین
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو کیے بغیر رہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

علم مافی الارحام۔ اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکائی لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں اور واقعی کت شریفہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین علم نبی یہ مراد ہو کہ بتعلیم الہی بھی کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادہ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ یعنی بارہ گوشت کی شکل میں رہتا ہے اور شقی ہے یا سعید چنانچہ الفاظ حدیث کے جو شکوۃ شریف باب الایمان بالعذرین بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ منظر پر موجود ہیں یہ ہیں تخریجہ اللہ ملکا باربع کلما ت اللہ فی کتب علمہ فاجلدہ ورزقہ و شقی او سعیدہ اس سے ثابت ہوا کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور عمل کیا کرے گا کل تو درکنار تلم عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔

خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتا دیا کہ کہ بنت خادجہ حاملہ ہیں میں ان کے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں چنانچہ تاریخ الخلفاء کے ص ۳۱ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ واخر جہ مالک عن عائشہ ان ابابکر غلھا جذا د عشرین

وَسَقَامًا لَهُ بِالْعَابَةِ فَلَمَّ حَضَرَةُ الْوَفَاةَ قَالَ يَا بَنِيَّةَ وَاللَّهِ مَا مِنْ النَّاسِ لِحَدِّ أَحَبِّ
 لِي غَنَى مِنْكَ وَلَا أَعَزُّ عَلَيَّ فَقَرًا بَعْدِي مِنْكَ وَأَنِّي كُنْتُ نَحْلُتُكَ جَدًّا عَشْرِينَ وَسَقَامًا
 فَلَوْ كُنْتُ جَدًّا حَتَّى وَاحْتَرَزْتَهُ كَانَ لَكَ وَأَنَا هُوَ الْيَوْمَ مَالٌ وَارِثٌ وَأَنَا هُوَ الْخَوَالِدُ خَالُكَ
 فَأَقْسَمُوهَ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَتْ يَا ابْنَتُ اللَّهِ لَوْ كَانَ كَذَا وَكَذَا لَكُنْتُ التَّرَكْتُهَا أَنَا هِيَ اسْمُهَا
 فَمِنْ الْآخِرَى قَالَ نَدِ بَطْنُ ابْنَتِهِ خَارِجَةً لَهَا جَارِيَةٌ وَآخِرُ جَدِّ ابْنِ سَعْدٍ وَقَالَ فِي
 آخِرِهِ قَالَ ذَاتَ بَطْنِ ابْنَتِهِ خَارِجَةً قَدْ أَلْقَى فِي رُوعِي أَنَّهَا جَارِيَةٌ فَاسْتَوْصَى بِهَا
 خَيْرًا فَوُلِدَتْ لَهَا كَلْبُومٌ تَوَجَّهَ حَضَرَتُ عَالِشَةَ صَدِيقَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَ مَرُورِي هُنَّ
 كَهَضَرَتِ صَدِيقَةِ أَكْبَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُنَّ فِي أَنْ كَرَامِيكَ دَرَجَتِ كَجُورِ كَادِيدِهَا جَسَّ سَ بَسِيسِ رَسَقِ
 كَجُورِي سَامِلِ هَوْتِي تَحِيَّ جَبَّ أَنْ كِي دَفَاتِ كَا وَتِ قَرِيبِ آ مَا تَوَانِ هَوْنِ نَ حَضَرَتِ صَدِيقَةُ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَ فَرَمَا كَلَسَ بِيْثِي خَذَا كِي سَمِ مَجْجَ تِيرِ غَنِي هُوْنَا بَهْتِ پَسْنَدِ هَ اُوْغَرِيبِ
 هُوْنَا نَا كُوَا رَا سَ دَرَجَتِ سَ اَبَ تَمَكِ جُو كَمُحَ تَمَ نَ نَفْعِ اُطْهَا يَا هَ وَهَ تَهَارَا تَهَا لِي كِنِ
 مِيرِ سَ بَعْدِ يَ مَالِ وَارِثُوْلِ كَا هَ تَهَارِ سَ صَرَفِ دُوْزُوْلِ بَهَا لِي اُوْرِ دُوْزُوْلِ هُنِي هِي اِسَ
 تَرَ كُو مَوَافِقِ حَكْمِ شَرَعِ كَ تَقْسِيْمِ كَرِيْنَا حَضَرَتِ عَالِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَ فَرَمَا اِيْسَا هُوْ سَكَا
 هَ لِي كِنِ مِيرِي اَوْ صَرَفِ اِي كِ بِنِ اِسْمَا هِي هِي اُپْ نَ دُوْ سَرِي كُوْنَسِي تَبَادِي فَرَمَا يَا حَضَرَتِ
 صَدِيقَةِ اَكْبَرِ نَ كَ اِي كِ تُو اِسْمَا هِي دُوْ سَرِي هِنِ اِبْنِي مَا نَ كَ پِيْثِ مِي هَ مِي جَانَا هُوْلِ
 كَ وَهَ لُوْ كِي هَ پَسِ اَمِ كَلْثُوْمِ پِيْدَا هُوْ مِيْ.

غلامہ کمال الدین دسیری حیوۃ الیخوان میں بیان فرماتے ہیں دَعْن ابْنِ لَصْعَبَةَ عَنْ

ابن الاسود عن عروة قال لقي رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً من اهل البادية
وهو متوجع الى بدرا لقيه بالروحاء فساء له القوم عن الناس فلم يجد واعنده خير
فقالوا اليه سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال افىكم رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقالوا نعم فجاؤ سلم عليه ثم قال ان كنت رسول الله فاخبرني عما
فى بطننا فق هذه فقال له سلم ابن سلام بن وقش وكان غلاماً حدثاً
لا تشغل رسول الله صلى الله عليه وسلم واقبل على فاننا اخبرك عن ذلك
نذرت عليها ففى بطنها سلة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فحشت
الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكلم بكلمة واحدة
حتى قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء يهنونهم فقال سلم يا رسول الله ما
الذى يهنوك والله ان راء بالاعجائز صلغاً كالبدن المعتقله فخرنها فقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم ان لكل قوم فراسته وانها يعرفها الاشراف رهطه الحاكم
فى المستدراك وقال هذا صحيح مرسل وحكاية ابن هشام فى سيرة خلاصه به كه
ايك ابن ابي نر رسول اكرم صلى الله عليه وسلم سے دريافت كيا كه ميرى اونٹنى كے پيٹ ميں كيا
هے۔ سلمہ نے كہا كه ايسى بات رسول الله صلى الله عليه وسلم سے نہ پوچھو ميرى طرف متوجہ ہو!
ميں تجھے خبر ديتا ہوں كه اس كے پيٹ ميں تيرى حركت نالائق كا نتيجہ هے رسول الله صلى الله
عليه وسلم نے فرمايا خابوشس اور وہ ابن ابي حيرت ميں روگيا۔ اس سے ثابت ہوا كه حضور كے
صحابہ كرام ميں سے نو عمر صحابى نے پيٹ كا حال بتا ديا، اب جو كہے كه مانى الامام كا علم كسى كو

علم الہی سے بھی نہیں تو وہ بے چارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دے گا۔

علم مافی غدد۔ رسالہ ہذا میں بہت سی ایسی عباراتیں گزر چکی ہیں جن سے اقوات
نی غدد یعنی کل ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مگر پھر
لاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف۔ مشکوٰۃ میں ہے قال (عمر) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان
رینا مصارع اہل بدر بالامس یقول هذا مصروع فلان غدا انشاء اللہ و هذا مصرع
فلان غدا انشاء اللہ قال عمر الذی بعث بالحق ما اخطوا الحد و والقی حدھا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث۔ خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے دست مبارک سے
بتا دیا کہ کل یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہو گا۔ اور یہاں فلاں شخص اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں
ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہو گا، دوسرے یہ کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں
مرے گا، یعنی مافی غدد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت فرمایا۔ یہ شبہ کہ
ان جوارہ کو دف بجا کر گانے میں یہ کہتی تھیں کہ ہم میں لیے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں
حضرت نے منع فرمادیا اور کہہ دیا کہ پہلے جو کہتی تھیں کہے جاؤ چنانچہ صاحب تقویۃ الایمان نے
اس سے استدلال کیا ہے مگر اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو مافی غدد ثابت
نہا شرک ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان جوارہ سے تو بہ بکے تجدید
اسلام کرتے پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اعتقاد
ہرگز شرک نہیں اور اس کا جواب مابقی میں بوضاحت گزر چکا ہے۔

زر قافی جلد ۶۔ مشکوٰۃ میں حضرت حسان کا ارشاد موجود ہے۔

نبی یری ما لایری الناس حوله ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد
فان قال فی یوم مقالہ فائب فتصدیقہا فی ضحوة الیوم ادخل

اس کو حضرت حسان سے سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح
لڑکیوں کو منہ فرمایا تھا منہ فرمانا صحت پر دال ہے۔ علم مافی غد کا تو اس میں بھی ثبات
ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں۔ فان قال فی یوم یعنی وہ
اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج اور کل کے
آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منہ نہ فرمایا، اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب
مغروب مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے اور منہ نہ فرماتے، اس کا علم کہ کہاں مرے گا
اور کب مرے گا۔ ما ثبت بالسنتہ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حسین
میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کئے جائیں گے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین علی راس ستین سنتہ من ہجرتی
رواہ الطبری فی الکبیر۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب سن کر صدیق اکبر نے
عرض کیا کہ میں حضور کے بعد ڈھائی برس زندہ رہوں گا۔ واخر جرابین سعد عن ابن شہاب
قال رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا فقصھا علی ابی بکر فقال رایت کافی
استبقت انا وانت درجۃ فسبقک بہم قاتین ونصف قال یا رسول اللہ بفضلک
اللہ الی مغفرۃ ورحمۃ واعیش بعدک ستین نصفاً۔ از تاریخ الخلفاء حضرت

نے فرمایا کہ یہی علیہ السلام اتریں گے زمین پر پھر نکالیں گے اور ناد ہوئی پختا لیس
 برس ٹھہر کر انتقال کریں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کئے جائیں گے پس میں اور
 وہ ایک قبر سے اٹھیں گے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف
 میں ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزل عیسیٰ
 بن مریم علی الارض فی تزوج دیولہ دیمکت خمسا وایمن حنہ ثمر موت
 فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسین مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ میرے گھر میں تین چاند گرہے
 ہیں یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا کہ آپ کے گھر میں ایسے
 تین شخص دفن ہوں گے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کہا کہ اے عائشہ یہ تیرے سب چاندوں میں بہتر ہیں۔ یہ
 حدیث تائید الخلفاء میں ہے۔ اخرج سعید بن منصور بن سعید
 ابن المسیب قال رأت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کاندہ وقع فی بیتہا ثلاثہ
 اقمار فقصہا علی ابی بکر وکان من اعبہ الناس فقال ان صدقت رؤیاک
 لیدفن فی بیتک خیر اهل الارض ثلاثا فلما قبض النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم قال یا عائشہ ہذا خیر امارک۔ اب جوابات یقینی یہ بھی ہو گئے کہ امور
 خمسہ مذکورہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعت الا یہ کا علم بتعلیم الہی انبیاء اور
 صحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے تو یہ کہنے والا کہ حضرت کو تعلیم الہی بھی امور خمسہ کا علم تھا۔

.... یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مجبوط انکو اس
 اور دین سے بے بہرہ اور بد نصیب۔ یہ راہنہ اپنی سن ہرٹ کے نگے خدا اور رسول
 کے فرمان کو بھول گیا پس اس آیت سے یہ مراد لینے والا کہ امور خمسہ کا علم کسی نہیں داتا
 نہ بواسطہ تعلیم الہی آیت کی تفسیر بدہمتہ کے خلاف کرتا ہے۔ اور یہ ضلال چچا پنچ امام
 فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر جلد ۲، مطبوعہ مصر یہ (میر) صفحہ ۳۸ پر ہے واذا کان کذلک
 مشاہدا محسوسا فالقول بان القرآن يدل على خلافه مما يحجز الطعن الى القرآن
 وذاك باطل۔ پس یہ کہہ دینا کہ خدا کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا خود بخود
 نہ تعلیم الہی سے اور اس کو قرآن سے ثابت کہنا کفر ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی کے
 کلام سے ثابت ہوا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے باوجود ٹھیک
 معنی بنے کہ یہ مراد لینا کہ باطنی ہے مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے بیدھڑک لکھ دیا
 کہ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام
 شرک سے خالی نہیں فقط والسلام۔ مورخہ ۴ رذی الحجہ ۱۲۳۳

از فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول

صفحہ ۱۲۳۔

رشید
احمد

اور مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۱۰ میں لکھا ہے پھر خود یوں
 سمجھے کہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے

ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

قطع نظر اس سے کہ ان صاحبوں کے اس حکم شرک سے اسلام کا کوئی بزرگ اور امت کا کوئی عالم نہیں بچتا۔ اور تلم و نیاے اعلیٰ و رشیدیہ شرک میں مبتلا نظر آتی ہے لطف کی بات یہ ہے کہ اس شرک کے پٹے سے اپنوں کی گردنیں بھی نہ بچ سکیں، مولوی اشرف علی تھانوی اور مرتضیٰ حسن چاند پوری بھی پھنس گئے، کیوں کہ وہ علم غیب کو نبی کے لئے لازم بتاتے ہیں چنانچہ توضیح البیان صفحہ ۴ میں ہے حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ماعطائے الہی حاصل ہے چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو تمام حاصل ہو گئے تھے۔ اب مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی اشرف علی تھانوی دونوں مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسماعیل کے فتوے سے مشرک ثابت ہوئے اور ممکن نہیں کہ وہ اس شرک کو اٹھا سکیں، الحاصل اگر ان غیوب خمسہ کے باب میں بسط کیا جاوے تو غالباً دس گیارہ جزو کا ایک اور رسالہ خاص اسی بحث میں مرتب ہو جائے۔ اس لئے تطبیق سے اعراض کیا، اللہ جل شانہ اسی مختصر کو باعث ہدایت مخالفین فرمادے۔

شعبہ ہفتم | سفر میں حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں ان کا ہار لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بھر گئے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتے۔

جواب

مخالفین کے دلائل کا دار و مدار باطل و غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو مجبوری و ناچاری اپنی غلط رایوں کو بجائے دلیل کے پیش کرتے ہیں نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ سے کوئی دلیل قرار دے رکھا ہے۔ دینی مسائل اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف زید و عمر اور ہر ما و شملہ کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں جب آیات و احادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہوا تو مخالفین کا وہم کس شمار و قطار میں ہے اپنے خیالات و اہیہ کو آیات و حدیث کے مقابلہ میں ان کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا مخالفین ہی کی جرأت ہے۔ اس سوال کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے بتایا اول تو اس میں کلام ہے مخالف کو اس پر دلیل لانا تھا، کوئی عبارت پیش کرنی تھی مگر وہاں اس کی ضرورت ہی نہیں جو بات منہ میں آئی کہدی، حضور کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔ فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً فوجدہا امام نووی فرماتے ہیں ان یكون فاعل وجدھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا پھر نہ بتایا کے کیا معنی اور فرض کیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم۔ یہ کہاں کی منطق ہے اگر یہی قیاس ہے تو خدا خیر کرے، کہیں آپ علم الہی کا ہی

قیاس سے انکار نہ کر بیٹھیں کہ کفار نے وقت قیامت کا بہتر سوال کیا اور ایان
یوم القیمۃ کہا کئے مگر اللہ سبحانہ نے نہ بتایا معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتا معاذ اللہ،
نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لئے عدم علم ضروری ہو اس نہ بتانے
میں جو حکمتیں ہیں وہ آپ کو تو کیا نظر آئیں گی، آنکھ والوں سے پوچھئے شیخ الشارح
قاضی القضاۃ اوسد الحفاظ والرواۃ شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ
علیہ شیخ الباری شرح صحیح بخاری جلد اول ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں واسندل بذلك
على جواز الاقامة في المكان الذي لاءاء فيها یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ
حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں پھرنے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر حضور فوراً ہی بتا دیجئے
تو یہ مسائل کیوں کر معلوم ہو سکتے۔ مہذا یہ بھی معلوم ہوا کہ امام گو سفر میں ہو مگر اس کو
مسلمانوں کے حفظ حقوق کا لحاظ چاہیے۔ فتح الباری میں ہے وفيه اعتناء بالامام
لحفظ حقوق المسلمين وان قلت اس سے علماء نے کتنے مسائل نکالے کہ
دفن میت کے لئے اور اس کے مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ
سے امام کو قیام کرنا چاہیے فتح الباری میں ہے ويلحق بتحصيل الضائع الإقامة
للحقوق المنقطع ودفن الميت ونحو ذلك من مصالح الرعية اس میں یہ
بھی اشارہ فرمایا کہ مال کو ضائع کرنا چاہیے۔ وفيما أشارة الى ترك واضاعة المال
اور یہ کیا مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے جب پانی نہ ملا اور صحابہ کو
نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا کس طرح وضو کیا جائے گا تو وہ بیچپن

ہوئے لامحالہ ان کو سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارہ نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ انہما شکوا الی ابی بکر لیسکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نائما وکانا لا یوقظونہ۔ حضرت صدیق اکبر نے اسی فکر میں کہ نماز کس طرح پڑھا گئے، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ (مکرمیں) انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر حضور ان کے زانو پر آرام کر رہے تھے اس وجہ سے انہیں جنبش نہ ہونے پائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب اس درجہ ہونا چاہیے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو، فیہ استجاب الصبر لمن نالہ ما یوجب الحرکتہ و یحصل بہ تشویش النائم (فتح الباری) فضیلت حضرت صدیقہ کا اظہار و فیہ دلیل علی فضل عائشہ و ابیہا و نکسار البرکۃ منها حضرت عائشہ کی فضیلت و برکت ظاہر ہوئی۔ عزمین حادث کی روایت میں وارد ہوا لقد بارک اللہ للناس فیکم۔ ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما کان اعظم برکتہ قلادتک کہ اے صدیقہ تمہارے ہمارے کیسی عظیم الشان برکت ہے قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں یمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔ بخاری میں بروایت عروہ وارد ہے

فواللہ ما ازل بک من امرتکرمیت الا جعل اللہ ذالک لک ولللمسلمین فیہ خیرا
 اسید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ نجد آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ
 پر گراں گذرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری
 فرماتا ہے۔ اور عبد الرحمن ابن قاسم والی عبارت میں ہے ماہی بادل برکت کہ
 یا آل ابی بکر کہ اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے حضرت
 صدیق اکبر نے آیت تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا انک لمبارکۃ یعنی
 اے صدیقہ تم یقیناً بیشک بڑی برکت والی ہو اہل ایمان کو تو نظر آتا ہے کہ حضرت
 صدیقہ کے بارگاہ سے شکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو ان کی
 برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ تیمم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مٹہر کر دے لیکن
 جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو وہاں سوائے اس کے کچھ
 نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا۔

چشمہ اندیش کہ برکتہ باد
 عیب نماہنرش در نظر

خلاصہ یہ کہ مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا لغو ہے اور
 ان کے مدعاے باطل کو کسی طرح کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

مشتمل
 شہرہ

قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأة بغیر شہود
 فقال الرجل والمرأة خدائے راو بغیر راگواہ

کر ویم قالوا یكون کفر لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب
 وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الحیاہ فکیف بعد الموت ترجمہ ایک مرد
 نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد اور عورت نے کہا خدا
 اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہو گا اس لئے کہ اس
 نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی
 میں بھی غیب کو نہ جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔

جواب

معتزض کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر
 فقہ سے ثابت کرے مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر
 اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم
 غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ
 جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب عبارت قاضی
 خاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہہ نہیں ہے۔ آپ یہ کہیں گے
 کہ وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی
 کب اقرار کیا ہے، ملاحظہ ہوا علامہ کلثوم الحق ص ۱۷۱ اور بہت چیزیں اور امور غیب کے
 حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور فیصلہ علم
 غیب صلا میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کے یہ لفظ مسطور ہیں ”بھلا کوئی
 مسلمان کلہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ

پر اظاہر نہیں ہوتا ہے مسلمان کہا اگر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں
 اور انبیاء اور جنوں بلکہ تلم مخلوق کی لعنت ہو اور سکین کے اقرار ابتداء رسالہ میں مذکور
 ہو چکے ہیں الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض
 غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض منہیات ہیں) تو اگر معاذ اللہ
 قاضی خاں کی عبارت سے ہم پر الزم آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔
 دیدی کہ خون نامی پروانہ شمع را چند آں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند
 اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے اب عبارت قاضی خاں پر
 غور فرمائیے کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ
 میں اختلاف اور قاضی خاں وغیرہ فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے
 ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر متحسین ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو چنانچہ شامی جلد ۲۵۴ میں
 ہے لفظ قالوا تذکرہ فیہ خلاف کما غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت
 میں ہے وکلام قاضی خاں یشیر الی عدم اختیار لہ حیث قال واذاصلی علی النبی
 علیہ الصلوۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ فی قولہ قالوا
 اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ والی اندہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلنا فان ذلک من التعارف

۱۔ فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء 'م' ان میں داخل ہیں، مخالفین
 گفتنی کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ اذ اللہ بعض گستاخ تو یہاں
 تک بکسل ٹھتھے ہیں کہ انہیں اپنے خاتمہ کا حال بھی معلوم نہیں۔ استغفر اللہ۔

فی عباداتہم امن استقرأھا۔ واشہ تعالیٰ اعلم۔ اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خاں کے نزدیک غیر تحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درالمنہار میں ہے ان المحکم والفتیابا القول المرجوح جہل و خرف الاجماع؛ درالمنہار میں بھی یہی قاضی خاں والا مسئلہ ہے، ہاں بجز لفظ قیل و ضف کی دلیل موجود ہے۔ درالمنہار کتاب النکاح میں ہے تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا ینظر علی غیب سلحد الا من یرتضی من رسول۔ خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سب سے تاتارخانیہ اور حجتہ میں ملحق سے نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روح پاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آشپارہ پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عالم الغیب فلا ینظر الخ۔ مودن السحائر، شریح کنز الدقائق اور خزائنہ الروایات میں ہے وفی المصنوعات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب وبعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفرا یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر آشپارہ پیش کی جاتی ہیں، پس کفر ہو گا۔ شامی باب المرتد میں مسئلہ بزاز یہ ذکر کرتے ہیں حاصلہ ان دعویٰ الغیب، عارضة للنصر، نقران یکفر بما

الا اذا اسند ذلك صريحا ودلالة الى سبب من الله كوصي والهام يعني غيب کا دعویٰ
نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا دعویٰ کافر ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نے صریحا یا دلالت
کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی والہام وغیرہ کے
تو کافر نہیں۔ درالغنا میں ہے وفيها كل انسان غير الانبياء لا يعلم ما اراد الله تعالى
له وبه لان ارادة تعالى غيب الا الفقهاء فانهم علوا الارادة تعالى بهم لحديث
الصادق المصطفى من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين. **نمایۃ الاوطار میں اس**
عبارت کے تحت مسطور ہے اور اشہاء میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام
کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں اس واسطے کہ
حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقہ اس کو جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق
تعالیٰ کے ارادے کو جو ان کے ساتھ رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل ہے
کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقہ کرتا ہے یعنی امر دین میں
ہم سلیم عطا کرتا ہے۔ اب خوب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی
معنی ہیں کہ بے تعلیم الہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
ثابت ہے۔

شبیہ نہم | جمع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے
جواب۔ یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے اس لئے
کہ جمع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہے گا مگر دیہاتی۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیت

واحاط بہا لایہر واحطی کل شیء عدا کے فرماتے ہیں قلنا لا شک ان احصاء
 العدد انما یكون فی المتناهی فاما لفظہ کل شیء فانا لا ندر علیہ کو نہ غیر متناہی
 لان الشیء عندنا ہوا الوجودات والموجودات متناہیۃ فی العدد۔ اس عبارت
 سے موجودات کا متناہی ہونا روشن ہے۔ پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نقیص کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہنا کونسی عقلندی ہے
 اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرف علی
 تھانوی کی تقریظ اسی نقل کی جائے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی تقریظ کا رد

قولہ۔ بعد الحمد والصلوۃ احقر الواری اشرف علی غفر عنہ بتامید مضمون اسالہ
 اعلا کلمۃ الحق عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات واحادیث
 وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً
 سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں۔ اقول سبحان اللہ
 یہ فقرہ کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں کیسی جرأت ہے۔ مشتبہین کا دعویٰ کل
 شیء معلوم لنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور یہ موجب کلیتہً اس کی نقیص سالہ

جزئیہ ہے (مثال بعض الاشیاء لیس بمعلومہ لبنینا) جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کس طرح سلب جزئی میں کوئی کلام نہ ہوگا کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا یہ بھی خوش فہمی ہے ایک دوسرا خصم کو خود کہتا ہے کہ بھلا کوئی ایک آیت یا حدیث تو ایسی سناؤ کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ فلاں چیز کا علم سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہی نہ گیا چنانچہ زبدۃ المحققین امام المناظرین جناب الحاج حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب دام فیضہم نے انباء المصطفیٰ کے صنوم پر فرمایا ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کو ہی سب کو دعوتِ عالم ہے اجماعاً شرکاء کھر چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالت یا ایک حدیث متواتر یعنی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیا مذکورہ ماکان و مایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔ فان لم تفعلوا فاعلموا ان الله لا یهدی السکید الخائنین۔ اب یہ کہہ دینا کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں۔ کس درجہ کی دیانت اور کیسا سچ ہے۔ قولہ تیسری جو تحمل ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو ہے اقول مناسب تھا کہ ان اقسام کے مثالیں لکھی جاتیں نہ معلوم کس مصلحت سے لکھی نہ گئیں۔ یہ صبر جو تھا نووی صاحب نے تین قسموں میں کیا ہے غلط ہے اس لئے کہ جو مفید ایجاب کلی کو ہے (مثالہ فتجلی لی کل شیء) احدیث وہ ایک جو تھی قسم ہے تو ان آیات و احادیث کا صبر تین قسموں پر

باطل ٹھہرا۔ قولہ اور اسی قسم میں کلام ہے۔ اقول۔ چہ خوش جہد علی بحجاب کلی کہے وہ چوتھی قسم سے کیوں نہ استدلال کرے۔ قولہ جو لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع منیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں۔ اقول۔ جی ہاں یہ ضرور بتائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جمیع منیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں؟ یہ زبردستی آپ نے ان پر چپکالی وہ تو جمیع اشیاء کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور جمیع اشیاء متناہیہ ہیں جیسا کہ جواب شبہہم میں مذکور ہوا تو قولہ وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہیں اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھہراتے ہیں۔ اقول۔ غلط انہیں ضرورت ہی کیلئے کہ قسم ثالث کو اپنا متمسک ٹھہرائیں جبکہ قسم رابع موجود ہو۔ مؤید اور چیز ہے۔ قولہ اور جو باوجود تسلیم آپ کے اعلم المخلوق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہیں وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں۔ اقول۔ برا کرتے ہیں اگر بے قرینہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں اور باوجود تسلیم آپ کے اعلم المخلوق ہونے کے ایسا کرتے ہیں تو بہت برا کرتے ہیں قولہ اب توفیقہ تعالیٰ یہ احقر اولاً سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المتعملین ہونے کے قطعی الدلالة نہیں ہے تو مقام اثبات عقائد میں جو کہ دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالة پر موقوف ہے اس سے کب استدلال صحیح ہوگا۔ اقول کیا خوب! بنا فاسد علی العاصد

۱۔ یہ مقام عقائد ہے یا بحث فضائل متناوی صاحب کو ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں جو وہ دلیل قطعی پر موقوف کرتے ہیں۔

حضرت آپ کی قسم ثالث سے مشیتین کو اجتماع کرنے کی کیا ضرورت جو ایجاب کلی احد
 المتخلین شہرے مشیتین قسم رابع سے استدلال کرتے ہیں جس میں مجال احتمال مخالف مطلق
 نہیں۔ اب آپ کے یہ سب تاثر پودج العنکبوت ٹوٹ گئی لہذا اس قسم ثالث کو
 تھانوی صاحب ایجاب کلی پر حل کریں یا ایجاب جزئی پر بحث سے خارج ہے کہ خصم
 کا اجتماع اس سے نہیں۔ البتہ اگر بے قرینہ حل کریں گے تو لیاقت علمی کی داد پائیں گے
 قول بعض روایات مفیدہ سلب جزئی کہ اس میں احتمال عقلی بھی نہیں ہو سکتا کہ زمانہ
 حکم ایجاب کلی کو اس سے تاخر ہو۔ مثلاً یہ حدیث صحاح کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے ملائکہ عرض کریں گے انک لا تدری
 ما لحدوث بعدک۔ اس میں جملہ لا تدری الا مقید ہو رہا ہے سلب جزئی کو زمانہ ورود
 روایات محتملہ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو۔ اقول۔ تقدم و تاخر کیسا سلب
 جزئی ہی کہاں ہے۔ جب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں خود ہی خبر دے رہے
 ہیں کہ ہم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور ملائکہ یہ عرض کریں گے کہ انک
 تو حضور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر ہے واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا۔
 اور خبر آج دے دی لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک علم ہی نہیں بغیر علم ہی کے
 اخبار ہو گیا۔ اللہ عقل سلیم عنایت فرمائے تو انسان کو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے کہ علم نہ ہوتا تو
 خبر دنیا کیونکر ممکن تھا۔ پھر حضور کو دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گزر
 جانا۔ بخاری شریف میں ہے۔ نبینا انا نأشرفاذا امرأة حتی اذا عرفتہم خرجہ رجل

من بینی و بینہم فقال هل عرفلت ابن قال الى النار والله قلت وما شأنہم
 قال انہم ارتدوا بعدك على ادبارہم القہقرونے۔ حضور فرماتے کہ اس اثنا میں
 کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتیٰ کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو
 ایک شخص نے میرے ان کے درمیان سے نکل کر کہا کہاں، اس نے عرض کیا بخدا
 دوزخ کی طرف میں نے کہا ان کا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ حضور کے بعد
 اگلے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے مولوی اشرف علی
 صاحب کو اب تو معلوم ہوا ہو گا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا
 میں پہچانتے اور ان کا مال جانتے تھے۔ پھر سلب کہاں علاوہ بریں جائز کہ انک
 لاتداری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ وتلك نعمت تمنها الایہ۔ اور ہذا ربی
 میں مقدر ہے۔ اور تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بایں الفاظ
 وارد ہے قرینہ قویہ ہے فاقول یارب منی ومن امتی فیقال اما شرت ما
 عملوا.... بعدك یعنی میں کہوں گا کہ اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور
 میرے امتی پس فرمایا جائے گا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد
 کیا کیا اب تھا نوی صاحب فرمائیں کہ وہ سلب کیا ہوا کیا تھا نوی صاحب اتنا
 بھی نہیں جانتے تھے کہ متعدد احادیث سے حضور پر اعمال امت کا پیش ہونا
 ثابت ہے۔ صحیح مسلم وابن ماجہ میں ہے عرضت علی امتی باعمالہا حسنہا
 وقبیحہا یعنی مجھ پر میری امت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی۔ دوسری

حدیث ابو داؤد ترمذی میں ہے۔ عرضت علی اجور امتی حتی القذاة یخرجها
الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلما ارادینا اعظم من سورة
القرآن وابتدأ قیام الرجل ثمر نسیها یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش
کی گئیں یہاں تک کہ تنکا جس کو آدمی سجد سے دور کرے، اور مجھ پر میری امت
کے گناہ پیش کئے گئے پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی
کو قرآن پاک کی کوئی سورہ یا آیت دی گئی پھر وہ اس کو بھول گیا جب حضور اقدس
پر امت کے تمام نیک و بد صغیر و کبیر اعمال پیش کئے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر
کس طرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہیں۔ تھانوی صاحب نے کس طرح
سلب جزئی سمجھا کہیں اس کی رتی بھی ہے۔ ابھی ذرا توقف فرمائیے کس کس چیز
سے آنکیں بت کر کے انکار پھاڑے رہیں گے بخاری و مسلم کی حدیث شریف
ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امتی یدعون یوم
القیامۃ غرا یجلبین من اثار الوضوء فمن استطاع منکر ان بطیل غرہ فلیفعل
یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت روز قیامت غرو مجل بنی
اس شان سے ملائی جائے گی کہ ان کے سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوئے
گئے ہیں تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔ مسلم شریف کی دوری
حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں،
انہیں حضور روز قیامت کس علامت سے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے

پنج کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان لے
 گا عرض کیا بیشک وہ پہچان لے گا فرمایا کہ میرے امتی اسی شان سے محشر میں آئیں گے
 کہ ان کے ہاتھوں اعضاء چمکتے جگمگاتے ہوں گے اور میں حوض پر ان کا پیشوا ہوں گا
 حدیث کے الفاظ یہ ہیں قالوا کیف تعلم من لمریات بعد من امتک یا رسول اللہ
 فقال اريت لو ان رجلا له خيل غر مجلنة بين ظهري خيل دهر بهما لا يعرف
 خيله قالوبلى يا رسول الله قال فانهم يأتون غرا مجلین من الوضوء وانما
 فرطهم على الحوض کیا مولوی اشرف علی صاحب کے خیال میں ان مرتدین کے پنج
 اعضاء بھی چمکیں گے جس سے حضور کو ان کے مومن ہونے کا خیال ہو سکے لا حول
 ولا قوة الا باللہ کس بنیاد پر تھانوی صاحب سلب ثابت کرنے بیٹھے ہیں ؟
 بالفرض اگر حضور کو پہلے سے علم نہ ہوتا تو بھی اس علامت سے حضور پہچان سکتے
 تھے چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو معرفت ہو چکی ہو، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت
 سے معلوم ہو چکا مگر تھانوی صاحب نے سلب کا لفظ لیکھ لیا ہے کتنی ہی حدیثوں
 کے خلاف ہوا نہیں کسی کی پرواہ نہیں ایک حدیث اور سننے چلے حضور سید
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے بھی کو سجدہ کی اجازت
 ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی بھی کو اذن دیا جائے گا پھر میں اپنے سامنے
 تمام امتوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا اور اسی طرح اپنے پس
 پشت اور دلہنے اور بائیں بھی ایک شخص نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی

امت تک بہت امتیں ہوں گی ان سب میں سے حضور اپنی امت کو کس طرح پہچان لیں گے فرمایا کہ ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہو گا کیوں تھا نوی صاحب پھر بھی آپ کے نزدیک حضور کو ان مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہے گا۔ اب فرمائیے کہ آپ کے سلب کا کیسا مزاج ہے؟ اور میں انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دلہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے سلسلے دوڑتی ہوگی۔ (کیوں تھا نوی صاحب کیا مرتد کے اعمال نامے بھی ان کے دلہنے ہی ہاتھوں میں ہوں گے؟ ذرا اپنے سلب کی نبض تو دکھائیے اس میں کوئی رن باقی تو نہیں رہی) حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ انا اول من یؤذن بالسجود یوم القیامۃ و انا اول من یؤذن لہ ان یرفع راسہ فانظر الی ما بین یدی فاعرف امتی من بین الامم ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن شمالی مثل ذلک فقال رجل یا رسول اللہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک قال ہم غر یجلبون من اثرا للوضو لیس احد کذلک غیرہم واعر فہم انہم یوتون کتبہم بایمانہم واعر فہم تسعی بین اید یہم ذریتہم۔ (رواہ احمد)

اب فرمائیے استفہام مقدار ملنے کا یا نہیں۔ اتنی حدیثیں آپ کی تسکین کے لئے کافی ہیں یا وہی کہے جاسیئے گا۔ کاش ذہول ہی پر حل کیا ہوتا مگر مجبوری تو یہ تھی کہ آپ کو شوق تھا سلب ثابت کرنے کا۔ بہر حال اب تو آپ کا سلب سلب

ہوا۔ واللہ شہر قرمائیے تھا نوی صاحب اب سالہ جزئیہ کس کے گھر سے آئے گا۔
 قولہ۔ دوسرا محتمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھہرا اور یہی مذہب ہے ثقافت کا۔
 اقول۔ یہ لیاقت علمی سے بے گانگی اور ذہانت کی بانگنی ہے کہ ثقافت کا مذہب
 ایجاب جزئی ہے خدا جانے کیا سوچ کر لکھا ہے جس کا مذہب ایجاب ہے وہ کیونکر
 ثقافت میں شمار کیا گیا۔

فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت و باب کے شہادت کا ازالہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں فقہائے دین درج ذیل مسئلہ میں کہ قاضی خاں میں سے
 رجل تزوج امرأة بغیر شہود فقال الرجل والملاة خدائے راو پیہ را گواہ کر دیم قالوا
 یكون كفلا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغیب ہوتا کان يعلم
 الغیب حین کان فی الحیاة فكيف بعد الموت. ترجمہ۔ ایک مرد نے ایک عورت
 سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد و عورت نے کہا خدا اور رسول (جل جلالہ و علی
 اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہو گا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اور حال یہ کہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے
 تھے پس بعد وفات کے کیوں کہ جان سکتے ہیں۔ بینا و جہرا۔

المستفتی عبد اللہ چودھری

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بخداہ و نصلى على رسوله الكريم۔ اما بعد
 معترض کا اشارہ یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے۔
 marfat.com

مگر اس کو ابھی یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضی خاں کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس بموجب عبارت قاضی خاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شبہ نہیں آپ یہ کہیں گے کہ وہابیوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے تو ملاحظہ ہوا علماء کلمۃ الحق ص ۱۱۰ اور بہت چیزیں امور غیب کے حق تعالیٰ نے آپ کو تعلیم فرمائے کہ ان کی مقدار حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور فیصلہ علم غیب ص ۱۳ میں مولوی ابو الفارشاہ اللہ امرتسری کے یہ الفاظ مسطور ہیں کہ "بھلا کوئی مسلمان کہہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے؟ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونے والے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور جنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو" اور منکروں کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اقرار کر رہے ہیں کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض غیبات ہیں، تو اگر معاذ اللہ قاضی

لے فرق اتنا ہے کہ ہم بعض کو اتنا دیکھ جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم ان میں داخل ہیں اور مخالفین کفر کے دو ایک حتیٰ کہ یہ لکھ دیتے ہیں کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں معاذ اللہ اور بعض گستاخ تو یہاں تک بک لٹتے ہیں کہ اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ استغفر اللہ۔

خاں کی عبارت سے ہم پر الزام آئے گا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔
 دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چن داں اماں نہ داد کہ شب اسحر کند
 اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں گے تو کیا ہم نے ہی خطا کی ہے۔ اب عبارت قاضی خاں پر غور فرمائیے
 کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف
 ہے اور قاضی خاں دغیر فقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو
 خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو چنانچہ شامی جلد ۵ صفحہ ۲۲۵ میں
 ہے لفظ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کیا صرحوا بہ۔ فنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی
 بحث قنوت میں ہے وکلام قاضی خاں لیشیر علی عدم اختیاریۃ لہ حیث قال
 واما صلی علی النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدة
 الاخبرۃ ففی قوله قالوا اشارۃ الی عدم استعسانہ لہ والی انه غیر مروی عن
 الائمة کما قلنا فان ذالك من المتعارف فی عبادتہم لمن استقر ہا و اللہ تعالیٰ اعلم
 اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خاں کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر
 مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع
 اور جہل ہے۔ درمختار میں ہے ان الحكم والفتیاء بالقول المرجوح جہل و خرقا لاجماع
 درالمختار میں بھی لفظ قیل ضعیف کی دلیل موجود ہے۔ درالمختار کتاب النکاح میں
 ہے تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتار
 خانیۃ و فی الحجۃ ذکر فی الملتقط انه لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی ریح النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسول یعرف بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا

یتھر علیٰ غیبہ احدا الا من اراد من رسول خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے
 اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے۔ تاہم غانیہ اور حجۃ میں مطلقاً سے
 نقل کیا ہے کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ روح پاک نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل
 شانہ نے عالم الغیب فلا یظہر الا ما یشاء من الخلق، اور خزائن الروایات
 میں ہے وفي المصنفات والصحيح انه لا یكفر لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام
 یعلمون الغیب ویرضون علیہم الاشياء فلا یكون کفرا۔ یعنی مصنفات میں ہے کہ صحیح
 یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں
 اور ان پر اشیاء پیش کی جاتی ہیں پس کفر نہ ہو گا۔ شامی باب المرتد میں ہے سند
 بزاز یہ ذکر کرتے ہیں حاصلہ ان دعوی الغیب معارضۃ لنص القرآن یکفر
 بها الا اذا اسند ذلك صریحاً او دلالة الى سبب من الله کوحی والہام۔ یعنی غیب
 کا دعویٰ نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے
 صریحاً دلالت کسی سبب کی طرف نسبت کر لی ہے جو اللہ کی جانب سے ہو مثل وحی و
 الہام وغیرہ کے تو کافر نہیں۔ درالمنار میں ہے وفيها کل انسان غیر الانبياء لا یعلم
 ما اراد الله تعالى له وبه لان ارادته تعالى غیبیة لا الفقہاء فانهم علموا ارادته تعالى
 بہر حدیث الصادق المصدوق من یرح الله بہ خیرا یفقهہ فی الدین۔ غایۃ الاوطار
 میں اس عبارت کے تحت مفسر ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء
 علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں۔

اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقہ اس کو جانتے ہیں اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو ان کے ساتھ ہے، رسول صادق و مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہ کرتا ہے یعنی نامردین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب ظاہر ہو گیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الہی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بحوالہ المستنیر

سید محمد نعیم الدین عفا اللعین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسمی بہ نام تاریخی

ایسوار طبعنا

کلا

قوام مع القرب

مصنفنا

امام المفترین سلطان الناظرین صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت حافظ الحکیم

سید محمد نعیم مل الدین قدس سرہ

محقق و مفتر مراد آبادی بانی جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔ یوپی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقابر و مقامات مساجد کا

ڈھادینا و ہائیند کے نزدیک قابل الزام نہیں

ابن سعود نے سرزمین حرم پر جو مظالم کئے ہیں انہوں نے مسلمانان عالم کو تڑپا دیا ہے لیکن تعجب ہے کہ اس کے حامی باوصف دعویٰ علم و فضل اس کی ذیل ترین حرکات پر پروردگار نے جگہ اس کے خبیث افعال کو جائز ٹھہرانے کے لئے ہر قسم کی طاقیت صرف کر رہے ہیں اخباروں میں مستوروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ مولوی محمد رفیع مولوی کفایت اللہ مولوی عبدالحکیم مولوی ولایت احمد مولوی عبدالحی کے فتوے چھاپے گئے ہیں ان میں یہ زور دیا گیا ہے کہ مزارات پر قبے بنانا شرعاً ناجائز اور قابل انہدام ہے بلکہ بعض نے ان کا ڈھادینا واجب کہا ہے اس سے مدعا یہ ہے کہ ابن سعود نے جو اکابر صحابہ کے مزارات کے ساتھ گستاخیاں کی ہیں ان سب کو جائز قرار دیا ہے لیکن ان کی اس جانکاہی سے بھی مدعا محال نہیں ہوتا کیونکہ ابن سعود نے قبروں اور مزاروں کے تہتے ہی ڈھانے پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مسجیدیں بھی شہید کی ہیں بے گناہوں کو قتل بھی

کیا ہے مسجدوں اور مزاروں کے مقام پر بنجاستیں بھی ڈالی ہیں اسکا منبر کو گدھوں کی لیدوں سے بھر دیا ہے۔ قبروں پر پٹرول ڈال کر آگ بھی لگائی ہے۔ مسجدوں کی کڑیاں، بازاروں میں بکوائی ہیں۔ اگر ابن سعود کو بڑی کرنا منظور ہے تو ان تمام افعال کو بھی جائز کیجئے اتنے فتوے ترتیب دیئے جاتے ہیں اور اخباروں کے صفحات کے صفحات ان سے لبریز ہوتے ہیں لیکن کہیں پینستوی نہیں لکھا جاتا کہ مسجد ڈھانے والے کا کیا حکم ہے۔ اس کو سلطان غازی کہنا اس کی شیعہ نصرت کے لئے دعا کرنا کیسا ہے باوجود نجدی کے ان افعال کے اور باوجود اس کے کہ مسلمان اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے طاقت و کم مکر میں لوگوں نے بے روک ٹوک اس کو داخل ہونے دیا اس پر لوٹ مار قتل و غارت خوریزی بے حرمی کے جو واقعات اس سے ظہور میں آئے یہ دہائی ملّا اس سے چٹم پوشی کر لیتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ وہ اس کے تمام افعال کے حامی ہیں حتیٰ کہ اس کے لشکر کی نصرت کی دعائیں کی جاتی ہیں بظاہر ہے کہ یہ لشکر کفار کے مقابلے میں کبھی نہیں آئے اس کے ظلم کی تلوار مسلمان علماء، سادات، باشندگان بیت الاحرام کی گردنوں پر چلتی رہی ہے اور اس کے لشکر کا نہیں پر ظلم و ستم توڑ رہے ہیں پھر اس کی نصرت و تائید کی دعا پتہ دیتی ہے کہ یہ قتل و غارت مفتی صاحبان دہلیہ کے نزدیک عین اسلام کے مطابق ہوا۔ اور ہندوستان کے دہلی مفتی نجدی کی طرح تمام مسلمانان عالم کو کافر و مشرک واجب القتل سباع الدم جانتے ہیں حتیٰ کہ اس دعائیں کلمات بھی ہیں۔ و امحق بسيفه رقاب الطائفة الباغية الكفرة الظلمة۔

یعنی یا رب باغی کافر ظالم گروہ کی گردنیں اس کی تلوار سے مل گئے، تو اب جو کم مکر

اور طایف میں بے گناہ مارے گئے یا مارے جا رہے ہیں یا مدینہ طیبہ کے محلے میں مارے جائیں یا تمام دیندار مسٹر محمد علی صاحب کے جامعہ طیبہ کے مفتی صاحب کے نزدیک کافر و فاجر ظالم ہیں یہ عجیب ظلم ہے کہ کسی پر چڑھ کر نہیں گئے! اپنی جانوں کی حفاظت تک نہ کر سکے مگر پھر بھی کافر فاجر باغی ظالم ہوئے۔

عجیب واقعہ بہت غریبانہ اہیت لہذا صطرت قیتلا وقتلے شاکی
جمیۃ العلماء کے مفتی مولوی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

” اوپنی اوپنی قبریں بنانا، قبریں بچہ بنانا، قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا غلاف ڈالنا، چادریں چڑھانا، نذریں ماننا، طواف کرنا سجدہ کرنا، یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحتہ منع فرمایا ہے احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے جو شرک مفضی الی الشک ہے۔“

وہ حامیان ابن سعود مردود کا کید ہے کہ اس کے اور انجیٹ افعال سے چشم پوشی کرتے ہیں اور قبول کی بحث نہ دھڑکتے ہیں۔ وہ ہندوستانی تو دہلی نجدی ندوی بھی تمام مسلمانان عالم کو کافر مشرک جانتے ہیں وہ علماء مشائخ و سادات اور عام اہل اسلام کا قتل و سعودی خائن ان معنیان و بلیہ بلکہ ان دونوں کے نزدیک عین اسلام۔

وہ جمیۃ العلماء کے مفتی کفایت اللہ نے تمام امت اسلامیہ صحابہ کرام سے اب تک کے سارے اہل اسلام کو مشرک و کفر کا نشانہ بنایا ہے۔

ان مفتی صاحب نے مذکورہ بالا تمام امور کو شرک یا معضی الی الشک بتا کر تمام امت اسلامیہ کو جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی ہیں شرک کا نشانہ بنا دیا ہے اور اس شرک کے اعطاء سے کسی قرن کے مسلمان باہر نہیں جاسکتے۔ ان مفتی صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی کہ ابن سود کے عقائد و اعمال میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو ان کو قابل الزام قرار دے اس سے ظاہر ہے کہ جمعیت العلماء کے یہ مفتی صاحب نجدی عقائد جو سنہ کے ساتھ ساتھ اس کے کسی فعل کو قابل الزام بھی نہیں جانتے اب جس قدر بھی مظالم اور مساجد و مقابر کی توہین اور عورتوں کی بے حرمتی اور بڑھوں اور بچوں کا قتل وغیرہ جتنے افعال شنیعہ نجدی نے کئے ہیں ان میں سے کوئی ان مفتی صاحب کے نزدیک قابل الزام نہیں پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ابن سود اور اس کے ہواہ خواہ یہ وعدہ کس طرح کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں کوئی خلافت شرع امر آزار دینے والا کام نہ کیا جائے گا۔ اور ہندوستان کے واپائی اور نجدی کے ہندی قافلہ سالار سیڈھان ان مسلمانوں کو کس طرح بتاتے ہیں کہ اب وہ آئندہ کسی مزار کی توہین نہ کرے گا اور اس سے کوئی ظلم و توغ میں نہ لے گا جب اس کا ظلم اور توہین قابل الزام بھی نہ ہو۔ تو اس کا یہ وعدہ کہ وہ کوئی کام خلافت شرع نہ کرے گا اور مدینہ طیبہ کا احترام رکھے گا یہ مزارات متبرکہ اور مشاہد مقدسہ اور مساجد کے حفظ احترام کے معنی میں کس طرح آسکتا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس کی طرف سے مطمئن کرنا یہی معنی رکھتا ہے کہ کج انہیں مغالطہ میں ڈالا جاتا ہے اور کل اس نے شدید توہین آمیز مظالم پر وہ اعتراض کریں تو انہیں بے وقوف بنایا جائے کہ یہ تو ہم پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ اس کا کوئی فعل قابل الزام نہیں ہے۔ جو کچھ وہ کر چکا ہے اس کے ماسوا کوئی اور کام اس

نے کیا ہو تو اعتراض کرو ان میں تو کوئی بات قابل گرفت نہیں ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے ان فتوؤں کے جواب کی طرف التفات کرنا میں کچھ ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ جو لوگ تمام عالم کے مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں اور جن کے مذہب میں مسجدیں ڈھانجاؤں اور ناقابل لازم ہے اس گروہ کا فتویٰ مسلمانوں کی نظر میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں وہ تعصب کے رنگ میں اس قدر ڈوب کر لگا گیا ہے کہ فاضل مہتمم اسی تقریر پر نظر ڈال کر اس سے متغیر ہو سکتا ہے یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ نجدی کے افعال کے بعض نجدی کے کمزور حامی یہ قابل مضحکہ توجیہ کر دیا کرتے ہیں کہ یہ مظالم اس کے لشکر نے کئے ہیں ان سادہ لوحوں کے خیال میں کسی بادشاہ کی طرف وہی فعل منسوب ہو سکتے ہیں جو وہ اپنے ہاتھ سے کرے یہ سب کام اس کے خدام لشکری ہی انجام دیتے ہیں مگر یہ عجیب قسم کی محبت ہے کہ ابن سعود کے برے افعال خادموں کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں گو اس کے زبردست حامی جیسے علاء و بابیہ ہیں وہ اس توجیہ کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ جرات کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس کے افعال قابل الزام نہیں ان بزرگوں سے میری یہ استدعا ہے کہ جہاں انہوں نے قبوں کی حرمت اور ان کے قابل انہام ہونے پر فتویٰ دے کر ان الزاموں سے نجدی کو بری کرنا چاہا ہے وہاں وہ خویشی اور ہدم مساجد کی اباحت بلکہ دیوب پر اپنا زور قلم صرف کر کے نجدی کی پوری افات کر دیں۔ چوں کہ میرے محترم کرم فرمانے ان فتوؤں کے جواب لکھنے کے لئے مجھے ایما فرمایا ہے اس لئے میں ان تمام فتوؤں کو زیر نظر رکھ کر مسئلہ کی اصلی صورت پیش کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حق بولنے اور حق لکھنے کی توفیق دے۔

اور تعصب اور طرنداری اور سخن پروری کی آفات سے بچائے آمین۔ عین اللہ و عین
المولیٰ و نعم المیعین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على

سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله الطيبين واهل

الطاهرين۔ اما بعد: مذکورہ بالا اصحاب کے تمام فتوے میرے

زیر نظر ہیں۔ انہوں نے اپنے مدعا کی تائید میں جس قدر عبارات پیش کی ہیں ان سب
کا مدار چند احادیث پر ہے۔ میں پہلے انہیں ذکر کروں، اس کے بعد ان کے معانی سے
بحث کروں کہ بعون اللہ حق واضح ہو جائے۔ و

۱۔ حدیث: لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبورا انبياء

ہم مساجد۔ (بخاری و مسلم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی ہے
جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

۲۔ حدیث: عن ابن عباس لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)
ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد
بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔

و۔ ان تمام احادیث کا ذکر جن کو دہلی اپنی سند بناتے ہیں۔

۳ حدیث: عن ابی ہباج الاسدی قال قال لی علی لا بعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الاطمینة ولا قبرا السرفا الاسوتیہ۔ (مسلم شریف، ابویہاج اسدی سے روایت ہے کہ محمد سے علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے اس کام پر بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ تو کسی تصویر کو بے ٹاسٹے نہ چھوڑے۔ اور نہ کسی قبر بلند کو برابر کئے۔

۴. حدیث: عن جندب قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الاوان من کان قبلک کما نوا یتخذون قبور انبیاءہم وصالحیہم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجدا فی انہا لکرم عن ذلک۔ (مسلم شریف، ترجمہ جندب سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے خبردار جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء و صالحین کی قبروں کو مسجد بناتے تھے خبردار تم قبروں کو مسجد نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔

۵ حدیث: عن عائشة ان ام حبیبہ دام سلمۃ ذکرنا کنیۃ رؤسناہا بالحبشۃ فیہا تصاویر و ذکرنا ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اولئک اذا کان فیہم الرجل الصالح فمات بنوا علی قبرہ مسجد او صور وافیہ تلک الصور اولئک شہرا بالخلق عند اللہ یوم القیمۃ۔ ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک کنیۃ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں ہیں تو حضور سے یہ ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان لوگوں کی یہ حالت تھی

کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں تصویریں بناتے وہ اللہ کے نزدیک روز قیامت بہترین خلق ہیں۔ (فتح الباری ص ۱۱۲)

۶۔ حدیث: اللہم لا تجعل قبری وثناً یعبد اشتد غضب

اللہ علی قوم اتخذوا قبوراً نبیاً ثم مساجد۔ (رواہ مالک مسلاً مشکوٰۃ ص ۱۲)

ترجمہ: الہی میری قبر کو بت نہ بنا کر پوجی جائے۔ اللہ کا غضب اس قوم پر بہت سخت ہے جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔

۷۔ حدیث: من ہول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجمع

القبرین وان یکتب علیہا وان توطأ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۲۱) ترجمہ: حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے مسخ فرمایا کہ قبروں پر گھج کیا جائے انہیں رونداجائے۔

مسلوۃ بالا احادیث اور ان کے ہم معنی خواہ وہ کتنی ہی ہوں بس یہی سزا ہے

ہے جس پر مفتیان جمیعہ العلماء جامعہ ملیہ وغیرہ کو اعتماد ہے اور جس کے بھروسہ پر وہ اکابر اسلام

کے مزارات منہدم کرنے کا فتویٰ دے رہے ہیں باقی تمام عبارات جو انہوں نے نقل

کی ہیں ان میں بھی انہیں حدیثوں سے تمسک کیا گیا ہے۔ لہذا اب ہمیں یہ تحقیق کرنا

ہے کہ آیا احادیث مذکورہ بالا سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

حدیث نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵ اور ۶ میں یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں

کو مسجد بنانے کی وجہ سے لعنت فرمائی گئی ہے۔ حدیث نمبر ۲ میں بلند قبر کو برابر کرنے

کا ذکر ہے۔ حدیث نمبر ۱ میں قبروں کو بچتہ کرنے سے نہیں ہے۔

ان احادیث کو بزرگان دین اور صلحاء و انبیاء کے قبائے مزار سے

کیا تعلق ہے۔ اتنا تو ہر اردو جاننے والا محض ترجمہ سے سمجھ سکتا ہے یہود و نصاریٰ پر انبیاء و صلحاء کی قبروں کو مسجد بنالینے پر جو لعنت فرمائی گئی ہے اس کا سبب کیا ہے احادیث کے شروع کی طرف اندر بڑھانے سے قبل پانچویں اور چھٹی حدیث پر نظر کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔ پانچویں حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا دستور تھا کہ جب ان میں کوئی مرد صالح انتقال فرماتا، تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے اور اس میں ان کی تصویر بناتے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بروز قیامت بدترین خلق ہیں۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا تصور انبیاء پر مسجد بنانا ان قبور یا تصویر کی عبادت کے لئے تھا اور یہ بیشک مستحق لعنت ہے۔

چھٹی حدیث میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہے کہ ارشاد فرمایا "یا رب میری قبر کو بت نہ بنا کہ پوجی جائے اللہ کا سخت غضب ہے اس قوم پر جس نے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا" اس حدیث نے بتا دیا کہ تہذیبوں کو مسجد بنانے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے، ایکم ازکم انہیں قبلہ بنا کر ان کی طرف نماز پڑھی جائے جیسا کہ ابو مرثد غنوی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیہا، یعنی قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔ اس سے خاص قبر کے اوپر نماز بھی ممنوع ہوئی کہ اس میں جلوس علی القبر ہوگا اور قبر حق مقبور ہے والقبور حق للمقبورین، اور اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی اور اس سے اپنی امت کو متنبہ فرمایا۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے اور ہر مومن قبر کی عبادت

کو شرک بانتا ہے۔ معاذ اللہ کون مومن ہو گا جو قبر کو معبود بتائے۔ مسلمانوں پر یہ افتراء
ملک گیری کے لئے انہیں مشرک ٹھہرا کر ان پر جہاد کرنے اور ان کے ملک و مال کو
لوٹنے کا ذریعہ ہے اور بس۔ جن احادیث میں بنار کی ممانعت ہے ان سے بھی یہی بنار
مراد ہے۔ یہ حدیث ان کی بہترین شریعت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث مذکورہ بالا سے قبہ کی حرمت تو کیا ثابت ہوتی
جس کا ذکر تک ان میں نہیں ہے اور مسجد کی حرمت بھی ثابت نہیں ہوتی جو قبر کے
نزدیک عبادت الہی کے لئے بنائی گئی ہو ائمہ محدثین نے بھی ان احادیث کا یہی
مطلب سمجھا ہے۔

شیخ العصر اومد الحفاظ قاضی القضاة ملازمہ ابو الفضل شہاب الدین ابن
حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نسخ الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

قال بیضاوی لما كانت اليهود والنصارى يسجدون لقبور
الانبياء تعظيماً لشانهم ويجعلونها قبلة يتوجهون في الصلاة
نحوها واتخذوها اوثاناً لعنهم ومنع المسلمين عن مثل
ذلك قال من اتخذ مسجداً في جوار صالح وقصد التبرك
بالقرب منه لا التعظيم له والتوجه نحوه فلا يدخل في
ذلك الوعيد۔ (فتح الباری ج ۲) بیضاوی نے کہا جب کہ
یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو بہ نیت تعظیم سجدتے
تھے۔ اور ان قبور کو قبلہ بنا کر نماز میں ان کی طرف منہ کرتے تھے۔

اور انہیں بت بنا کر پوجتے تھے تو اللہ و رسول نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا لیکن جس شخص نے کسی صانع کے مزار کے قریب بقصد تبرک مسجد بنائی اور نسبت عظیم نماز اس کی طرف پڑھی وہ اس وعید میں داخل نہیں۔

وجہ التعلیل ان الوعید علی ذلک یتناول من اتخذ قبراہم مساجد تعظیما ومغالات کما صنع اہل الجاہلیۃ ثم جرہم ذلک الی عبادتہم ویتناول من اتخذ امکنۃ قبراہم مساجد بان تتناہش تروی عظامہم فہذا یمختص بالانبیاء ویلحق بہم انباہم واما الکفرۃ فانہ لاحرج فی نبش قبورہم اذا لا حرج فی اہانتہم (فتح الباری ج ۲) ترجمہ وجہ تعلیل یہ ہے کہ یہ وعید ان لوگوں کو شامل ہے جنہوں نے انبیاء و صالحین کی قبروں کو تعظیما مسجد بنایا جیسا کہ اہل طہات کا عمل تھا جس میں بڑھتے بڑھتے وہ ان کی عبادت ہی کرنے لگے اور یہ وعید ان کو بھی شامل ہے جو صالحین کی قبریں اکھاڑ کر ان کی جگہ مسجدیں بنائیں یہ ممانعت انبیاء اور ان کے متبعین کے ساتھ خاص ہے کفار کی قبریں کھودنے میں حرج نہیں کیونکہ ان کی امانت میں حرج نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب تبرک کی نیت سے مسجد بنانا جائز ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت نہیں اس سے قبوں کا جواز مستفاد ہوتا ہے کیونکہ مخالفین کے نزدیک مسجد وقبۃ کا ایک حکم ہے چنانچہ انہوں نے مسجد کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے تو ضرور مسجد کا جواز قبوں کے جواز کی دلیل ہوا۔

نیز اسی فتح الباری میں ہے وما یکرہ من الصلوۃ فی القبور

یتناول ما اذا وقعت الصلوۃ علی القبرا والی القبرا و بین

القبرین و فی ذلک حدیث رواہ مسلم من طریق ابی مرثد

الغنوی مرفوعاً لا تجلسوا علی القبور ولا تقبلوا الیہا او علیہا

قلت و لیس ہو علی شرط البخاری فاشترک الیہ فی الترحمۃ

وارد معہ اثر عمر الدال علی ان النہی عن ذلک لا یقتضی

فساد الصلوۃ۔ ترجمہ۔ قبروں میں نماز کی کراہت جب ہے

کہ نماز قبر کے اوپر یا قبر کی طرف یا قبروں کے درمیان واقع ہو۔ اور

اس مسئلہ میں ابو مرثد غنوی کی حدیث امام مسلم نے روایت کی

ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا قبروں پر نہ بیٹھو ان کی

طرف یا ان کے اوپر نماز نہ پڑھو۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ

حدیث بخاری کی شرط پر نہیں۔ اس سے ترجمہ میں اس کی طرف

اشارہ کیا اور اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر

وارد کیا جو دلالت کرتا ہے کہ یہ نہی نماز کے فساد کی مقتضی نہیں

ایسا ہی امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح
بخاری میں فرمایا۔ اور ایسا ہی حضرت علامہ قاری نے مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ الصالحین
میں تحریر فرمایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں
فرماتے ہیں ۷

والمتخذین علیہا المساجد والسجۃ لعنت کردہ است
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسانے را کہ مسجد گزیر قبور مسجد یعنی
مسجد برندگان بجانب قبر بقصد تعظیم۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۶۹)
یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے
جو قبروں کے اوپر مسجد بناتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو
قبر کی طرف بقصد تعظیم مسجد کریں۔

مدارج النبوة کی عبارت:

”مراد اذ اتخاذاً قبوراً مسجد سجده کردن بجانب قبور است و این
ہر دو تقدیر متصور است یکے آں کہ مسجد بقبور اند و مقصود عبارت
آں دارند چنانچہ بت پرستان بمعنی پرستند و آں کہ مقصود منظور
عبادت مولیٰ تعالیٰ دارند لیکن اعتقاد کنند کہ توجہ مقبرہ ایشان
در نماز و عبادت موجب قرب در ضائے مولیٰ تعالیٰ است
و موقع عظیم است نزد حق تعالیٰ از حیث اشتغال دے

عبادت و مبالغہ در تعظیم انبیائے ویں ایں ہر دو طریق نامرضی و نامشرع
 است۔ اول خود شرک جلی و کفر مرتکب ست و ثانی نیز حرام و ممنوع از
 اشتغال بر شرک خفی بر تقدیر لعن متوجہ است و نماز کردن بجانب
 قبر نبی یا مرد صالح بقصد تبرک و تعظیم حرام ست و بیچ کس را از علماء و
 آل خلافت نیست اما اگر قریب قبر ایشان مسجدے بنا کنند تا نماز گزار
 توجہ بجانب آن تا سیرکت مجاورت بآن موضع کہ مدفن جسد مطہر ایشان
 ست و نوریت بامداد نورانیت و عانیت ایشان عبادت
 کمال و مستبول یا بد منظور سے دریں مجال لازم نمی آید و باکے ندارد۔
 ترجمہ: قبروں کو مسجد بنانے سے قبروں کی طرف سجدہ کرنا مراد
 ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خاص قبروں کو مسجد بن
 جائے اور ان کی عبادت کی جائے جیسا بت پرست کرتے ہیں
 دوسرے یہ کہ مقصود تو عبادت الہی ہو لیکن اعتقاد یہ ہو کہ نماز
 و عبادت میں ان مشہور کی طرف منہ کرنا قرب و رضائے الہی
 کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے۔
 کیونکہ یہ اللہ کی عبادت اور انبیاء کی غایت تعظیم پر مشتمل ہے یہ
 دونوں طریقے ناپسندیدہ اور ناجائز ہیں۔ پہلا شرک جلی اور کفر خاص
 ہے اور دوسرا شرک خفی پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر تقدیر پر لعن
 متوجہ ہے۔ اور انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف تعظیم و تبرک

کے ارادہ سے نماز پڑھنا حرام ہے اور علماء میں سے اس میں کسی کو خلاف نہیں لیکن اگر ان کی قبر کے نزدیک نماز کئے کوئی مسجد بنائیں بغیر اس کے کہ نماز میں ان قبروں کی طرف منہ کریں اس لئے کہ وہ جگہ جو ان کے جسد مطہر کا مدفن ہے اس کی برکت سے اور ان کی روحانیت و نورانیت کے امداد سے ہماری عبادت کامل و مقبول ہو۔ اس میں کوئی حرج اور کچھ مضائقہ نہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیان بدت طراز نے جو مطلب احادیث سے نکالنا چاہا۔ وہ صحیح نہیں اور انہیں ان احادیث سے استدلال نہیں پہنچتا اور مختار میں ہے ولا یجصص للنہی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ بناؤ قیل لا باس بہ وهو المختار کما فی کلاہۃ السراجیدہ۔ اور گنج زکریا کہ منہ ہے چونہ نہ کریں بلند عمارت نہ بنائیں بعض نے فرمایا حرج نہیں اور یہی مختار ہے اس طرح سراجیہ میں ہے۔

حدیث نمبر ۳۔ جس میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اس روایت کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے مامور فرمایا کہ میں جو تصویر پاؤں محو کردوں اور جو قبر بلند پاؤں اس کو برابر کردوں۔ اس حدیث سے استدلال کرنے سے قبل مفتی صاحبان پر لازم تھا کہ وہ یہ ثابت کرتے کہ وہ مستبر مسلمانوں کی تھیں۔

دوم یہ کہ برابر کرنے سے کیا مراد ہے آیا بالکل زمین سے ہموار کر دینا کہ نشان

بھی باقی نہ رہے تو یہ سنت متواترہ سے معارض ہے۔

تیسرے یہ کہ تصاویر کا ذکر قبروں کے ساتھ کیا مناسب رکھتا ہے۔
جب ان امور کو صاف کر لیتے تب انہیں استدلال کی گنجائش تھی اب میں بالاختصار
عرض کروں یہ بات تو ہر مومن کے لئے یقینی ہے کہ زمانہ اقدس میں مسلمانوں کی
جو تسبیور بنیں وہ حضور کے علم و اجازت سے کہ عادت شریف دفن میں شرکت
کی تھی اور اپنے نیاز مندوں کو اپنی شرکت سے محروم نہیں فرماتے تھے تو
جس قدر تسبیور زمانہ اقدس میں نہیں صحابہ نے بنائیں حضور کی موجودگی میں بنائیں اور
موجودگی نہ بھی ہوتی تو صحابہ کوئی کام بے دریافت کئے کب کئے تھے وہ کون سے
مسلمانوں کی قبریں تھیں جو ناجائز طور پر اونچی بن گئی تھیں اور ان کے شانے کا حکم دیا۔
یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے البتہ کفار کی قبریں بہت بہت اونچی بنائی
جاتی تھیں جیسا کہ اب بھی نصاریٰ کی قبریں دیکھی جاتی ہیں حضور نے ان کے ڈھانے
کا حکم دیا کافی الصلاح اور کفار کی قبریں ڈھانا جائز بھی ہے مسلمانوں کی قبریں ڈھانا
تو ہین ہے۔

و سب کا ثبوت ذمہ مخالف ہے کہ جن قبور کے برابر کرنے کا حکم فرمایا وہ مسلمانوں کی تھیں
و مسلمان کی قبر بالکل زمین کے برابر ہونا سنت متواترہ کے معارض ہے۔
و مخالف کو اس سے استدلال کی گنجائش نہ تھی مسلمانوں کی قبریں صحابہ نے حضور کے
سانے بنائیں تو ناجائز طور پر کس طرح بن سکتی تھیں۔
و حضور نے کفار کی تسبیور کو ڈھانے کا حکم فرمایا۔

بخاری شریعت میں ہے امرالنبي صلى الله عليه وسلم
بقتور المشركين قتيبت۔ یعنی حضور انور صلى الله عليه وسلم
نے مشرکین کی قبروں کے لئے حکم فرمایا وہ اکھاڑ دی گئیں۔ و
(فتح الباری جلد ثانی ۲۶۱)

یہ کہاں سے کہا جاتا ہے کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مسلمانوں کی قبروں کے
لئے حکم دیا گیا تھا یا مشرکین کا حکم مسلمانوں پر چسپاں کیا جاتا ہے علامہ ابن حجر کی رحمة اللہ
علیہ فتح الباری جلد ۱ میں فرماتے ہیں یہ

هل تتبش قبور مشركي الجاهلية ای دون غيرها
من قبور الانبياء واتباعهم لما في ذلك من الالهانة لهم
بخلاف المشركين فانهم لاهمة لهم۔ ترجمہ
کیا مشرکین جاہلیت کی قبور اکھاڑ دی جائیں یہ ہاڑ ہے عنوان
باب یہ تھا علامہ فرماتے ہیں یعنی ماسوا انبیاء اور ان کے متبعین
کے کیونکہ ان کی قبریں ڈھانے میں ان کی امانت ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وفي الحديث جواز تصرف في المقبرة مملوكة بالهيئة
والبيع وجواز نبش قبور الدارسة اذا لم يكن محرمة

و بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ مشرکوں کی قبریں ڈھانے کا حکم فرمایا تھا و ابی نعیر بن جندی کا
مصریح غلط کہ مشرکوں کے لئے جو حکم تھا وہ مسلمانوں پر ڈالا۔ و مسلمانوں کے مقابر محترم ہیں انہیں
ڈھانا یا لکھنا کرنا حرام ہے۔

یعنی حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ جو مقبرہ ہبہ و بیع سے ملک
میں آگیا ہو۔ اس میں تصرف کیا جائے اور پرانی ہوسیدہ قبریں
اکھاڑ دی جائیں۔ بشرطیکہ محترم نہ ہوں۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی قبریں محترم ہیں۔ ان کو ڈھانا ان
میں تصرف کرنا ناجائز اور ان کی امانت ہے۔ قبریں اکھاڑنے کا حکم مشرکین کی قبروں کے
لئے ہے یہ بالاجمال و بالاقتصار ان تمام سنتوں کی حقیقت ہے جو اخبار "الجمعیۃ" اور
"ہمدرد" میں چھپے ہیں۔ ایک تحریر مولوی سلیمان صاحب ندوی کی اخبار "زمیندار" میں
چھپی ہے انہوں نے قبول کے جواز و عدم جواز سے تو بحث نہیں کی مگر وہ اس کے
درپے ہیں کہ قبے اکثر مغروض ہیں لیکن ان کی یہ تخریر نجدی کہ جو ہم سے بری نہیں کرتی
کیونکہ نجدیوں نے مساجد بھی شہید کی ہیں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی بحث فرمائی
ہے کہ مسجد جن میں سورۃ جن نازل نہیں ہوئی تھی اور مسجد انا اعطینا میں سورۃ انا اعطینا
نازل نہیں ہوئی تھی میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ بحث چہ معنی دارد اگر یہی فرض کر لیا جائے
تو کیا ان مساجد کا ڈھانا جائز ہو گیا۔ ہندوستان کی کسی مسجد میں کوئی سورۃ نہیں نازل
ہوئی تو کیا یہاں کی تمام مساجد شہید کر دی جائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی قبر
کا کسی زمانہ میں واقع ہونا آیا یہ مسائل دنیائے دہرا احکام شرعیہ میں سے کوئی ایسا مسئلہ
ہے جس کے لئے حدیث صحیح الاسناد ضروری ہو اور ایسی حدیث نملے تو
وہ قبر بھی ثابت نہ ہو۔ ہندوستان میں لاکھوں اولیاء کے مزار ہیں حدیث
کے قاعدہ سے کسی کی اسناد محفوظ و مکتوب نہیں تو کیا یہ ان بزرگوں کی قبریں نہیں

ہیں اس سے ان کا ڈھانا جائز ہو جائے گا مسلمانوں کا نسل ابعد نسل ایک چیز کی نسبت
 خبر دینا کیا مسلمان کے وثوق و اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب الیسا
 فرمائیں تو صد ہا مثالیں ایسی پیش کی جائیں گی جہاں مولوی صاحب محض نقل و مخالف وجود
 ہواں غور کی حاجت ہوتی ہے اس میں بھی جب تک قبر ہونے کا بطلان یقینی نہ
 ہو جائے۔ اس کو ڈھانے کا جواز ادا ہے جس کی کوئی سند مولوی صاحب کے
 پاس نہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر مقام ابوا میں بنائی گئی۔ یہ مسلم لیکن اس
 حقیقت پر تو نظر رہے جو طبرانی اور ابن شاہین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
 روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل بالجعلول ککشیاً حزیناً و فی
 روایۃ و هو بآک حنین فاقام بہ ما شاء اللہ ثم رجع مسروداً قال یحییٰ
 عائشۃ رضی اللہ عنہا سالت ربی فکھیا لی امی فامنت بی ثم ردھا یعنی
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جعول میں ایک اونچی جگہ ٹھہرے اور اس وقت حضور علیہ
 س نے اور گریہ کرتے تھے وہاں کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر سرور واپس تشریف
 لائے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خطاب فرمایا کہ میں نے اپنے
 پروردگار سے درخواست کی اس نے میرے لئے والدہ کو زندہ فرمایا پھر وہ مجھ
 پر ایمان لائیں پھر انہیں واپس کر دیا۔ جعول مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے جس کو جنت
 المعلیٰ کہتے ہیں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کی قبر مکہ مکرمہ میں ہے اس میں علماء نے اس طرح تطبیق دی ہے وقیل جمعا
 بین الروایتین انھا دفنت اولاً بالاباء ثم نبشت و نقلت الی مکة

ود فنت بالجعول۔ کہ پہلے ابوار میں دفن کی گئیں پھر وہاں سے نقل کر کے مکہ کی طرف جعول میں دفن کی گئیں۔ آثارِ محمدیہ دسیرۃ نبویہ للعلامہ سید احمد زینی دہلوان کی رحمتہ اللہ علیہ حرمین طیبین کی طرف اسوات کو نقل کرنا وہاں کے برکات حاصل کرنا سلف میں بہت ہوا ہے اب اس قبر کا انکار اور اس پر مضحکہ اپنا ہی مضحکہ ہے۔ مکان میلاد کی نسبت مولوی صاحب بہت زیادہ تہذیب کے خلاف دل آزار الفاظ استعمال کئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا تذکرہ ان نقلوں میں کیا ہے کہ یہ مقام ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شکمِ مادر سے گر کر اس سطحِ خاک کو مشرف فرمایا تھا، (نقل کفر کفر نباشد) اگر نے کا قلعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا ایمان دار سے کس طرح متصور ہو کیا جرات ہے کہ یہ کلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال کیا گیا یہ ایمان ہو تو آثارِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹانا کچھ تعجب نہیں۔ مولد البنی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بزرگانِ اسلام اور علماء دین کی زیارت گاہ ہے اور وہ اس سے تبرک حاصل کرتے رہے ہیں مولوی صاحب کا نسخہ ان کی تکذیب کے لئے نص نہیں ہو سکتا وہ کہتے ہیں کہ سہر کی کتابوں میں تذکرہ نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ سیر کی کتابوں کا مطالعہ کریں ان میں خوب تذکرہ ہے نہ ملے تو مجھ سے دریافت کریں میں حوالہ بتاؤں گا۔ افسوس تعصب میں یہ حال ہے کہ ایسے زبردست واقعات کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے ابنِ سود کی تائید میں بہت زور کی جو بات کہی وہ ہے کہ ان کو یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ کر ابنِ سود کے بدوافسوں کا نہیں بلکہ پیکرِ اسلام مجددِ سنت حضرت عمر فاروق کا ہاتھ پکڑیں جنہوں نے شجرہ

رضوان جس کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت نے حدیبیہ میں بیعت رضوان لی تھی کلہاڑی چلائی اور اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔

بات آدمی کو تحقیق سے کہنا چاہیے اور کسی معاملہ میں جتنے پہلو ہوں ان سب کو ظاہر کرنا چاہیے یہ نہیں کہ اپنے مطلب کے لئے واقعہ کی شکل مسخ کر دی جائے حدیث شریف میں ہے عن سعید بن المسیب عن ابیہ قال لقد رأيت الشجرة ثمراتيتها بعد عام فلما عرفها وردى عن عمر بن الخطاب المقام بعد ان ذهبت الشجرة فقال ان كانت فاجعل بعضهم يقول ههنا وبعضهم ويقول ههنا فلما كثر اختلافهم قال سيروا ذهبت الشجرة. یعنی سعید ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شجرہ رضوان کو دیکھا تھا پھر میں ایک سال بعد آیا اس کو نہ پہچانا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس جگہ پر گزرے بعد اس کے کہ وہ شجرہ جاتا رہا تھا تو فرمایا کہاں تھا بعض کہنے لگے کہ یہاں اور بعض کہنے لگے کہ یہاں جب انہیں زیادہ اختلاف ہوا فرمایا چلو درخت جاتا رہا اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جس فرمانا مولوی صاحب سوچیں کیا بتاتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقانی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں بلغ عمر بن الخطاب رضي الله عنه في زمان خلافته ان ناسا يصلون عندها فتوعدهم وامر بها فقطعت خوف ظهور البدعة، انتهى، وردى الامام النسفي في التيسير انها عميت عليهم من قابل فلم يدروا اين ذهبت فعيل الفقير يمكن التوفيق بين الروايتين بانهم لما عميت عليهم ذهبا يصلون

تحت الشجرة على ظن انها هي شجرة البيعة فامر عمر رضي الله عنه بقطعها
وفي كشف النور لابن النابلسي اما قول بعض المغرورين باننا نخاف على
العوام اذا اعتقدوا اولياء وعظموا فبيرة والتمسوا البركة والمعونة منه
ان يدركهم اعتقاد ان الاولياء تؤثر في الوجود مع الله يكفرون ويشركون
بالله تعالى فتنهاهم عن ذلك ونهدم قبور الاولياء ونزع البنايات الموضوعة
عليها ونزيل الستور عنها وتجعل اهانة الاولياء ظاهرا حتى تعلم العوام
الجاهلون ان هؤلاء الاولياء لو كانوا مؤثرين في الوجود مع الله تعالى
لدفعوا عن انفسهم هذا الاهانة التي تفعلها معهم فاعلم ان هذا
الضيع كفر اصلح ما خوذ من قول فرعون ذروني اقتل موسى وليدع
ربه اني اخاف ان يبدل دينكم وان يظهر في الارض الفساد وكيف
يجوز هذا الضيع من اجل الامر الموهوم وهو الضلال على العامة
يعني حضرت عمر رضي الله تعالى عنه كوايضا في زمانه خلافت في خبر پوچھی کہ لوگ شجرۃ الرضوان
کے پاس نماز پڑھتے ہیں آپ نے انہیں دھمکیا۔ اور آپ کے حکم سے وہ درخت
کاٹا گیا۔ بخوف ظہور بدعت امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر میں روایت کیا کہ اگلے سال
وہ درخت گم ہو گیا اور کسی نے نہ جانا کہ وہ کہاں گیا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ دونوں
روایتوں میں موافقت کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اصلی درخت ناپید ہو گیا تو
لوگ اس گمان سے اور درخت کے نیچے نماز پڑھنے لگے کہ وہ ہی درخت بیت
ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا یعنی

جس کو لوگوں نے غلط طور پر درخت بیعت گمان کیا تھا کہ اصل درخت کو (ابن نابیسی کی کشف النور کی ہے۔ بعض مغروروں کا یہ کہہ دینا کہ ہمیں خوف ہے کہ عام لوگ کسی ولی کے معتقد ہو جائے اور اس کی قبر کی تعظیم کریں اور اس سے برکت و مدد طلب کریں تو وہ اس اعتقاد میں گرفتار ہو جائیں گے کہ وہ اولیاء وجود میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مؤثر ہیں یعنی کسی چیز کے پیدا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہیں تو کافر و مشرک ہو جائیں گے ہم ان کو اس سے منع کرتے ہیں اور اولیاء کی قبریں ڈھلتے ہیں اور جو عمارتیں ان پر بنائی گئی ہیں ان کو دور کرتے ہیں اور چادریں ہٹاتے ہیں اور اولیاء کی ظاہری امانت کرتے ہیں تاکہ عام جاہل جان لیں کہ اگر یہ اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر وجود میں مؤثر ہوتے تو اپنی ذات سے اس امانت کو دور کر دیتے۔ جو ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ یہ فعل (یعنی اس مقصد سے قبریں ڈھانا اور ان کی امانت کرنا) کفر خالص ہے جو فرعون کے اس مقولہ سے ماخوذ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قدیم میں نقل فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکاریں میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیں یا زمین میں فساد ظاہر کریں۔ اور یہ فعل یعنی قبریں ڈھانا ایک امر موہوم یعنی عوام کی گمراہی کے خوف سے کیونکہ جائز ہو سکتا ہے۔ اب مولوی صاحب اس میں غور فرمایا تفسیر میں پورا مسئلہ بیان کر دیا گیا ہے جس کے وہ درپے ہیں اور مولوی صاحب کے قیاس فاسد کا پرورد آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ راہ راست دکھائے۔ آمین۔

کشف الجواب

عن مسائل ایصال الثواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝

میرے محبت مخلص جناب منشی شوکت علی خاں صاحب الماس رقم راپوری
سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ قیام دہلی میں مسائل ایصال ثواب کے متعلق عوام کا تازع دیکھ کر
ایک درد محسوس کیا اور چند سوال لکھ کر فقیر کے پاس بھیجے، ساتھ ہی یہ بھی درخواست کی کہ ان
مسائل کے متعلق قرآن و حدیث اور کتب دینیہ معتبرہ کے احکام تحریر کے جائیں اور جوابوں
میں اختصار کو بہت ملحوظ رکھا جائے۔ ان کی اس استدعا پر یہ جواب قلمبند کئے گئے جن کو
میں کشف العجاب عن مسائل ایصال الثواب کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔ ان جوابوں میں
محض اظہار حق اور احکام دین کا صاف بیان بقدر نظر رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے

حق میں تافع کرے اور انہیں مشہور حق کی توفیق دے اور وہ قرآن و حدیث کی روشنی سے
منقح ہوں اور باطل کی کجروی اور حق سے مدد اور مستکبرین کی معاندانہ باتوں اور ان کی
ذاتی رایوں سے محفوظ رہیں۔ علیہ توکلت والیہ انیب وھی حسبی نعم
الوکیل نعم المولیٰ ونعم الکفیل۔

المقسم بحبل المتین

العبد محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ كِي حُرْمَتِ قُرْآنِ كَرِيمٍ مِی چنڊ جگہ وار ہوئی

سوال: آج کل لوگ فاتحہ خیرات اور صدقہ کو یہ کہہ کر منہ کر دیتے ہیں کہ یہ مَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ میں داخل ہے اور قرآن شریف میں اس کو حرام کیا گیا ہے اس لئے مَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ لغیر اللہ کی تشریح کر دیجئے تاکہ یہ مسئلہ ابھی طرح صاف ہو جائے۔

الحمد لله

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

آیات

آیت ۱: اِنَّمَا حُرِّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنَازِيرِ وَمَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ ^{الْبَقِيَّةُ} (پ ۷ ع ۵)

آیت ۲: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنَازِيرِ وَمَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ (پ ۷ ع ۵) (لَا تُكَلِّمُوا)

آیت ۳: اَوْفَسَقَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ (پ ۷ ع ۵) (انعام)

آیت ۴: وَمَا أَهْلُ بَيْتِ اللَّهِ (پ ۷ ع ۵) (نمل)

ان آیات میں ما اهل به لغیر اللہ کو حرام فرمایا گیا۔ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں ما اهل به لغیر اللہ سے کیا مراد ہے۔ اس کے لئے ذیل کے حوالے ملاحظہ کیجئے۔

مفردات راغب اصفہانی صفحہ ۵۶۶ مطبع مینہ مصر:

قوله وما اهل به لغیر اللہ ای ما ذکر علیہ غیر اسم اللہ وهو ما کان یذبح لاجل الاصنام۔ ترجمہ: ما اهل به لغیر اللہ یعنی وہ جس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا، یہ وہ جانور ہے جو بتوں کے لئے ذبح کیا جاتا تھا۔

تفسیر جلالین پ ۱۲، ج ۵:

وما اهل به لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیرہ والاهلال رفع الصوت وكانوا يرفعونه عند الذبح لالهتهم، ترجمہ: وما اهل به لغیر اللہ یعنی جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا اور اہلال کے معنی آواز بلند کرنا ہیں اور مشرکین اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز بلند کرتے تھے۔

تفسیر مدارک تحت آیت مذکورہ بالا:

وما اهل به لغیر اللہ ای ذبح للاصنام ف ذکر علیہ غیر اسم اللہ و اصل الاهلال رفع الصوت ای رفع به الصوت للصنم و ذالك قول اهل الجاهلیة باسم اللات والعزی، ترجمہ: وما اهل به لغیر اللہ، یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا اس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے یعنی اس کے ساتھ بت کے لئے آواز بلند کی گئی اور اہل جاہلیت کا نام لات و عزی کہنا تھا، لات و

عزیز مشرکین کے بتوں کے نام ہیں ان کے لئے جو جانور قربانی کرتے تھے اس کو بنام لات
و عزیزی کہہ کر پکارتے تھے۔

تفسیر لباب التأویل جلد ۱ ص ۱۱۵:

وما اهل به لغير الله يعنى وما ذبح للاصنام والطواغيت واصل
الاهلال رفع الصوت وذلك انهم كانوا يرفعون اصواتهم بذكر
الهمهم اذا ذبحوا لها. ترجمہ: وما اهل به لغير الله يعنى جو بتوں اور باطل مٹوں
کے لئے ذبح کیا گیا۔ اہلال اصل میں آواز بلند کرنا ہے اور یہ بات یوں ہے کہ مشرکین اپنے
معبودوں کے ذکر کے ساتھ آوازیں بلند کرتے تھے جس وقت کہ ان کے لئے ذبح کرتے تھے۔

تفسیر علامہ ابی السعود جلد ۲، ص ۱۲۱:

وما اهل به لغير الله اى رفع به الصوت عند ذبحه للصنم،
ترجمہ: وما اهل به لغير الله يعنى وہ جس چیز کو بت کے لئے ذبح کرنے کے وقت آواز
بلند کی گئی ہو۔

تفسیر کبیر جلد ۲، ص ۱۲۰:

فمعنى قوله وما اهل به لغير الله يعنى ما ذبح للاصنام وهو قول
مجاهد والضحاك وقتادة وقال ربيع ابن انس وابن زيد يعنى ما ذكر
عليه غير اسم الله وهذا القول اولى لانه اشد مطابقة للفظ، ترجمہ: وما اهل
به لغير الله، کے معنی یہ ہیں کہ جو بتوں کے لئے ذبح کیا گیا ہو، یہ قول مجاہد وضحاك قتادہ
کا ہے۔ ربيع ابن انس اور ابن زید نے کہا معنی وہ جس پر غیر نام خدا ذکر کیا گیا ہو اور یہ قول اولیٰ ہے۔

کیونکہ اس میں مطابقت لفظی زیادہ ہے۔

ان تمام تفاسیر معتبرہ سے ثابت ہوا کہ وقت ذبح جس جانور پر غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے اس کا کانا حرام ہے جیسا کہ مشرکین عرب بتوں کی قربانی کے جانوروں کو ان کے ناموں پر ذبح کرتے تھے جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا گیا اگرچہ عمر بھر اس کو غیر کے نام سے پکارا ہوا مثلاً یہ کہا ہوزید کی گائے، عبدالرحمن کا دنبہ، عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کی بھیڑ، مگر وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا گیا ہو، اللہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال طیب ہے۔ ما اهل به لغیر اللہ میں داخل نہیں، اللہ رب الغرت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَلَا تَاْكُلُوا مِمَّا لِرَبِّدِكُمْ سَمِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْتُمْ لَفَسِقٌ (پ، ع، ۱) اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ بے شک حکم عدولی ہے۔

تو جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ نام حسد پر ذبح کیا گیا ہو اس کو کون حرام کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ رِیَّآئِہٖ مَوْمِنِیْنَ ترجمہ: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو۔ (پ، ع، ۱) اس کے بعد کی آیت میں فرمایا: وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ترجمہ: اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا۔

تفسیر احمدی، مطبوعہ گلگتہ ص ۴۰، میں ہے کہ:

وما اهل به لغیر اللہ معناه ذبح به اسم غیر اللہ مثل لات و عثری واسماء الانبیاء وغیر ذالک فان انرد به اسم غیر اللہ او ذکر معہ اسم اللہ عطفاً بان يقول یا اسم اللہ ومحمد رسول اللہ بالجزم والنجیۃ

وان ذکر معہ موصولاً لا معطوفاً بان یقول باسم اللہ محمد رسول اللہ
کرہ ولا یحرم وان ذکر مفصلاً بان یقول قبل التہنیتہ وقبل ان یضع الذبیحۃ
او بعدہ لا بأس بہ ہکذا فی الہدایۃ ومن ہہنا علوان البقرۃ المنذورۃ
للأولیاء کما ہو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لعید ذکر اسم غیر اللہ علیہا
وقت الذبح وان کانوا ینذرونها۔ ترجمہ: ما اہل بہ لغیر اللہ کے معنی ہیں
کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ مثلاً لات و عزری وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، یا
انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، تو اگر تنہا غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا یا اللہ
کے نام کے ساتھ عطف کر کے دوسرے کا نام ذکر کیا اس طرح باسم اللہ و محمد رسول اللہ کہا،
اور لفظ محمد کے جرمینی زیر کے ساتھ عطف کر کے تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر نام خدا کے ساتھ
ملا کر دوسرے کا نام بغیر عطف کے ذکر کیا مثلاً یہ کہا باسم اللہ محمد رسول اللہ تو مکروہ
ہے حرام نہیں ہے۔ اور اگر غیر کا نام جدا ذکر کیا اس طرح کہ باسم اللہ کہنے سے پہلے جانور کو
ٹانے سے قبل یا اس کے بعد غیر کا نام لیا، تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، ایسا ہی ہدایہ میں ہے
یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیائے کرام کے لئے تذکر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ
میں رسم ہے وہ حلال اور طیب ہے اس لئے کہ اس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا
گیا اگرچہ وہ ان کے لئے تذکر کرتے ہوں۔

ان عبارات سے روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا کہ ما اہل بہ لغیر اللہ سے
اس ذبیحہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے جس کو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور وقت ذبح غیر
خدا کا نام پکارا گیا ہو اس کے علاوہ کوئی اور چیز یہ آیت حرام نہیں کرتی نہ فقیر ولا آم جس پر ہمیشہ

فقر کا نام پکارا جاتا ہے۔ نہ اور کوئی چیز جو کسی کے نام سے مشہور ہو نہ وہ ذبیحہ جس پر ذبح سے قبل یا بعد غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہو حتیٰ کہ اگر مذبح میں خاص قربانی کے دن یہ کہا جائے کہ پہلے عبد الرب کی گلے ذبح ہوگی، پھر عبد الکریم کی، پھر رسول بخش کی، اور اس کے بعد وہ گائیں صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کی جائیں تو وہ حلال ہیں۔ قربانی مقبول ہے اور ایسے اطلاقات بکثرت احادیث میں ملتے ہیں۔ لہذا فاتحہ و نیاز و صدقات و خیرات وغیرہ کو مہم اہل بد لغیر اللہ میں داخل کرنا قرآن کریم کے معنی کی تبدیل اور تمام تفاسیر معتبرہ کی مخالفت اور غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۷۔ ادیا اکرام کے مزارات پر جانا، پھول، شیرینی، عطر، چادریں چڑھانا اگر کتبیاں سلگانا، ان سے مدد طلب کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

الحلیہ

قبروں کی زیارت کے لئے جانا سنت ہے۔ اس میں احادیث کثیرہ وارد ہیں مسلم شریف کی حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ قال نہار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امد (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۱۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت فرمائی۔

اسی طرح شہدائے اُحد کے مزارات پر اور دوسری متجسس پر حضور کا زیارت کے لئے تشریف لے جانا احادیث سے ثابت ہے اور حضور نے زیارت کا حکم بھی دیا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ **فنزور القبور فانها تنكس الهموت**، قبروں کی زیارت کرو گے
سے موت یاد آتی ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنا | پھول قسم نباتات سے ترجیح ہے جب تک ان میں تری ہے
زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد

فرمایا: **وان من شیء الا یسبح بحمدہ**۔ اور اس کی تسبیح سے صاحب قبر کو انس ہوتا ہے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر تر شاخیں جمائیں بخاری و مسلم کی حدیث
میں ہے۔ **شعر اخذ جریدة فشققها بنصفین شعر غمر فی کل قبر واحدہ مشکوة** امام
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کئے اور ہر قبر میں جمایا۔

علمائے اسی حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے پر استدلال کیا ہے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: **وتمسک کنند**
ایں جماعت بایں حدیث و انداختن سبزہ و گل ریحاں برتبرہ (اشعة اللمعات جلد اول ص ۱۱۱)
طحاوی علی مرقا الفلاح ص ۳۶ میں ہے:

قد افقی بعض الائمة من متأخري اصحابنا بان ما اعتيد من
وضع الريحان والجريد سنة لهن الحديث؛ ہمارے متاخرین اصحاب میں سے
بعض اماموں نے فتویٰ دیا کہ ہمارے زمانہ میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کا جو
دستور ہے یہ سنت اور حدیث جریدہ سے ثابت ہے۔

اس مسئلہ کی کمال تحقیق و تفتیح فقیر کی کتاب **فرائد النور** میں ہے۔

شیرینی، عطر، لوبان، عوداگر بی وغیرہ خوشبوئیں

فقرا و مراد کے لئے شیرینی اور زائین کی راحت اور تلاوت قرآن مجید کی عظمت کے لئے خوشبو کی چیزوں کا قبر کے پاس لے جانا جائز ہے۔ یہ کوئی چیز بھی میت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے نائزین و حاضرین و فقرا کے لئے ہوتی ہے۔ اور جس سے کسی کو آرام پہنچے، وہ خدا کے لئے خرچ کرنا صدقہ ہے۔ اور صدقات سے اموات کو ثواب پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔ اور اہلسنت کا مذہب ہے۔

عن النسائی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نتصدق عن موتانا ونحج عنہم ونذعو لہم فہل یصل ذالک الیہم فقال نعم انہ لیصل ویفرحون بہ کہا یفرح احد کمرہ بالطبق اذا اہدی الیہ رواہ ابو حفص العکبری فلانسان ان یجعل ثواب عملہ لغيرہ عند اہل لسنۃ والجماعۃ صلاۃ کان او صوما او حجاً او صدقۃ او قرأۃ القرآن او الاذکار او غیر ذالک من انواع البر ویصل ذالک الی المیت وینفعہ قالہ الزیلعی فی باب الحج عن الغیر۔ ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم اپنے مردوں کے واسطے صدقہ دیتے ہیں ان کے لئے حج کرتے ہیں کیا یہ انہیں پہنچتا ہے فرمایا ہاں ضرور پہنچتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک طبقہ (یعنی) پر خوش ہو جبکہ اس کو میرے کیا جائے۔ اس حدیث کو ابو حفص عکبری نے

روایت کیا اس سے ثابت ہوا کہ آدمی کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کو دے یہی
اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا قرآن شریف
کی تلاوت یا ذکر یا ان کے علاوہ اور نیکیاں اور یہ میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نافع ہو تب ہے
زلیعتی باب حج عن الغیر میں یہی ہے۔ (امراتی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۳۳۳)

قبر پر چادر ڈالنا چادر بزرگوں کے مزار پر اس غرض سے ڈالی جاتی ہے کہ عوام کی
نظروں میں ان کی تعظیم ہو اور زائرین ادب سے حاضر ہوں یہ جائز
ہے۔ ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۳۹ میں ہے۔

کسر بعض الفقہاء وضع الستور والعباس والشیاب علی قبور
الصالحین والاولیاء قال فی تناوی الحجة وتکسر الستور علی القبور
اولیکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا
یحتقرها صاحب القبر وجملة الخشوع والادب للعافلین الزائرین فهو جائز
لان الاعمال بالنیات۔ ترجمہ بعض فقہار نے پردے اور عملے اور کپڑے صالحین
اور اولیاء کی قبروں پر ڈالنے کو مکروہ لکھا، فتاویٰ حجتہ میں کہا کہ پردے قبروں پر مکروہ ہیں لیکن ہم
کہتے ہیں کہ اس وقت تک جب عوام کی نظر میں تعظیم مقصود ہوتا کہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ جانے
اور غافل زائر سے طلب ادب اخلاص منظور ہو جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

مدد طلب کرنا مقبولان بارگاہ الہی سے مدد طلب کرنا اور انہیں بارگاہ حق میں حصول
مراد کے لئے ذریعہ بنانا جائز ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح الغریز میں تحریر فرماتے ہیں:

ہم باید دانست کہ استعانت از غیر بوجہ کرامت و برآں غیر باشد
 و او را منظر عون الہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب
 حق است و او را یکے از مظاہر عون الہی دانستہ و بکارخانہ انبیا
 و حکمت او تعالیٰ در آن نموده بغیر استعانت ظاہری نمائند دور از
 عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و راست و انبیاء و اولیاء
 نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت
 بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر۔ ترجمہ
 سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح مدد چاہنا کہ اسی پر بھروسہ ہو اور
 اس کو مدد الہی کا منظر بھی نہ جاننے حرام ہے۔ اور اگر توجہ صرف
 حضرت حق کی طرف سے اور غیر کو مدد الہی کا منظر جان کر اور اللہ
 تعالیٰ کے کارخانہ حکمت و اسباب میں نظر کرنے کے غیر سے ظاہری
 مدد طلب کرے تو یہ عرفان سے دور نہیں ہے۔ اور شریعت میں
 بھی جائز و راست ہے اور انبیاء و اولیاء نے بھی غیر سے اس طرح کی
 مدد طلب کی ہے۔ اور درحقیقت یہ استعانت غیر کے ساتھ
 نہیں بلکہ حضرت حق ہی کے ساتھ ہے۔

حسن حصین کی حدیث میں وارد ہوا :

وان اراد عوناً فليقل يا عباد الله اعينوني يا عباد الله اعينوني يا عباد
 الله اعينوني۔ (ص ۲۰۶) ترجمہ : اور اگر مدد چاہے تو چاہیے کہ کہے اے خدا کے بندو

میری مدد کرو، اسے خدا کے بند و امیری مدد کرو، اسے خدا کے بند و امیری مدد کرو۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابوالعباس احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

انا لمريدی جامع لثباتہ اذا ما سطأ جود الزمان بکفة

وان کنت فی ضیق و کرب و حشة فنادی بآرزوق ات بسرعة

میں اپنے مرید کا اس کی پرگندگیوں میں دل جمعی کرنے والا ہوں جبکہ جو زمانہ سختیوں سے اس پر حملہ آور ہو۔ اگر تو تنگی اور سختی اور وحشت میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار، میں جلد آؤں گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل اہل کتاب کا اپنی حاجات و مشکلات میں آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنا اور مرادیں پانا خود قرآن کریم میں مذکور ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔

سوال: مغل میلاد شریف جس میں ذکر ولادت اور قیام بوقت ذکر ولادت ہوتا ہے آخر میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الحل:

مغل میلاد شریف جائز اور موجب برکت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا:

روی ابو سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تانی

جبریل فقال ان ربی وربک یقول انتہی کیف رفعت لک ذکر اقلت اللہ و
رسولہ اعلم قال اذ ذکرہ ذکرہ معی قال ابن عطاء جعلت تمام الایمان
بذا کبری معک وقال ایضا جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرت ذکونی ترجمہ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل
نے میری خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا آپ کا رب فرماتا ہے کہ تم جانتے ہو میں نے
تہارا ذکر کس طرح بلند کیا، میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول جانے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب
میرا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ کا ذکر میرے ساتھ کیا جاتا ہے ابن عطاء نے اس کے معنی میں کہا
میں نے ایمان کی تکمیل یہی قرار دی، کہ میرا ذکر آپ کے ساتھ ہوا اور یہی ابن عطاء نے کہا کہ میں
نے آپ اپنے اذکار میں سے ایک ذکر کیا تو جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر جا بجا قرآن کریم میں فرمایا
گیسے کہیں لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص
علیکم بالمومنین رؤف رحیم فرمایا کہیں قد جاءکم من اللہ فرد و کتاب
مبین فرمایا کہیں لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم
فرمایا کہیں هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منہم و ارد ہوا غرضیکہ جا بجا
مختلف عنوانوں سے مختلف صفتوں سے جدا جدا انداز و مدح و ثناء کے ساتھ یہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افزیزی کا ذکر ہے جس حبیب کی تشریف آوری کا ذکر اس
اہتمام کے ساتھ قرآن عظیم میں ہوا اور پہلے انبیاء بھی ان کی ولادت مبارکہ کا ثرود سناتے رہے
جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وارد ہوا کہ آپ نے خاتم المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی۔ مہشل برسوں بیاقی من بعدی
اسمہ احمد۔

تو پھر کون مسلمان ہے جو حضور کے ذکر و تشریف آوری کی مغل شریف کے جواز
میں تردد کرے یا اس کو بدعت و ناروا کہہ سکے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیان میلاد مبارک
تو ابھی آیت میں مذکور ہو چکا تو کیا ایسا ہی مل بدعت ہوتا ہے جو قرآن کریم میں ہوا انبیاء کرتے
آئے ہوں بلکہ ہر نبی کا ذکر ولادت موجب برکت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو
ہدایت فرمائی تھی کہ انبیاء کی تشریف آوری کا ذکر کروں۔ اس کا قرآن پاک میں بیان ہوا۔

واذ قال موسى لقومه يا قوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل
فيكم انبياء۔ ترجمہ: جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اے قوم! تم اللہ کی نعمت
کا ذکر کرو جو تم پر ہے کہ اس نے تم میں انبیاء پیدا کئے۔

ان آیات باہرات کے ہوتے ہوئے کون مسلمان ہو گا جو ذکر ولادت کی مغل
کے جواز میں شبہ کر سکے۔ رہا ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا وہ ظاہر ہے کہ تعظیم ذکر
تشریف آوری کے لئے ہے اور کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ تعظیم کے سوا قیام کی کوئی
جہت ہو سکتی ہے؛ اور تعظیم کے لئے قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:
وتعزروا وتوقروا: یعنی آپ کی تعظیم و توقیر کرو۔

تو جب آپ کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے تو قیام تعظیم میں مطابق حکم الہی ہوا۔ اعلیٰ
ازیں کسی سرور دینی کے لئے قیام کرنا سنت کما ہے بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی
اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ سننے کے لئے شوق میں

قیام فرمایا۔

قلت توفی اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان نسئلہ
عن نجات هذا الامر قال ابو بکر قد سئلته عن ذلك فقبت الیہ۔
یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور ہم اس امر کی نجات
آپ سے دریافت نہ کر سکے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور سے
دریافت کر لیا ہے۔ (اس کے سننے کے شوق میں حضرت عثمان غنی فرماتے ہیں) کہ
میں کھڑا ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پیارے ذکر اور محبوب بیان کے شوق میں کھڑا ہونا
اصحاب رسول میں سے ایک خلیفہ برحق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين یعنی تم پر
میری سنت بھی لازم ہے اور میرے خلفاء راشدین کی سنت بھی لازم۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فعل خود ہی ہمارے لئے بحکم حدیث سنت ہے
اور آپ ہمارے دین کے مقتداۓ اعظم ہیں لیکن یہ اور فزوں تر ہے کہ آپ کا یہ فعل شریف
حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں صادر ہوا۔ تو اس
فعل پر ان دونوں حضرات کا اتفاق ہے۔ اس حدیث سے سامعین کا قیام بھی ثابت ہوا۔
اور حدیث شریف میں خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ پر قیام فرما کر اپنی پیدائش

کا ذکر فرمانا موجود ہے۔

حدیث: فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من
انا فقالوا انت رسول اللہ قال انا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب ان
اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرہم (الی ان قال) فانا خیرہم نفساً و
خیرہم بیتاً۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۵)

تقسیم شیرینی | ظاہر ہے کہ یہ ایک نیکی ہے مسلمانوں کو ہدیہ دینا ان کی مجلس میں کوئی
چیز تقسیم کرنا کہیں بھی قابل سوال نہیں ہوتا۔ ختم بخاری میں شیرینی تقسیم
ہوتی ہے مدارس اسلامیہ میں سکول ہے علماء کا عموماً اس پر عمل ہے اس کو کوئی نہیں دریافت
کرتا۔ مگر مجلس میلاد شریف کی کچھ ایسی خصوصیت ہے جس کے لئے بہت کدو کاوش
کی جاتی ہے تو بعد شہ کسی ذکر جمیل کے بعد مسلمانوں میں کچھ تقسیم کرنا یہ بھی خلیفہ دوم حضرت
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ آپ نے سورہ بقرہ شریف ختم فرما کر اونٹ ذبح فرمایا
اور پکوا کر اصحاب کبار کو کھلایا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

”بیہقی در شعب الایمان از ابن عمر روایت کردہ کہ حضرت امیر المومنین

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ بمقام آں در مدت دو ازدہ

سال خواندہ فارغ شدند و روز ختم شتر سے راکشہ طعمہ دہ

پختہ یاران حضرت پیغمبر خورائیدند ترجمہ: بیہقی نے شعب الایمان

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ کو اس کے حقائق و دقائق کے

ساتھ بارہ سال میں پڑھ کر فارغ ہوئے۔ تو آپ نے ختم کے روز
ایک اونٹ ذبح فرما کر بہت کثیر کھانا پکوا یا اور اصحاب رسول اشعلی
اشہ علیہ کو کھلایا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ذکر جلیل کے بعد سرورِ ربی کے لئے تقسیم و اطعام طعام خلیفہ
دوم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ انمولہ مسئلہ میلاد مبارک کے متعلق تمام دریافت کئے ہوئے
امور دلائل قویہ معتبرہ سے مصرح بیان کر دیئے گئے۔

سوال ۴۴ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں وغیرہ کو بزرگان دین کی فاتحہ شیرینی پر یا کھانے
پر اس کو سامنے رکھ کر قرآن اور ورد پڑھنا، ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اس کا عام مسلمانوں کو کھانا جائز
ہے یا نہیں؟

الجواب

سوال ۴۴ کے جواب میں مراقی الفلاح سے حدیث نقل کی گئی ہے اور اہلسنت
کا مذہب بیان کیا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی صدقہ ہو یا تلاوت
قرآن کریم یا ذکر سب کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے گیارہویں، بارہویں، تیرہویں یا سوم دہم
بستم و چہلم اور یا کوئی شعر سب میں اطعام طعام و صدقہ و تلاوت و ذکر اللہ ہی ہوتا ہے اور
اس کا ثواب بزرگان دین اور اموات کی روحیں کو پہنچایا جاتا ہے۔ عبادت مذکورہ بالا اور
اس حدیث سے جو اس عبارت میں منقول ہے ان امور کا جائز اور نافع اور سبب خوشنودی
اور راح ہونا ثابت ہے۔ رہا سامنے رکھنا اس کی نسبت سوال بہت عجیب ہے۔ کھانا

ساتنے ہی رکھنے کی چیز ہے پس پشت رکھنا اس کا کسی صاحب کو ثابت ہو تو وہ اس کی لغت کر سکتے ہیں جو چیز خدا کی راہ میں دینے کے لئے ساتنے لائی جائے یہ ساتنے لانا تمکین و تمکین کے لئے ہے کہ قبضہ متحقق ہو جائے جو صدقہ و ہبہ کی صحت کے لئے ضروری ہے درختار میں ہے۔

”والصدقة كالهبة يجامع التبرع وحينئذ لا تصح غير مقبوضة“

اور اسی میں ہے۔ والتسكن من القبض كالقبض“

لہذا ساتنے لانا صحت صدقہ کے لئے ہے جو شخص فقہ جانتا ہو اس پر اعتراض نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں کھانے سے قبل ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا خود حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے۔

ثور رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يديه وهو يقول اللهم

اجعل صلواتك ورحمتك على آل سعد ابن عبادۃ قال ثور اصاب رسول الله صلى

الله عليه وسلم من الطعام۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھا کر

دعا فرمائی اس کے بعد کھانا تناول فرمایا، اور یہ کون مسلمان نہیں جانتا کہ کھانا شروع کرنے کے

وقت بسم اللہ پہلے پڑھنا چاہئے، تو بسم اللہ قرآن نہیں ہے یا بسم اللہ پڑھتے وقت کھانے

کو ساتنے سے ہٹا دینا شریعت نے لازم کیا ہے معاذ اللہ قرآن پاک کی تلاوت سے برکت

حاصل ہوتی ہے صدقہ ایک نیکی ہے۔ تلاوت دوسری نیکی۔ نیکی کے ساتھ نیکی ملانا نیکیوں

کی زیادتی ہے۔ اور دعائیں ہاتھ اٹھانا یہ سنت دعا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے حضور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں ہاتھ اٹھاتے تھے یہ ہاتھ طلب سوال کے

لئے اللہ کے حضور پھیلائے جاتے ہیں بندے کی سعادت ہے اور اس کے ملنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ حدیث شریفہ میں ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بندہ جب اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے اسے شرم آتی ہے کہ اس کو خالی ہاتھ واپس فرمائے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان ریکو حی کر یو لیستی

من عہدہ اذا روع ید ید الیہ ان یردہما صفل۔

ارواء الترمذی و ابو داؤد و الدیلمی مشکوٰۃ ص ۱۹۵

ایصال ثواب کے لئے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ صدقہ نافلہ ہے اور صدقہ نافلہ کا کھانا فقراء اور اغنیاء سب کے لئے جائز ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے۔

تو اگر مالیدہ و شیر برنج بد فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایساں پختہ بخورند مضائقہ نیست۔ یعنی اگر مالیدہ اور شیر برنج کسی بزرگ کی فاتحہ کے لئے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکا کر کھلائیں مضائقہ نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اسی فتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اختیار در اہم خوردن ازاں جائز است۔ یعنی اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ کی گئی تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔ غایت یہ ہے کہ صدقہ غنی کے حق میں ہبہ ہو جائے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ ان الصدقة علی الغنی ہبۃ۔ تو ہبہ بھی شرعاً جائز اور مستحسن ہے۔ اور مسلمانوں میں از دیاد محبت کا باعث ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

سوال ۵: تیجہ میں تیسرے دن کا تعین قرآن اور کلمہ پڑھنا، چنے کی تقسیم اور کھانا کھلانا خواہ وہ عزیزوں یا دوست یا سائین جائز ہے یا نہیں؟

الحکم

کوئی شے کسی کی رائے سے ناجائز و حرام نہیں ہو سکتی۔ تیجہ کے منع کرنے والے اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل شرعی نہیں رکھتے اور ان کا اپنا قول شرع میں معتبر نہیں۔ ذکر و تلاوت صدقہ امور خیر ہیں۔ اور یہی تیجہ میں ہوتا ہے۔ اور یہی اس کی حقیقت ہے اور اموات کو ثواب پہنچانا اور اس سے ان کا نفع پانا دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ اس کا اور بیان ہو چکا۔ اب رہی یہ بات کہ اس سلسلہ میں دو چار غیر محتاج لوگوں کو بھی کھلا دیا تو واقعہ یہ ہے کہ تیجہ میں اغنیا کا کھلانا تو مقصود ہوتا نہیں لیکن اگر دقت پر دو ایک آدمی ایسے موجود ہوئے جو حاجت مند نہیں ہیں اہل میت کی ہمدردی میں اس انتظام کے لئے آگئے ہیں ان کو اگر کھلایا تو یہ بھی احسان ہے اس سے صدقہ کا عرضا لُح نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل اوپر کے جواب میں مذکور ہو چکی ہے۔

تیسرے دن کا تعین | تیسرے دن کا تعین محض آسانی کے لئے ہے کہ وہ تعزیت کا سب سے پھلا دن ہے جس کے بعد پھر مقامی لوگوں کو تعزیت کر وہ ہو جائے گی۔ اس دن سب لوگ تعزیت کے لئے پہنچ جاتے ہیں اور بکسانی بغیر کسی دعوت و طلب کے اجتماع ہو جاتا ہے۔ ایسا تعین شریعت میں ممنوع نہیں ورنہ دین و دنیا کے تمام کام ناجائز ہو جائیں مدار کس میں تعطیل کے دن معین ہیں لوگ اپنے

اور دو وظائف کے لئے وقت معین کرتے ہیں وعظ اور دستار بندی کے جلسوں اور تمام تقریبات کے لئے دن معین کے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی چیز ناجائز نہ ہو تو تیجہ کیوں ناجائز ہو جائے۔ یہ بھی نہیں ہے کہ کوئی یہ سمجھتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب تیسرے اسی دن پہنچتا ہے ایسا کہنے والا کوئی شخص نہیں۔ تیجہ کرنے والے مرنے کے وقت سے ایصال ثواب شروع کرتے ہیں۔ میت کے دفن ہونے سے پہلے قرآن شریف اور کلمہ شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ دفن کر کے صدقہ دیتے ہیں روز فاتحہ کرتے ہیں اور ثواب پہنچاتے ہیں ان کی نسبت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تیسرے دن کے سوا اور کسی دن کے ثواب پہنچانے کے قائل نہیں ہیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی نیکیوں کے لئے اوقات کا تعین کرنا ثابت ہے۔ حضرت شاہ عبدالغفر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں خود شاہ صاحب کے یہاں بھی تیجہ ہونا مذکور ہے۔ ملفوظات صفحہ ۲۱ میں ہے۔

”روز سیوم ہجوم مردم آن قدر بودند کہ بیرون از حساب است ہشتاد و یک کلام اللہ بشمار آمدہ و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یعنی تیسرے روز لوگوں کا اس قدر ازدحام ہوا کہ حساب و شمار سے باہر تھا۔ اکیاسی ختم قرآن تلاوت کے شمار ہوئے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کلمہ کے درد کا تو حساب ہی نہیں۔“

سوال : شبِ برات کو حلوہ پکانا حرام بتاتے ہیں اس کو قرآن و حدیث سے ثابت فرمائیے کہ حلوہ پکانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کوئی شخص اپنی رات سے کسی چیز کو حرام کر سکتا ہے یا نہیں؟

الحل

شبِ برات بہت برکت والی رات ہے شریعت میں اس کی بہت فضیلت ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت مبارکہ اَنَا اَتَزَلُّنَا فِي لَيْلَةِ الْمُبَارَكَةِ میں شبِ برات ہی کا بیان ہے۔ احادیث میں اس شب کی بہت فضیلتیں وارد ہیں اور اس شب میں عبادتوں اور نیکیوں اور استغفار کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ابن ماجہ کی حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب سے طلوعِ فجر تک اپنی شانِ رحمت سے اس دنیا کی طرف متوجہ ہو کر استغفار کرنے والے اور روزی مانگنے والوں اور مصیبتوں سے رہائی چاہنے والوں کو ندامت فرماتا ہے وہ اپنی حاجت طلبی کہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اس شب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستانِ بقیع میں تشریف لے جاتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ نیکیوں کی کثرت اور مردوں کو ثواب پہنچانا اس شب میں سنت ہے۔ اطعامِ طعام بھی نیکی ہے۔ اور طعام میں جو لذیذ تر ہو اس کا خرچ کرنا اور بہتر مسلمان حلوے کو بہت نفیس غذا سمجھ کر خرچ کرتے ہیں۔ وہ اس کا اجر پائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

وعن عمر ابن العزیز انہ کان یشتري اعدال السكر ویتصدق بہا فقيل
 لہ لما تتصدق بشئہا قال لان السكر احب الی فاروق ان انفق مہا احب۔
 حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ شکر کی پوری خرید کر صدقہ فرمایا کرتے تھے۔ ان سے
 کہا گیا کہ آپ اس کی قیمت صدقہ کیوں نہیں کر دیتے؟ فرمایا کہ شکر مجھے پسند ہے تو بیچتا
 ہوں کہ وہی چیز خرچ کروں جو مجھے پسند ہے۔

ثابت ہوا کہ شے مرغوب و محبوب کا خرچ کرنا اس آیت کی تعمیل ہے۔ جملہ مسلمانوں
 کو مرغوب و محبوب ہے اس کو اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں تو اس آیت کا مصداق ہیں اور اللہ
 سے ابرپائیں گے جو اس کو حرام کہتا ہے وہ گمراہ ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو محض اپنی راہ
 سے حرام کہتا ہے اور شریعت میں اپنی رائے کو دخل دیتا ہے۔ اور احکام الہی کو بدلتا ہے۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرُمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا
 إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! حرام نہ کرو ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ
 نے تمہارے لئے حلال کیا اور حد سے نہ گزرو۔ اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات میں ہے ۷

باز ازا ابتدائے کرامت شب برأت فرمود کہ در شب پانزدہم شبان

بعد عشر قریب سنہ وصال بخانہ آمدہ بود کہ ناگاہ جبریل آمد و گفت

آں روز شب مبارک و تقسیم برأت یکسالہ است بر خیزد برائے

مردگان مدنون جنت لقیع در انجا رنستہ دعا کن بخانہ آنحضرت

ہنچیں کر دند برائے اُن رسم فاتحہ دریں شب ست خواہ نان و حلوہ
خواہ ہرچہ خواہد مگر در بہتد حلوہ می باشد و در بخارا و سمرقند قتلما و غیر
می کنند۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ وصال کے قریب شب برأت کو
کو عشا کی نماز کے بعد دولت سرائے اقدس تشریف لائے۔ اچانک جبریل علیہ السلام حاضر
ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ مبارک رات ہے آج سال بھر کے حصے تقسیم ہوں گے جنت بعتج
تشریف لے جا کر وہاں کے مردوں کے لئے دعا کیجئے حضور نے ایسا ہی کیا اسی وجہ سے
اس شب میں فاتحہ کا دستور ہے خواہ حلوہ روٹی ہو خواہ اور کچھ۔ مگر ہندوستان میں حلوہ
ہوتا ہے اور بخارا اور سمرقند میں قتلما وغیرہ کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ یہ سب حدیث شریف کے مطالبی ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ۵: ہر ایک بات کو دوہا یہ بدعت کہتے ہیں۔ یہ بدعت کیا چیز ہے۔

الحمد للہ

بدعت لغت میں ہر نئی بات کو کہتے ہیں اور شرع میں اکثر اطلاق اس کا ایسے
امور پر ہوتا ہے جن کو کسی نے ایجاد کر کے دین میں داخل کیا ہو اور اس کی اہل و مثل شرع میں
نہ پائی جائے اور اس سے کوئی سنت اٹھ جائے۔ جیسے رفض و خروج دوہا بیت و مزار بیت
اسی کو بدعت سنہ اور بدعت ضلالہ کہتے ہیں اسی کی برائی احادیث میں آئی ہے۔ مجمع البحار
میں اس کی تعریف ان غلطوں میں کی ہے ماکان بخلاف ما امر بہ یعنی جو حکم شرع

کے خلاف ہو۔

اور بدعت یعنی لغوی دو قسم پر منقسم ہوتا ہے۔ ایک بدعت ہدی ہیں کو بدعت
حسنہ کہتے ہیں دوسری بدعت ضلالت ہیں کو بدعت مستبذ کہتے ہیں مجمع البحار میں ہے
هو فو ان بدعة هدى و بدعة ضلالة۔ اور هذا والتفصيل مقام اخر والله
سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ عن اسمہ اتقن و احکم۔

کتب العبد المعتمد محمد بن عبد اللہ اللہ

سید محمد نعیم الدین خاں المعین
۲۳، شوال المکرم ۱۳۵۳ھ

وہابیت کا جھگڑا

وہابیت سے جو ہندوستان میں ایک نزع پھیلا ہے اور اس نے مسلمانوں کو اور ان کے نظم کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے وہ بہت افسوسناک ہے۔ ایک گھر میں دو بھائیوں میں جنگ ہے، باپ بیٹوں میں جنگ ہے، پڑوسی کی پڑوسی سے لڑائی ہے اہل محلہ کی آپس میں مخالفت ہے۔ غرضیکہ کوئی جگہ نہیں جہاں وہابیت نے فتنہ انگیزی نہ کی ہو اور مسلمانوں کی گودوں میں پہلوؤں میں، سردوں پر ان کے دشمن نہ بٹھا دیئے ہوں۔ یہ وہابہ زمین نجد سے اٹھی، صبح بخاری شریف کی حدیث میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے صد ہا سال پہلے اس کی خبر دی تھی۔ وہ آگ بھڑکی وہ فتنہ پیدا ہوا اور عبدالوہاب نجدی کے گھر سے نکل کر عرب کے بعض مقامات میں پہنچا۔ جہاں پہنچا وہیں سے روکا گیا نجد کے چھوٹے اور خشک اور بے رونق خطے کے چند خشک دماغ درندہ صفت انسانوں کے دماغ میں وہابیت کا تخیل گھومتا رہا۔ مگر افسوس کہ جو چیز دنیا کے ہر خطہ نے ٹھکرا دی تھی اس کو ہندوستان میں جگہ ملی۔ اس کا تخم دلی میں لگایا گیا اور جب کچھ پھوٹا تو اس کو دیوبند میں تربیت دیا گیا وہاں وہ اس قدر بڑھا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئیں اور ان سے اس ملک کی فضا مسموم ہو گئی اور اس کے زہریلے اثر نے ملک کے بہت سے نو بہاولوں کو برباد کر دیا اور فساد کی آگ لگا دی۔ زمانے گزر گئے یہ فتنہ دفع نہ ہوا۔ ستم یہ ہے کہ وہابی فرقہ میں سینوں کے قریب قریب بالکل موافق ہیں۔ اہلسنت کی سی نماز، اہل سنت ہی کا سا

روزہ انہیں کاساج و زکوٰۃ، غرض عبادات و معاملات کے تقریباً جملہ مسائل میں اسی روش پر ہیں۔ وہی کتابیں ہیں جن پر اہلسنت کو اعتماد ہے اور ان سے وہ تمسک کرتے ہیں۔ ان سب کے وہابی بھی ملتے ہیں۔ حقیقت کے مدعی لیکن بعض عقائد میں اور بعض فرعی مسائل میں ان کو ایسا تشدد ہے جس سے یہ عظیم الشان اختلاف پیدا ہو گیا اور ان عقائد کے بہتے ہوئے کوئی صورت نہیں کہ وہابیہ کو اہلسنت مسلمان مانیں اور ان کی امامت جائز سمجھیں۔

وجہ افتراق

یہ بات اور زیادہ قابل افسوس ہے کہ جن عقائد کی بنیاد پر وہابی مسلمانوں سے جدا ہوئے اور جنگ کا محاذ قائم کیا وہ عقائد ان کے نقطہ خیال سے ضروری نہیں ہیں مگر باوجود اس کے وہ ان عقائد سے باز نہیں آتے۔ اور انہوں نے ان تمام خانہ جنگیوں کی جو اس قدر سے پیدا ہو گئی ہیں کوئی پرواہ نہیں۔ وہ اپنی ضد کے پتے اور ہٹ کے پورے ہیں۔ دنیا تباہ ہو جائے سر پھٹ جائیں امن و عافیت برباد ہو جائے غیر قوی میں جبری ہو جائیں۔ یہ سب کچھ گوارا ہے مگر ان غیر ضروری امور کا اور ان صریح باطل اعتقادات کا ترک کرنا گوارا نہیں۔

امکان کذب | وہابیوں کے لئے ان کے دین اور اعتقاد کی رو سے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ حضرت رب العزت تبارک و تعالیٰ کے لئے کذب بیجے؟
 قبیح امر کا امکان ثابت کریں اگر وہابی ایسا نہ کریں اس کے درپے نہ ہوں تو کیا وہ اعتقاد میں کافر ہو جائیں گے ایمان سے خارج ہو جائیں گے۔ اس مسئلہ کے اعتقاد اور اس کے پھیلانے

کی انہیں کیا حاجت ہے۔ وہ کیا مجبور ہیں کیا قرآن پاک نے اس کی تعلیم دی ہے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یا ائمہ دین نے مومن ہونے کے لئے ایسا اعتقاد ضروری بتایا ہے کیا وجہ ہے کہ ایک نئی بات نکال کر دنیا میں فساد پھیلا میں۔ طرح طرح کے الزام اٹھائیں دنیا کی نظریں ذیل درسا ہوں، مگر اس سے باز نہیں آتے۔

براہین قاطعہ | اسی طرح حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ کی شان میں نامناسب الفاظ کہنا جیسا کہ براہین قاطعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت یہ کلمے کلمے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟

شیطان و ملک الموت کے لئے وسعت علم تسلیم کریں نصوص سے ثابت مانیں۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا انکار، اور اس کا ثابت کرنا شرک میں شمار کریں۔ عجیب بات ہے ایک ہی چیز ہے کہ شیطان کے لئے ثابت ہو تو شرک نہ ہو، اور حضور کے لئے ثابت ہو تو شرک ہو جائے۔ اس قول کی شناخت اور اس پر حکم شرعی عز و جم کے فتوے میں ظاہر کیا جا چکا اور اس قول کی قیامت بار بار بتا دی گئی، اور ہر ادنیٰ عقل والا اس کو نہایت ذیل سمجھتا ہے کہ ایک قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ثابت کرنے کو شرک بتائے اور اسی کو شیطان کے لئے ثابت مانے تو گویا اس کے نزدیک شیطان خدا کا شریک ہو سکتا ہے کیونکہ جو چیز کسی ایک مخلوق کے لئے ماننا شرک ہو وہ جس کسی مخلوق کے لئے ثابت مانی جائے گی شرک ہی ہوگی یہ نہیں ہو سکتا کہ سجدہ عبادت بت کے لئے تو شرک ہو گا مگر وہابیوں کے کسی بڑے سے بڑے مولوی کو کر لیا جائے تو شرک نہ ہو۔ پھر

جس چیز کو شرک کہنا اس کو نفس سے ثابت کرنا کیسا قبیح اور باطل ہے۔ یہ بحث ایک جدا گانہ ہے۔ ہمیں تو صرف یہ کہنا ہے کہ وہابی کیا اپنے دین اور عقیدے کی رو سے حضور کی شان میں یہ اعتقاد رکھنے اور یہ کہنے پر مجبور ہیں اگر وہ ایسا نہ کہیں تو کیا اپنے نزدیک ایمان سے خارج ہو جائیں گے۔ اگر ان کلموں کا اعتقاد مومن ہونے کے لئے ضروری تھا تو پھر قرآن پاک میں اس کی تعلیم کیوں نہیں ہوئی۔ حدیث شریف میں یہ سبق کیوں نہیں دیا گیا۔ تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین بزرگ و دایہ اس ضروری اعتقاد سے خالی ہی گئے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ اعتقاد بدعت ہے۔ نیا اختراع ہے۔ سلف صالحین کے یہاں نہ اس کا ذکر ہوا نہ قرآن و حدیث میں اس کا کہیں پتہ۔ پھر اپنی ایک ٹکڑی الگ بنانے کے لئے ایسے اعتقاد پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے اور مسلمانوں سے کیوں جھگڑا مول لیا جاتا ہے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو کیوں دکھایا جاتا ہے۔ کیا وہابی بغیر اس اعتقاد کے اپنے خیال میں مومن نہیں رہ سکتے۔ کیوں یہ نفسانیتیں ہیں۔

حفظ الایمان | اسی طرح سے حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی کا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ لکھنا کہ ”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر بلکہ ہر حبشی و حبسنون بلکہ جمیع حیوانات و پہاڑ کے لئے بھی حاصل ہے۔

یہ ناقص کلمات شان اقدس میں کیسی کھلی توہین ہیں کہ پیشوا ایمان و دایہ اپنے اور اپنے بزرگوں کے حق میں بھی ان کا کہنا گوارا نہ کریں گے اور گال بھیں گے۔ اور دنیا

کا کوئی عزت دار آدمی بھی کسی اور ملت اور کسی خیال کا بھی ایسے کلموں کا سننا گوارا نہ کرے گا مگر شانِ اقدس میں یہ کلمے کلمے جائیں اور اس پر اصرار ہو اس کا کیا سبب ہے یہ کوئی تعلیم خداوندی ہے جسے کوئی چھوڑ ہی نہیں سکتا یدِ بول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے یا صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین اس کی تاکید کر گئے کیا باعث ہے کہ ایسے کلموں سے احتیاط نہیں کی جاتی، احتراز نہیں کیا جاتا دنیا سے اسلام کا دل دکھایا جاتا ہے جہان میں فساد برپا کیا جاتا ہے مگر ایک ضد ہے کہ اس سے باز نہیں آتے اس قسم کی اور توہینیں اور بے ادبی کے کلمات زبان پر لانا، کتابوں میں لکھنا ان پر اڑنا کتابیں چھاپنا، مناخروں کی مجلسیں کرنا، فساد انگیزیاں کرنا، مقدمہ بازیوں میں روپیہ ضائع کرنا اہل اسلام کی جہت کو ضعف پہنچانا اور جس حال میں کہ تمام دنیا اپنی ترقی کی ٹکڑوں میں ہے مسلمانوں کو خانہ جنگی کی مصیبت میں مبتلا کرنا کس مصلحت سے ہے کس فائدے کے لئے ہے کیا دانائی ہے؟

میلاد النبی | اسی طرح بعض فرعی مسائل پر جھگڑا کرنا اور اپنا ایک فرقہ اور ٹکڑی الگ بنکر مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر کسی شخص نے میلاد مبارک کی محفل کی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور مقدس زندگی کے احوال کریمہ اور معجزات باہر بیان کئے، مجلس شاندار طور پر ترتیب دی اور باوقار طریق پر ذکر کیا بیان ولادت مبارکہ کے وقت شانِ حبیب کے اظہارِ عظمت کے لئے تعظیمی قیام کیا تو کیا برا ماننے کی بات ہے۔ شریعت نے اس کو کون سا عہد سے بتایا ہے۔ کہاں کہاں میں سے شمار کیا جائے جس پر اس شد و مد کے ساتھ جنگ ہے ناراضگی ہے کتابیں چھاپی جاتی

رسل لکے جاتے ہیں، اس کی توہین میں نظمیں لکھی جاتی ہیں مسلمانوں کو مشرک اور بے ایمان بتایا جاتا ہے جو مخالفت و ہابی صاحبان کبھی سنیا اور تفسیر کے لئے نہیں کرتے ہیں حرام کاریوں اور بد اعمالیوں کے لئے نہیں کرتے وہ کوشش محفل مبارک کے روکنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔

الترامی امور آپ مدرسے بنائیں اس میں جماعتیں ترتیب دیں ہر جماعت کے لئے ایک نصاب اور خاص ایک پڑھانے والا مقرر کریں، اسباق کے لئے اوقات کی تعیین ہو تعطیلوں کے لئے ایام معین ہوں، ان پر التزام ہو، امتحان کے لئے مہینہ مقرر ہو، امتحان کے لئے پرچے بنائے جائیں نمبر دیئے جائیں بعض کتابوں کا تقریری امتحان لیا جائے، امتحان بنائے جائیں ان کے لئے مکلفات کئے جائیں، بعد امتحان تعطیل کی جائے سالانہ جلسے تالیف کی تعیین و تداعی کے ساتھ کئے جائیں ان کے لئے اشتہارات چھاپے جائیں، طالب علموں کی ایک نصاب معینہ ختم کرنے پر دستار بندیاں کی جائیں، دستاروں کے لئے ایک رنگ خاص مقرر کر لیا جائے، مدرسہ کا نام دستار پر لکھوایا جائے۔ یہ تمام چیزیں زمانہ قدس میں کب تھیں زمانہ صحابہ میں اس کا کہاں وجود تھا زمانہ تابعین و تبع تابعین میں کب پائی گئیں۔ ان سب پر التزام ہے پابندی ہے، موجب ثواب جانتے ہیں داخل عبادت سمجھتے ہیں۔ یہ بدعت کیوں نہیں، اس کی مخالفت کیوں نہیں کی جاتی۔ مولوی رشید احمد صاحب کے مرثیے لکھ کر تو چھاپنا بھی بدعت نہ ہو جو بہت سے ناجائز مبالغوں پر مشتمل ہے اور سعید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل و بیان ولادت کی محفل بدعت ہو جائے۔

دعوت النصارى ساری جماعت میں کوئی اتنا کہنے والا نہیں کہ جو حیلے حوالے میلاد

مبارک اور عرس و فاتحہ تیج و چہر سلم کے بدعت بنانے کے لئے تم پیش کرتے ہو اس سے بدرجہا زیادہ خود آپ کے عمل میں ہیں۔ مگر نہ مدرسہ کو بدعت کہا جاتا ہے نہ دستار بندی کو، نہ جلسہ سالانہ کو، نہ تعین اسباق سابقہ کو، نہ قوانین مدرسہ کو، تو پھر کیا یہ ناجائز کا حکم غیروں ہی کے لئے ہے؟ تم اس سے مستثنیٰ ہو؛ استثنیٰ بڑے فرقے میں کوئی تو انصاف کرتا مگر معلوم نہیں قلوب کا کیا حال ہے۔ فوریکہ گئے اور نام کو روشنی باقی نہ رہی کہ دوسروں کے افعال کو جن وجوہ سے بدعت بتائیں جنگ کی بنا ٹھہرائیں اپنے آپ بے دریغ انہیں عمل میں لاتے چلے جائیں ذرا نہ شرمائیں، یہ مسائل ایسے نہ تھے کہ لکھے پڑھے آدمی انہیں سمجھ سکتے اور اصحاب عقل و خرد ان کو مورد بحث بناتے، یہ ایسی کھلی باتیں تھیں جن کو ہر سمجھدار انسان جان سکتا تھا کہ ان میں کوئی شائبہ عدم جواز کا نہیں ہے۔

میلاد مبارک کی محفل حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے بیان احوال کریمہ کا جاننا اور اس سے باخبر ہونا ایمان دار کے لئے اعلیٰ ترین سعادت ہے۔ حدیث شریف میں حضور کے ذکر کو ذکر اللہ بتایا گیا۔ کلمہ میں آپ کا نام نامی وصف رسالت کے ساتھ اس طرح داخل ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی توحید و بے مثالی کا منکر مومن نہیں ہو سکتا۔ اس طرح سے آپ پر ایمان نہ لانے والا اور آپ کی رسالت کا اثر نہ کرنے والا بھی ایمان دار نہیں ہو سکتا۔ جس ذات پر ایمان کا مدار ہے اور جس پر ایمان لانے بغیر کفر کی ظلمتوں سے نجات نہیں مل سکتی اس کے احوال پاک کا بیان یقیناً شانِ احترام ہے ہونا چاہیے۔ اور وہ مجلس جو اس مقصد کے لئے منعقد کی گئی ہو۔ اس کو زیب و زینت دینا اور عوام میں باوقعت بنانا تقاضائے ایمان ہے۔

حضور کا ذکر ذکر اللہ۔ حدیث شریف میں وارد ہوا۔ ذکوک ذکری آپ کا ذکر میرا ہی ذکر ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد باری ہے۔ من ذکوک ذکونی جس نے آپ کا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا، اور ذکر الہی کی محفل کو حدیث میں جنتی چمنستان بتایا گیا ہے۔ حدیث شریف میں، اذا مہر بترید ریاض الجنة فاربعوا قالا واما ریاض الجنة ؟

قال خلق الذکر : حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا جنتی چمنستانوں پر گزر ہو تو یہ وہ چمنی کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا جنتی چمنستان کیا ہیں ؟ حضور نے فرمایا ذکر کی محفلیں :

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ میلاد مبارک کی محفلیں جن میں ذکر حبیب ہوتا ہے جس کو حدیث شریف میں ذکر اللہ بتایا گیا وہ جنتی چمنستان ہیں۔ حدیثیں تو جنتی چمن تباہیں مگر معاند متعصب اس کو بدعت کہے، تارواپ کا رے۔ ہوشمند انسان متحیر ہوتے ہیں، کہ ان پڑھے لکھے جاہلوں نے کس طرح ذکر حبیب کی محافل مستبرکہ کو ناجائز کہہ دیا یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ دریافت کرتے ہیں کہ ان محافل کے ناجائز ہونے کا سبب کیا ہے، اس وقت ان معاندین و متعصبین کو حیرانی و پریشانی ہوتی ہے۔

اس سراسیمگی میں کبھی تو یہ کہہ گزرتے ہیں کہ ذکر شریف تو درست ہے مگر قیام قیام وقت ذکر ولادت پر اعتراض ہے۔ مگر اس بات کو کوئی عاقل باور نہیں کر سکتا، کہ قیام ناجائز ہے، اور ناجائز بھی ایسا کہ محفل شریف ہی کو ناجائز کر ڈالے اس لئے دریافت کیا جاتا ہے کہ قیام میں کیا مضائقہ اس کی مخالفت کہا وارد ہوئی، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ قیام وقت ذکر ولادت قرونِ ثلاثہ میں کیا نہیں گیا۔ اس کی اصل

ثابت نہیں اس لئے یہ بدعت ہے مگر ان کی یہ بات ایک لالینی حیلہ اور بہانہ ہے۔

خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لئے قیام فرمانا ثابت ہے۔ اس پر یہ لکھنا کہ ایک شخص موجود و حاضر کے لئے جو انگلیوں کے سامنے ہوا اور سب کو نظر آتا ہے قیام کرنا درست ہے مگر جو ایسا نہ ہوا اور سب اس کو ایسا نہ دیکھتے ہوں اس کے لئے قیام شرک ہے۔ ایک بالکل بے حقیقت بات ہے کیوں کہ جو چیز شرک ہے وہ حاضر کے لئے غائب کے لئے سب ہی کے لئے شرک ہے اس میں یہ تفریق نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کسی عظیم خبر کو سن کر جذباتِ شوق یا خوف کے ساتھ متاثر ہو کر کھڑا ہو جانا طبیعتِ انسانی کے لئے امرِ عادی ہے، اور حدیثِ شریف سے بھی ثابت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے چنانچہ جب آیتہ کریمہ انا امر اللہ نازل ہوئی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں ایک جذبہ پیدا ہوا اور آپ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا ذکر سن کر بالخصوص ایسی مجلس میں جو حضور ہی کے ذکرِ مبارک کے لئے مسفقہ کی گئی ہو اور حضور کی نعمتِ مبارک سن کر دلوں میں محبت موجیں مارنے لگی ہو، ذکرِ ولادت سن کر جذبات میں ایک لہر آ جانا اور سرور کا اظہار ادب و تعظیم کے لئے مستحکم قیام ہونا کچھ بعید نہیں اور عین اس سنت کے مطابق ہے جو حضور کے قیام میں پائی گئی۔

نیز کسی عظیم الشان دینی ذکر کے سنے کے لیے اور اچھے احترام کے لئے قیام کرنا بھی سنت صحابہ ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک

حدیث سننے کے لئے قیام فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کا اور حضور کے بیان ظہور کا قیام تو خود ہی سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفیس منبر پر قیام فرما کر اپنی ولادت کریمہ کا ذکر کیا۔ اب قیام میں کیا اشتباہ ہے۔ کیا اعتراض ہے۔ کیا غلط ہے۔ کیا حیلہ ہے۔ کیا بہانہ ہے۔ کتنے دجوسے قیام ثابت ہے۔

اچھا، تمہاری آنکھیں بند ہیں تمہیں یہ کچھ نظر نہیں آتا، احادیث تک تمہاری رسائی نہیں، افعال کریمہ پر نظر نہیں، سیرت صحابہ سے واقفیت نہیں، بے خبر انسان ہو تو، اگر عقل و خود کا دعویٰ ہے تو کچھ ہوش سے بھی کام لو اور اتنا تو سوچو کہ قیام کرنے والا کس نیت سے قیام کرتا ہے، وہابیوں کے مارنے کے لئے اٹھتا ہے یا شیطانوں کے جملانے کے لئے اٹھتا ہے یا مجلس سے چلا جاتا اس کا مقصود ہوتا ہے۔ اس کے اٹھنے کا مدعا کیا ہے۔ اگر تمہاری سمجھ اتنا بھی نہ بتا سکے کہ یہ لوگ اس وقت کیوں اٹھے تو اس عقل پر ماتم کرو کیوں کہ اتنی بات تو وہ لوگ بھی سمجھ لیتے ہیں جو کھلے کافر ہیں اور اسلام کے دعویدار نہیں۔ تمہاری سمجھ میں اگر یہ بھی نہ گئے تو میلاد خواں سے پوچھ لو۔ صاحب مجلس سے دریافت کرو، شرکار مجلس سے سوال کرو۔

ہر شخص تمہیں بتا دے گا کہ یہ قیام بہ نظر تعظیم تھا۔ تو اب تم بتاؤ کہ تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہیں کچھ عداوت ہے اس کو ناجائز سمجھتے ہو۔ کیا قرآن و حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم نہیں دیا گیا۔ دیا گیا اور ضرور دیا گیا تو بتاؤ

کہ تعظیم و توقیر کے لئے کوئی ادا خاص کر دی گئی اور طریقہ معین کر دیا گیا اور تعین کے دشمنو! اور تعین میں کلام کرنے والو! یہاں اپنے دل سے کیوں تعین کرتے ہو، جو طریقہ تعظیم کا ہو جس نما میں جو امر تعظیم کے لئے معروف ہو چکا وہ یقیناً تعظیم کا فرد اور توقیر وہ کے حکم میں داخل، دیکھو قرآن سے مخرف نہ ہو جب تم ملتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ضروری ہے تو کونسی وجہ ہے کہ قیام کا انکار کرو۔

اب رہا یہ جیلہ کہ قیام تعلیمی جائز ہے لیکن مجلس مبارک میں فقط ذکر و لاوت شریف ہی کے وقت قیام کیوں کیا جاتا ہے۔ اول سے آخر تک قیام کیوں نہیں کیا جاتا ایسے لغو جیلے امر جائز کو ناجائز نہیں کر سکتے۔

دہابیوں سے پوچھو کہ کیا کسی امر جائز کا ایک معین وقت میں کرنا اور دوسرے وقت میں نہ کرنا ان کو ناجائز کر دیتا ہے۔ اگر ہاں کہیں تو دلیل لاؤ کوئی آیت یا حدیث سناؤ۔ محض اپنی رائے فاسد و خیال کا سد سے کسی جائز کو ناجائز مت ٹھہراؤ۔ شریعت کسی کے خیال کا نام نہیں ہے وہ بے چارے مجبور ہوں گے اور کوئی دلیل نہ دیں گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ان کا دعویٰ جھوٹا تھا اور امر جائز کو کسی وقت معین میں کرنا ناجائز نہیں کر سکتا۔

اس مضمون کو دہابیہ کے ذہن نشین کر دو۔ فقہ و حدیث کا درس مدرسوں میں مبتلا بندی کے ساتھ جو تمہارا معمول ہے جائز ہے موجب ثواب ہے تو فقط دن ہی میں درس کیوں کھلتے ہیں رات میں درس کیوں نہیں ہوتا۔ اس تعین پر کوئی آیت یا حدیث ہے یا نہیں ہے۔ تو کیا اس تعین سے وہ امر جائز ناجائز ہو گیا اسی طرح جمعہ کے سوا باقی ایام میں پڑھانا جمعہ کو نہ پڑھانا، ایسے رمضان شریف میں مدرسہ کو بند رکھنا اس تعطیل کے لئے

جمعہ درمضان کی تخصیص و تعیین کیا اس کو ناجائز کر دیتی ہے؛ کرتی ہے تو تم سب اس کے مجرم ہو نہیں کرتی تو قیام پر تمہارا اعتراض ایسی جاہلانہ ہٹ ہے جس کی خود تمہارے عمل تکذیب کرتے ہیں۔

علاوہ بول اور ذکر کے، ہوسے و لائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کو ذکر ولادت کے ساتھ ایک تو یہ مناسبت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کے ساتھ ذکر ولادت شریف فرمانا اسی نیج پر تھا۔ مجلس حاضر تھی حضور شریف فرماتے، دین کے مسائل کا ذکر بیان تھا اسی میں جب ذکر ولادت مبارک فرمایا تو قیام فرمایا، اور جب وہ ذکر مبارک فرما چکے پھر جلوس فرمایا۔ پھر وہی ذکر مسائل تھا تو معلوم ہوا کہ خاص ولادت شریف کے لئے قیام مستحب و مسنون ہے! اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مسئلہ کے سننے کے لئے قیام فرمانا باوجودیکہ اس سے قبل بھی مسائل دین ہی کا ذکر ہو رہا تھا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مسئلہ خاص بہتم بالشان کے لئے مجلس میں بیٹھے ہوئے کھڑا ہو جانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور سنت صحابہ بھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی ہر ایک حدیث لکھنے کے لئے غسل فرماتے دو رکعت نماز پڑھتے تب لکھتے۔ مولود قیام سے چڑنے والے وہابی بتائیں تو کہ ان کا یہ فعل بدعت تھا یا نہیں، کبھی صحابہ یا تابعی یا تبع تابعین نے بھی ایسا کیا تھا، قرون ثلثہ میں یہ عمل پایا گیا تھا جب ایسا نہیں ہے تو بقول تمہارے بدعت کیوں نہیں ہوا اس سے بھی قطع نظر کہ وہی قیام والا سوال کرو کہ اگر حدیث لکھنے کے لئے نیا غسل اور دو رکعت نفل پر جائز ہو تو پھر بخاری ہی لکھتے وقت ایسا کرنے کی کیا تخصیص تھی جب حدیث رسول اللہ

لکھتے تھے ہمیشہ ہی ایسا کیوں نہیں کیا کرتے تھے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان فرماتے تھے تو مجلس آراستہ کی جاتی، بہترین فرش بچھائے جاتے، نفیس مسند لگائی جاتی، خواہ امام صاحب عمدہ پوشاک پہنتے، عطر لگاتے، خوشبوئیں مہرکائی جاتیں۔ یہ تمام ان کی مجلس حدیث کے لئے ہوتا۔ تمہاری بدعت کہاں تک چلے گی! مگر بات یہ ہے، یہ آنکھ والے تھے، قدرِ نسیم اور منزلتِ علیا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں معلوم تھی آداب سے واقف تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک حدیث کے لئے یہ اہتمام کرتے تھے تم بھی اگر کچھ باخبر ہوتے اور حبیب رب العالمین کے مرتبہ کو کچھ پہچانتے تو ذکر میلاد مبارک کی محل اور تعظیمی قیام میں پس و پیش نہ ہوتی۔

نعت خوانی | ایک جیلہ یہ ہے کہ ذکر ولادت و قیام تو سب درست ہے لیکن یہ میں نظمیں پڑھی جاتی ہیں: یہ جیلہ بھی بے کار ہے۔ نظم کوئی ناجائز چیز نہیں اور بالخصوص نعت شریف کی نظم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نعت شریف کی نظمیں پڑھتے تھے اور ان کے لئے دعا فرماتے تھے، اور فرماتے تھے: اللہم ایدک بروح القدس تو اب نظموں پر کیا اعتراض رہا۔ حضور کی مجلس شریف میں پڑھی گئیں، حضور کے اذن و اجازت سے پڑھی گئیں حضور اس پر راضی اور خوشنود ہوئے حضور نے پڑھنے والے کے حق میں دعائیں فرمائیں، کیا ایسا امر بھی ناجائز اور بدعت ہو سکتا؟ آوازیں ملانا، اس کی کہیں شریعت میں ممانعت وارد ہے؟ یا دین کے مسائل میں تمہیں کوئی ایسا اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ جس امر کو

چاہو محض اپنی رائے سے ممنوع و ناجائز قرار دے لو۔ ایسے حکم دینا ایسا ناجائز بتانا ہی احادیث
فی الدین اور یہی بدعت بتاتے ہو۔ یہ تمہیں کیا خبر ہوگی کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
خندق کھودتے جلتے تھے اور آوازیں ملا کر ایک ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت
شریف اور اپنی جان نثاری کی تغلیں پڑھتے جاتے تھے اسی آواز ملائے کو بے دلیل ممنوع
کہتے ہو فعل صحابہ پر اعتراض ہے اور خاص اس فعل پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا
شیرینی | اب آپ کا صرف یہ اعتراض باقی رہ گیا کہ بعد ختم شیرینی تقسیم کی جاتی ہے
تو تقسیم شیرینی کوئی حرام ہے ممنوع ہے بشریعت میں کہیں اس کی مانعت
وارد ہوئی؟ وہ کوئی ناجائز چیز ہے۔ بدایا اور ضیافات کا زمانہ اقدس میں معمول تھا حضور نے
اس کا حکم فرمایا موجب ازدیاد محبت فرمایا۔ سرور کے وقت ضیافیتیں اور احباب و اقارب
میں تقسیم طعام یا شیرینی سنت صحابہ ہے۔ جا بجا اس کے تذکرے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ختم قرآن کے بعد اونٹ ذبح فرما کر ہدیہ احباب کیا۔ ایک دو کیا صد ہا شاہین
عہد کرامت عہد میں ملتی ہیں، اور آپ کے یہاں جو بخاری شریف کا ختم اور اس میں تقسیم شیرینی
کا معمول ہے وہ کبھی آپ کو نہ ملے گا۔ اس پر کبھی بدعت ہونے کا حکم نہ لگایا۔ زمانہ اقدس میں
کبھی اس طرح ختم کیا گیا تھا۔ اس میں شیرینی تقسیم ہوئی تھی؛ بہر حال کوئی ادنیٰ سی وجہ بھی ایسی
نہیں ہے جس سے کوئی عاقل منصف مجلس مبارک میلاد کو ناجائز تو کیا غیر مستحب بھی سمجھ سکے۔
ایسی حالت میں اس کو مورد بحث بنانا اور ذریعہ جدال قرار دینا اور اس حیلہ سے مسلمانوں
کو برا کہنا اور جماعت میں تفرقہ ڈال دینا شیطانی فعل نہیں تو کیا ہے۔

ہندو لواری | آپ ہی تو وہ ہیں جو ہندوؤں کی محبت میں وارفتہ ہو کر جلسوں میں پھرا کرتے ہیں، ہڑتالیں کیا کرتے ہیں مشرکین کے ساتھ آوازیں ملا کر جے

پکارا کرتے ہیں یہ کوئی چیز آپ کو بدعت نہیں معلوم ہوتی۔ مگر ذکر حبیب اور میلاد مبارک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بدعت نظر آتا ہے اس کے نام سے سودا اٹھتا ہے۔ خفقان ہوتا ہے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، اس تفرقہ انگیزی سے باز آؤ اور سوچو کہ مجلس مبارک میلاد شریف پر بے جا ضد اور ہٹ کیا فائدہ دے سکتی؛ اور اس سے مسلمانوں میں تفرقہ انگیزی سے باز آؤ۔ اور سوچو کہ مجلس مبارک میلاد شریف پر بے جا ضد اور ہٹ کیا فائدہ دے سکتی ہے۔ اور اس سے مسلمانوں میں تفرقہ انگیزی کر کے فتنہ پیدا کرنا کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

گیارہویں شریف | اسی طرح گیارہویں تاریخ کسی خوش عقیدت مسلمان نے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کر دی تو وہابی صاحب جل جلالہ

مرحومیں لگ گئیں۔ آپ کا کیا نقصان ہوا؛ آپ کو کیا ایذا پہنچی؛ آپ کے دل میں کیوں دوا اٹھا۔ ادھیاں؛ نالکوں سے نہ چڑنے والو؛ سنی ماؤں سے نہ کھسیانے والو؛ کانگریسی جلسوں اور جلسوں میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ اختلاط رکھنے والو۔ ان کی تقریریں سننے والو ایسے مجامع میں جہاں بے پردہ عورتیں بے حجابانہ تقریریں کرتی ہوں شرکت کرنے والو گیارہویں شریف سے کیوں کھسیاتے ہو؛ اس میں تمہیں آزر دہ کرنے والی کیا چیز ہے؛ قرآن کریم کی تلاوت مومن کے گھبرانے کی بات نہیں؛ بے ایمان ضرور اس سے چڑتے ہیں۔ "اذا ذکر اللہ وحده اشتمازت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرت"۔ جب خدا کے وحدہ لا شریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل پریشان ہوتے ہیں جو آخرت

پر ایمان نہیں رکھتے۔ وقال الله تعالى وقال الذين كفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون، کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سناؤ اس میں بیہودہ شور مچاؤ تاکہ تم غالب ہو۔ قرآن پاک کے سننے سے گھبرانا، اس سے چڑنا اور برا ماننا یہ تو قرآن پاک نے کفار کا کام بتایا ہے۔ گیارہویں کی فاتحہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے آپ اس سے کہیں گھبراتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے کچھ طعام یا شیرینی ہدیہ ناظرین کر دی جاتی ہے اس میں کیا مضائقہ ہے جن سلوک اور احوال شریعت میں محمود ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی علامتوں میں شمار فرمایا ہے۔ اطعام الطعام کوئی بہت ہی بڑا سخت دل کنوس ہوتا وہ بھی دوسرے کے خرچ کرنے پر برا نہ ماننا۔ آپ میں کیا صفت ہے جو آپ اتفاق علی اہلین سے بزرگرمنازع للخیار بنے جلتے ہیں۔ اس میں آپ کو کونسی سی چیز ناجائز نظر آئی۔

ہاں ایک یہ بات شاید آپ کہیں کہ تلاوت و طعام کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے حضور غوث پاک کو تو آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ایصال ثواب عبادات بدنیہ و مالیہ کا شریعت نے جائز رکھا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے کنواں بنوایا۔ حدیث شریف میں موجود ہے اس مسئلہ پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ بشرح عقائد اور تمام دینی کتابوں میں مصرح ہے پھر وہ کیا چیز ہے جو آپ کو بدعت لگتی ہے؟ صرف گیارہویں تاریخ کا تعین، تو کیا اس کی ممانعت میں کوئی حدیث وارد ہو گئی ہے؟ عمل خیر کے لئے تعین اور خاص اموات کے ایصال ثواب کے لئے حدیث شریف سے ثابت ہے۔ خود حضور انورؐ نور مجسم جانِ ایمان

صلی اللہ علیہ وسلم سالانہ شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اس سے تعیین کا پتہ چلا اور تعیین کا پتہ چلانا ہو تو احادیث کی کتابیں مالا مال ہیں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے روز فتح کی خوشی کے لئے اسی تاریخ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔ اپنی ولادت شریف کے روز یعنی دو شنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ فیہ ولدت اس دن میری پیدائش ہوئی ہے تعیین ہوئی یا نہیں؟

غرض کوئی قدر و حیلہ ان کے بنائے نہیں بنایا لیکن مسلمانوں میں نزاع پیدا کرنا اور اختلاف ڈالنے کے لئے ضد ہے۔

دعوت الصاف

اصرار ہے گیا رہویں شریف سے عداوت ہے اس کے نام سے چڑتے ہیں کوئی ادنیٰ اسی وجہ بھی ہوئی، کوئی شرعی دلیل اس امر کی ممانعت پر قائم ہوتی تو موقع تھا کہ انکار کرتے مگر نفس و ہوا کے لئے انکار اور جماعت اہل اسلام میں تفرقہ اندازی نہایت افسوس ناک جرم ہے اسی طرح اور مسائل میں نزاع مدام یہ ہے کہ یہ امور ایسے دقیق و غامض اور ایسے مشکل و لاخیل تو ہیں نہیں جہاں تک صاحب عقل و ہوش رسائی نہ کر سکے۔ سمجھ میں آتا ہے اور صاف سمجھ میں آتا ہے اور ہر نصف مزاج جب نظر ڈالتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ ان فرعیات میں ان کا اعتراض بے جا ہے۔ صرف نفسانیت کا کرشمہ ہے۔ شرعی دلائل اور قوی برہانیں ان امور کے جواز پر موجود ہیں۔ ایسے ہی اصول مسائل جن میں وہابیہ نے طوفان برپا کر دیا ہے۔ اس قدر مشکل نہیں ہیں کہ کسی وہابی کی فہم ان تک رسائی نہ کر سکے۔

تعظیم رسالت | یہ تو سب کو تسلیم ہے کہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور تعظیم و توقیر اہم فرائض میں سے ہے حضور کی جناب میں ادنیٰ گستاخی بے شبہ کفر ہے۔ پھر مولوی رشید و خلیل عسکری قاسم دہلوی و غیرہ کی طرفداروں میں اس قدر وارفتہ ہو جانا کہ حضور کی شان میں ان کے ناقص کلمات اور گستاخانہ الفاظ کو برداشت کئے جائیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ شد و مد سے ان کی طرفداری کی جائے ایسی کتابیں جن میں یہ کفری مضامین ہوں ان کو بکرات و مرآت چھاپ کر شائع کیا جائے۔ تمام عرب و علم کے مسلمان آزر دہ و رنجیدہ ہوں جو حرمین طہیین تک سے ان ناقص کلمات پر کفر کے فتوے آئیں مگر ضد اور ہٹ میں کمی نہ آئے۔ بارگاہ الہی میں سر نہ جھکے، توبہ کے لئے زبان نہ ہلے۔ حضور کی گستاخی کرنے کے باوجود ان مولویوں کو نہ چھوڑا جائے نہ انہیں توبہ پر مجبور کیا جائے یہ کتنی بڑی بے محبتی ہے۔ ہندو پاکستان میں ایک عظیم فتنہ برپا ہے۔ مگر مگر میں جنگ ہے ہر جگہ شور ہے غوغا ہے۔ کچھ رنجیدہ طبیعت انسان اس درد کا احساس کریں اور مسلمانوں کو اس کمزور کر دینے والے نزاع سے نجات دلائیں۔ اگر وہابی صاحبان ذرا اسی ضد چھوڑ دیں اور شریعت میں اپنی طرف سے ضد کرنے کی عادت چھوڑ دیں تو یہ تمام جگہ ایک دم ختم ہو جائے اور ہندو پاکستان کے گوشہ گوشہ میں جنگ تعصب کے بھڑکنے والے شعلے بجھ جائیں اور یہ آگ سرد ہو جائے۔ اگر چند کلمات ناشائستہ تہاری زبان سے نکلے، تمہارے قلم سے لکھے گئے، تمام ملک ان سے آندوہ خاطر ہے تمام مسلمان ان سے رنجیدہ ہیں ہر مسلمان کا دل ان سے دکھا ہوا ہے تو تمہیں ان کلموں پر کیا اصرار ہے؟ تم اس بات کی بیچ کرنے پر کیا مجبور ہو؟ توبہ کے دو کلموں سے اس نزاع کا خاتمہ کیوں نہیں کر دیتے اگر کوئی باہمت

وہابی اپنے اکابر کو توبہ کی بہت دلائے اور ان پر زور دے تو تمام ہندو پاکستان کی یہ صدالہ جنگ منٹوں میں طے ہو سکتی ہے۔

کیا ہے کوئی ایسا صلح جو کیا ہے کوئی ایسا امن پسند کیا ہے کوئی ایسا دردمند جو اس کوشش کے لئے کمر بستہ اور تیار ہو! جاہل سے جاہل انسان اور سرکش سے سرکش شخص بھی خدا کے حضور توبہ کرنے اور جہنم نیاز خاک پر رکھنے میں نہیں جھکتا۔

کیا دعویٰ داران علم و ہمدانی علی طور پر ثابت کریں گے کہ ان میں بھی اتنی محبت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سکالہ موالات

تصنیف لطیف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم محقق و مفہم مراد آبادی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد۔ موالات اور ولایت اور تولی سب کا مادہ و کلی ہے جو لغت میں قرب و اتصال
کے معنی میں آتا ہے چونکہ یاد مدگار، دوست، محرم اسرار اور رفیق مختار کا کو بھی قرب و
اتصال حاصل ہوتا ہے اس لئے ان کو بھی ولی کہتے ہیں اور کسی کو ایسا دوست بنانا
موالات کہلاتا ہے کہ اس کو ناصر و مددگار یا صاحب و واقف اسرار یا اپنے امور میں تصرف
و مختار بنایا جائے۔

قرآن پاک میں یہ لفظ ان معانی میں وارد ہے موالات کا مفہوم بتانے کے
لئے دوستی ایک جامع اور اچھا لفظ ہے۔

موالات بکفار | کفار کے ساتھ دوستی و موالات کی چند صورتیں ہیں۔ کافر میں دو
حیثیتیں ہیں (۱) مذہبی (۲) شخصی۔ مذہبی حیثیت سے کفار

کے ساتھ محبت و داد و ربط و اتحاد و دوستی و یکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں بالضرر کسی
شخص کو کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت یا ادنیٰ میل و رغبت ہو یعنی ایک
وجہ سے کہ یہ اس کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

آیت ۱۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ

اللَّهِ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (سورہ مجادلہ، رکوع ۱) ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ان لوگوں
کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پہلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں
نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے
باپ یا بیٹے یا بھائی یا کہنے والے ہوں۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

المعنى انه لا يجتمع الايمان مع وداد اعداء الله وذلك
لان من احب احدا امتنع ان يحب مع ذلك عدوا .
معنى یہ ہیں کہ ایمان دشمنان خدا کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اور یہ
اس لئے کہ جو کسی کو محبوب ہے نہیں ہو سکتا کہ باوجود اس
محبوب کے دشمن سے محبت بھی کرے۔

آیت ۲۔ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوا

أَوْلِيَاءَ (سورہ مائدہ ع ۱۱) ترجمہ: اور اگر وہ اللہ اور قرآن پر ایمان
رکھتے تو کفار کو دوست نہ بناتے۔

تفسیر مدارک میں ہے۔ یعنی ان موالات المشرکین

تدل علی بغاقتهم۔ (تفسیر مدارک ص ۱۰۸) یعنی مشرکین سے

ان کا دوستی کرنا اس پر دلیل ہے کہ وہ منافق ہیں۔

آیت ۳۔ یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود والنصری اولیاء بعضہم

اولیاء بعض ومن یتولیہم منکم فاندہ منہم (مائدہ ۸)

ترجمہ: اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ان میں

سے بعض بعض کے دوست ہیں اور جو تم میں سے انہیں دوست

بنائے وہ انہیں میں سے ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔ ای یتخذہم اولیاء فاندہ

منہم ای ہو علی دینہم ومعہم فی النار۔ یعنی جو انہیں دوست

بنائے وہ انہیں میں یعنی ان کے دین پر ہے اور ان کے

ساتھ ہے دوزخ میں اور یہ اس صورت میں جبکہ انہیں

ان کے دین کی وجہ سے دوست بنایا ہو۔

امام فخر الدین رازی انکم اقمثالہم کے تحت فرماتے ہیں۔

قال اهل العلم هذا يدل على ان من رضى بالكفر فهو

كافر۔ اہل علم نے فرمایا کہ اس پر دلالت کرتا ہے جو کفر کے ساتھ

راضی ہو اور کافر ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۹، مفتی ابوالسود نے کہتے کریم ازیدون ان تجعلوا اللہ

علیکم سلطانا مبینا کی تفسیر میں فرمایا۔

اتریدون بذلك ان تجعلوا اللہ علیکم سلطانا

علی انکم منا فقون فان موالا تھوا وضع ادلة
النفاق . ترجمہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے لئے اپنے منافق
ہونے کی ظاہر محبت قائم کرو کیوں کہ کافروں سے موالا کرنا
منافق ہونے کی واضح تردیل ہے۔ (تفسیر ابوالسود جلد ۲)

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر سے اس کے دین کی وجہ دوستی کرنا یا اس کے دین
کو پسند کرنا یا اس کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے اور کسی مومن سے بحالت ایمان ممکن نہیں
کہ ایسی دوستی کر سکے اور اگر بالفرض کسی نے ایسا کیا تو وہ مومن نہ رہا۔

۲۔ حیثیت شخصی و ذاتی ہے یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین و ملت کی
وجہ سے تو دوستی نہیں ہے مگر اس کی ذات کے ساتھ انس و محبت ہے یہ محبت بھی
اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے
نکل جائے یا کم ہو جائے یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزاء
کرے اور یہ اپنی محبت کی وجہ سے اس پر راضی رہے یا صبر کرے تو یہ محبت بھی
منافی ایمان ہے۔ اور آیت مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔

آیت ۵۔ وقد نزل علیکم فی الكتاب اذا سمعتم آیات اللہ
یکفربہا ویستہزئ بہا فلا تقعدوا معهم حتی یغوضوا

فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلتم ان الله جامع المنافقين
والکافرين فی جهنم جميعا۔ (سورہ نساء ۱۹) اور بیشک اللہ
تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار
کیا جاتا اور ان ہنسی بنائی ہائی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو،
جب تک وہ اور بات میں مشغول ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے
ہو بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں کرے گا۔
خازن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

یعنی انکرا یا الجالسون مع المستهزئين بآیات الله اذا
رضیتم بذلک فانتم وھو فی الکفر سواء قال للعلماء
وھذا یدل علی ان من رضی بالکفر نہو کافر۔ یعنی
اے آیات الہیہ کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے ہم نشینوں جب
تم اس کے ساتھ راضی ہوئے تو تم اور وہ کفر میں برابر ہو علماء
نے فرمایا اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کفر کے ساتھ
راضی ہو وہ کافر ہے۔ (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲۱)

تفسیر ابوالسعود میں ہے۔

ای لا تقعد معھم فی ذلک الوقت انکم ان فعلتموا کنتم
مثلمھم فی الکفر۔ ترجمہ: پس اس وقت تم ان کے ساتھ نہ
بیٹھو بیشک اگر تم یہ کرو گے تو کفر و عذاب میں ان کے مثل ہو

جاؤ گے۔ ہکذا فی البیضاوی وروح البیان (تفسیر الخاسر جلد ۲ ص ۴۹)
 آیت ۶۔ یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الیاء کعرواخوانکم والیاء ان
 استحبوا الکفر علی الایمان ومن يتولهم منکم فاولئک
 هم الظالمون (سورہ توبہ۔ رکوع ۵) ترجمہ: اے ایمان والو!
 نہ بناؤ تم اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست اگر کفر کو ایمان پر محبوب
 رکھیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں بیشک وہی ظالم ہیں
 امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

ومن يتولهم منکم فاولئک هم الظالمون قال ابن
 عباس یزید شرکاً مثلہم لانہ رضی بشرک ہم والرضا
 بالکفر کفر۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۶۹) اور تم میں سے
 انہیں دوست بنائیں وہ ظالم ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جو ان سے دوستی کرے وہ ان کی طرح
 مشرک ہے اس لئے کہ وہ راضی ہو ان کے شرک کے ساتھ اور
 کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔

امام رازی نے آیت کریمہ لا یجد قوماً (الآیہ) کی تفسیر میں عدم اجتماع مع وداد
 کفار کی دو وجہیں ذکر کیں ان میں سے اول یہ ہے۔

احدہما انہما لا یجتمعان فی قلب فاذا حصل فی القلب وداد
 اعداء اللہ لہم یحصل فیہ الایمان فیکون صاحبہ منافقاً۔

ایک وجہ یہ ہے کہ ایمان اور کفار کی محبت قلب میں جمع نہیں ہوتی
پس جب دل میں دشمنان خدا کی محبت حامل ہوئی اس میں ایمان
حاصل نہیں ہوتا تو وہ شخص منافق ہوا۔

اور اگر محبت اس درجہ پر نہیں پہنچتی تو اس کے دو حال ہیں یا وہ محبت
طبعی ہوگی جیسے اولاد کو والدین کے ساتھ یا ماں باپ کو اولاد کے ساتھ یا بھائی کو
بھائی کے ساتھ طبعاً بے اختیار ہوتی ہے تو یہ مرتبہ محبت میں پر اختیار نہیں زیر حکم
نہیں اور امر و نہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ کیوں کہ مدار تکلیف وسعت و اختیار
ہے۔ جو چیز اختیار سے باہر ہے بندہ اس پر مکلف بھی نہیں۔ لا یمکلف اللہ نفساً الا
وسعها۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

لان التكليف لا يرد الا بفعل يقدر عليه المكلف. یعنی
کیوں کہ تکلیف اسی پر وارد ہوتی ہے جس پر مکلف قدرت
رکھے۔ کذا فی شرح التاویلات۔
مفتی ابوالسعود فرماتے ہیں۔

احب اليكم من الله ورسوله بالحب الاختياري المستبح
لاثره الذي هو الملازمة وعدم المفارقة لالحب الجبلي
الذي لا يخلوا عنه البشر فانه غير داخل تحت التكليف
الدائر على الطاقة. ترجمہ (اگر باپ اولاد وغیرہ) تمہیں اللہ و

رسول سے زیادہ محبوب ہوں محبت اختیاری جو اپنا اثر ملازمت و
عدم مفارقت اپنے ساتھ رکھتی نہ جبلی محبت جس سے بشر خالی ہوتا
کیوں کہ تکلیف جو طاقت پر دائر ہے یہ اس کے تحت داخل ہی
نہیں۔ (تفسیر البوسود جلد ۴۔ ص ۱۳۷)

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے تحت ہے۔

الملا والحب الاختیاری دون البطعی فانه لا یدخل تحت
التکلیف التحفظ عنه۔ (تفسیر بیضاوی ص ۱۳۷) مراد محبت
اختیاری ہے نہ طبعی۔ کیونکہ محبت طبعی سے بچنا تحت تکلیف
داخل نہیں ہے۔

اور جو محبت طبعی و جبلی نہیں اور اس درجہ بھی نہیں کہ کفر و شکار کفر کی نفرت
قلب سے کم کر دے یا دین میں مداخلت بنے یعنی امور خلاف شرع پر انکار و اعتراض اور
کراہت و نفرت برقرار رکھے اور اس سے اسلام یا مسلمانوں کو بھی ضرر ہو جب بھی شان
مومن کے خلاف اور ممنوع ہے اور مطلقاً مودۃ کفار کی ممانعت میں اس قدر آیات
وارد ہیں کہ مختصر میں ان کا جمع کرنا دشوار ہے۔

آیت (۱)، یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء
تلقون الیہم بالموءدۃ وقد کفرا بما جاءکم من الحق۔ (الانبیاء)
(سورہ ممتحنہ رکوع ۱) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو
دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے عالاں کہ

وہ مکر میں اس حق کے ساتھ نہیں آتا۔

آیت ۸۔ العوتل الی الذین تولوا تو ما غضب اللہ علیہم ما هم
منکرو ولا منهم۔ (ایہ سورہ بقرہ رکوع ۲)

جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے وہ تم میں
سے ہیں نہ ان میں سے تم۔

آیت ۹۔ یا ایہا الذین امنوا لا تتولوا تو ما غضب اللہ علیہم (مخفیہ)

اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔

آیت ۱۰۔ انما ولیکُم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون

الصلوات و یؤتوا الزکوٰۃ وہم لاحکعون ومن یتول

اللہ ورسولہ والذین امنوا فان حزب اللہ هم الغالبون۔

(سورہ مائدہ ع ۱۰) ترجمہ۔ تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس

کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور

اللہ کے حضور جھکے ہوتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسولوں اور مسلمانوں

کو اپنا دوست بنائے تو اللہ ہی کا گروہ غالب ہے اور اگر وہ ایمان

لائے اللہ اور اس کے نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کافروں

سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں تو بہتر ہے فاسق ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی آیت، کے تحت لکھتے ہیں۔

فان قلت كيف قال لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء والعداء
والمحبة لكونهما متنافيين لا يجتمعان في محل واحد والنهي
عن الجميع بينهما فرع امكان اجتماعهما قلت انها كان الكفا
اعداء للمؤمنين بالنسبة الى معادتهم الله ورسوله
ومع ذلك يجوز ان يتحقق بينهم الموالاة والصدقة
بالنسبة الى الامور الدنيوية والاغراض النفسانية فنهى
الله عن ذلك يعنى فلم يتحقق وحدة النسبة من
الوحدانية الثمان وحيث لم يكتف بقوله عدوى بل زاد
قوله وعدوكم دل على عدم مردودتهم وفوتهم فانه
يلقى في عداوتهم لهم وترك موالاة تهم كونهم اعداء
الله سواء كانوا اعداء لهم ام لا۔ (مدح البيان جلد ۳ ص ۱۳۲)

ترجمہ: اگر تو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا کہ تم میرے اور
اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ حالانکہ عداوت اور محبت منافاة
کی وجہ سے ایک محل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور ان کو جمع کرنے سے
مانعت کرنا ان کا اجتماع ممکن ہونے کی فرع ہے یعنی محبت و عداوت
ایک محل میں جمع ہونا ممکن ہو تب تو اس کی مانعت کی جائے اور
جب ممکن ہی نہیں تو مانعت کے کیا معنی، میں اس کے جواب میں

لکھتا ہوں بیشک کفار اللہ اور رسول کے دشمن ہونے کی وجہ سے
 ہی مومنوں کے دشمن ہیں اور باوجود اس کے ممکن ہے کہ دنیوی امور اور
 نفسیاتی انزاعی کی وجہ سے کافر اور مومن میں مواصلات دوستی ہو سکے
 تو اللہ نے اس سے منع فرمایا۔ منطق کے پیرایہ بیان میں ماحل جواب
 یہ ہے کہ آٹھ وحدتوں میں سے جو تناقص میں شرط ہیں وحدت
 نسبت نہ پائی گئی تو تناقص نہ رہا اجتماع ممکن ہوا اور یہی درست اور
 چونکہ اللہ تعالیٰ نے عدوی پر اکتفاء فرمایا بلکہ عدو کم زیادہ کیا یہ کفار سے
 دوستی کرنے والوں کی عدم مروت و نفرت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ
 ان کی عداوت ترک مواصلات کے لئے کفار کا دشمن خدا ہی ہو گا
 ہے خواہ وہ ان کے دشمن ہوں یا نہ ہوں۔

آیت ۱۳۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیاءکم و اخوانکم اولیاء
 ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولہم منکم فاولئک
 هم الظالمون۔ (سورہ توبہ) یعنی اسے ایمان والو اپنے باپ
 بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں
 جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

امام علامہ علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں
 لما امر بالمومنین بالتدبر من المشرکین قالوا کیف یمکن
 ان یقاطع الرجل اباء و اخاء و ابنہ فذکر ان مقاطعة

الرجل امله واقاربہ فی الدین واجبة فالمومن لا یوالی
 الکافر وان کان اباؤک و اخاک و ابنتہ (خازن جلد ۲ ص ۱۱۱) یعنی
 جب مسلمانوں کو مشرکین سے بیزاری کا حکم دیا گیا تو انہوں نے کہا یہ
 کیونکر ممکن ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی اور اپنے بیٹے سے
 مقاطعہ کرے قرآنہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ دین کے معاملہ میں آدمی
 کا اپنے اہل واقارب سے مقاطعہ کرنا واجب ہے پس مومن کافر کو
 دوست نہیں بناتا خواہ اس کا باپ ہی ہو یا بھائی یا بیٹا۔

انہیں علامہ نے لا تتخذوا منہم ولیا ولا نصیرا الا الذین یصلون الی
 قومہ بینکم و بینہم میثاق کی تفسیر میں فرمایا ہے۔

هذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاة لان موالاة
 الکفار والمنافقین لا تجوز بحال۔ یعنی یہ استثناء جو آیت
 میں مذکور ہے قتل کی طرف راجع ہے نہ موالاة کی طرف کیوں کہ
 کفار و منافقین کی دوستی کسی حال میں جائز نہیں (تفسیر خازن جلد ۲ ص ۱۱۱)
 امام فخر الدین رازی آیت لا یجد قوما یؤمنون باللہ الا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 والثانی انہما یجتمعان لکنہ معصیۃ و کبیرۃ و علی
 الوجه لا یكون صاحب هذا الوداد کافرا بسبب هذا الوداد
 بل کان عاصیا فی اللہ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۱۱) دوم یہ کہ وہ
 دونوں موالاة کفار اور ایمان جمع ہو جائیں لیکن کفار کی دوستی

گناہ کبیرہ ہے اور اس درجہ پر دوستی کرنے والا اس دوستی کی وجہ سے
کافر نہ ہوگا بلکہ گنہگار ہوگا۔

صورت اخیر کے سوا محبت کفار کی باقی صورتوں کے احکام سالمی میں مذکور ہو
چکے کردہ منافق ایمان ہیں اس صورت کا حکم امام رازی علیہ الرحمہ نے بتایا کہ وہ معصیت و کبیرہ
ہے پھر اس صورت کی ممانعت میں مبالغہ فرمانے کے وجہ میں پہلی وجہ تو وہی ذکر فرماتے
ہیں کہ یہ سوئت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اس کا پہلی صورتوں میں ذکر ہو چکا ہے دوسری
وجہ میں فرماتے ہیں۔ آیتہ کریمہ ولو کانوا اباء ہرأء ہرأء میں مراد یہ ہے۔

قوله ولو کانوا اباء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء ہرأء
والمراد ان الميل الی هؤلاء اعظم انواع الميل ومع هذا يجب
ان یکون هذا الميل مغلوباً بمطروحاً بسبب الدین۔ یعنی
باپ بیٹوں بھائیوں عزیزوں کی طرف میل و رغبت کے اقسام میں
بہت بڑی چیز ہے اور باوجود اس کے واجب ہے کہ دین کی وجہ سے
میل و رغبت مغلوب و مطروح ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۸۱)

اس سے چند سطر کے بعد فرماتے ہیں۔

المعنی ان من الغم اللہ علیہ بهذا النعمة العظيمة کیف
یمکن ان یحصل فی قلبہ مؤداة اعداء اللہ۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۱۸۱)

امام علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن اسمعہ بن محمد نسفی اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

من الممتنع ان تجد قوماً مومنین یوالون المشرکین

والملا دانه لا ينبغي ان يكون ذلك وحقه ان يمتنع
ولا يوجد بحال مبالغة في التوحيد بالتصلب في بجانبه
اعداء الله مباحد تهم والاحترار عن مخالطهم و
معاشرتهم۔ (تفسیر مدارک جلد ۴۔ ص ۲۲۱) یعنی یہ نامکانات
سے ہے آپ ایماندار والے کو مشرکین سے دوستی کرتے پائیں
مراد یہ ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے اور دوستی کا حق ہی یہ ہے کہ ناگن
ہو اور کسی حال میں نہ پائی جائے یہ دشمنان خدا کی مخالفت و
معاشرت سے پرہیز دوری و علیحدگی پر سختی سے قائم رہنے کے
لئے زور دیا جاتا ہے۔

اس مضمون پر اس کثرت سے آیات و عبارات ملتی ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا
جائے تو ایک ضخیم کتاب ہو مذکورہ بالا آیات و عبارات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ کافر
کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت کرنا تو ممکن و متصور ہی نہیں اگر بالفرض کسی کو
ایسی محبت ہو تو وہ مومن نہیں کافر ہے اور کافر کی ذات سے اس درجہ کی محبت ہونا کہ
اسلام کی مخالفت و استہزاء پر یہ شخص اس محبت کی وجہ سے راضی ہو جائے یا کافر
دوست کی رضا جوئی کی وجہ سے صبر کرے کافر کی محبت کے باعث کفر و شکار کفر ساتھ
اس کے قلب کو نفرت تاثر رہے تو یہ بھی دولت ایمان سے محروم اور زمرہ کفار میں داخل
اور اگر محبت اس درجہ کی نہیں کہ اپنے دین کی پرواہ نہ کرے یا کافر کے دین
کی نفرت دل سے کم ہو بلکہ باوجود اس کے دل میں کفر و شکار کفر و مر اس کفر کی پوری

نفرت ہو اور اپنے دین کی اہانت و مخالفت گوارہ نہ کر سکے تو بھی کافر کی طرف قلب کا
 ایمان اس کے ساتھ محبت کرنا (شرط ہے کہ یہ محبت جلی و طبعی نہ ہو) مصیبت و کبیرہ اور
 ممنوع و ناجائز ہے اور مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ مومن جو اللہ سبحانہ پر ایمان رکھتا
 ہے اس کی شان نہیں کہ دشمنان خدا کی محبت اس کے قلب میں رہے اور اس کے دل کو
 ان کے ساتھ ربط و وابستگی ہو ایمان اس کا روادار نہیں کہ انسان حلاوت ایمان کی لذت
 سے پورے طور پر بہرہ مند ہونے کے بعد بلکریوں کی طرح محبوب حقیقی کی محبت کے ذوق
 سے آشنا ہو کہ دشمنان خدا کی مودت و دوستی کی تمنی برداشت کر سکے اور اس کا دل جو
 محبوب حقیقی کے عشق و محبت کی جلوہ گاہ بن چکا ہے معنویان الہی کی الفت و داد کی تارکوب
 کو قبول کر سکے جو زبان شیرینی کی عادی اور خوگر ہو وہ تمنی سے استلذاذ کرے یہ تصور نہیں
 مجازی و معمولی محبتوں میں محبوب کے دشمنوں کے ساتھ قلب کو نفرت ہو جاتی ہے
 اور دوست کا ادنیٰ مخالف دشمن سے بدتر معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ قرابتوں کے رشتے
 ٹوٹ جاتے ہیں تو کس طرح ممکن ہے کہ عشق الہی کی دولت سے مالا مال ہو کر کوئی دل
 کفار کی طرف مائل ہو سکے اور باوجود ایمان کے دل میں محبت کفار کی گنجائش رہے۔
 یہ آیت و عبارات مذکورۃ الصدر کا ماحصل و مفاد ہے اور اس سے محبت و مودت
 کفار کا حال معلوم ہوا۔

کفار کے ساتھ مخالفت و معاملت

یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مخالفت و معاملت مطلقاً داخل موالات اور ممنوع نہیں کیونکہ موالات اور دوستی کا اطلاق جیسا کہ محبت و ربط قلب پر ہوتا ہے ایسا ہی رفیقانہ اختلاط اور دوستانہ میل جول پر بھی ہوتا ہے کفار کے ساتھ ایسی مجالست و مصاحبت مواکلت و مشارکت تناصر و تعاون بھی ممنوع ہے۔ انہیں راز دار بنانا اپنے امور ان کے ہاتھ میں دینا بھی ناجائز ہے اس کی قدرے تفصیل گذارش کروں کفار کے ساتھ ایسا طرز عمل ایسا میل جول ایسا معاملہ جو دوستی اور محبت کی صورت رکھتا ہو اور علانیہ موالات ہو سکے گو محبت و مودت کے ساتھ نہ ہو وہ بھی داخل موالات و ناجائز ہے علامہ شیخ حقی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ لا تتخذوا منہم ولیاً ولا نصیراً کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ای جانہو ہم مجانبہ کلیۃ ولا تقبلوا منہم ولایۃ ولا نصیرۃ ابدالاً۔ ترجمہ۔ ان سے بالکل علیحدہ رہو اور ان کی نصرت و ولایت ہرگز قبول نہ کرو۔ (کذا فی تفسیر ابی السعد و لایح جلد ۱ ص ۱۷۷)

علامہ مفتی ابوالسود آیتہ لا تتخذوا الیہود والنصرانی کی تفسیر میں فرماتے ہیں

ای لا یتخذ احد منکم احدا منہم ولیاً بمعنی لا

کوئی ضرر ہوتا ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملتی اور تاجاڑ ہے جیسے مسلمانوں سے لڑائی کے وقت بطبع زر لشکر کفار میں داخل ہونا یا انہیں رسد سے مدد پہنچانا وغیرہ اس کی مثال۔
تفسیر خازن میں دن بتولہم منکر فائدہ منہر کے تحت فرماتے ہیں یعنی ومن يتولى اليهود والنصرى دون المؤمنين فينصرهم على المؤمنين فهو من اهل دينهم وملتهم (خازن جلد ۱ ص ۱۲۱) جو مومنین کو چھوڑ کر یہود اور نصاریٰ کو دوست بنائے اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرے وہ انہیں دین و ملت والوں میں سے ہے۔ تفسیر مدارک میں فاتری الذین فی قلوبہم مرض یسارعون فیہم کے تحت فرماتے ہیں۔

فی معادنتہم علی المؤمنین وموالا تہم، جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ کفار کے ساتھ موالات اور مومنین کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ موالات کی مسطورہ بالا صورتیں ممنوع ہیں جن کے احکام مع دلائل مفصلاً مذکور ہو چکے اور جن کا لب و باب یہ ہے کہ کفار کو دوست بنانا یا ان کو راز دار ٹھہرانا، ان کو مددگار سمجھنا ان کو اپنے امور کا والی اور خیال کار قرار دینا انہیں قوت پہنچانا ان سے بے ضرورت دوستی میل جول اختلاط و ارتباط کی رسمیں برتنا مسلمانوں کے مقابلہ میں امداد کرنا یہ سب باتیں ممنوع اور داخل موالات ہیں۔ اور قرآن پاک میں ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے لیکن شریعت مطہرہ کے جملہ احکام سراسر حکمت ہیں اور مسلمانوں کی مسلمتیں ان میں ملحوظ جہاں کفار کا غلبہ یا وہ حاکم

تصا فوہم ولا تغاشروہم مضافات الاحباب معاشرتهم
لا بمعنی لا تجعلوہم اولیاء لکم حقیقۃ فانہ امر متنع
فی نفسہ لا یتعلق بہ النہی۔ (تفسیر ابوالسود جلد ۲، ص ۵۹۵) ترجمہ
تم میں سے کوئی ان میں سے کسی کو ولی نہ بناؤ یعنی تم ان سے یاری
نہ کرو اور ان کے ساتھ دوستوں کا سامنا ملو اور ان کی سی معاشرت
نہ کرو یہ معنی نہیں کہ انہیں حقیقتاً اپنا دوست نہ بناؤ کیوں کہ یہ تو ممکن ہی
نہیں اس کے ساتھ ہی کیونکہ متعلق ہو۔

۲۔ جو تعلق اور میل جول کہ حقیقتاً محبت و مودت کے ساتھ نہیں ہے۔ اور
نہ دوستی و موالات کی علامت ہو سکتا ہے مگر اس سے مسلمان کا مقصد صحیح اور محبت
معتبرہ بھی نہیں اور کفار کا اس میں نفع ہے۔ وہ بھی موالات کے ساتھ ملحق و ناجائز ہے
کیونکہ یہ اگر علامت موالات نہیں تو کم از کم صورت موالات تو ہے ہی۔
تفسیر ابوالسود ص ۵۹۵ میں ہے۔

وفیہ زجر شدید للمومنین عن اظہار صورة الموالات لہم
وان لم تکن موالات فی الحقیقۃ۔ کذا فی روح البیان
ترجمہ: اس میں مومنین کو کفار کے ساتھ صورت و معاملات ظاہر
کرنے پر زجر شدید فرمایا ہے۔ گو حقیقتاً موالات نہ ہو۔

۳۔ جس تعلق میں رابطہ قلب و مودت بھی نہ ہو اور علامت دوستی بھی نہ ہو
اور مسلمان کا اس میں کوئی مقصد بھی نہ ہو مگر اسلام یا مسلمانوں کے حق میں اس سے
→ ۲۷۳

ظاہرین او بکون المؤمن فی قوم کفار فیداہنہم ربنا
 وقلوبہم مطمئن بالکم ہان دافعا عن نفسہ من غیر ان
 یستحل دماءہم او مالہما او غیر ذالک من
 المحرمات یظہر لک کفار علی عورات المسلمین۔
 معنی آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کی موالیات
 اور ان کے ساتھ مہابنت اور رازداری کی ممانعت فرمائی مگر
 جب کہ کافر غالب ہوں یا مومن قوم کفار میں ہوں تو اپنی جان بچ
 ضرر کے لئے زبانی مہابنت کر سکتے ہیں بشرطیکہ دل ایمان
 کے ساتھ مطمئن ہو اور کسی خون حرام یا مال حرام کا استعمال نہ
 اور کوئی حرام کام نہ کرنا پڑے نہ کفار کو مسلمانوں کے راز پر آگاہی
 دے۔

۴۔ جو تعلق مذکورہ بالا باتوں سے خالی ہو یعنی وہ حقیقت میں محبت کی
 بنا پر ہوں اس کی علامت و دلیل نہ اس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر و نقصان متصور ہو نہ
 کفار کا فائدہ و نفع مقصود اور اس میں مسلمانوں کی کوئی حاجت و ضرورت یا مقصد صحیح
 ہو تو جائز ہے اور وہ موالیات محرمہ میں داخل نہیں۔

روح البیان میں من یتولہم منکر فاندہ منہم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 ای ہو علی دینہم و معہم فی النار وہذا اذا تولاہم

لہ دینہم و اما الصلۃ لمعاملۃ شفاء شیئ منہم و

دوالی ہوں اور بجانبت کلیہ وانقطاع تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو وہاں
ان کے ساتھ ایسے امور میں شرکت جو ممنوع نہیں ہیں اور جس سے اسلام اور اہل اسلام
کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے جائز ہے قلب کفر و کفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیے

آیت۔ ومن يفعل ذالك فليس من الله في شيء الا ان تتقوا

منهم تقاة۔ ط ترجمہ۔ اور جو ایسا کرے گا کافروں سے دوستی
کا برتاؤ کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان
سے کچھ ڈرو۔

تفسیر ابوالسعود میں ہے۔

الا ان تحافوا منهم حرام لیجب انفاذہ ای الا ان
یکون الکافر علیک سلطان فتخافه علی نفسك و
مالک فعینئذ یجوز لک اظہار الموالاة وابطان
المعادات۔ مگر یہ کہ تمہیں ان کی طرف سے کسی ایسی بات
کا خوف ہو جس سے ڈرنا ضروری ہے یعنی جبکہ کافروں کا تم پر
غلبہ ہو اور تم کو اس سے اپنی جان و مال کا خوف ہو اس وقت
تمہیں اظہار موالاة اور ابطان معادات جائز ہے۔

تفسیر خازن میں فرماتے ہیں۔

معنی الا یہ ان الله نهی المومنین عن موالاة الکفار
ومداهنتهم ومباطنتهم الا ان یکون الکفار غلبین
→ ۲۷۵

طلب عمل مستحب و مخالفة في الاعتقاد والامور
 الدينية فليس فيه من الاثم والعقيد. ترجمہ: اور ان سے
 دوستی کرے گا وہ منافق نہیں ہے، یعنی ان کے دین
 پر اور ان کے ساتھ دوزخ میں یہ سبب ہے کہ ان سے
 ان کے دین کی وجہ سے دوستی کی ہو لیکن صحبت کسی معاملہ خیر
 و فرودخت کے لئے یا ان سے کوئی کام خدمت پسند کے
 لئے باوجود مخالفت اعتقاد اور مخالفت امور دینی کے یہ اس
 وغیرہ میں داخل نہیں۔

یہی علامہ کرتے لاجتہاد قوماً الآية کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
 فاما المعاملة للمبایعة اولیٰ المجاورة اولیٰ للمرافقة بحیث
 لا تضرب بالدين فلیست بمحرمة۔ (تفسیر روح البیان جلد چہارم صفحہ ۱۷۱)
 لیکن معاملہ کرنا خیر و فرودخت کے لئے یا پڑوس کی وجہ سے یا
 ہمراہی کے سبب سے اس طور پر کہ اس سے دین میں ضرر
 نہ ہو حرام نہیں۔

اس قسم کے معاملات میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ مل و موافق پر حسب
 حاجت مکارم اخلاق کا برتاؤ بھی جائز ہے تاکہ وہ بھی اہل اسلام کے ساتھ دیا ہی
 برتاؤ کریں۔ ہدایہ میں ہے:

يَاخُذُهُ بِقَدْرِهِ وَإِنْ كَانَ يَأْخُذُ وَنَ الْكُلِّ لَا يَأْخُذُ الْكُلَّ
لأنه غدر وان كان لا يَأْخُذُ وَنَ اصْلا يَأْخُذُ لِيَتْرَكَ
الْأَخْذَ مِنْ تِجَارَتِنَا وَلَنَا أَحَقُّ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ بِرَجْعِهِ
كَيْ يَكُونَ مَعْلُومٌ بِوَكْرِهِ (اہل حرب) ہم مسلمانوں سے چہارم عشر یا نصف
عشر لیتے ہیں تو اتنا ہی لے اور اگر مسلمانوں کا کل مال لیتے ہوں تو
یہ کل نہ لے اس لئے کہ غدر ہے اور اگر وہ بالکل نہ لیتے ہوں تو یہ بھی
بالکل نہ لے تاکہ وہ ہمارے تجارت سے لینا ہی چھوڑ دیں اس لئے کہ
ہم اخلاق کریمہ کے بنسٹاؤں میں۔

ہنود و نصاریٰ اور محارب و غیرہ

محارب کا فرق: کفار خواہ کوئی بھی ہوں مجوس یا ہنود نصاریٰ یا یہود موالات سب
سے ممنوع اور منہی عنہ ہے اس باب میں محارب اور غیر محارب میں کوئی فرق نہیں بات یہ
ہے کہ کفار سب ہی اسلام و اہل اسلام کے دشمن ہیں۔ الْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ لِّپَنِّهِ مَوْقِعٌ
بِدِّهِ كَوْنِيْ بَہی مسلمانوں سے درگزر کرنے والا نہیں جس کو موقع ملا اس نے جنگ کی جس کو موقع
نہیں ملا وہ ہر دم موقع کی تلاش میں ہے اور اس کے سینے میں بھی عداوت بھرا دل ہے۔
وہی جوش و غضب ہے جو محارب کے دل میں ہے۔ یہ اس سے کسی طرح کم نہیں لڑائی

بھی قسم قسم کی کتابیں تیار کی گئی ہیں۔ آپ کی روایتوں پر مبنی قاضی
کام کر رہا ہے اور صیاد کے لئے اگر کتابیں تیار کی گئی ہیں تو اسے دیکھنا ہے اور
جال خاک میں چھپا ہے اور اپنی عید کی دیکھی ہے حضرت عظیم پناہ اسلام کا دست
ان میں ایک بھی نہیں۔

آیت یا ایہ الذین آمنوا لاتخذوا بطانة من دونکم لایالوکم
خبالا وذلما عنکم قد ہلک البغضاء من افواهہم وما تخی
صدورہم اذ کہ برقد بینا لکم الایات ان کنتم
تعتلون ما انتم ہذا لا تحبونہم ولا یحبونکم و تووون
بالکتاب کلہ واذ القو کہ قالوا امنا واذ اخلاوا عضوا
علیکم الا نامل من الغیظ قل موتوا بفیظکم ان اللہ
علیم بذات الصدور ان تمسکم حسنة تؤم
وان تصبکم سئیة یفرحوا بہا وان تصبروا و تقوالا
یضرکم کید ہر شیئا ان اللہ بہا یعلمون محیط
ترجمہ: اے ایمان والو غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی
میں دگدگ نہ کریں گے ان کی آرزو ہے جتنی تمہیں ایذا پہنچے دشمنی ان
کے منہ سے ظاہر ہو چکی اور جو ان کے سینے میں پوشیدہ ہیں اور بھی
بڑا ہے۔ ہم نے تمہیں کھول کر نشانیاں سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو
سننے ہو یہ جو تم جو تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے

حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان لائے ہو اور وہ جب تم سے ملے
 ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں
 چبائیں غصہ سے تم فرما دو کہ مر جاؤ اپنی غیظ میں۔ اللہ خوب جانتا ہے
 دلوں کی بات نہیں کوئی بھلائی پیچھے تو انہیں بلگے اور تم کو برائی پیچھے
 تو ان پر خوش ہوں اور اگر تم صبر اور پرہیزگاری کئے رہو تو ان کا داؤ
 تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا بیشک ان کے سب کام اللہ کے احاطہ میں
 ہیں۔

کفار کی عداوت قرآن پاک نے اس صراحت کے ساتھ بیان فرمائی اور ان کے
 آتش غضب و عناد کے تیز شراروں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا جس
 عقل سلیم اور ذی ہوش جانتا ہے کہ جن کے قلوب عداوت سے لبریز اور جن کے باطن میں
 دشمنی و عناد کے دریائے طوفان خیز ہیں ان سے غافل و مطمئن ہونا اور ان کو خیر خواہ اور دوست
 سمجھنا خود کشی کا مترادف ہے۔

عداوت جس کی طبیعت بن گئی وہ موقع نہ پانے سے دوست بچھ لینے
 کے قابل نہیں ہو جاتا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سانپ دو قسم کے ہیں ایک نو وہ جو مجھ پر
 حملہ کر چکا وہ تو بیشک احتراز کے قابل ہے لیکن دوسرا وہ جس نے مجھ پر حملہ نہیں کیا ہے
 اس سے احتراز کرنا کم ہمتی اور بد خلقی ہے۔ حملہ آور اور غیر حملہ آور کے ساتھ ایک سلوک
 نہایت بے جا ہے۔ بایں دلیل کالے زہریلے سانپ سے احتراز نہ کرے اس کو گرد
 میں پرورش کرے تو اس کو لایعقل و نادان کہا جائے گا اور ہلاکت اس کا مال کا ہوگا۔

قرآن پاک نے اس پر جا بجا تنبیہ فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ہمارا اور ہوشیار کیا ہے۔
 آیت ان یشفقوکم بیکوا ذوالحکم اعداء، ویبسطوا الیکم ایدیہم
 والسنہم بالسوء وودوا لوتکفرون، کفار اگر تم پر موقع پائیں تو تمہارے دشمن
 ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دے کر کریں گے اور ان
 کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔
 تفسیر خازن میں ہے۔

ان یشفقوکم ای یظفروا بکم ویروکو ذوالحکم اعداء
 ویبسطوا الیکم ایدیہم والسنہم بالسوء ای بالضرر
 والقتل والشتم والسب (ودوا) ای تمناوا (لوتکفرون)
 ای ترجعون الی دینہم کما کفروا والمعنٰی ان اعداء اللہ
 لا یخلصون المؤدۃ لاولیاء اللہ ولاینا صحنہم لمتا
 بینہم من الخلاف فلا تناسخوہم انتہرتوا دوحہ۔
 (تفسیر خازن جلد ۳ ص ۲۵۶) ترجمہ: کفار اگر تم کو پائیں یعنی اگر تم پر
 دسترس پائیں اور تمہیں دیکھ لیں (تو تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔
 اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بدی کے ساتھ دراز
 کر کے یعنی ضرب و قتل اور سب و شتم کے ساتھ اور آرزو کریں
 تم کافر ہو جاؤ یعنی ان کے دین کی طرف پھوٹ جیسا کہ وہ کافروں
 اور مشرکوں کے دشمنان حسد و اشر والوں کے ساتھ

نہیں کرتے کیوں کہ ان کے درمیان مخالفت ہے پس تم بھی ان
سے دوستی و محبت نہ کرو۔

تفسیر مدارک میں ہے۔

ان یثقفواکم ای ان یظفروا بکم و یتممکنوا منکم یحکونوا لکم
اعداء خالصی العداۃ ولا یكونوا لکم اولیاء کما انتم
ببسطوا الیکم اید یحروا السنہم بالسنۃ بالقتل
والشدۃ وودوا لو تکفرون تمنا لو تردون عن دینکم
فاذا موادۃ امثالہم خطأً عظیم منکم و الماضی وان
کان یجسی فی باب الشرط یجری المضارع نفیہ نکتہ
کاسہ قیل و دوا قبل صکل شیء کفر و اہتد اذ کفر
یعنی انہم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا
والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض و رد کفر کفار
اسبق المضار عندہم اولہا علیہا ان الدین اعز
علیکم من ارواحکم لانکم بدالون لها و دینہ والعداۃ
شبی عندا صاحبہ۔ ترجمہ: یعنی اگر تم پر موقع پائیں
اور قادر ہوں تو تمہارے دشمن خالص العداۃ بن جائیں اور وہ
تمہاری طرح وہ تمہارے دوست بن جائیں اور وہ تمہاری طرف
اپنے ہتھ اور زبان بدی کے ساتھ دراز کریں قتل و شتم کے

ساتھ اور تمنا کرتے ہیں کہ تم اپنے دین سے مرتد ہو جاؤ ایسی حالت میں ایسوں سے دوستی کرنا غلط ہے عظیم ہے اور ماضی اگرچہ باب شرط میں مضارعت کے قائم مقام ہوتی ہے پس اس میں نکتہ ہے گویا کہ کہا گیا کہ انیس ہر چیز سے پہلے ہمارے کافر و مرتد ہو جانے کی آرزو ہے یعنی وہ چاہتے کہ تمہیں دینی دنیوی ضرر پہنچائیں۔ جانوں کا قتل کرو دینی اور تمہیں کافر بنانا سب سے پہلا ضرر ہے ان کے نزدیک کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ دین تمہیں ہانڈوں سے زیادہ پیارا ہے کیونکہ اس کے لئے انہیں خرچ کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے نزدیک وہی چیز اہم ہوتی ہے جو اس کے خوف کے نزدیک سب سے اہم ہو۔

قرآن پاک نے صاف بتایا کہ مسلمانوں کی عداوت کفار کے قلوب میں راسخ ہے وہ ان کی معیبت خوش اور راحت سے ناخوش ہوتے ہیں ان کی زبانوں سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے دلوں میں اس سے سخت تر عداوت ہے وہ اگر موقع پائیں تو ہاتھ اور زبان سے تکلیف پہنچائیں قتل کریں ماریں گالیاں دیں برا کہیں کوئی تکلیف ایسی ہے کہ ان کے اختیار میں ہو اور وہ درگزر کر جائیں۔ اب ثابت ہو گیا کہ ترک سوالات کا حکم تمام کفار سے ہے محارب و غیر محارب اور ہنود و نصاریٰ کا فرق باطل ہے سوالات تمام کفار سے منوع ہے۔ اور ہنود تو بدترین کفار میں سے ہیں بعض صاحبوں کا یہ خیال کہ ہندو ہم سے برسر جنگ نہیں ہیں انہوں نے ہمیں گھروں سے نہیں نکالا وہ ہمارے اخراج پر غماز

نہیں کرتے اس لئے ان کے ساتھ موالات جائز اور نصاریٰ کے ساتھ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ وہ برسر جنگ ہیں قطع نظر اس سے یہ بیان واقع کے خلاف ہے رات دن کے حالات ظاہر و مخفی عداوتیں سرِ یقینہ چالیں قسم قسم کی ایذائیں جو ہندو پہنچاتے ہیں۔ آ رہ اور کشاپور کے واقعات مسلمانوں کو قتل کرنا عورتوں اور بچوں کو جلانا گھروں کو بھجنا قرآن شریف اور مسجدوں کی بے حرمتی کرنا اور طرح طرح کی ایذائیں سب اسکے مکذب ہیں۔ ان سب سے قطع نظر کیجئے تو یہ تفرقہ قرآن پاک کی کثیر آیتوں کے خلاف ہے اور پر مذکور ہو چکیں۔ اور اس سے زیادہ ہیں کہ مختصر میں جمع کی جائیں۔

آیت: لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الذِّينَ لَعَرِيقًا تَلَوْكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبْرُوهُمْ وَتَقْطَعُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ الْمَقْصُطِيْنَ۔ ترجمہ: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھرؤں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرو۔ بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔

اس موقع پر اس استدلال میں پیش کرنا استدلال کی غامض غلطی ہے اس سے کہ ادل تو یہ آیت جس معنی پر استدلال کو نفع دے سکے منسوخ ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے۔ وَهَذَا قَبْلُ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ (تفسیر جلالین ص ۴۵)

یہ حکم جہاد سے قبل تھا۔

علامہ عبدالرحمن بن محمد دمشقی رسالہ مانع و منسوخ میں لکھتے ہیں:

سورة المستعنه فيها من المنسوخ ثلثة احكام الحكم الاول
 قوله تعالى لا ينهاكم الله عن الذين لعنوا نكاحكم في الدين الى
 قوله تعالى ان الله يحب المقسطين نسخ بقوله تعالى اقتلوا
 المشركين ۛ يعنى سورة ممتحنه میں تین حکم منسوخ ہیں حکم
 اول از لاینها کمرأ مقسطین۔ اللہ! اقتلوا المشركين سے
 منسوخ ہوا۔

تفسیر کبیر میں ہے

وقال قتادة نسخها ابنه القتال۔ قتادہ نے کہا اس آیت کو آیت قتال

نے منسوخ کیا۔ (تفسیر کبیر جلد ۸۔ ص ۱۹۱)

اور بالفرض اگر آیت منسوخ نہ ہو تو بھی اس سے یہ استدلال کسی طرح درست
 نہیں کیونکہ الذین لعنوا نکاحکم سے کفار ہی مراد ہیں اس پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔
 ۱۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے وہ مراد ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام سے ترک قتال و مظاہرہ پر عہد کیا تھا اور وہ قوم خزاعہ تھی اس آیت میں حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کو حکم کیا گیا کہ اس معاہدہ کی مدت تک و فائزائیں یہ قول ابن عباس اور مقاتلین اور
 کلبی کا ہے۔

۲۔ مجاہد کا قول ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور انہوں نے
 ہجرت نہیں کی۔

۳۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ عورتیں اور بچے مراد ہیں۔

كان الظاهر من امر المقاتلة في الآيتين ان يقال في الاولى
 ان تولوهم كما في الثانية او بعكس ويقال في الثانية
 ان تبروهم كما في الاولى اويذكر كل منهما كل من الآيتين
 لكن الدلائل العقلية والشواهد العقلية دلت على ان الموات
 بالكافر غير جائزة مقاتلا كان او غيرا بخلاف المبرة فانها
 جائزة لغیر للمقاتل غير جائزة للمقاتل كالموالاة.
 ترجمہ: دونوں آیتوں میں جو مقابلہ ہے اس کے محاذ سے ظاہر
 تھا کہ پہلی آیت میں ان تولوہم فرمایا جاتا اور دوسری میں پہلی کی طرح
 تبروہم فرمایا جاتا یا ہر ایک کو دونوں آیتوں میں ذکر کیا جاتا۔ لیکن
 دلائل عقلیہ و شواہد عقلیہ اس پر دال ہیں کہ کافر کی موالاة ناجائز ہے خواہ
 و مقاتل ہو یا غیر مقاتل بخلاف مبر کے کیوں کہ غیر مقاتل کے لئے یہ
 بھی موالاة کی طرح ناجائز ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ کافر سے مطلقاً موالاة منوع ہے عام ازیں کہ
 وہ محارب ہو یا غیر محارب اور یہ مضمون آیات کثیرہ سے ثابت ہے۔

آیت یا ایہا الذین امنوا لاتخذوا بطانة من دونکم لایا لونکم
 خیالاً۔ ترجمہ: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری
 برائی میں درگزر نہ کریں گے۔

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر عن غلطی ہے۔

وقیل للہ لا یہذ لا جمیع اصناف الکفار ویدل علی صحۃ
 ہذا القول معنی الایۃ لان اللہ تعالیٰ قال لا تتخذوا بطانۃ
 من دونکم فہنک المومنین ان یتخذوا بطانۃ من دون المومنین
 فیحکون ذلک نہیاً عن جمیع الکفار۔ (غازن جلد ۲۵ ص ۲۴۵)
 کہا گیا ہے کہ اس سے کفار کے جمیع اصناف مراد ہیں اور اس قول کی
 صحت پر آیت کا معنی دلالت کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تتخذوا
 بطانۃ من دونکم تو مومنین کو غیروں کے رازدار بنانے سے منع فرمایا یہ
 تمام کفار کے لئے ممانعت ہوئی۔

آیت: یا ایہا الذین امنوا ان بطیعوا الذین کفروا یردکم علی اعقابکم فتقلبوا
 خسرتین ترجمہ اے ایمان والو اگر تم کافروں کے کہے پر رہے تو وہ
 تمہیں الٹا پاؤں پٹا دیں گے پھر سخت خسارے میں آکر ملیو گے۔

قیل ہو عام فی جمیع الکفار وعلی المومنین ان یجتنبو ہر
 ولا یطیعو ہر فی شیئ حتی لا یتجبرو ہر الی امرافقتہ ہر
 (مدارک جلد ۲ ص ۲۹۱) ترجمہ کہا گیا کہ یہ تمام کفار کے حق میں عام ہے اور
 مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے علاوہ رہیں کسی بات میں ان کا کہنا نہ
 مانیں تاکہ وہ انہیں اپنی موافقت پر مجبور نہ کریں۔

تفسیر کبیر میں ہے یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا دینکم ہذا الذی کے تحت

فرماتے ہیں۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ آیت اسما بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی جن کے پاس ان کی والدہ بحالت شرک ہدیہ کے طور پر چند چیزیں لے کر آئیں اور انہوں نے ان کا ہدیہ قبول نہ کیا اور نہ ہی گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی حضور نے ان کو فرمایا کہ یہ ہدیہ قبول کریں اور انہیں گھر میں داخل ہونے دیں اور ان کے ساتھ احسان و اکرام کریں۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک قوم مراد آ
۶۔ حسن سے مروی ہے کہ مسلمانوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ صلہ و احسان کی اجازت چاہی۔ پھر حال اقوال بہت ہیں۔ فالکل فی تفسیر کبیر۔

اس چیز پر جزم کر لینا کہ آیت من الذین سے کفار ہی مراد ہیں کس طرح ممکن ہے۔ جائز ہے کہ مسلمان مراد ہوا جائز ہے کہ وہ کافر مراد ہوں جو لڑنے کے لئے قابل نہیں جیسے عورتیں بچے بوڑھے۔ چنانچہ مفسرین کے یہ تمام اقوال ملتے ہیں اور فرض کر دو کہ کافر ہی مراد ہیں تب بھی اسے لال صحیح نہیں کہ مراد کفار و معاندین ہیں کیونکہ آیت سے ان کے ساتھ برواقساط ثابت ہوگا اور وہ ان سے ترک موالات کے منافی نہیں اور نہ اس سے موالات کا جواز لازم آتا ہے۔ موالات ممنوع ہونے پر بھی ان کے ساتھ برواقساط ممکن ہے۔ الحاصل آیت سے ثابت کرنا کہ ہنود سے غیر محارب ہونے کی وجہ سے موالات جائز ہے کسی طرح صحیح نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔

اعلرانه تعالى تنفي في الآيات المتقدمة عن امتناع
اليهود والنصارى اولياء وساق الكلام في تفسيرة شروك
ههنا النفي عن موالات جميع الكفار وهو هذا
الآية. ترجمہ: جانتا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سنہ پہلی آیت میں جو
نصارى کو دوست بنانے سے مانع فرمائی اور اس کی تفسیر
میں کلام جاری فرمایا۔ پھر یہاں تمام کفار سے موالات کی عام نفی
فرمائی۔

ان آیات و عبارات معلوم ہوا کہ کفار عربی ہوں خواہ غیر عربی جنگجو ہوں یا
غیر جنگجو سب سے موالات منع اور انقطاع واجب ہے حتیٰ کہ اگر وہ احوان و انصار
اور کبیر و مدگار بن کر آئیں تو بھی ان کے ساتھ موالات ناجائز اور محاببت واجب
نہیں۔ اور ان کی نصرت و امداد نامقبول۔

آیت لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين
مومن ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔
تفسیر ہمارے یہ ہے۔

فہذا ان یولوا الکفرین لغرابۃ بینہما والصداقۃ قبل الاسلام
اور غیر ذلک۔ تفسیر ملک جلد ۱ ص ۲۲۵) کفار کی موالات اور دوستی
سے مسلمانوں کو منافقت کی گئی خواہ دوستی کسی قرابت کی وجہ سے
ہو یا اسلام سے پہلے رسم و رواج کی وجہ سے کسی اور وجہ سے۔

تفسیر خازن کتاب ہے۔

قيل ان عبادة بن الصامت كان له حلفاء من اليهود فقال
يوم الاحزاب يا رسول الله ان معي خمسمائة من اليهود
قد لهويت ان استظهر بهم على العدو فنزلت هذه الآية
وقوله لا يتخذن والمؤمنين الكافرين اولياء يعني نصاري
او اعدائنا من دون المؤمنين والمعنى لا يجعل المؤمنون
ولا يثة لمن هو غير مو من نحو غير مو من نهى الله المؤمنين
ان يولوا الكفار وبلاطو فهو لقابة يولوا وحبسه
او معاشرته وللحبة في الله واليقض في الله باب عظيم
واصل من اصول الايمان۔ بين کہا گیا ہے کہ عبادہ بن
صامت کے یہود میں حلفاء تھے عبادہ رضی اللہ عنہ نے جنگ
اخزاب کے روز حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میرے ساتھ پانچ سو یہود ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دشمن
کے مقابلہ میں ان سے مدد لوں پس یہ آیت نازل ہوئی لا یخذوا
المؤمنین الکفارین اولیاء کے معنی یہ ہیں کہ مومن کفار کو اعدا و
انصار نہ بنائیں اور مسلمانوں کے سوا کسی کو یار و مددگار نہ ٹھہرائیں،
مطلب یہ کہ مومن کے ولا دوستی غیر مومن کے لئے نہیں اللہ تعالیٰ
مومنین کو کفار کی سوالات اور ان کے ساتھ ملاطفت سے منع فرماتا

خواہ یہ کسی قرابت اور شہرہ کاری کی وجہ سے اور اللہ کے لئے
دوستی اور اسی کے لئے دشمنی ایمان کے اصول میں بڑی اصل ہے
(تفسیر خازن جلد ۲ ص ۲۱۱)

تفسیر خازن ہی میں آیہ لا تتخذوا منہم اولیاء ولا نصیباً کے تحت میں ہے
یعنی بنصرہ کفر علی اعداء کفر لانہم اعداء۔ یعنی کفار کو ایسا
مددگار نہ بناؤ کہ وہ تمہارے دشمنوں پر تمہاری مدد کریں کیونکہ وہ تمہارے
دشمن ہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۲۸۵)

مدارک شریف میں اسی آیت کے تحت میں فرمایا۔
وان ہذا لوالیکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منہم۔ یعنی
اگر وہ تمہارے لئے ولایت و نصرت صرف کریں تو تم اسے قبول
نکرو۔ (تفسیر مدارک جلد ۲ ص ۱۲۱)

تفسیر کبیر میں انہا ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ان کی تفسیر میں ہے
لا شک ان الولایۃ المنہ عنہا علی الولایۃ بمعنی النصرۃ۔
اس میں شک نہیں کہ ولایت ممنوعہ ولایت بمعنی نصرت ہے۔
(تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۱۲۱)

کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

انہا ذکر اللہ ہذا الکلام طیباً لقلوب المؤمنین وتعرفہا لہم
بانہ لا حاجۃ بہم الی اتخاذ الایمان لانصار من الکفار

وَذَالِكَ مِنْ كَافٍ لَكُمْ أَنْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ
 بِهِ إِلَى طَلَبِ الْغِيَاثِ وَالْمُعَاوَةِ مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَرَانِ . يَنْبَغِي
 أَنْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ
 حَاصِلُ هُوَ أَنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ
 بَنَانِ كِ الْمَرْدِ وَحَاجَتِ نَبِيٍّ هِيَ كَيْفَ تَكُونُ الْمَرْدِ وَرَسُولَهُ
 نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ هُوَ كَيْفَ تَكُونُ الْمَرْدِ وَرَسُولَهُ
 كَرْنِ كِ كَيْفَ تَكُونُ الْمَرْدِ وَرَسُولَهُ
 (تفسير کبیر جلد ۲ ص ۱۷۷)

تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۷۷ :

وَالْمُرَادُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَمْلَأَ الْمُسْلِمِينَ لَا يَتَّخِذُ الْمُحِبِّينَ لِنَاصِرِ
 الْأَمْنِ الْمُسْلِمِينَ . مَرَادُ هُوَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ
 كَرْدِ وَرَسُولَهُ نَاصِرٌ لَهُمْ فِي الْغِيَاثِ
 اور آگے چل کر فرماتے ہیں :

فَلَا يَتَّخِذُ الْغِيَاثِ وَالْمُعَاوَةِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
 الْغِيَاثِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
 اور بار و بار دہرے بناؤ گیوں کر یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی بات عقل و ہر
 سے خارج ہے۔

کفار غیر محارب کفار تو ہیں دوستی و موالات تو اہل بدعت اور فلاح و فساد
 بھی ضرور ہے۔

تفسیر خازن کے لئے لکھتے ہیں کہ اس میں جو حدیثیں ہیں جو ضواری نے حدیث خیرہ کی
تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قال ابن عباس دخل في هذا الآية حكل حدث في
الدين وحكل مبتدع الى يوم القيامة. ابن عباس رضي الله عنهما
نے فرمایا کہ اس آیت میں دو باتیں ہیں کہ جو حق داخل ہیں۔
(تفسیر خازن جلد ۱ ص ۱۵۵)

تفسیر کبیر میں کہ لا تجدوا قوماً کی تفسیر میں فرماتے ہیں
فلاية زبالة عن التماس الى الحكمة والفاسق عن النبي
صلی اللہ علیہ وسلم لانه كان يقول اللهم لا تجعل لفلان
ولا فلانة من عندى نعمة فان وجدت فيما وجدت لا
تجد قوماً اخر. (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۵۵) کہتے ہیں کہ خداوند
کی وہی رحمت سے زبردست کیا گیا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
پر وہی رحمت ہے کہ حضور پر رحمت فرماتے تھے کہ جب نہ
پرسے گا تو عاقبت کامیاب ہوگا کہ جس نے اسے پارسا نہیں کیا
پہنچے لا تجدوا۔

تفسیر میں یہ بات ہے۔

وینبغي ان يحذف من قوله لا تجدوا قوماً
عن الحكمة لانه كان يقول لا تجعل لفلان
marfat.com

جیسا کہ مومن پر کفار سے قطع موالات لازم ہے ایسا ہی بدکار فاجر
رشتہ داروں سے بھی مقاطعہ ضروری ہے۔
اسی روح البیان میں ہے۔

عن سهل بن عبد الله التستري قدس سره من صحيح ايمانه
فانه لا يانفس الى مبتدع ولا يجالس ولا يواكله ولا يشاور
ولا يصاحبه ويظهر من نفسه العداوة والبغضاء (جلد ۱ ص ۴۷)
سہل بن عبد اللہ تستری قدس سرہ سے منقول ہے کہ جس نے اپنا
ایمان درست کیا اس کو اہل بدعت سے انس نہ ہوگا اور نہ وہ اس
کے ساتھ ہم نشینی کرے گا نہ اس کا ہم نوا وہم پیالہ ہوگا اور نہ اس سے
یارانہ کرے گا اور ان سے نفرت و عداوت ظاہر کرے گا
اسی تفسیر میں ہے۔

ينبغي للمؤمن الكامل ان ينفطع عن صحبة الكفار
والفجار واهل البدع والاهواء وارباب الغفلة والانكار
مومن کامل کو چاہیے کہ کفار و فجار اور اہل بدع و ہوا اور ارباب غفلت
و انکار کی صحبت سے انقطاع کرے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۱ ص ۴۷)
تفسیر احمدی میں ہے۔

ان قوم الظلمين يعم المبتدع والفاسق والكافر القوي
مع كلهم ممنوع۔ تفسیر احمدی ص ۳۸، قوم ظالم مبتدع اور کافر فاسق

سب کا کام ہے اور سب کے ساتھ چھٹا نوع ہے۔

جسکے ہندو مذاہق و مذاہب کے ساتھ بھی موالات نوع ہے تو لازم کے ساتھ
نوع ہونے میں کیا قائل لازم و غیر محارب تو کفر ہے۔ اسی سے ترک موالات کوئی تعجب
کی بات نہیں شریعت ظہر و فاسق دوس سے بھی ترک موالات کا حکم زمانی ہے اور ہندو تو
شکر و بہت پرست جو سفلی دیر سے بدترین کلمہ میں سے ہیں۔

تفسیر خازن میں آیت یا ایہا النبی اتخذا الذین اتخذوا دینہم

ہندو اس کے تحت فرمید

انما فصل بین اہل الکتاب والکفار وان کان

اہل الکتاب من الکفار لان کفر المشرکین من عبادة

الاصنام اغلظ وافحش من کفر اہل الکتاب۔

اب ظاہر و باہر ہو گیا کہ ہندو سے بھی ترک موالات فرض ہے

اور آیت لا ینہنکم اللہ اللہ سے کفار غیر عمار میں کے ساتھ جواز

موالات ثابت کرنا محض باطل ہے ہندو نہ تو غیر محارب ہیں اور

نہ ذمی بلکہ وہ اہل کتاب سے بدرجہا بدتر ہیں۔

ان موالات وہ کنارہ و احسان بھی جائز نہیں کیوں کہ آیت مجتہد سے اگر بدو

کا جواز ثابت ہوتا ہے تو ذمی کے لئے نہ کہ حربی کے لئے۔

تفسیر احمدی میں ہے الاولی فی جواز الاحسان ای الذی والثانیۃ فی عدمہ

الی الحربی۔ پہلی آیت ذمی کیساتھ جواز احسان کے بیان میں ہے اور دوسری اس کے عدم جواز میں حربی

کیساتھ اور موالات تو کسی کافر کے ساتھ جائز نہیں۔

حربی ہو یا غیر حربی اس میں عا پر آیات کثیرہ پیش ہو چکی ہیں آیت مختصہ میں جواز موالات پر کوئی دلالت نہیں تفاسیر کی عبارتیں گزر چکی ہیں موالات تو کجا کفار سے خواہ وہ غیر محارب بلکہ ذمی سے بے ضرورت سلام تک جائز نہیں رکھا۔ ہر آیت صفحہ پہر ہے ولا بد من اعتبار الاسلام فی النکحة المسلمین لانہ لاشہادۃ الکافر علی المسلم۔ مسلمانوں کے نکاحوں میں اسلام کا اعتبار ضروری ہے کیونکہ مسلمان پر کافر کی گواہی جائز نہیں۔

نیز ہر ایہ میں ہے لا ولایۃ لکافر علی مسلم لقولہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً ولہذا لا تقبل شہادۃ علیہ۔ کافر مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہرگز اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں پر کوئی راہ نہیں دے گا اسی لئے مسلمان پر کافر کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔

اگر اس مسئلہ پر عبارت فقہیہ کا التزام کیا جائے تو بہت زیادہ ہوں لہذا میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بنی نوع کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين۔

کتبہ العبد المعتصب بحمد اللہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ العین۔

۲۹۶
رسالة

فوائد النور في حياة القلوب

تأليف طيف

للمشككين سلطان المنظرين من عظم سيد محمد تيم الدكن عظم وشمس آباوی قدس سره

بسم الله الرحمن الرحيم

سبحانك يا من يسبح بحمدا اغصان النخل واوراق
الاشجار ويستلذ بذلك السنة البقول اللاحين
والانهار وان من شيء الا يسبح بحمدا كل ليل
نهار وهو الرحيم الكرم الغفار والصلوة والسلام
على من غرس جريد الارشاد وقضيب الهداية في اراضي
القلوب لازالة الغواية لينصف به عذاب النار وهو
سيدنا وسيد الابرار مولانا ومولى الاخيار النبي
الامى الامين المختار محمد شفيع المذنبين عند الجليل الحكيم
وعلى اله واصحابه الابرار الاخيار الاطهار

اما بعد۔ فقیر محمد نعیم الدین خمدہ اللہ تعالیٰ بمرید الصدق و البیقین مراد آبادی
 ارباب انصاف کی عالی خدمات میں التماس کرتا ہے کہ اس فقیر نے ایک عزیز کے سوال کے
 جواب میں قبروں پر پھول اور تر شاخیں ڈالنے کے استجاب میں ایک فتویٰ لکھا تھا۔
 مولوی حکیم ہدایت علی صاحب جو فریق مخالف کے ایک زبردست عالم سمجھے جاتے ہیں
 اور مدرسہ مسجد شاہی مراد آباد کے محقق اور بعض مدرسین مدرسہ مذکورہ کے استاذ بھی ہیں،
 نے اس کا جواب تحریر فرمایا تھا۔ اب میں پہلے اپنا فتویٰ اس کے بعد حکیم صاحب کی تحریر
 نقل کر کے جواب اب جواب پیش کرتا ہوں اور حضرات اہل اسلام سے عرض کرتا ہوں
 کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جب میری تحریر میں حق صریح دیکھیں اور صدق و راستی
 پائیں تو مجھے دعائے خیر سے نہ بھولیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس دینی خدمت کو میرا
 کفارہ و ذنوب بنائے۔ آمین ثم آمین۔ وصلى الله تعالى على سيد المرسلين وعلى آله
 واصحابه اجمعين۔

قبروں پر تر شاخیں اور پھول ڈالنے کا بیان

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبر پر تر شاخ
 سبز کسی درخت کی ڈالنا اور اس سے تخفیف عذاب کی امید رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور
 پھول ڈالنا بھی جائز ہے یا نہیں؟
 استفتیٰ

محمد سراج الدین محلہ بھٹی مراد آباد

الحرب الکبریٰ الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وبعد فاقول بتوفیقہ تعالیٰ، قبر پر سبز شاخ کا ڈالنا یا گاڑنا حدیث مسیح متفق علیہ سے ثابت ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

حدیث ثانیہ: عن ابن عباس قال مر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انھما لیعدیان دما یعدیان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستزمن البول وفی رواۃ المسلم لا یستزمن البول واما الآخر فکان یمشی بالنومۃ ثم اخذ جریدۃ رطبة فشققها بنصفین ثم غرہما فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لمرصنعت هذا فقال لعلہ ان ینخف عنھما ما العربیب متفق علیہ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے پس فرمایا کہ یہ دونوں عذاب کئے جاتے ہیں اور کسی بڑے امر میں عذاب نہیں کئے جاتے (یعنی ان کے خیال میں ان کے عذاب کا سبب کوئی بڑا گناہ نہ تھا، لیکن ان میں سے ایک پیشاب سے چھپتا نہ تھا یعنی پیشاب کرتے وقت پردہ کا کاغذ نہ کرتا تھا، مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہ چھپتا تھا اور لیکن دوسرا، وہ جھل خوری کرتا تھا، پھر جناب سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نرما کی ایک تر شاخ لے کر اس کے دو حصے کئے پھر

ہر قبر میں ایک حصّہ کو جہاد دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ نے کس لئے کیا۔ فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ دونوں حصّے شاخ خرمک کے تر رہیں۔

حدیث ۱۲۔ عن ابی ہریرۃ قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قبرین فقال اتونی بجریدتین فاتوہ بہما فجعل احدا ہما عند رجلیہ والاخری عند لاسہ فقال ان هذا فقال بعضہ یرفعہ هذا یا بنی اللہ کان یعذب فی قبرہ فقال یخفف عذابہ ما دام فیہا ندوۃ۔ (ابن جریر)

حدیث ۱۳۔ عن ابی الحسناء عن ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه مر بقبرین فاخذ سعفۃ او جریدۃ فشقھا فجعل احدا ہما علی احد القبرین والشقۃ الاخری علی القبر الاخرۃ فسئل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل کان لا یتقر من البول والمرۃ کانت تمشی بین الناس بالانسیۃ فاستنظر بہما العذاب الی یوم القیامۃ۔ (قنی کتاب القبر)

حدیث ۱۴۔ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قبر فقال اتونی بجریدتین فجعل احدا ہما عند لاسہ والاخری عند رجلیہ فقلنا لہ یا رسول اللہ! ینفعہ بذالك قال لن یرل ینف عنہ بعض عذاب القبر ما دام فیہا ندوۃ۔ (قنی کتاب القبر)

ماحصل: دوسری اور چوتھی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ایک قبر پر گزرے اور ہاں ٹھہر کر فرمایا کہ میرے پاس دو شاخیں لاؤ جب لوگ

دو شاخیں سے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک قبر کے سر پر
 اور ایک پاؤں کی جانب لگا دی صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اس سے
 صاحب قبر کو نفع ہو گا نہ یا کہ اس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی جب تک
 ان میں تری رہے گی۔ اور تیسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں
 پر گزرنا اور شاخ تر کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک قبر پر لگانا اور
 صحابہ کرام کا اسی طرح سوال کرنا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا
 مذکور ہے۔

اب ان چاروں حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ سر در دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے سبز شاخیں قبروں پر لگائیں اور ان سے تخفیف عذاب کی امید دلائی تو بیشک
 تر شاخوں کا قبروں پر لگانا کم از کم مستحب ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 فعل ہے اور نیز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا۔

حدیث شامہ فاخرج ابن عساکر من طریق حماد بن سلمة عن قتادة
 ان ابا بوزة الاسدي رضي الله عنه كان يحدث جریداً تین موی فی قبری فأتان رسول الله
 صلی الله علیه وسلم مر علی قبر وصاحبه یعذب فاخذ جریدة فغرسها
 فی القبر وقال عسی ان یرفعه عنه ما دامت رطبة فکان ابو
 بوزة یوصی اذا امت فضعوا فی مفازاة بین کرمان و قومس فقالوا کان
 یوصیان نضع فی قبرة جریدة تین و هذا موضع لانصبیهما فنیہ
 فبینا هرکذا الک اذا طلع علیهم رکب من قبل مسجستان

فاصا یوا معہر سعتا فاخرہ منہ جرید تین فوضعوا ہما معہ فی
 قبرہ۔ ترجمہ: قادیان سے مروی ہے کہ ابو ہریرہؓ اسلمی رضی اللہ عنہ حدیث بیان
 کر رہے تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر گزرے اور صاحب قبر اس
 وقت عذاب میں گرفتار تھا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شلخ خرما کی لیکر
 قبر میں گاڑ دی اور فرمایا کہ اس سے تخفیف عذاب کی امید ہے جب
 تک کہ یہ تر رہے۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصیت کرتے تھے کہ میرے
 ساتھ میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا راوی نے بیان کیا کہ ان کی وفات کرمان
 و قوس کے درمیان ایک جنگل میں ہوئی، لوگوں نے کہا کہ ابو ہریرہ ہم کو وصیت
 کر گئے ہیں کہ ہم ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دیں اور یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں
 شاخیں نصیب نہیں یہی گفتگو جاری تھی کہ سبستان کی جانب سے چند سوار
 ظاہر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک شاخ پانی جس کی دو ٹہنیاں بنا کر ان کے ساتھ
 ان کی قبر میں رکھ دیں۔

حدیث ۱۷ واخرج ابن السعد عن مروق قال ادعی بریدہ ان یجعل
 فی قبرہ جریدتان۔ اور مروق سے روایت ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت
 کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دی جائیں۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ سے اب یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ قبر میں تر
 شاخوں کا ڈالنا یا گاڑنا جس طرح سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اسی طرح
 سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بھی ہے۔

روالمختار شرع الدر المختار میں ہے۔ ومن الحديث نذوب وضع ذلك
 للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع اغصان الاس ونحوه
 وصرح بذلك ايضا جماعة من الشافعية وهذا اولى ما قاله بعض
 المالكية من ان التخفيف عن القبر من انما حصل ببركة بيد
 الشريفة صلى الله عليه وسلم اودعائه لهما فلا يقاس عليه غيره
 وقد ذكر البخاري في صحيحه ان بريدا بن الحبيب رضي الله عنه
 اوصى بان يجعل في قبرة جريدتان والله تعالى اعلم۔ ترجمہ: خلاصہ یہ ہے
 کہ تر شاخیں قبر پر رکھنے یا ڈالنے کا استحباب حدیث سے ثابت ہے اسی پر
 قیاس کیا جائے جو ہمارے زمانہ میں اس وغیرہ کی شاخ ڈالنے کی عادت ہو گئی
 ہے۔ شاخیوں کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ مالکیوں کے
 اس قول سے اولیٰ ہے کہ تخفیف دونوں قبروں میں بسبب برکت دست مبارک
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی تھی یا آپ کی دعا سے ان دونوں
 کے لئے پس اس پر قیاس نہ کیا جائے گا اور بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا
 ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ
 دی جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ چھ حدیثوں سے اور فقہ کی کتاب کی تصریح عبارت سے
 قبر پر تر شاخیں ڈالنے کا کرنے کا استحباب ثابت ہو گیا۔ رہا پھول قبروں پر
 ڈالنا یہ بھی مستحسن ہے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے و وضع الورد والریاحین علی القیوہ
حسن واللہ اعلم۔

ک۔ العبد المقتصر بحبلہ المتین ۛ

العبد المسکین محمد نعیم الدین خضر شریزید اصدق العین
المراد آبادی غفرلہادی۔

اس فتویٰ پر

حکیم اہدایت علی، صاحب نے یہ جواب لکھا۔

الجواب

اقول بتوفیقہ: بحیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی کہ جس سے
گل افشانی قبول پر شلخ اندازی مقابر پر بحیب صاحب نے حدیث ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے جو اسد لال کیا ہے وہ خلاف
امادیت معتبرہ و اقوال مستندہ فقہاء کے ہے چنانچہ جو حدیث بہ روایت ابن
عباس رضی اللہ عنہ وارد ہے اس کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اور

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مائتہ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل درجین کا قبروں پر ڈالنا اور شاہزادے ترکہ کا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور خطابی جو کہ ائمہ اہل حدیث اور سرآمد علمائے سلف سے ہیں لکھتے ہیں کہ:

سبزہ و گل درجین کا مستبور پر ڈالنا اس حدیث سے عموماً ثابت نہیں۔ اور صدر اول میں اس کا پتہ و نشان تک نہیں ملتا اور وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی بابت جو اقوال سلف صاحبین کے آئے ہیں ان کو ہم آگے بیان کریں گے تاکہ مجیب صاحب کو یہ امر واضح ہو جاوے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیال سے عام طور پر اسے تلال کرنا کس درجہ پر وقت رکھتا ہے۔ محدثین کا قول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہزادے ترکہ کو قبروں پر نصب فرمایا تو ان دونوں کے واسطے تخفیف عذاب کے لئے دعا فرمائی اس وقت تک کہ وہ دونوں شاخیں خشک ہوں اور یہ دعا آپ کی ان کے واسطے قبول ہوئی۔

کرمانی کا قول ہے کہ ان دونوں شاخوں میں کوئی تاثیر تخفیف عذاب کی نہیں تھی مگر صرف برکت دست مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تخفیف عذاب کی اہل مستبور سے فرمائی۔

علامہ علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے۔

واما وضعها على القبر فقل انہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل لشفاعة
لہما فاجیب بالتخفیف الی ان یمیتا۔

اور ابن حجر مکی نے لکھا ہے لعل وجه كلام الخطابي ان لهذا الحديث واقعة حال خاص لا يفيد العموم ولهذا توجه له توجيهات سابقة فتدبر فانه محل نظر انتهى۔ اور ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں بابر رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل بیان کی جس کا جملہ انویز ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ممرات بقبرين يعذبان فاجيت بشفا عتي ان يرفع ذلك عنهما مادام الغصنان رطبين۔ ترجمہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو قبروں پر گذرا کہ جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے شفاعت کی، چنانچہ میری درخواست جناب باری عز اسمہ میں مستجرب ہوئی اور ان دونوں سے عذاب تاشک ہونے شانوں کے موقوف کیا گیا۔

اور امام ابو ذر یحییٰ الدین یحییٰ نووی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تحت میں لکھا ہے۔

اما وضعه صلى الله عليه وسلم على الفتى فقال العلماء هو محصول على انه (صلى الله عليه وسلم) سال الشفاعة لهما فاجبت شفاعته بالتخفيف عنهما الى ان يبسا۔ اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے۔ واما حديث جابر رضي الله عنه في صاحبي القبرين فاجيت بشفاعتي ان يرفع ذلك عنهما مادام الغصنان رطبين انتهى۔

دوسرے نقادان فن شریف و ماہرین علم حدیث نے قول متمسکین حدیث

ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بایں طور رد فرمایا ہے کہ شاہناہ تروگل دریا صین کا قبروں پر
 ڈالنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ توشیحی شارح مصابیح نے شرع قول صلی
 اللہ علیہ وسلم لعلہ ان یخفف ما لریبسا میں لکھا ہے وجہ هذا التحدید ان
 ان یقال انه سال بالتحفیف مدة بقا رطوبتها وقول من قال وجه ذلك
 ان الغصن الرطب یسبح الله تعالى مادام فيه الرطوبة فیكون
 مجیرا عن عذاب القبر لا طائل تحته ولا عبرة به عند اهل العلم النجی
 اور ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ شرع مصابیح میں لکھتے ہیں قوله نأخذ جریدة
 رطبة الجریدة عن النخل یعنی اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جریدة
 رطبة فشققها بنصفین فغرز کل نصف علی قبرة وقال لعلہ ان
 یخفف ویزال عنہما العذاب مادام هذان الغصنان رطبین وسبب
 تخفیف العذاب عنہما ما لریبسا انه صلی اللہ علیہ وسلم سأل الله ان
 عنہما هذا القدر لوصول البرکة الیہا لانه رحمة لا یربو وضع
 الاصابة برکته وليس تخفیف العذاب بخاصیة الجریدة تفضیل
 الرطب علی الیابس. انتہی

ابن ابیرحاج نے مدخل میں بعد رد کرنے قول تمسکین کے کہا ہے۔ ان
 الراجحة انها حصلت عن المیتین ببرکة ید النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتہی
 اور ابن طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے وليس فی الجریدة معنی یخصه
 وانما ذاك ببرکة ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ واما ما ورد عنه صلى الله عليه وسلم من وضع الجريدة فهو خاص به صلى الله عليه وسلم۔ ان تمام روایات احادیث و اقوال ائمہ حدیث و نیز ائمہ فقہائے امامیہ سے ہے کہ شاہائے زمیں کوئی خاصیت تخفیف عذاب نہیں ہے اور جو وقوع میں آئی وہ صرف دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور برکت دست مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھی۔ سو اے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلف صالحین و ائمہ مجتہدین سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کا بھی یہ معمول تھا۔ اگر مجیب صاحب کو یہ ثابت ہو گیا ہو کہ یہ حکم عامہ مومنین کے لئے ہے تو خیر القرون سے ثابت فرمادیں اور جو حضرت بریدہ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاہائے ترکہ قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے حضرت بریدہ نے اپنے اجتہاد پر کوئی نص صریح نہیں بیان کی۔ بلکہ ان کی رائے تھی۔ چنانچہ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔

واما ما مر من ايضاء بريدة فاجاب عنه القسطلاني كان يريد حمل الحديث على عمومہ ولم ير خاصاً ولكن الظاهر من تصرف المؤلف ان ذلك خاص بالمنفعة بما فعله صلى الله عليه وسلم ببركة الخاصة به وان الذي ينفع اصحاب القبور انما هو الاعمال الصالحة فلذلك عقبه بقوله وراى ابن عمر فسطا طاستهلى۔ ترجمہ: یعنی وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو گزری اس کا جواب قسطلانی نے یوں دیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو معمول غلوں پر کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے لیکن ظاہر تصرف مؤلف سے یہ بات ہے کہ یہ منفعۃ خاصۃ آپ کے فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور بونفع یا سب ہوتے ہیں وہ عمل صالح سے ہوتے ہیں اسی واسطے علامہ قسطلانی نے قاتب فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نزکاہ جانا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل دریاں کا ڈاننا ہرگز ثابت نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھا ہے چنانچہ محمود بن احمد مینی کہ شراح محدثین سے و نیز فقہائے معتبرین سے ہیں۔

عقد القادری شرح مجمع بخاری میں لکھتے ہیں۔

وما یفعلہا کثر الناس من وضع ما فیہ الرطوبة من الریاحین والبقول علی القبور یسب شیخ جو اکثر لوگ گل دریاں اور تر چیزیں قبروں پر رکھتے ہیں یہ کوئی شے نہیں ہے اور گل دریاں کا قبروں پر ڈالنا بطور تشنہ سے تو یہ امر بھی مجوزین کے منفعہ مطلب نہیں جیسا کہ اس کی تردید شاہ محمد اسحاق نے ماتہ مسائل میں فرمائی ہے۔

اور نیز فتاویٰ قرطبیہ میں ہے لا یوضع الورد والریاحین علی القبور لانه من باب الزینۃ۔ انتہی اور منفعۃ المؤمنین میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور بدعة۔ یعنی گل و ریاحین کا تسبیح پر ڈالنا بدعت ہے۔ اور منہاج العابدین میں ہے یحکروا وضع الورد علی القبور۔ انتہی یعنی گلاب کے پھول کا قبروں پر رکھنا مکروہ ہے۔

اور جو جواب مجیب صاحب نے اثبات مدعی کے لئے عبارت عالمگیری نقل کیا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اول تو اس کا ماخذ فتاویٰ غرائب ہے اور جو لوگ کہ مجوز اس فعل کے ہیں وہ بھی فتاویٰ غرائب سے ہی لیتے ہیں تو یہ امر ہر ذی عقل و فہم پر ہمویدار ہے کہ روایت فتاویٰ غرائب بمقابلہ احادیث کثیرہ و آثار صحابہ و روایات کتب معتبرہ فقہیہ کیا وقت رکھتی ہے سو اسے اس کے یہ چالاکی مجیب صاحب کی قابل دید ہے کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا انھو تھو " مفید مطلب عبارت جو فتاویٰ عالمگیری تھی اس کو تو خوشی خوشی لکھ دیا اور غیر مفید عبارت جو اس کے ہی آگے ہے نظر انداز کی۔ اصل عبارت فتاویٰ عالمگیری کی یہ ہے۔ وضع الورد والرحا علی القبر حسن وان تصدق قیمته کان احسن۔ اول تو مجیب صاحب نے اس بددیانتی سے کام لیا کہ پورے مسئلہ فتاویٰ کو بیان نہ فرمایا دوسرے یہ کہ حسن اور احسن میں بھی مجیب صاحب نے امتیاز نہ کیا کہ قول مفتی آپ کو کس لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب پورے طور سے ناظرین بانصاف کو ظاہر ہو گیا کہ شاخہائے زیر کوئی کیفیت خاصہ باعث تخفیف عذاب کے عام طور پر ایسی نہیں رکھی گئی ہے کہ ہر کس و ناکس شاخوں کو قبول پر لگا دے اور صاحب قبر کو اس لگانے سے تخفیف عذاب ہو جیسا کہ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام خطائی، امام فہوی و تورلشتی شارح مصابیح و ملا علی قاری ابن الملک و ابن الحاج و ابن طاہر صاحب مجمع البحار و عینی شاح بخاری و مولف فتاویٰ قرطبیہ، اور

صاحب مفید المومنین و صاحب منہاج العارفین اور صاحب قسط الانی عمدۃ العاری
 شائع بخاری و کرمانی اور ابن حجر کی رحیم اللہ کے اقوال سے متحقق اور ثابت ہو گیا کہ کل
 دریا میں و شاہزادے ترکا سب پر ڈالنا ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ مکروہ و بدعت
 ہے اور ایک سارے بھی قابل کاٹا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائے تخفیف
 عذاب ان شاہزادے ترکا نصب فرمایا صاحب عام طور سے یہی فعل مسنون قرار
 دیا جائے گا تو یہ بھی اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب اب
 الہی ہے اس میں تمام علماء و صاحبین و لو یار کا ملین و ائمہ مجتہدین و اکا بر مستدرین اہل
 ہو گئے اس بنا پر بقیہ مجیب صاحب یہ لازم آئے گا کہ کوئی شخص ناجی ہے ہی
 نہیں جس قدر ہیں وہ سب تباری و معذب خود با شرمنا بخواسے حدیث نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم ظن للمومنین خیرا کا حکم مجیب صاحب کا یہ گمان ایسے ہی
 کنون فاسدہ و خیالات و اہرہ کے باب میں ان بعض الظن اثم ارشاد بالکمال
 ہو گا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

کتب

محمد ہدایت علی لکھنوی تاجدار شہرین فاضلہ الغنی و اہل۔

منقولہ عبارات کی تصحیح کے لئے فریقین کی تحریریں

حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے جو کتب منقولہ عنہا کی طلب میں تھیں

کی گئی اور حکیم صاحب نے ان کے جواب لکھے وہ یہ ہیں۔

نحمدہ و نصلی علی نبیہ الکریم

جناب حکیم مولوی ہدایت علی صاحب اپنے جو عبارتیں مسئلہ وضع الجریہ علی القبر کے جواب الجواب میں تحریر کی ہیں ان کی تصحیح نقل کے لئے کتب منقول مہنا کی ضرورت سے لہذا مودعہ ہے کہ براہ کرم ایک ایک کتاب بھیج دیا کریں جب اس کو پہنچا دیا جائے تو دوسری مرحمت فرما دیا کریں تاکہ عبارت منقولہ کی مطابقت کتب منقول مہنا سے کی جائے۔ اگر اس سے بظاہر کچھ حرج معلوم ہوتا ہو تو فقیر کو ایسا وقت بتا دیں کہ جناب کے دولت خانہ پر حاضر ہونے میں بخدمت عالی کسی قسم کا تکلف نہیں امید کہ جواب سے متاثر فرمائیں۔ وہ کتابیں جو تصحیح نقل کے لئے درکار ہیں یہ ہیں۔
تورپشتی شرح مصافح، شرح مصافح ابن ملک، مدخل ابن الحلج، یعنی شرح بخار، فتاویٰ قرطبیہ، مفید المومنین، مہندج العارنین۔

حکیم صاحب نے اس کے جواب میں یہ تحریر بھیجی

جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چونکہ میں نے جایا سے کتب منگوائی تھیں بعد تحریر عبارت واپس کیں ان کے مقامات میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کتب خانہ ریاست رام پور، مقام پٹنہ مولوی شمس الحق صاحب

معدی دہلی، مولوی شریف حسین صاحب مرحوم، مولوی عبدالسلام صاحب کے پاس سے اگر آپ کو خدمت دینی کا تہ دل سے شوق ہے تو مقامات مذکورہ میں تشریف لیا کر ملاحظہ کتب فرمائیجئے یا اس کا خرچہ مجھے مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کو برائے چندہ مشکوٰۃوں مگر کتابوں کا بغافلت رکھنا اور ان کی آمدورفت کا خرچہ مجھے مرحمت فرمائے اور اگر کتب مطلوبہ کے ہونے میں آپ کو اگر شک ہے تو علمائے دیندار سے ان کی تصدیق فرمائیجئے اس کو یقین جانئے کہ عبارت ہر ایک کتاب بیہ نقل کی گئی ہے کیونکہ عبارت کی نقل میں ایک نوع کی ذمہ داری ہوتی ہے اور یہ تو لہجہ رول کا کام ہے کہ خود مطلبی کے موافق تو نقل عبارت کر دے اور جو مخالفت ہے اس کو نظر انداز کر دے آپ اس کا خیال نہ فرمائیے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیہ عبارات جیسی نقل کی گئی ہیں سرسوا اس میں فرق نہ ہو گا۔

نقطہ

راقم محمد ہدایت علی عفی عنہ

پھر میں نے حکیم صاحب کی خدمت میں یہ لکھا ہ

جناب مولوی حکیم ہدایت علی صاحب عنایت فرما کر پر اپتہ ان حضرات کا تحریر فرمادیں گے جن سے آپ نے کتابیں مشکوٰۃ الیٰ تعین اور نیز یہ بھی تحریر فرمائیے کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتابیں مشکوٰۃ الیٰ تعین؛ کتابوں کی آمدورفت کا خرچہ بھی تحریر فرمائیے۔

راقم محمد نعیم الدین، ۲۰ شبان المنظم ۱۳۲۵ھ

حکیم صاحب نے یہ جواب تحریر فرمایا

السلام علیکم۔ مجھے یاد نہیں کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتابیں منگوائیں
تھیں بہر حال مقامات مذکورہ سے اکثر کتابیں آئی ہیں۔

محمد ہدایت علی عفی عنہ

اس کے بعد حکیم صاحب کے پاس یہ رقم لکھا۔

جناب مولوی صاحب عنایت فرمائیے من !

بارہا لکھ کر ایک ہی امر کے لئے تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے مگر
بہ مجبوری لکھنا پڑتا ہے اس لئے کہ جناب لکھتے وقت پوری توجہ نہیں کرتے جو دوبارہ
لکھنے کی حاجت نہ رہے۔ میں نے تین باتیں دریافت کی تھیں ایک تو یہ کہ پورا پتہ
ان حضرات کا تحریر فرمائیے کہ جن سے آپ نے کتابیں منگوائی تھیں دوسرے
کہ کس کس مقام سے کون کون سی کتاب منگوائی تھی، تیسرے یہ کہ کتابوں کی آمدورفت
کا خرچ کیسا ہے؟ ان میں سے صرف اس کا جواب دیا گیا کہ کون کونسی کتاب کہاں
سے منگوائی تھی باقی دو باتوں کا کچھ جواب نہ لکھا گیا اس لئے پھر مکلف ہوں کہ
کہ بہر بائی فرما کہ پورا پتہ ان حضرات کا جن سے کتابیں منگوائی تھیں اور مقدار خرچ آمدورفت
کس کس مقام سے تحریر فرمادیں۔ فقط

محمد نعیم الدین عفا عنہ العین، ۴ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ
بروز جمعہ مبارکہ

اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر مسطورہ ذیل کی تھی۔
جناب مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرے ایک عزیز دہلی میں مدرسہ مولوی عبد السلام میں پڑھاتے ہیں اور مولوی عبد السلام سے اور مولوی شمس الحق صاحب سے مقام پٹنہ سے از حد ملاقات ہے ان کے یہاں کی کتابیں وقت ضرورت ان کے ہاں جاتی ہیں ایسے ہی ان کے ہاں آتی ہیں چنانچہ میں نے ان کو لکھا تھا، وہ اس درمیان میرے پاس آئے تھے ان کی معرفت کتب مذکورہ مجھے وصول ہوئیں میں نے خود براہ راست نہیں منگوائی تھیں اگر آپ کو کتب مذکورہ دیکھنے کا شوق ہے تو دہلی یا پٹنہ معظم آباد تشریف لے جائیے وہ مشہور آدمی ہیں غالباً آپ کو کتب دکھلانے میں ان کو مدد ملے ہو گا۔ میں ایک صلاح آپ کو دیتا ہوں کہ آپ خود مقامات مذکورہ میں تشریف لے جائیے اور کتب مذکورہ کو ملاحظہ کر لیجئے منگوانے کے اخراجات کو آپ گوارا نہیں کر سکتے پہلے دیکھ دین کی طلب میں ہسینوں کے سفر کو آسان جانتے تھے اب تو ریل سے کچھ سفر کرنا مشکل نہیں دو ایک روز کا سفر ہے۔

دوسرا طریقہ جو اس سے بھی آسان ہے وہ یہ ہے کہ آپ مختلف علماء کو تحریر فرما دیجئے کہ یہ کتابیں آپ کے ہاں اگر موجود ہوں تو ازراہ عنایت مسئلہ معلوم ان کو تحریر فرما دیجئے اس میں چند ٹکٹ آپ کے البتہ خرچ ہوں گے مگر ہاں ان کی بھی تحقیق آپ کو ہو جائے گی۔ فقط

زیادہ والسلام محمد ہدایت علی عفی عنہ۔

(یہ عبارت حکیم صاحب نے دستخط کرنے کے بعد لکھی ہے۔)

خلاصہ بحث

۱۔ قبروں پر ترشائیں بھانے کے باب میں اپنے پہلے فتویٰ میں چھ حدیثیں پیش کر چکا ہوں اور اس مسئلہ کو صاف طور پر لکھ چکا ہوں۔

۲۔ حکیم مولوی ہدایت علی صاحب نے جو جواب لکھا ہے اسے اگر کسی وقت نظر انصاف سے خود ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً اثر ماجا بیٹے گے۔

حاصل کلام

اب میں یہ دکھاتا ہوں کہ حکیم صاحب نے میرے اس مسئلہ لاواں کا کیا جواب دیا ہے۔

۱۔ میں نے مشکوٰۃ شریف و کثر العمال سے چار حدیثیں اس مضمون کی نقل کی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر ترشائیں لگائیں اور یہ فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۲۔ حکیم صاحب نے اس کے جواب میں چار عذر کئے۔

پہلا عذر: یہ کہ یہ مضمون احادیث و اقوال مستندہ فقہاء کے خلاف ہے،

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب نے میرے مدعا کے خلاف ایک حدیث

بھی پیش نہ فرمائی۔ اگر جناب کی نظر سے احادیث معتبرہ اس حدیث کے خلاف گزریں

توضو و پیش فرطے بیگز نہ پیش کیں۔ اور نہ پیش کر سکتے تھے ولہذا ازبانی ادا ملے باطل پر مثال گئے۔

میں اب عرض کئے دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کے خلاف جناب کو ایک حدیث نہ ملے گی۔ ہا تو اب وہاں کھڑا یہی حال احوال فقہاء کا ہے میں نے فقہ حنفی کے معتد کتابوں فتاویٰ عالمگیری اور رد المحتار سے اس کا جواز نہ پایا ظاہر کر دیا تھا حکیم صاحب ان کے مخالف کوئی عبارت کتب فقہ و احکام سے نہ لاسکے یہ عجیب حکمت ہے کہ دعویٰ فرمانے میں گاد زبان اور ثبوت دینے میں شہیہ خلی۔

حکیم صاحب کا دوسرا عذر یہ ہے کہ یہاں تر شاخیں جانے سے غنا میں تخفیف ہونا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب کا یہ فرما دینا بعض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کوئی مختص پیش فرمائیے اور اصول فقہ کی طرف توجہ کیجئے جہاں یہ مصرع ہے کہ بنی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے افعال شریفہ کا ادنیٰ مرتبہ لاجت ہے کہ جب تک ادلہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل ممانعت پر قائم نہ ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے ناجائز قرار دینا بجا نہیں حکیم صاحب کا تیسرا عذر یہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قبر والوں کے لئے دعا فرمائی تھی تخفیف دے سے حامل ہوئی۔ اور چوتھا عذر یہ کہ تخفیف غداں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے

ہوئی۔ ان دونوں غدروں کا جواب فقیر کی پہلی تحریر میں ردالمختار سے نقل ہو چکا۔ غالباً
 علیم صاحب نے اس پر غور نہ فرمایا، ورنہ بمقتضائے انصاف ہرگز یہ عذر پیش نہ فرماتے،
 ۳ میں نے شرح الصدور المصنف علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی
 نقل کیا تھا کہ ابوہریرہ اسلمی صحابی اور حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ وصیتیں فرمائی
 تھیں کہ ہماری قبر میں تر شاخیں رکھ دی جائیں چنانچہ رکھی گئیں۔

۴ میں نے تسلیم کیا کہ حکیم صاحب کے ذہن رسا کو اس طرف توجہ نہیں ہوئی
 نہ جب یہ حضرات دفن کئے گئے ہوں گے اس وقت صحابہ اور تابعین میں سے
 کتنے حضرات موجود ہوں گے جنہوں نے دفن میں شرکت کی ہوگی اور اس وصیت
 کے بموجب تر شاخیں قبروں میں رکھیں اور رکھتے ہوئے دیکھا۔

یہاں سے صحابہ اور تابعین کی جماعت سے بھی اس عمل کا ثبوت پایا جاتا
 ہے۔ ۵ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ حکیم صاحب نے وصیتوں کے ان ظاہر ترجمے
 کئے ہوئے لفظوں پر بھی غور نہ فرمایا حضرت ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی وصیت سے
 تو سکوت کیا اور اس کا کچھ جواب نہ دیا اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی وصیت میں
 سے صاحب ردالمختار (حاشیہ در المختار مصنف علامہ ابن عابدین شامی) نے استدلال
 کیا ہے اور جو میں اپنی پہلی تحریر میں نقل کر چکا ہوں حکیم صاحب نے اس کو یہ کہہ دیا
 کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

اگر اسلام ہی است کہ ایناں دارند

وایے گرازیں امروز بود فرداے

استغفر الله العظيم ولا حول ولا قوة الا بالله القوی العزیز۔ بحمد الله تعالى
انہیں چند نقطوں میں حکیم صاحب کے جملہ اودام کا ازالہ ہو گیا جن کی فہم درست اور رائے
صائب ہے وہ تو بکھری ہیں گئے۔

زیر بحث مسئلہ کی مزید تحقیق

مسئلہ جب زیر تحریر آیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر اور بھی کچھ
توضیح کی جائے اور حکیم صاحب کی تحریر کا لفظ بہ لفظ جواب دیا جائے۔ مخالفین کی بیاد
دیانت استعداد ذہانت کا بھی اندازہ ہو اور مسئلہ کی تحقیق بھی اپنا جلوہ دکھائے۔
فہا انا اشع و بنو فنیقہ تعالیٰ اقول و بحولہ اصول۔

حکیم ہدایت علی صاحب کی عبارت پر لفظ حکیم صاحب اور
رد پر لفظ جواب لکھا ہے۔

اعتراض دا حکیم صاحب اقول بتوفیقہ مجیب صاحب کی تحریر دیکھنے میں آئی
کہ جس سے گل افشانی قبروں پر شاخ اندازی مقابروں پر مجیب صاحب نے حدیث
ابن عباسؓ اور وصیت حضرت بریدہؓ سے جو استدلال کیا ہے وہ خلاف احادیث
معتبرہ و اقوال مستندہ فقہاء کی ہے۔ انتہی بلطفہ۔

جواب :- حکیم صاحب نے میرے استدلال کو خلاف احادیث

معتبرہ اور اقوال مستندہ فقہاء فرمایا مگر کوئی حدیث اس کے خلاف پیش نہ کی بلکہ حکیم صاحب کی تمام تحریروں میں صرف مسلم شریف کی حدیث طویل کا ایک جزو ہے وہ بھی میرے استدلال کے خلاف نہیں اس صورت میں حکیم صاحب کا میرے استدلال کو بلکہ وجہ خلاف احادیث معتبرہ فرمانا اور میری نقل کی کوئی چھ حدیثوں پر نظر نہ کرنا تعجب خیز ہے۔ اب حکیم صاحب سے ان احادیث معتبرہ کا مطالبہ ہے جن کے خلاف میں نے ان کے عذراء میں استدلال کیا تھا۔ حکیم صاحب جب تک وہ احادیث معتبرہ پیش نہ فرمائیں گے بار جواب سے سبکدوش نہ ہوں گے۔

حکیم صاحب فرماتے ہیں "مجیب صاحب نے حدیث ابن عباسؓ اور وصیت حضرت بریدہؓ سے جو استدلال کیا ہے کیا خوب! حکیم صاحب کو فقط حدیث ابن عباسؓ اور وصیت حضرت بریدہؓ رضی اللہ عنہ ہی یاد ہیں اور حدیث ابو ہریرہؓ اور وصیت ابو ہریرہؓ کو فراموش کر گئے (رضی اللہ عنہ) میں نے تو ان سب سے استدلال کیا تھا۔ اب گدازش ہے کہ حکیم صاحب نے احادیث کہاں سے کہیں جمع ہے جس کا اقل تین ہیں۔ حکیم تین جانے دیں ایک ہی حدیث دکھائیں جو میری پیش کردہ حدیث کے خلاف ہو۔ میں اپنی پہلی تحریر میں اپنے اثبات مدعا میں کئی حدیثیں پیش کر چکا ہوں اور اس مضمون کی حدیثیں جا بجا ملتی ہیں۔ اگر سب نقل کی جائیں تو طوالت ہوگی۔ اس لئے میں صرف اتنی ہی حدیثوں پر اکتفا کرتا ہوں جن کو پہلے نقل کر چکا ہوں۔ حکیم صاحب نے میرے استدلال کو اقوال مستندہ فقہاء کے بھی خلاف بتایا۔ میں فقہ حنفی سے ثبوت دے چکا۔ اب حکیم صاحب فقہ حنفی کی کتابوں سے اقوال

پیش کریں۔

ہم بھی دیکھیں کہ تری گو د میں کیا رکھا ہے
وہ بھی دیکھیں جسے پہلو میں پھپھار رکھا ہے

اعتراض ۱: حکیم صاحب ؒ

”جو حدیث بروایت ابن عباس وارد ہے اس کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی نے مائتہ مسائل میں لکھا ہے کہ اس سے گل وریاحین کا قبر و لہر ڈالنا اور شاہلے ترکا نصب کرنا قبروں پر ہر شخص کے لئے جائز نہیں ہے بلکہ یہ خصوصیات آنحضرت سے تھا۔ انتہی بلغظہ۔“

جواب:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کہیں یہ نہیں فرمایا حکیم صاحب کو شبہ ہو گیا بلکہ شیخ علیہ الرحمہ نے جہاں اور اقوال نقل کئے خطابی کا بھی قول نقل کر دیا۔ رہے مولوی شاہ اسحاق صاحب ان کا کہنا ہی کیا ہے انہوں نے سماع اہل سنت ہی کا جواز کار کر دیا اور بہت سے مسائل میں غلطیاں کیں۔ عبارتوں میں ایسی قطع و برید کی کہ اصل کتابوں میں کچھ ہے آپ نے کچھ کا کچھ نقل کیا ہے۔ اگر آپ کو مولوی اسحاق صاحب کی لیاقت دیانت کا اندازہ کرنا ہو تو حضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ کی تصحیح المسائل جو مائتہ مسائل کے رد میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔ اور عبارت میں قطع و برید کا طریقہ تو مولوی اسحاق صاحب کے متبعین میں بھی جاری ہے۔ اکثر ان حضرات کو دیکھا کہ دلیل سے عاجز ہوئے مدعا مانع سے جانا دیکھا،

کتاب کی عبارت کی عبارت بدل ڈالی۔ اگر مخالف نے کوئی عبارت پیش کی تو اس کا یہ جواب کہ کتاب ہی معتبر نہیں خود عاجز ہوئے کہیں موافق مدعا عبارت نہ ملی تو کسی کتاب کی عبارت بنا ڈالا اور بعض حضرات تو ایسے جوی ہیں کہ خود ایک عبارت بنالیں اور اگر پوچھے تو کتاب کا نام بھی گڑھ دیں۔ بہر حال مولوی اسحاق صاحب کیسے ہی بزرگ ہوں جب آپ کا خصم انہیں ماننا ہی نہیں پھر ان کا یا ان کی کتاب کا حوالہ دینا فضول ہے۔

اعتراضِ را حکیم صاحب:

علامہ علی قاری نے امام نووی سے نقل کیا ہے واما وضعها على القبر فقيل نه صلى الله عليه وسلم سال الشفاعة لهما فاجبت بالتخفيف الى ان يسألا انتهى بلفظہ۔

جواب: باوجودیکہ میں نے اپنی تحریر میں ہر عبارت کا حوالہ صفحہ وار دیا تھا اس کے جواب میں حکیم صاحب نے یہ غایت فرمائی کہ کتاب کا صفحہ کیلئے نام تک نہ لکھا۔

ذرا تو اور بھی کسے جفا کہ او دلہ

ہنوز میری دفا سے تری جھٹاکم ہے

اس حالت میں یہ کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا کہ علامہ علی قاری رحمہ المبارک نے امام نووی سے کس کتاب میں یہ عبارت نقل کی عبارت کا لکھنا اور اس کا نام بھول جانا بتاتا ہے کہ جواب کہتے وقت حکیم صاحب بہت گھبرائے تھے اب

میں عرض کرتا ہوں کہ وہ عبارت مرقاة المفاتیح میں ہے حکیم صاحب نے دانائی کی جو کتاب کا نام نہ لکھا کیوں کہ اگر کتاب کا نام لکھتے تو ضرور بکف چرخ وارہ کا مصداق بنتے اس لئے کہ حکیم صاحب نے اس پہلی ہی عبارت میں قطع و برید کر کے دیانت کی گردن ماری ہے یعنی مطلب کی ایک سطر تو لکھ دی باقی عبارت مرعا کے خلاف باقی نصاف اڑا گئے کیا انصاف و دیانت کا یہ مقتضا نہیں کہ عبارت مثبت مرعا کے خصم ہو تو تسلیم کر لیں کیا یہ انصافی نہیں کہ قبل والی عبارت مفید مطلب سمجھ کر لکھ جائیں اور اسی عبارت میں مذہب منصور مذکور ہو تو اس کے پاس تک نہ جائیں کیا یہ تصرف بے جا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حکیم صاحب کے مفید مرعا عبارتیں ان کے ہاتھ نہ آئیں ورنہ وہ کیوں ایسی جرأت کرتے۔

اب میں وہ عبارت پیش کرتا ہوں جس کے خوف سے حکیم صاحب نے کتاب کا نام تک نہ لکھا تھا کہ کہیں اس عبارت پر خصم کی نظر نہ پڑ جائے اور اپنے مدعا باطل پر قیامت آئے۔ علامہ فاضل ہمامہ کمال علی بن سلطان محمد القاری رحمہ الباری حدیث ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کی شرح میں حکیم صاحب والی عبارت اور اس کے بعد مرعا کا احتمال ناقلاً عن النووی ذکر فرماتے ہیں دقيل لانهما يسبحان مادام رطبين ثم مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت نے ان تر شاخوں کو اس لئے جمایا تھا کہ وہ جب تک تر رہیں گی تسبیح کریں گی۔ پھر یہی علامہ ملا علی قاری رحمۃ الباری اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس سے پہلے کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر وبعث الحديث اذا تلاوة القرآن اولي بالتخفيف من تسبيح

الجرید وقد ذکر البخاری ان بریدۃ بن الحصیب الصحابی اوصی ان يجعل فی
 قبره جریدتان فکان تبرک بفعل مثل فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم
 خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ علماء کرام نے قبر کے پاس قرآن شریف کا
 پڑھنا اس حدیث سے مستحب ثابت کیا ہے کیوں کہ قرآن پاک کی تلاوت جرید کی
 تسبیح سے اولیٰ ہے۔ امام بخاری رحمۃ الباری نے ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب صحابی رضی
 اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر میں ترشائیں رکھ دی جاویں تو گویا انہوں نے
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی مثل فعل سے برکت چاہی۔
 اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس عبارت کے علاوہ اور بھی مشہور
 کے مفید ہے جو عنقریب پیش کی جائے گی۔

مسلمانو! للہ انصاف

ایسی صریح عبارت چھوڑ کر ایک ٹکڑا مفید مطلب خیال کر کے لکھ دینا کوئی
 دیانت ہے اور اس حرکت کو کیا کہتے ہیں تو کچھ نہیں کہتا، مگر حکیم صاحب اپنے
 رفعتہ کے یہ الفاظ جو خود ان کے علم کے مکمل ہوئے ہیں ملاحظہ فرمائیں تو میں تادم ہو
 جاؤں گا۔

حکیم صاحب کے رفعتہ کی عبارت:

"اس کو یقین ہمارے کہ یہ عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہ نقل کی گئی ہے

سرِ موزق نہ ہو گا۔ ————— (الراقم محمد ہدایت اعلیٰ عفی عنہ)

اب جو حکیم صاحب سمجھ لیں کہ انہوں نے مطلب کے موافق عبارت نقل کر کے مخالف مدعا عبارت چھوڑی ہے یا نہیں۔

اعتراف یا حکیم صاحب:

اور ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ لعل وجہ کلام الخطابی ان هذا واقعة حال خاص لا یغنیہ العموم ولہذا اوجہ له توجیہات سابقۃ فتدبر فانہ محل للنظر انتہی۔

جواب:

وہی خوبی جو اس عبارت میں تھی اس میں بھی ہے کتاب کا نام غار ذہن معلوم ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کس کتاب میں لکھا ہے یہاں بھی حکیم صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتانا۔ ع

”کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے“

حکیم صاحب کی اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ شاید خطابی کے کلام کی یہ وجہ ہو کہ ان کے نزدیک یہ حدیث ایک حال خاص کا واقعہ ہے مفید عموم نہیں اسی لئے اس کی توجیہیں کی گئیں۔ سوچ لو کہ یہاں اعتراض کا محل ہے یہ بات ہر ادنیٰ طالب علم پر بھی غنی نہیں کہ مستدبر اور اس کی مثل دوسرے کلمے ایسے موقع پر استعمال کئے جاتے ہیں جہاں وہ بات مخدوش ہو یا اس میں کوئی مسامحہ ہو۔ پھر جب فقہ کے ساتھ ہی فانہ محل للنظر بھی کہہ دیا جائے تو مراعت ہو گئی کہ یہ قول ضعیف ہے

ایسی عبارت سے استدلال کرنا اور اس کے ضعف کو نہ سمجھنا حکیم صاحب جیسے
ذی شعور و اناؤں سے حیرت انگیز ہے۔ قطع نظر اس تمام سے کہ وہی قطع و برید عبارت کی حکیم
صاحب نے یہاں بھی کی ہے یعنی پوری عبارت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ علیہ کی نقل نہیں کی۔
اس عبارت سے قبل نہیں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد کیا ہے
اور ترشائیں جانے کو سنت بتایا ہے۔ اس عبارت کو چھوڑنا اور موافق مدعا سمجھ کر رد
کئے ہوئے ایک دو فقرے لکھ دینا کیا دیانت ہے۔ حکیم صاحب کے رقعہ کی جو
عبارت نقل ہو چکی ہے اور پھر دوبارہ ملاحظہ فرما کر معلوم کر لیجئے کہ یہ کس کا کام ہے۔
طرفہ تریہ جرات کہ جو فقرے لکھے ہیں وہ خود ضعف پر دلالت کر رہے ہیں جن میں
صاف یہ مذکور کہ فتدبر فانه محل النظر انتهى ولكن القائل الذليق الاريب
العجيب السكركان لا يعرف ما جرى على لسانه الشقيلة اللحية. ہائے
ہائے دینی مسائل میں اس درجہ کی احتیاط انوس مسلمانان... خیر اب میں وہ عبارت
جس میں حکیم صاحب نے قطع و برید کی ہے نقل کرتا ہوں۔

ثعراء يت ابن حجر صرح به وقال قوله لا اصل له مہوع بل هذا
الحدیث اصل اصل له ومن ثعراءتی بعض الائمة من متاخری اصحابنا بان
ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنة لهذا الحدیث ولعل وجه کلام
الخطابی ان هذا واقعة حال خاص لا یفید العموم ولهذا وجه له توجيهات
سابقة فتدبر فانه محل لنظر. حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ میں نے دیکھا
کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبر پر ترشائیں جانے کے استجاب کی تصریح کی ہے

کہا ہے کہ خطابی کا لا اصل لہ کہنا منوع ہے بلکہ یہ حدیث ترشائیں جانے کے اصل اصل ہے اور اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ متاخرین نے پیستونی دیا ہے کہ قبروں پر ترشائیں اور پھول ڈالنا جس کی لوگوں میں عادت ہے یہ سنت ہے اور اسی حدیث سے ثابت ہے۔

رہا سوال یہ کہ خطابی نے باوجود محدث ہونے کے ایسے امر کو کیوں لا اصل لہ کہہ دیا جو حدیث شریف سے بصراحت ثابت ہے اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے انہوں نے اس کو حال خاص کا واقعہ سمجھا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ یہ مفید عموم نہ ہو گا اور اسی لئے پہلے تو جہیں کی گئیں اس میں غور کرو کہ یہ عمل اعتراض ہے۔ یہ پچھلا فقرہ فتنہ برفانہ محل النظر بتا رہا ہے۔ کہ فی الواقع خطابی کا خیال قابل اعتماد نہیں جیسا کہ اوپر عبارت میں تصریح ہو چکی۔

حکیم صاحب کا علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت چھوڑ جانا جس میں وہ یہ فرماتے ہیں کہ ائمہ نے قبر پر پھول اور ترشائیں جانے کا فتویٰ دیا اور سنت بتایا ہے اور اس احتمال ضعیف مروج کا لکھ دینا کہاں تک علم کی شان کے قریب ہے۔

اعتراض ۵

اور ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری نے اپنی صحیح میں جابر سے حدیث طویل بیان کی جس کا جملہ آخر یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی

لہ امام ابن حجر علیہ الرحمہ کے اس کلام سے کہ ہمارے زمانہ میں پھول اور ترشائیں قبروں پر ڈالنے کی جو لوگوں کی عادت ہے یہ سنت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں بھی جاری تھی اور کھرم تعالیٰ اب تک جاری ہے۔

مررت بقبرین یعدیان فاجیبت بشفاعتی ان یسفعہ ذلک عنہما مادام
الخصمان رطبین۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو قبروں پر گزرا
جن کے صاحب پر عذاب ہو رہا تھا پس میں نے ان کے لئے شفاعت کی چنانچہ
درخواست جناب باری عزاسمہ میں قبول ہوئی۔ اور دونوں سے عذاب تانخک
ہونے شاخوں کے موقوف کیا گیا۔ انتہی بظنم۔

جواب :

اس حدیث کے پیش کرنے سے حکیم صاحب کا منشا معلوم ہوتا ہے
کہ وہاں تر شاخیں جالی تھیں تو شفاعت بھی فرمائی تھی۔ پھر تخفیف عذاب ہوئی تو شفاعت
سے نہ کہ تر شاخوں سے۔ میں گزارش کرتا ہوں جناب کا کہاں خیال گیا میں نے جس واقعہ
سے استدلال کیا ہے اس میں صرف تر شاخوں کا جانا ہے اس کے ساتھ شفاعت
کا جدا گانہ ذکر نہیں۔ یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ وہ واقعہ ہی دوسرا ہے اور میں نے
اس سے استدلال نہیں کیا ہے۔ اور یہ خارج از بحث ہے نہ مجھے مضر اور حرج
کو مفید مگر یہ جناب کی حدیث دانی کی خوبی ہے جو اتنا بھی نہ معلوم ہو سکا کہ خصم نے
جس سے استدلال کیا ہے وہ واقعہ ہی اور ہے اور ہم جو پیش کرتے ہیں یہ قصہ
ہی دوسرا ہے۔ حکیم صاحب کا یہ طرز تقریر ظریف الطبع لوگوں کو یاد رکھنے کے
قابل ہے۔

آں یکے می گفت کہ بدرستہ
از فروغ ہر گشتہ مستنیر

دیگرے گفتش تو دانا نیستی
می نگیرد مہرازمے روشنی

اب میں حکیم صاحب کو یہ دکھلاؤں کہ ان واقعات میں تغایر ہے اتحاد
نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے الباری شرح صحیح بخاری میں شیخ الاسلام حافظ ابراہیم الفضل شہاب
الدین احمد علی بن محمد بن محمد عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ قرطبی سے نقل فرماتے ہیں۔
وقيل انه مشفع لهما هذه المدة كما صح به في حديث جابر لان الظاهر
ان القصة واحدة وكذا رجع النووي كون القصة واحدة وفيه نظر لها اوضحنا
للغائبين عما يشاء يعني کہا گیا ہے کہ سردار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی مدت کے
لئے ان دونوں قبر والوں کی شفاعت فرمائی تھی اور وہ قبول ہوئی جیسا کہ حدیث جابر میں
مصرح ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ قصہ واحد ہے اور نووی نے بھی اسی کو ترجیح
دی ہے لیکن اس میں نظر ہے یعنی یہ بات قابل تسلیم نہیں کیوں کہ ہم ان دونوں قصوں میں
معارضت ثابت کر چکے ہیں۔

اب ذرا عمدۃ القاری شرح بخاری ملاحظہ ہو کہ اس میں علامہ بدر الدین ابو محمد
محمود بن نصر عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۵

ومنها ان في متن هذا الحديث لثردعا بجريدة فكسرها
كسرتين يعني آتی بھما فكسرها وفي حديث جابر رضي
الله تعالى عنه رواية مسلم انه الذي قطع الغصنين فحل
هذه قضية واحدة امر قضيتان الجواب انهما قضيتان

والمغائرة بينهما من اوجه الاول ان هذا اكانت في
المدينة وكان مع النبي صلى الله عليه وسلم جماعة
وقضية جابر كانت في السفر وكان خرج لحاجة
فتبعه جابر وحده الثاني ان في هذا القضية انه
عليه السلام غرم الجريدة بعد ان شقها نصفين
كما في رواية الاعمش الآتية في الباب الذي بعده
وفي حديث جابر امر عليه الصلاة والسلام جابرا
فقطع غصنين من شجرتين كان النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم استزبهما عند قضاء حاجة ثم امر
جابر ان يلقى غصنين عن يمينه وعن يساره حيث
كان النبي صلى الله عليه وسلم جالسا فان جابرا
سأله عن ذلك فقال اني مررت بقبرين بعد ان
فأجبت بشفا عتي ان يرفع عنهما ما دام الغصنان
رطبين الثالث لعبد كسر في قصة جابر ما كان
السبب في عذابهما الرابع لعبد كسره كلمة التزجي
فذل ذلك كلها على انها قضيتان بل روى ابن
حبان في صحيحه عن ابي هريرة انه صلى الله عليه وسلم
مر بقبر فقال اتوني بجريدتين فجعلل حذاهما عند

رأسہ والاخریٰ عندہ جلیہ فہذا ظاہرہ یدل علی ان
 ہذا قضیۃ ثالثۃ فقط بہذا کلام من ادعی ان
 القضیۃ واحدۃ کما حال الیہ النوری والقزلبیؒ
 حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جس حدیث شریف کا متن یہ
 ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شیخ منگائی، جب
 وہ لائی گئی اس کے دو ٹکڑے کئے گئے، اور حضرت جابر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے روایت
 کیا جس میں دو شانوں کے لگانے کا ذکر ہے آیا دونوں حدیثوں
 میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے یا ہر ایک میں جدا جدا قصوں کا بیان
 ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں ایک
 ہی قصہ مذکور نہیں بلکہ یہ دو قصے ہیں ہر ایک حدیث میں ایک دوسرے
 قصے کا بیان ہے اور ان دونوں میں کئی وجہ سے مخالفت ہے
 اول یہ کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں
 جو مذکور ہے وہ واقعہ سفر کا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضا
 حاجت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور حضرت جابر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس کے ساتھ تھے تو اس قصہ میں
 حضور کے ساتھ جماعت ثابت ہوئی اور یہاں تنہا حضرت

مردی ہے تیسرے واقعہ پر دلالت کرتی ہے اب معلوم ہو گیا کہ حکیم صاحب نے جو شفاعت والی حدیث پیش کی ہے وہ واقعہ ہی دوسرا ہے جسے اس واقعہ سے بالکل منارت ہے جس سے میں نے استدلال کیا ہے مگر حکیم صاحب کو کیا خبر کہ خصم کیا کہتا ہے اور ہم کیا۔ دونوں حدیثوں کے لفظ جو بعضے قریب قریب دیکھے تو خوش ہو کر وہ حدیث اپنی اثبات مدعا میں لکھ ڈالی مگر۔

"فرق را کہ بیند آل استیزہ جو"

سبحان اللہ! آفریں اس علم و لیاقت پر کہاں کا جوڑ کہاں لگایا ہے۔
لوگوں کے مجنوں کو کوئی چرخ پہ ڈھونڈو
لیسلی کی یہ فریاد تھی کلکتہ میں سے
اگر اسی مبلغ علم اور اسی خوش بیاختی اور عالی فہمی پر فتوے نویسی کی ہمت ہے
تو دیکھے کیا کیا گل کھلتے ہیں۔

نام اقدس کے ساتھ صلعم لکھنے کی ممانعت

فائدہ: حکیم صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اسم مبارک کے ساتھ (رض) اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ (صلعم) لکھ دیا ہے یہ دونوں صلوٰۃ و ترضیٰ کی رمزیں ہیں حکیم صاحب نے اتنی طویل تحریر تو لکھ ڈالی کیا انہیں دوچار غفلتوں میں ہی اختصار کی ضرورت تھی حقیقت میں جناب کو معلوم نہیں کہ یہ حرکت

مذکورہ ملاحظہ ہو کہ امام نووی قدس اللہ تعالیٰ روحہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں :-
 يستحب لکاتب الحديث اذا مر بذكر الله عز وجل ان يكتب عز وجل وتعالى او تبارك وتعالى او
 جل عظمته او ما اشبه ذلك وكذلك يكتب عند ذكر النبي صلى الله عليه وسلم بكمالها لا يلزمها
 اليها ولا مقتصر على احدها وكذلك يقول في الصحاح
 رضى الله تعالى عنه فان كان صحابيا ابن صحابي قال
 رضى الله عنها وكذلك ليترضى ويترجم على
 سائر العلماء والاخبار ويكتب كل هذه وان لم
 يكن مكتوبا في الاصل لذی ينقل منه فان
 هذا ليس برواية وانما هو دعاء ينبغى لقارى
 ان يقل كل ما ذكرناه وان لم يكن مذكورا
 في الاصل لذی يقل منه ولا يسامر من تكرار ذلك و
 من غفل هذا حرم خيرا عظيما وقوت فضلا جسيما

یعنی کاتب حدیث کے لئے مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک لکھے
 تو اس کے ساتھ عز وجل و تبارک و تعالیٰ یا جل ذکرہ یا تبارک اسمہ یا جل عظمۃ یا اس کے
 مثل اور لکھے اور ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ پورا

صلی اللہ علیہ وسلم لکھے اور دونوں کی رمزیں یعنی تم، صلعم، م، نہ لکھے اور صلوٰۃ والسلام میں سے ایک ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ دونوں کو لائے۔ اور اگر صحابی کا ذکر آئے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھے۔ اور پورا پورا لکھے۔ اگرچہ اصل منقول عنہا میں نہ لکھا ہو کیوں کہ یہ روایت نہیں بلکہ دعا ہے اور پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ اس تمام کو پڑھے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ اگرچہ اس اصل میں مذکور نہ ہو جس کو پڑھتا ہے اور اس کی تکرار سے طلال نہ کرے اور جو اس سے غافل رہے وہ خیر عظیم اور بڑے فضل سے محروم رہا۔

اب ذرا طحاوی شرح در مختار بھی ملاحظہ ہو کہ اس میں ہے۔

ويكتب الرهن بالصلوة والترضى بالكتابة بل
يكتب ذلك كله بكمالہ وفي بعض المواضع من
التأريخانية من كتب عليه السلام بهمنه وميم
يكتب لانه تخفيف وتخفيف الانبياء كفر بلا شك

اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رمز لکھنا مکروہ ہے ان میں سے ہر ایک کو بکمالہ پورا پورا لکھنا چاہیے اور تا تاریخ کے بعض مواضع میں ہے کہ جس کسی نے علیہ السلام ہمنہ اور میم کے ساتھ لکھا کافر ہو جائے گا اس لئے کہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استخفاف بے شک کفر ہے۔

اعتراف: اور امام ابو ذر یامحی الدین نووی نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما تحت میں لکھا ہے اما وضعه صلعم علی القبر فقال العلماء هو محمول علی انه

سأل الشفاعة لهما فاجبت شفاعته بالتخفيف عنهما الى ان يبشأ. انتهى
 جواب : مجھے نہایت افسوس ہے کہ حکیم صاحب کا ہر قول نقل کرنے
 کے بعد ہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ بات دیانت کے خلاف ہے۔ تعجب ہے کہ حکیم صاحب
 نے پیش نویس محدث اور عالم ہو کر ذرا لحاظ اور پاس دیانت کا نہ فرمایا اس
 عبارت پر آجتاب نے جو کا ہندسہ لگایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چوتھی
 عبارت ہے اور حال یہ ہے کہ اسی عبارت کو اول دا ایک کا ہندسہ لگا کر بحوالہ ملا
 علی قاری رحمہ الباری تحریر فرما چکے ہیں صرف عبارتوں کے عدد بڑھانے کے لئے
 حکیم صاحب نے کئی عبارتیں پیش کی ہیں۔ (اللہ سے دیانت) اب ذرا اس عبارت
 کو اصل کتاب منقول عنہا سے نوٹ لاکر دیکھیں کہ حکیم صاحب نے عبارت کتاب کی
 جو کلمہ و کاست تحریر فرمائی ہے یا حسب عادت کچھ نقص کر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو نووی
 شرح مسلم شریف۔

وَأَمَّا وَضْعُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَهْرِيَّ تَيْنِ عَلَى الْقَبْرِ
 فَقَالَ الْعُلَمَاءُ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ
 الشَّفَاعَةَ لِهَآ فَا جَبَّتْ شَفَاعَتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِالتَّخْفِيفِ إِلَى أَنْ يَبْشَأَ

یہ عبارت شرح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ہے اگر آپ چاہیں ملاحظہ
 فرمائیں میں اصل کتاب کے صفحہ کا نشان دے چکا ہوں اس اصل عبارت میں اور
 حکیم صاحب کی پیش کردہ عبارت میں اتنا فرق ہے کہ :

۱۔ نووی میں تو وضعہ کے بعد پورا (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہے اور حکیم صاحب نے وہی اپنا الم علم مہل لفظ صلعم لکھا۔

۲۔ امام نووی نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد الجریڈین بھی لکھا ہے حکیم صاحب نے یہ لفظ ہی چھوڑ دیا اور معنی کی طرف التفات نہ فرمایا۔

۳۔ نووی میں محمول علیٰ انہ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا ہے حکیم صاحب نے یہ بھی چھوڑ دیا۔

نووی کی عبارت نمبر ۱ جو اوپر نقل ہوئی اور اس میں امام نووی بھی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر منقول عنہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے ساتھ درود یعنی لفظ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ لکھا ہو تو بھی مکمل و پناہ ہے ہمارے محدث جناب حکیم صاحب کا عمل برعکس ہے یعنی درود لکھا ہو جب بھی چھوڑ دیجئے سبحان اللہ شفاعۃ کے بعد بھی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھا وہ بھی حکیم صاحب نے نہ لکھا۔ غرضیکہ اتنی عبارت میں حکیم صاحب چار تصرف کئے۔ ایک جگہ تو صلی اللہ علیہ وسلم کی رمز لکھی دوسری جگہ درود ہی اڑا گئے، اور ایک جگہ جریڈین کا لفظ نیست و نابود کر دیا حکیم صاحب جریڈین سے تو گھبراتے ہی ہیں ماسلوم کہ درود شریف لکھتے ہوئے کیوں اتنا دیکھتے ہیں۔

اب یہ ملاحظہ فرمائیے کہ حکیم صاحب نے نووی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول تو نقل کر دیا مگر کہیں کوئی عبارت اپنے خلاف مدعا چھوڑ تو نہیں گئے۔ تو چھوڑ کیوں نہ جانتے خلاف عادت کیے کرتے۔ اگر لکھ دیتے تو کیا مخالف کا مدعا ثابت کرتے؟

اسی صفحہ میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ فرما رہے ہیں۔ وقیل لکونہا یسبحان
 ما دامہا رطبین ولیس للیاء بس تسبیح وهذا مذهب کثیرین ادا لاکثر
 من المفسرین فی قولہ تعالیٰ وان من شیء الا یسبح بحمدہ۔ یعنی اور
 بھی کہا گیا ہے کہ قبروں پر تر شاخیں جملانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جب تک تر رہتی ہیں تسبیح
 کرتی ہیں اور خشک کے لئے تسبیح ثابت نہیں اور یہی کثیر یا اکثر مفسرین کا مذہب ہے
 آیتہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ کی تفسیر میں ۱۲

اور اسی صفحہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ فاستحب العلماء قراۃ القرآن عند
 القبر بهذا الحدیث لانه اذ کان یرجى التخفیف لتسبیح الجرید فتلاۃ القرآن
 اذن۔ یعنی علماء نے قبر کے نزدیک قرآن شریف کا پڑھنا اسی حدیث کی وجہ سے
 مستحب کہا ہے۔ کیونکہ جب تر شاخوں کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو
 قرآن پاک کی تلاوت سے بطریق اولیٰ ہوگی۔ اس کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے
 خطاب کی قول کی تردید کی ہے جس سے حکیم صاحب نے استدلال کیا ہے چنانچہ
 وہ منقریب نقل کیا جائے گا۔ راوہ شفاعت والا احتمال جس کی تائید حکیم صاحب
 امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے کرنا چاہتے ہیں اس کا ابطال فتح الباری
 وغیرہ سے اوپر بوضاحت کیا گیا ہے۔ حاجت امادہ نہیں۔

اعتراض نمبر ۷۔ اور دوسری جگہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں
 لکھا ہے ولما حدیث جا برفی صاحبی القبرین فاجیبت بشفاعتی ان یرفع
 ذالک عنہما ما دام الغصنان رطبین۔

جواب:

اول تو حکیم صاحب مسلم شریف میں یہ عبارت نکال دیں۔ انشاء اللہ العزیز
تاقیامت یہ عبارت حکیم صاحب کو مسلم شریف میں نہ ملے گی، حکیم صاحب بتا رہے ہیں
کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے آخر کتاب میں لکھا ہے میں عرض کرتا ہوں کہ حکیم صاحب تمام
کتاب میں تو کہیں یہ عبارت دکھائیں، نہایت شرم کی بات ہے کہ کوئی عاملوں میں دم
بھرے اور ایسے غلط حوالے دے۔ ایک عبارت لکھ جائے اور جس کتاب میں بتائے
اس میں موجود نہ ہو۔ پھر قطع اس کے بالفرض اگر یہ عبارت کہیں کسی کتاب میں ہوتی بھی
تو حکیم صاحب کو کیا مفید تھی۔ اور خصم پر اس سے کیا حجت ہو سکتی تھی، البتہ آپ کا مبلغ
علم معلوم ہو گیا۔

دہلی صاجو! اپنے علماء کے علم و یاقوت صدق و دیانت کو تو دیکھو کہ یہ
عبارت صرف عدد بڑھانے کے لئے لکھ دی تاکہ دیکھنے والے سمجھیں کہ عبارت تو
بہت لکھی ہے مگر یہ خبر نہ تھی کہ خصم کب چھوڑنے والا ہے۔ یہ راز نہاں کب چھپنے
والا ہے آخر پر یہ قصہ کھلے گا کہ یہ عبارت جو حکیم صاحب نے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی بتائی ہے فی الحقیقت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہے اور کہاں کی اسی عبارت
کے بعد کی جس پر حکیم صاحب نے چار کا ہندسہ لگا کر امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے
نقل کیا ہے۔ اور پہلے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اسی امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ
کی عبارت کو ایک کا ہندسہ لگا کر نقل کر گئے چنانچہ مجمع مسلم کی شرح نووی کا صفحہ ۱۴۱
ملاحظہ ہو کہ یہ عبارت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت کے متصل موجود ہے۔

ایک سطر کا بھی فصل نہیں۔

» آفریں باد بایں ہمت مردانہ تر «

اگر حکیم صاحب اس عبارت کو امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی نہ بتاتے اور سچ بدل دیتے تو اسے دوسری عبارت کو لکھتا اور عبارتوں کے مدد کیے بڑھتے پھر اس عبارت میں بھی کچھ نہ کچھ ایجاد بندہ ضرور ہے وہ یہ کہ نووی کی عبارت میں اما نہیں آپ نے اپنی طرف سے ایجاد کیا، نووی کی عبارت میں مادام القصبان ہے آپ نے مادام الغصنان لکھا۔ پھر کمال یہ کہ نمبر ۲ کے ہندسہ کے نیچے مسلم شریف سے اسی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی جملہ خود نقل بھی کر چکے ہیں اور پھر دوبارہ لکھ دیا کہ مسلم شریف میں ہے: اور لفظا ایسے اپنی طرف سے ایجاد کئے جن کا مسلم شریف میں پتہ اور نشان تک نہیں۔

اعتراض ۵

حکیم صاحب نے اس کے بعد تورپشتی اور ابن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما شارحان مصابیح اور ابن الجرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مدخل کی عبارتیں پیش کی ہیں چونکہ شروح تورپشتی اور ابن مالک سر دست میرے پاس موجود نہیں اور حکیم صاحب نے کتاب میں نہیں دیں باوجودیکہ وہ تصحیح نقل کے ذمہ دار تھے اس واسطے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اصل کتابوں میں بھی عبارتیں ایسی ہی ہیں جیسی حکیم صاحب نے نقل کی ہیں یا حکیم صاحب نے کوئی تغیر و تبدل کیا ہے۔ گزشتہ عبارتیں دیکھ کر حکیم صاحب کی دیانت کا تواضع ہو ہی گیا ہے کہ ایک عبارت بھی دیانت داری کی منتقل نہیں کریں قطع نظر اس سے

حکیم صاحب کی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ تخفیف عذاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت یا دلت سے ہوئی جریدہ کو اس میں دخل نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ آپ یہ عبارتیں پیش ہی نہیں کر سکتے تھے جبکہ میں شامی کی عبارت نقل کر چکا تھا جس کو اب پھر لکھتا ہوں رد المحتار شرح الدر المختار میں ہے

تمہ یکرہ ایضا قطع النبات والحشیش من المقبرة
دون الیابس کما فی البحر والدرر وشرح المنیة وعلة
فی الامداد بانہ ما دام رطباً یسبح اللہ تعالیٰ فیو المیت
بہ وتنزل بذکر الرحمة ونحو فی الخانیة اقول
دلیلہ ما ورد فی الحدیث من وضعہ علیہ الصلوة
والسلام الجریدة الخضراء بعد شقها نصفین علی
القبرین الذین یعدن بان وتعلیلہ بالتخفیف عنہما
ما لم یبسیما ى یخفف عنہما ببرکة تسبیحہما
اذا ہوا کمل من تسبیح الیابس لما فی الاخضر من
نوع حیاة وعلیہ فکمل ہتہ قطع ذلک وان
نبت بنفسہ ولم یملک لان فیہ تفویت حق
المیت ویوخذ من ذالک ومن الحدیث نذب وضع
ذلک الاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زمائنا من
وضع اغصان الاس ونحو وصرح بذالک ایضاً جعنا

من الشافعية وهذا أولى مما قاله بعض المالكية
 من ان التخفيف عن القبرين انما حصل بركة يد
 الشريفة صلى الله تعالى عليه وسلم اودعائده لهما فلا
 يقاس عليه غيره وقد ذكر البخاري ان بریداً
 بن الحبيب رضى الله عنه اوصى ان يجعل في
 قبره جريدتان والله تعالى اعلم به

اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت
 دست مبارک اور دعا پر محمول کرنے سے کسب جریہ پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ شافعیوں کی
 ایک جماعت بھی اسی طرف سے جب کتب کی تصریح یہ ہے علی الخصوص خانیہ جس کے
 مصنف امام فقیہ النفس فخر الدین اور جندی ہیں جن کی نسبت ائمہ و علماء نے تصریح فرمائی
 کہ ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے کہ نفس اجتہادی رکھتے ہیں تو ان کے مقابل بعض مالکیہ
 یا متاخرین حنفیہ کی شروح حدیث پیش کرنا فحاشا سے بالکل بعید ہے۔ علمائے کرام
 تصریح فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کتب حدیث پر مقدم ہے کافیہ المحتار وغیرہ خلاف ابن
 الحاج کا جواب بھی اس میں آگیا اس کا ماحصل بھی یہی ہے۔ علاوہ بریں امام ابن الحاج مالکی
 المذہب ہیں انہوں نے اپنے اصول پر عمل کیا ہے کہ قول و فعل صحابہ حجت نہیں بلکہ حکم
 صاحب حنفی ہیں اور حنفیہ کے اصول میں قول و فعل صحابہ بھی حجت شرعیہ ہیں۔ یہ اس
 سے کیوں کہ عدول کرتے ہیں اور جابجا مالکیہ شافعیہ کا دامن پکڑتے ہیں پھر مدخل میں فعلیہ
 رضی اللہ عنہ کا یہ جواب کہ اور صحابہ نے نہ کیا اگر وہ عموم سمجھتے تو سب کرتے بغایت عجیب

ہے۔ مستحب کے لئے کس نے لازم کیا کہ سب بالاجماع اس پر عامل رہے ہوں بعض کا قول اور باقی کا عدم انکار بلاشبہ کافی ہے۔ اصحابی کا النجوم یا یہم اقتدایم اہتدایم ارشاد ہوا ہے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو راہ پاؤ گے۔ یا یہ فرمایا کہ جب تک سب صحابہ بالاتفاق کسی فعل کے عامل نہ ہوں اتباع نہ کرو۔ اس فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب کو اطلاع کہاں سے ثابت اور جن بعض کو اطلاع ہے ان میں دو کا فعل ثابت ہے اور بعض سے منقول نہیں تو عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ نہ ترک مستحب مفید عدم استصحاب یا پھر ابن حلیج کی سند بھی وہاں یہی عبارت خطابی ہے جس کا جواب بارہا گذر چکا۔ طرفہ یہ کہ اسی مدخل میں خود عبارت خطابی سے منقول ہے کہ **وَالْعَامَّةُ فِي كَثِيرٍ مِنَ الْبُلْدَانِ تَغْرِسُ اللَّخَوَاصِ فِي قُبُورِ مَوْتَاهُمْ** یعنی بکثرت شہروں میں عام اہل اسلام اپنے اموات کی قبروں میں برگ خرما گاڑتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت مسلمانوں میں قرنا فقر ناجاری رہی خطابی کی وفات ۸۰ھ میں ہے۔

اعتراض ۹ حکیم صاحب! ابن طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے۔ **دلیس فی الجریۃ معنی یخصہ وانہا ذاک ببرکۃ یدہ**۔ انتہی

جواب:

ہاجاب حکیم صاحب یہ عبارت تو مجمع البحار میں ہے مگر بقول شخصہ کہ:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ زَيْنَتِ بِخَاطِرِ سِتِّ

وَاِذَا مَرَّ بِاَدْكُلُوا وَاِشْرَبُوا تَرَا

سبحان اللہ خوب عبارت نقل کی، آدمی تو کہہ گئے اور مخالف مدعا باقی چھوڑ گئے۔ اب ذرا مجمع ابھار ملاحظہ ہو۔

ليس في الجريد لا معنى يخصه وانما ذالك ببركة
يد لا ولذا انك الخطابي وضع الناس الجريد
وتخولا على القبر وقيل المرطب يسبح فتخفيفا
ببركة فيعم في كل الرياحين والبقول لقوله و
ان من شيع اى حى وحيوة تكل شى بحسبه.

مطلب یہ کہ جریدہ میں کوئی معنی ایسے نہیں جو اس کو خاص کریں اور یہ تخفیف تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی اور اسی واسطے خطابی نے لوگوں کے جریدہ وغیرہ کے قبر پر ڈالنے کا انکار کیا اور کہا گیا ہے کہ تر یعنی شلخ سبز تسبیح کرتی ہے اور اس کی تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے پس یہ حکم تمام پھولوں اور سبز یوں میں عام ہو جائے گا چونکہ قرآن پاک میں آپ کا ہے کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے اور ہر زندہ چیز مراد ہے اور ہر شے کی زندگی اسی کے لائق ہوتی ہے۔ نباتات کی زندگی اس وقت تک کہ خشک نہ ہو جائیں۔

حکیم صاحب نے عبارت کا یہ اخیر حصہ تو چھوڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخفیف عذاب کا باعث تسبیح جریدہ ہے۔ عبارت میں قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ کا جو اذہم مذکور ہے، اور پہلا حصہ خطابی کا مذہب لکھ ڈالنا جس کا اکابر علماء نے رد کیا ہے۔ ہاں حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں یہ قول بلفظ قیل ہے۔ جو، تو یہ عبارت

ہر مزرے کرمانی یا قسطلانی شافعی کی ہے مگر اس سے پہلے کی عبارت مجمع البحار میں تھی جس قیل کو مذہب محققین سے مؤید کیا تھا حکیم صاحب اسے بھی اڑا گئے مجمع البحار میں بعد ذکر احتمال شفاعت کے لکھتے ہیں۔

وقیل لکونہما یسبحان ما دامرطبین لقولہ تعالیٰ
 دان من شیء الا یسبح ای شیء حی و حیوۃ الخشب
 ما لم یبیس والحجر ما لم یقطع والمحققون علی
 تعمیم الشیء وتسبیحہ دلالة علی الصانع واستحوا
 قراءة القرآن عند القبر لانه اذا خفف به بتسبیحہ
 فتلاوة القرآن اولی . یعنی کہا گیا ہے کہ تخفیف عذاب کا
 باعث یہ ہے کہ وہ شاخیں جب تک تر رہیں گی تسبیح کریں گی
 چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شے نہیں مگر وہ تسبیح کرتی ہے
 اور لکڑی کی زندگی جب تک ہے خشک نہ ہو اور پتھر کی جب
 تک قطع نہ کیا جائے اور محققین کے نزدیک شے عام ہے
 اور اس کی تسبیح صانع پر دلالت کرنا ہے اور قبر کے پاس قرآن
 شریف کا پڑھنا علماء نے مستحب کہا ہے کیونکہ جب تسبیح
 جریدہ سے تخفیف حاصل ہوتی ہے تو قرآن پاک کی تلاوت
 اور بھی اولیٰ ہے حکیم صاحب نے اول و آخر چھوڑ کر صرف تسبیح
 کا جملہ پکڑ لیا۔

ہر چند کہ خطابی کے قول کا مقبول ہونا بیان ہو چکا، مگر مزید اطمینان کے لئے اور بھی ملاحظہ فرمائیے علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ جو اپنے زمانہ کے فرد ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری رحمہ الباری ہرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

و شیخ مشائخنا السيوطي هو الذي احيا علم التفسير
الماتولدد، المنشور وجميع جميع الاحاديث المتفرقة
في جامع المشهور وما تركنا الاوله فيه متن او شرح
مسطور بل وله زيادات ومختصرات يستحق ان يكون
هو المجدد في القرن المذكور كما ادعاه وهو في دعواه
مقبول وشكور هذا هو الاظهر عندي والله اعلم
يعني ہمارے شیخ المشائخ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ ہیں جنہوں نے
علم تفسیر کو درمنثور میں زندہ کیا اور مجمع احادیث متفرقہ کو اپنی مشہور
جامع میں جمع فرمایا۔ کوئی فن نہیں چھوڑا جس میں کوئی متن یا شرح نہ
لکھی ہو بلکہ ان کی زیادات و مختصرات بھی ہیں وہ اپنے زمانہ کے
مجدد ہونے کے مستحق ہیں جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے
اور وہ اپنے دعویٰ میں مقبول و مشکور ہیں۔

یہ مجدد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زہر الربی علی الجبتي یعنی شرح نسائی شریف میں
تحریر فرماتے ہیں کہ :

وقد استنصر الخطابی ومن تبعه وضع الناس البحر
marfat.com

ونحوہ فی القبر عملاً بهذا الحديث قال الطرطوسي لان
 ذلك خاص ببركة يده صلى الله عليه وسلم وقال
 الحافظ ابن حجر ليس في السياق ما يقطع بانه باشر
 الوضع بيده الكريمة بل يحتمل ان يكون امر به
 وقد فاسى بريدة ابن الحصيب الصحابي بذلك
 فأوصى ان يوضع على قبره جريدتان وهو اول بان
 يتبع من غيره انتهى. قلت واثر بريدة يخرج في طبقا
 ابن سعد وقد اورده في كتاب شرح الصدور
 مع تراخر عن ابي برزة الاسلمي مخرج في تاريخ ابن
 عساکر وقد روى النوى استنكارا لخطابي وقال
 لا وجه له. خلاصه یہ کہ خطابی اور ان کے متبعین نے
 لوگوں کی قبروں پر شاخیں وغیرہ رکھنے کا انکار کیا ہے طرطوسی
 نے کہا کہ اس لئے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک
 کی برکت کے ساتھ مختص ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ حدیث
 کا سیاق بھی یقین نہیں دلاتا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اپنے دست مبارک ہی سے شاخیں جمائیں ہوں بلکہ یہ
 احتمال ہے کہ کسی کو یہ حکم فرما دیا ہو اسی لحاظ سے حضرت بکر
 صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں

رکھی جائیں اور غیروں کا اتباع کرنے سے ان کا اتباع مناسب
 تر ہے (مجدد سیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں
 کہ بریدہ کا اثر طبقات ابن سعد میں تخریج کیا گیا ہے اور میں نے
 کتاب شرح الصدور میں مع البرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 انکار کا رد کیا ہے اور کہا کہ اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں پھر نووی
 شرح مسلم کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وقد انكر الخطابي ما يفعله الناس على لقبر من
 الخواص ونحوها متعلقين بهذا الحديث وقال
 لا اصل له فلا وجه له۔ یعنی خطاب نے لوگوں کو قبروں پر تر
 شاخیں وغیرہ ڈالنے کا انکار کیا اور لا اصل لہ کہا، واقع میں اس
 کا لا اصل نہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

سبحان اللہ خطابی کے انکار کی حقیقت کھل گئی اور یہی خطابی منکرین کے
 اور بالخصوص ہمارے حکیم صاحب کے بڑے مستند تھے۔ لیکن یہاں چند باتیں اور بھی
 قابل ملاحظہ ہیں۔

اولاً امام مینی نے شرح صحیح بخاری میں انہیں خطابی سے نقل کیا ہے کہ ان کو
 سوکھی شلخ رکھنے سے انکار ہے یا شاخ خرمائی خصوصیت سے کہ یہاں ترجمہ ہونی چاہیے
 کچھ بوجہ عبارت یہ ہے۔

ومنها قيل هل في جريد معني يخصصه في الغرض على لقبر

لتخفيف العذاب الجواب انه لا معنى بخصه بل
المقصود ان يكون فيه رطوبة من اى شجر
كان ولهذا انكر الخطابي ومن تبعه وضع ياب
الجرید۔ یعنی کھجور کی شاخ میں کیا خصوصیت ہے جو قبروں
پر ہی گاڑی جائے اس کا جواب یہ ہے کہ کھجور کی شاخ میں کوئی
خصوصیت نہیں مقصود تو تر سے ہے خواہ کسی درخت کی
ہو اور اسی وجہ سے خطابی اور ان کے متبعین نے قبر پر کھجور
کی خشک شاخ ڈالنے کا انکار کیا ہے۔

ثانیاً یہی خطابی تسلیم کرتے ہیں کہ درخت کی تسبیح سے میت کے لئے
تخفیف کی امید ہے اور عینی شرح بخاری میں ہے۔

قال الخطابی فيه دليل على استحباب تلاوة الكتاب
العزيز على القبر لانه اذا كان يرجى عن الميت
التخفيف بتسبيح الشجر فتلاوة القرآن العظيم اعظم
رجاء وبركة له یعنی خطابی نے کہا اس حدیث میں دلیل
ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے اس لئے کہ
جب درخت کی تسبیح میں میت سے تخفیف عذاب کی
امید ہوئی ہے تو قرآن عظیم کی تلاوت میں تو امید و برکت عظیم تر
ہے۔ امام خطابی کا یہ قول بعینہ ہمارے مذہب کی تسلیم ہے۔

ثالثاً: لطیف ترین ہے کہ امام خطابی صراحۃً اسی قول کو علماء کرام کا قول بتاتے ہیں۔ علامہ حافظ مجد و جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح الصدور بشرح احوال المواتی فی القبور ملاحظہ ہو کہ اس میں ہے۔

”قال الخطابی هذا عند اهل العلم محمول على ان الاشياء ما دلت على خلقها او خضرتها وطلاوتها فانها تسبح حتى تجف رطوبتها او تحول خضرتها او تقطع عن اصلها“ یعنی خطابی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ جب تک اشیاء اپنی خلقی حالت یا تازگی و شادابی پر رہیں تسبیح کرتی رہتی ہیں یہاں تک کہ ان کی رطوبت خشک ہو جائے اور سرسبزی جاتی رہے یا وہ اپنی اصل سے قطع کی جائیں۔“

ابکم ازکم اتلے کہ خطابی کا قول خود مضطرب ہے اور مضطرب قول قابل استناد نہیں ہو سکتا حکیم صاحب کے بڑے ماوی و طبیب ہی خطابی تھے ان کا حال معلوم ہو گیا کہ یہ خود ہمارے موافق تصریح کرتے اور اسی کو علمائے کرام سے نقل فرماتے ہیں اور بالفرض اگر خطابی شافعی منکر ہوتے تو بھی حکیم صاحب کو ان کے قول کے مقابلہ میں حدیث شریف و تصریحات دفعہ حنفی چھوڑتے شرم آتی چاہیے یا انھیں جبکہ علماء اس کو رد کر چکے ہوں جب حدیث شریف سے صراحۃً ثابت ہے کہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تر شاخیں قبروں پر جائیں۔

اور صحابہ کرام نے ان کا اتباع کیا۔ قرنا فقرنا عام مسلمانوں میں رائج رہا۔ علمائے حنفیہ نے اسے مستحب کیا پھر اس امر میں گفتگو کرنا اور یہ کہنا کہ فلا شافعی یا مالکی نے انکار کیا ہے کیا معنی؟ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل شریف کا اتباع کیجئے اپنی فقہ حنفی کی پیروی کیجئے، ہاں جب فقہ درکنار دل میں فعل اقدس کی قدر نہ ہو تو آدمی مجبور رہا آپ کا یہ عذر کہ یہ فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا، قابل تسلیم نہیں۔ اگر حکیم صاحب کو علم اصول سے کچھ بھی قلع ہو تا تو یہ نہ فرماتے کیونکہ زید عمرو بکر کا کسی فعل کو اں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخصیص کہہ دینا دلیل خصوصیت نہیں جب تک کہ اس کی تخصیص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دلائل شرعیہ سے ثابت نہ ہو۔ ہنوز جناب کو اتنی خبر نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شریفہ کا ادنیٰ مرتبہ اباحت ہے جب ہی تو بے دھڑک شاخیں جانے کو مکروہ تحریمی بتا دیا۔ ملاحظہ ہو حسامی اس میں ہے۔

وَمَا لَعَلَّ عَلٰی اٰی جِهَةِ فَعْلِهِ قُلْنَا فَعْلَهُ عَلٰی اَدْنٰی
مَنَازِلِ اَفْعَالِهِ وَهُوَ الْاِبَاحَةُ لِانِ الْاِتِّبَاعِ اَصْلُ فَوْجِ
الْمَسْكُ بِهِ حَتّٰی يَقُوْمُ دَلِيْلُ الْخُصُوْصِيَّةِ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جب یہ معلوم نہ ہو سکے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کس جہت پر کیا تو سمجھ لینا چاہیے کہ حضور کا فعل کم از کم حضور کے افعال شریفہ کے ادنیٰ منازل پر ہوگا اور کم سے کم مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال شریفہ کا اباحت ہے تو جب تک دلیل خصوصیت قائم نہ ہو حضور کے افعال شریفہ کے ساتھ

تمسک واجب ہو گا کیونکہ حضور کا اتباع لازم ہے۔

ہم تو حضور ہی کو معتد اجلتے ہیں اور حضور ہی کے افعال شریفہ کا اتباع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی التجا کرتے ہیں کہ ہمیں تادم اخیر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائے اور انہیں کے متبعین میں ہمارا حشر کرے آمین۔ مگر حکیم صاحب حدیث دیکھتے ہوئے زید عمر بکر کے افعال تلاش کرتے پھرتے ہیں کبھی مفید المومنین اٹھا لاتے ہیں کبھی مولوی اسحاق دہلوی کی مائتہ مسائل کا سبق سناتے ہیں اسے حکیم صاحب! یہ کچھ کام نہ آئے گا۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع کیجئے۔

حکیم صاحب نے مجمع البہار کی عبارت کے بعد عینی کی عبارت نقل کی ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ عینی کی عبارت کے استنہ بڑے ٹکڑے کا مضمون تو وہی ہے جو مجمع البہار کی عبارت کا تھا مگر میں علامہ عینی کی عبارت نقل کر چکا ہوں جس کو حکیم صاحب علامہ کرام کے کلام میں کس نہ در کڑا کڑا دستور پر عمل کرتے ہیں اور عوام کو یوں دھوکہ دیا کہ ہم تو ان کے کام سے سنبھلاتے ہیں۔

واہل التحقيق على انه يسبح اذا كان العقل لا يحيل
جعل لتبذير فيها وجه النص وجب المصير اليه واستجب
العلماء قراءة القرآن عند العبث بهذا الحديث لانه اذا
كان يوجب التخفيف بتسبيح الجريد فتلاوة
القرآن ادلى فان قلت ما الحكمة في كونها ماداما
رطبين يمنعان العذاب بعد دعوى العموم في تسبيح

كل شی قلتم یمكن ان یكون معرفة هذا

كمعرفة عدد الزبانية في انه تعالى هو المختص بها

اعتراض ماسوائے آنحضرت صلعم کے سلف صالحین وائمہ مجتہدین
سے سرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان کا بھی یہ معمول تھا۔

جواب : سبحان اللہ! حکیم صاحب کے لئے آنحضرت سرابارعت صلی اللہ
علیہ وسلم سے ثابت ہونا کافی نہیں۔ اگر اور لوگوں سے ثابت ہوتا تو مان لیتے۔ شرم۔

اے حکیم صاحب اپنے اس قول کی بنا پر مولوی اسماعیل صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک
مشرک ٹھہرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے
سند چاہتے ہیں اور صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک یہ شرک ہے چنانچہ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۲
میں لکھتے ہیں جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی یا غوث و قطب یا مولوی یا باپ دادوں یا کسی بادشاہ
وزیر کی یا پادری یا پنڈت کی بات کو اور ان کی راہ و رسم کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے اور
آیت و حدیث کے مقابل میں اپنے پیر استاذ کے قول سے سند پکڑے (جیسے حکیم صاحب نے
حدیث کے مقابل مولوی اسحاق کے قول کی سند پکڑی) تم یا خود پیغمبر ہی کیوں نہ سمجھے کہ شرع
انہی کا حکم ہے ان کا بھی جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور یہی بات ان کی امت
پر لازم ہو جاتی تھی سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے ۱۲۔

اعترض ۱۱ اور جو کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی وصیت اور روایت سے استدلال کیا ہے کہ شاخہائے قرہ کا قبور پر ڈالنا عموماً جائز ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔
 جواب : ۱۱ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا آپ نے کافی نہ سمجھا تو بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت کیوں ماننے لگے ہو وہ تو صحابی ہیں مگر یہ بھی تو فرما چکے ہیں کہ سلف صالحین سے ثابت ہو گا تو تسلیم کریں گے کیا آپ نے حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کو سلف صالحین میں بھی شمار نہ کیا آپ کے نزدیک ان کا پایہ مولوی اسحاق دہلوی سے بھی کچھ کم ہے جو ان کا قول تو تسلیم کر لیا اور ان کی روایت تسلیم نہیں کرتے۔ اسے بیان کیا
 اعترض ۱۲ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔

واما ما مر من الصلوة بریدة فاجاب منه القسطلاني كان
 بريدة حمل الحديث على العموم ولعير خلاصا ولكن
 الظاهر من تصرف المؤلف ان ذلك خاص بالمنفعة
 بها فعله صلى الله عليه وسلم بالبركة الخاصة به وان
 الذي ينفع اصحاب القبور انما هو الاعمال الصالحة
 فلذلك عقبه بقوله وراى ابن عمر فطاطا. انتهى
 وصیت حضرت بریدہ کی جو گزری اس کا جواب قسطلانی
 نے یوں دیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو عموم
 عموم پر کیا ہے اور اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ حدیث خاص ہے
 لیکن ظاہر تصرف مؤلف سے یہ بات ہے کہ یہ منفعہ خاصہ

آپ کے فعل اور برکت مختصہ سے تھی اور اصحاب قبور جو نفع
یاب ہوتے ہیں وہ عمل صالح سے ہوتے ہیں اسی واسطے علامہ
قسطلانی نے تعاقب فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ابن عمر نے اس کو
خرگاہ جانا ہے۔ انتہی لمقظہ۔

جواب : اولاً علاوہ کشف و کرامات در فن تاریخ ہم کلمے دارند کہاں امام
یعنی اور کہاں قسطلانی سے نقل۔ یہ عبارت جسے حکیم صاحب عینی میں قسطلانی سے منقول
بتاتے ہیں یعنی کان بریدۃ حمل علی عمومہ الا ضرور قسطلانی کی عبارت ہے مگر حکیم
جی کو خبر نہیں کہ امام عینی امام قسطلانی کے استاذ الاساتذہ کے رتبہ میں ہیں۔ قسطلانی سخاوی
کے شاگرد ہیں اور سخاوی عسقلانی کے اور عسقلانی دینی دونوں ہم عصر اور ہم شہر ہیں۔
قسطلانی میں صد ہا جگہ عینی سے منقول ہیں نہ کہ عینی پیشگی قسطلانی سے نقل کرنے بیٹھیں
امام عینی کی وفات ۸۵۵ھ میں ہے اور قسطلانی کی وفات ۶۸۰ سال بعد ۹۲۳ھ میں
خود قسطلانی اپنی شرح کے شروع میں بخاری کے نمبر شمار میں لکھتے ہیں۔

شرحہ العلامة بدرالدین العینی المحنفی فی عشرۃ

اجزاء و ازید و سماہ عمدۃ القاری شرعی فی تالیفہ فی

اواخر رجب ۸۶۱ھ و فرغ منہ خامس جمادی الاولیٰ ۸۶۴ھ

حکیم صاحب اگر اپنی منقول عبارت عینی میں دکھلا دیں تو ہم تین پانی کا ایک
ڈبل ان کے عطار کو عطا کریں گے اور حکیم جی کو ایک چہارم الگ نمایاں علم قسطلانی کی
عبارت اور حکیم صاحب کے ترجمہ کو ملاحظہ فرما کر حکیم صاحب کو ان کی یافت کی داد دیں۔

اعتراض ملا۔ فذلک عقبہ ودی ابن عمر فسطاطا کا ترجمہ کرتے ہیں
 اس واسطے علامہ قسطلانی نے قناب فرمایا ہے۔ (کیا خوب) اور کہا ہے ابن عمر نے اس کو
 کسی کی قبر پر شاخیں ڈالنے کو یا اور کسی چیز کو یا حکیم صاحب کو (خود گاہ جانا ہے سبحان اللہ ^{مطلب} کیا
 حکیم صاحب کیا فرما رہے ہیں کیا آپ کے وہم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 قبر پر شاخیں ڈالنے کو خود گاہ سمجھ گئے۔ لاول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ اللہ حکیم صاحب کی علمی
 یاقوت اگر کسی شرع جابی پڑھنے والے طالب علم کو یہ عبارت دیدیجئے تو وہ بھی اس
 سے مطلب نکال لے گا اور حکیم صاحب ہیں کہ چکارا ہے ہیں۔ پھر کوئی بات کسی کی سمجھ
 میں نہ آئی تو خاموشی ہی ہو رہی ہے۔ ترجمہ ہی نہ کرتے مگر نہیں! بلکہ اپنے خواہی گئے فرائض
 ضرور جاننے ہیں درست ہو یا نام درست۔ غرض لا یعرف ما جری علی لسانہ ولایدری
 ما یخرج من ماسہ۔ سبحان اللہ حکیم صاحب کی یاقوت علمی بھی بڑے پائے کی
 ہے اب حکیم صاحب اپنے اس فقرے کا مطلب بیان فرمائیں۔
 "ابن عمر نے اس کو خود گاہ جانا ہے؟" افسوس صد افسوس۔

آدمیاں گم شدند ملک علیے گرفت

آج کل وہ لوگ اہل علم کے شمار میں نہیں آسان سی عبارت کے ترجمہ تک
 کی یاقوت نہیں۔ پھر اس کی کیا شکایت کہ لغویہ خاصا کا یہ ترجمہ کیا کہ یہ حدیث خاص
 ہے اس کا یہ مفاد کہ یہ حدیث تو واقع میں خاص ہے مگر معاذ اللہ حضرت بریدہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے بے غوری میں اسے عام جان لیا۔ حکیم صاحب! ولغویہ را نہ خاص کا مفاد
 ہوتا لغویہ خاصا کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے

خاص نہ مانا۔

جناب حکیم صاحب! مسئلہ لانی بجواب جو آپ نے عینی سے نقل کیا ہے جس کا مطلب جناب نہیں سمجھے ہیں اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو حدیث اپنے عموم پر ہے تو یقینی مگر بخاری کا اثر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے بعد اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لانا اس کا موہم ہے کہ شاید انہوں نے اس منفعت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کے ساتھ مختص خیال کیا ہو۔

تو جناب من! اول تو یہ ہی کب یقینی کہ امام بخاری نے خاص سمجھا اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیتے تو ان کی رائے صحابی کی رائے کے مقابل کیا وقعت رکھتی ہے۔ لا سیما وقد خالفه عامة المحدثین والفقہاء۔ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے زہر الابی شرح نسائی شریف میں بعد ذکر وصیت حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمایا: وهو اولیٰ بان یتبع من غیرہ۔ کہ غیروں کا اتباع کرنے سے ان کا اتباع زیادہ مناسب ہے۔

خصوصاً اصول خفیہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ تاویل صحابی تمام تاویلات پر مرجع ہے مگر حکیم صاحب کو خفیہ سے کچھ تعلق ہی نہیں۔

اعتراض ۱۴: تیسرے یہ کہ اس حدیث سے گل وریاحین کا ڈانٹا ہرگز ثابت نہیں، جدید اگر بعض نے سمجھا ہے۔ انہی بلغظہ۔

جواب: حکیم صاحب نے اس دعا پر چار عبارتیں بحوالہ القاری اور

فتاویٰ قرطبیہ و مفید المومنین و منہاج العارفین پیش کیں، مگر نہ معلوم کہ فتاویٰ قرطبیہ دنیا کی کس اقلیم کے کس شہر کے کس مطبع میں کس کے اہتمام سے چھپ کر عطا ہو گیا۔ حکیم صاحب سے تصحیح نقل کے لئے ہر چہ طلب کیا مگر پیش نہ کر سکے اور یہی فرماتے رہے کہ اطمینان رکھئے کہ عبارتوں کی نقل میں کوئی خیانت نہیں کی گئی ہے، لہٰذا رول کا کام ہے مگر جن عبارتوں کی تصحیح نقل کی گئی انہیں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کس درجہ کی احتیاط کے ساتھ حکیم صاحب نے عبارتیں نقل کی ہیں۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی حسب عادت طرز قطع بڑے فرماں ہے۔ اگلا ہضم بچلا ہضم بیج کے جلا پر استناد گرم۔

وما یفعله اکثر الناس من وضع ما فیہ رطوبة

من الریا حین والبقول ونحوہا علی القیور لیس بشی

تو کھڑا لا مگر بے سرو پا کر کے مینی میں اس کے اول وہ عبارت جو میں ابھی اس کے صفحہ نمبر ۸ سے نقل کر چکا جس میں حکیم علیہ السلام کے اس مرض وہم کاشافی علاج اور صاف مصرح تھا کہ کچھ شاخ خرمائی تخصیص نہیں بلکہ کسی درخت سے تہویر و لہذا خطاب دغیرہ نے خشک شاخ بے برگ سے انکار کیا اور اس کے آخروہ جملہ محتاج اس کے عبارت منقولہ حکیم صاحب کا بھی مطلب کھوتا اور ان کے اصل مقصود کو جڑ سے اکھڑ کر پھینکتا ہے اسے بھی کیوں نہ اڑا دیتے۔ وہ کیا تھا یہ کہ قبروں پر جو پھول وغیرہ تر چیزیں ڈال دیتے ہیں یہ کچھ نہیں بلکہ سنت ہے۔ وانما سنة الغرض یعنی سنت گاڑنا اور جانا ہی ہے۔ اس فقرہ نے حکیم صاحب کے مدعا کی بیخ کنی ہی کر دی یعنی جس کو حکیم مستان

نے مکروہ تحریمی بتایا تھا اسی کو امام عینی نے سنت فرمایا۔ اسی وجہ سے تو حکیم صاحب نے فقرہ کو نقل نہ کیا اب اسے چاہئے حکیم صاحب دیانت فرمائیں چاہئے احتیاط نام رکھیں۔ حکیم جی اس عبارت کے پھول اور پر رکھ دینے کی نسبت لیس بستی یعنی کچھ نہیں کا لفظ دیکھ کر خوش ہوئے ہوں گے اور یہ خبر نہیں کہ یہ لفظ کہیں بایں معنی آتا ہے کہ کچھ ضرور نہیں تو صرف نفی وجوب کرے گا کبھی بایں معنی آتا ہے کہ طریقہ مسلوکہ فی الدین نہیں تو فقط نفی سنت کرے گا منافی استحباب نہ ہوگا۔ کبھی بایں معنی کہ کوئی عبارت نہیں تو نفی مذہب کرے گا منافی اباحت نہ ہوگا۔ کبھی بمعنی کراہت بھی مستعمل نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے۔

وقد قال الناس يوم عرفته في غيرها تشبها بالواقفين
ليس بشيء هونك في موضع النفي فتعم انواع
العبادة من فرض و واجب و مستحب فيفيد الابلات
وقيل يستحب ذلك كذا في مسكين۔

روالمختار میں ہے۔

في الذخيرة عن محمد عنه اى عن الامام رضى الله
تعالى عنه انه كان لا يراها شيئا وتكلم المتقدمون
في معناها فقيل لا يراها سنده وقيل شكلا
ما وقيل اراد نفي الوجوب وقيل نفى المشروعية و
ان فعلها مكروه لا يثاب عليه بل تركه

اولیٰ وعزلا فی المصطفیٰ الی الاکثرین فان کان
مستند الاکثرین ثبوت الروایة عن الامام
به فذلک والافککل من عبارتیہ السابقتین
محتمل والاظہر انہا مستحبہ لہما نص علیہ محمدؐ

ایسی محکم عبارت سے استناد محض غلط القاد و بکرا اس کے مقابل ان کا
فرمانا کہ وانا السنة العزیزہ معنی دوم کا اشار کرتا ہے یعنی ڈالنا سنت نہیں، تو اس میں سیر
حکم منقول شامی و عالمگیری کا کیا خلافت ہوا۔

ان کے سوا جو اور عبارتیں ہیں ان سے نہ بہت زیادہ زینت پھول ڈالنے کی
کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ مجھوت عنہ نہیں تو یہ ہے کہ بغرض نفع بہت قبروں
پر پھول ڈالنا جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں پہلے عالمگیری اور شامی کی
عبارتیں پیش کر چکا ہوں اور اب پھر فناوی برہنہ کی عبارت پیش کرتا ہوں
و در خبر است کہ کے زیارت کنند و گویند اللہم اخی
اسلک محمد وال محمد ان لا تغضب المیت حق تعالیٰ عذاب
ازاں گوہر دار و تافع صور و گل ریحان بر گور بہادن اول است
کہ تا ترست تسبیح می گویند۔

دو بیت ازاں انس می گردانیں جاگفتہ اند کہ گیا ترا از گور نشاید
دور کردن ہر سپین گیارہ تر بود اثر رحمت بیشتر بود کما فی الترغیب
و تصدیق بقیعت اولیٰ تر ۱۱

ایسا ہی فقہ اکبر کی اکثر کتابوں میں مسطور ہے بنظر اختصار چھوڑا جاتا ہے مگر مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی ایک عبارت اور پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ حکیم صاحب غالبان کے ضرور معتقد ہوں گے۔

فتاویٰ عزیز میں ہے۔

”وہبادن گل و خوشبو مانند ازاں ست کہ کفن میت را بخوشبو و کافور و دیگر چیزہا ازین جنس مثل حنوط یعنی اگر کچھ آمده است و حالانکہ میت در قبر است ازین چیزہا بر قبر می نہند تا شاہیت بمیت تازہ بہم رسد، ممکن است کہ ازین وہبادن خوشبو سرور بمیت ہی رسد زیرا کہ درین حالت روح بسیار متلذذ باستمال خوشبو می شود و روح باقی است ہر چند آلودہ و محال در حالت زندگی کہ قوت شلہ است مغفود است اما قیاساً بر لذت کہ میت را می رسد بعد موت از روئے شرع شریف ثابت یعنی لذت اسے عالم کہ در احادیث صحیحہ آمده است کہ قیانیہ من روحاً و طیبہا و در حق شہداء و قرآن مجید وارد است برزقون فرین اثبات می تواند نمود“

اعترض شاہ: یہ امر ہر ذی عقل و فہم پر ہویا ہے کہ روایت فتاویٰ خرابیہ بقابلہ احادیث کثیرہ و آثار صحابہ و روایات کتب معتبرہ فقہیہ کیا وقعت رکھتی ہیں انتہی بظنہ۔

جواب: حکیم صاحب میری پیش کی ہونی عبارت کفر اتے ہیں کہ بتلا
امادیت کثیر کیا وقت رکھتی ہے۔ یہ فرمایا حکیم صاحب کا موجب درست تھا کہ جب
کوئی حدیث اپنے مدعا کی تائید میں پیش کرتے مگر ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکے اور اٹھا
کثیر کا نام لے دیا۔

ایسے ہی حکیم صاحب نے آثار صحابہ کا ذکر فرمایا اور اوروں کی انہوں نے بر
جواب میں ایک بھی اثر کسی صحابی کا پیش نہیں کیا۔ جرات۔
ابنہ جو حدیثیں اور اکثر میں نے پیش کئے تھے ان کے تسلیم کرنے سے
انکار کیا۔

اسی طرح سے حکیم صاحب نے روایات کتب فقہیہ معتبرہ کا ذکر فرمایا
ہے سو آپ کے جو معتبرات ہیں سبحان اللہ عجیب ہیں ایک تو ان میں سے فتاویٰ
قرطبیہ ہے جس کو حکیم صاحب تصحیح نقل کے وقت پیش نہ کر سکے یہ کہیں جہان میں اس کا
کوئی پستہ نشان۔ ایک مولوی اسحاق صاحب دہلوی کی مائتہ مسائل ہے جس میں اکثر
مسئلے غلط لکھے ہیں اور جس کی عبارات مستور کتب منقول عنہا کے خلاف ایسی ہی غیر
صاحب کی ایک آدھ اور بھی کوئی معتبر کتاب ہوگی جس کے سامنے وہ میری پیش کردہ
شامی اور عالمگیری جیسی معتبر کتابوں کی عبارات کو بے وقت جہتے ہیں۔ ان غلط
انصاف کریں۔

اعتراف: سوائے اس کے کہ چالاک محیب کی قدر دہ سے کہہ سکتے
تینٹا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کر موات غر غور غر غور غر غور غر غور غر غور غر غور غر غور
marfat.com

ہم نے اتنے صاحبوں کے اقوال نقل کئے اس میں بھی یہ دیانت کہ ایک ایک صاحب کو دو دو دفعہ گنا گئے چنانچہ عینی شارح بخاری عمدۃ القاری شارح بخاری مکہ ڈالہ علامہ بدرالدین ابو محمد احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک جگہ عینی شارح بخاری دوسری جگہ صاحب عمدۃ القاری شارح بخاری کہہ کر گنا دیا یعنی ایک شخص کو دو بتا دیا باوجود ان تمام حرکات کے ان کے نزدیک بد دیانت میں ٹھہرا۔ سبحان اللہ۔

اعترض ۱۱ : اور ایک امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائے تخفیف عذاب ان شاہائے ترک نصب فرمایا تھا جب تو عام طور سے یہی فعل مسنون قرار دیا جائے گا تو اس کے ساتھ ضرور ماننا پڑے گا کہ ہر صاحب قبر معذب بعذاب الہی ہے اس میں تمام علماء صاحبین و اولیاء و کالمین و آئمہ مجتہدین و اکابر و محدثین داخل ہو گئے اس بنا پر یہ عقیدہ عجیب صاحب یہ لازم آئے گا کہ کوئی شخص ناجی ہی نہیں جس قدر میں سب ناری ہیں معذب ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ انتہی بلفظہ۔

جواب : حکیم صاحب کی کم علمی ہے جو انہوں نے یہ شبہ پیش کیا کیوں کہ اس خط کار و علامہ بدرالدین ابو محمد بن محمود بن نصر عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں پہلے ہی فرما چکے ہیں۔

ومنہا انہ قتل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی غرہ
ہما بامر مغیب من العذاب ونحن لانعلم ذلك مطلقا
الجواب انہ لایلزم من کوننا لانعلم یعذب ام لان
نتوکل ذلك الا ترى اننا ندعو للبت بالرحمة ولا نعلم انہ

یوحنا املا ۱۵

اسی طرح شیخ الاسلام قاضی المعتمد حاکم ابوالفضل شہاب الدین احمد ابن حجر
عسقلانی کی فتح الباری مشروح صحیح بخاری میں ہے۔

حاصل یہ کہ شبہ کیا گیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاخیں جمانے
کی نسبت ایک امر غیب یعنی ان کا معذب ہونا بیان فرمایا اور ہمیں اس کا مطلق علم نہیں
ابینہ یہی شبہ حکیم صاحب کا ہے (اللہ مدد کندین فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ
ہمارے یہ جاننے سے کہ اس صاحب قبر پر عذاب کیا جاتا ہے یا نہیں یہ لازم نہیں
آتا کہ ہم شاخیں جمانا ہی چھوڑ دیں کیا نہیں دیکھتے کہ ہم میت کے لئے رحمت کی
دعا کرتے ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے گا اب حکیم صاحب انشا
پر آمین اور تسلیم کریں۔ بعد ازاں اللہ کے تمام عذبات و شبہات کا کافی علاج کر
دیا گیا ہے۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

ک۔ العبد المقتصر بحبلہ المئین

سید نعیم الدین عفا عنہ العین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله على احسانه وكرمه ورحمته العظيمة وزيادته المباركة المرسلة
صلوات الله تعالى عليه وسلامه ودوام بركاته ودينه بسمي

اِنَّ الْاِخْيَارَ لَفِي هَٰذِهِ الْاَثَارِ

تصنيف لطيف

فخر الاماثل صدر الافاضل استاذ العلماء مرجع الفضلاء مفتي اعظم حضرت علامه الحاج المولوي الحافظ

الحكيم سيد محمد نعيم الدين صاحب

قدس سره العسند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد۔ آثار مبارکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس فقیر کے پاس غلام دستگیر خاں صاحب اسکرپٹری جمعیت اہل السنۃ جنوبی ہند کا ایک استفادہ مسکرننگر سے آیا۔ اس میں دو فریقوں کے خیالات اور دلائل زید و عمرو کے حوازیوں سے تحریر ہیں۔ انہیں زید کے دلائل کار و کیا گیا ہے۔ اور مستغنی نے دریافت کیا ہے کہ ان آثار کا شرعاً کیا حکم ہے۔ اور فریقین کے دلائل کا کیا حال ہے۔ اس کے ساتھ ہی فقیر کے پاس چند رسالے اور فتوے پہنچے جن میں مسئلہ مذکورہ کے متعلق بحث بہت اس میں مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء دہلی اور سید سلیمان ندوی اور نائب مفتی دیوبند اور مولوی محمد ہاشم مدرسہ عربیہ دہلی اور بہت سے اصحاب کی تحریریں ہیں۔

ان تحریروں میں باہم بہت زیادہ شدید اختلاف ہے۔ کوئی صاحب تو آثار کی تعظیم کے ہی خلاف ہیں اور اس کو آثار پرستی کہہ کر بت پرستی میں داخل کرتے ہیں ان کے نزدیک تو وہ کردروں مسلمان جو آثار مبارکہ کی تعظیم و توقیر اور عزت و حرمت کرتے ہیں دائرہ اسلام سے اسی خارج اور مشرکین میں داخل ہیں۔

اور بعض آثار کی تعظیم تو جائز کہتے ہیں مگر جو طریقے تعظیم کے مسلمانوں میں رائج ہیں ان کو غلو کہہ کر ناجائز بتاتے ہیں اور بدعت ٹھہراتے ہیں۔

اور بعض زمانہ موجودہ میں جو تبرکات پائے جاتے ہیں ان کو نفی جہلی

جھوٹے ہیں کہہ کر مسلمانوں کو ان سے روکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی اختلاف ہیں اور وہ اس حد پر ہیں کہ یحییٰ صاحبان
انہیں میں بھی نہیں سلجھ سکتے۔

اس فقرے سے چونکہ اس معاملہ میں حکم شرع بیان کرنے کی درخواست کی
گئی ہے اس لئے جو یہ قتالی و کفریہ جو تحقیق سے وہ گزارش کرنا ہوں۔
پہلے استغفار نقل کیا جائے گا اس کے بعد جواب ہو گا اس کے ضمن میں
مفتی صاحبان کی اغلاط کو بھی واضح کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تسبیح حق کی توجہ
عطا فرمائے۔ اور کھردی سے بچائے۔ اور اصحاب ضلالت کے دلم نزدیک سے محفوظ رکھے۔
آمین۔

کہ العبد المعتبر بھلا اللہ المتین

سید محمد نعیم الدین عثمانی المعین

ماہ صفر المنظر، ۱۳۶۰ھ

استفتاء

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں بنگلہ دیش
چند مساجد اور کئی گھروں میں آثار شریف کی عام نمائش کی جاتی ہے۔ اور ان آثار کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب سمجھ کر ان کی بیست کچھ عزت و تکریم اور احترام کیا جاتا ہے
جس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ آثار عموماً جو ایک بال ہوتا ہے چاندی وغیرہ کی ٹکلی میں رکھ کر
اس پر غلاف در غلاف پڑھا کر ایک صندوق میں رکھا جاتا ہے یہ آثار چند مساجد اور
کئی گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ ذیج الاول میں ان مساجد اور گھروں کو خوب آراستہ
کیا جاتا ہے اور پھر ان آثار کو نعت اور قصائد مدحیہ پڑھتے ہوئے بعد احترام کھولا
جاتا ہے مساجد میں عموماً مردوں کا اجتماع ہوتا ہے اور گھروں میں عموماً بوقت شب
ستورات کا اجتماع ہوتا ہے اور ساری رات ستورات قصائد وغیرہ پڑھتی ہیں
انیز ستورات سے نذرانے بھی لئے جاتے ہیں ایسے بعد دیگرے زائرین کمر بستہ
بڑے ادب و احترام کے ساتھ آکر اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور اس کو آنکھوں سے
لگاتے ہیں اور بعض لوگ آثار کی طرف دست بستہ کھڑے ہو کر یا ہاتھ باندھ کر دعا
بھی مانگتے ہیں۔

پس آنجناب سے التماس ہے کہ زید و عمر کے مندرجہ دلائل پر تنقید و تبصرہ
فرماتے ہوئے واضح دلائل شرعیہ سے جواب تحریر فرمایاں۔ کہ ان آثار کی زیارت و عزت

کرنا جائز ہے یا ناجائز؛ کیوں کہ یہاں مسلمانوں میں دو متضاد خیالات کے لوگ موجود ہیں ایک زید کے ہم خیال جو ان آثار کے حامی ہیں اور ان آثار کے مخالفوں پر توہین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں محبت رسول ہی نہیں دوری طرف غم کے ہم خیال ہیں جو آثار پرستوں و بدعتی اور گمراہ تصور کرتے ہیں اور ان آثار کی زیارت اور نمائش کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔

زید کے خیالات اور دلائل | زید کہتا ہے آثار مبارک کی زیارت و عزت کرنا نہ صرف جائز بلکہ موجب ثواب عظیم ہے۔

اور جو شخص ان آثار کی عزت اور زیارت نہیں کرتا وہ دائرہ حبیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہے جس کے دلائل یہ ہیں ۷

دلیل اول: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار ہیں جن کی نسبت حدیث شریف میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جس نے میری بایر سے جزا کی زیارت کی تو مجھ پر اس کی شفقت واجب ہو گئی۔

دلیل دوم: تاریخ اور سیر سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک وغیرہ تھے جن کو وہ بعد احترام اپنے پاس رکھتے تھے پس جس کام کو صحابہ کرام نے کیا ہو اس سے ہیں کیوں روکا جائے۔

دلیل سوم: قرآن شریف اور تفاسیر میں ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس ایک تابوت ہوتا تھا جس میں انبیاء و سابقین علیہم و علی بنیائ النبیۃ و التسلیم کے آثار ہوتے تھے اس تابوت سے بنی اسرائیل کی تسکین و تسلی ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جنگوں

میں بھی ساتھ رکھتے تھے۔ اور اس کی برکت سے کامیاب ہوتے تھے اس لئے ہم بھی اپنے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدس اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی زیارت و تکریم کرتے ہیں اور شرفا اس کی کوئی ممانعت بھی نہیں۔

عمر و کے خیالات اور دلائل | عمر و کہتا ہے کہ ان آثار کی زیارت کرنا اور عزت و تعظیم بجالانا شرعاً ناجائز اور بدعت ہے

کیونکہ باقاعدہ ثبوت ہی نہیں تو ایسے آثار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا گناہ عظیم ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں ہے کہ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعداً من النار اذکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا پس اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔ اب بغیر تحقیق کے کسی آثار کی طرف اس لئے عزت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منسوب ہے یہ بھی اس حدیث شریف کے وعید کا تحقق بنتا ہے۔ بلکہ اگر اس قائد کو مان لیا جادے تو اسلام کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام کے نام سے کئی ناجائز احکام کی اتباع اور غلط چیزوں کی تعظیم کرائی جائے جو حضور علیہ السلام کی ذات پر اس سے بڑھ کر اور کیا بہتان عظیم ہو گا۔ خدا معلوم کس کے بال ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی کی طرف منسوب کر کے ان کی عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ سر و نہر بشارتوں کی بنا پر کسی کو دیوار میں یا شربت میں بال مل جاتا ہے تو اس بال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے اس کی نمائش اور عزت و تکریم کی جاتی ہے۔ بخود باشد اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے اس کی نمائش اور عزت و تکریم کی جاتی ہے

نعوذ باللہ! اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنے مبارک صحابہ کرام بطور آثار رکھتے تو وہ مومنے مبارک آج مکہ اور مدینہ میں موجود ہوتے حالانکہ وہاں ان مومنے مبارک کا نام و نشان تک نہیں اور نہ ممالک اسلامیہ میں یہ آثار اس کثرت سے ہیں جیسا کہ بنگلور میں پنجاب اور سندھ کے پورے دو صوبوں میں صرف رور مئی (سندھ) میں ایک مومنے مبارک بتایا جاتا ہے۔ اور یوپی سی پی دہلی وغیرہ میں صرف ایک مقام یعنی کہ دہلی کی جامع مسجد میں کچھ آثار موجود ہیں اور کہا جاتا ہے کہ شاہان اسلام نے بصرف زر کثیر اور بے انتہا کوششوں سے ان کو حاصل کیا۔ پھر بھی محققین علمائے اہلسنت و جماعت کو شبہ ہے کہ آیا واقعی وہ آثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں۔ بنگلور میں ان بالوں کی ہیبت اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں اور صرف گھرانے کی شہرت اور پیٹ پلنے کے بہانے ہیں۔

زید کے دلائل کی تردید | (۱) دلیل اول کی تردید: زید نے جو حدیث پیش کی ہے کہ جس نے میری یا میرے جز کی زیارت کی تو

اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی اس مضمون کی تمام حدیثیں ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں صحیح حدیث میں اس کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔

۲۔ دلیل دوم کی تردید: بیشک بعض روایات اور تواریخ سے ثابت ہوتا ہے

کہ بعض صحابہ کرام کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن اور مومنے مبارک وغیرہ ہوتے تھے مگر انہیں روایات میں یہ بھی ہے کہ ان آثاروں کو انہی صحابہ کرام کی وصیت کے مطابق ان کے کفنوں سے باندھ کر ان کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کا ہر گز ہرگز ثبوت نہیں ملتا کہ صحابہ کرام ان آثار کی نمائش کیا کرتے تھے۔ یا ان آثار کی زیارت کے لئے مسلمانوں کا کوئی اجتماع ہوتا تھا۔ پس نمائش اور اجتماع کا موجودہ طریقہ نہ بنی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں حالانکہ صحابہ کرام کے پاک دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت اس حد تک تھی کہ صحابہ کرام اپنی جان و مال تک آپ پر قربان کر دیتے تھے۔ پس جس طریقہ کو صحابہ کرام نے نہ کیا ہو اس کو کرنا بدعت اور گمراہی نہیں تو اور کیا ہے خصوصاً جعلی اور جھوٹے بالوں کی نمائش اور عزت خدا مسلمانوں کو اس سے بچائے کون مسلمان برداشت کر سکتا ہے کہ کسی اور کے بالوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی کی طرف منسوب کیا جائے۔

۳. دلیل سوم کی تردید! قرآن مجید اور تفاسیر میں بیشک ایک تابوت کا ذکر ہے جو بنی اسرائیل کے پاس تھا اور وراثتاً بنیاد بنی اسرائیل اور سرداران بنی اسرائیل کو دیا جاتا تھا اور بیشک بنی اسرائیل میں آثار پرستی تھی اور اسی آثار پرستی کا نتیجہ ہے کہ بنی اسرائیل نے انبیاء اور اپنے سرداروں کی تصویریں اور بت بنوا دیئے ہیں اس لئے ان پر خدا کی لعنت اور غضب بھی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو اس قسم کا انبیاء سابقین سے کوئی تابوت دیا گیا ہے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آثار کا کوئی تابوت اپنے مقدس جانشینوں یعنی صحابہ کرام کے حوالہ کیا البتہ بوقت وصال الی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید ہی کو مضبوط پکڑنے کی وصیت فرمائی ہے اور پس جملے تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کے لئے قرآن مجید ہی کو شعار و رحمت قرار دیا

ہے غرض کوئی مسلمان اگر تسکین اور شقاہت اور راحت حاصل کر سکتے ہیں تو وہ مرث
قرآن مجید ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس قرآن مجید ہی ایک سچا اور واقعی آثار
مبارک ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچا ہے اسی اصلی اور سچے آثار
سے ہی مسلمان یہودی و نصاریٰ پر غالب بھی آئے ہیں لیکن مسلمان اس قرآن کی عزت و
تکریم جتنی کریں اتنی کم ہے اس کے سوا مشکوک اور جعلی آثار کی عزت و توقیر کرنا یہود و نصاریٰ
اور مشرکین سے تشبیہ ہو گا نہ کہ صحابہ کرام کے ساتھ۔

نیز براہ نواز شمس تحریر فرمائی کہ ان آثار کی اصلیت اور واقعیت کی تحقیق اس
زمانہ میں کس طرح کی جائے۔ فقط۔

المستفتی

غلام دستگیر خاں

سکریٹری جمیعت اہل سنت و جماعت

صدر مقام ڈاکٹر شاہ اسماعیل مدظلہ العالی

محکم دلائل سے مزین و متنوع

مطالعات کا مجموعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

الحمد لله الملك الوهاب

اما بعد۔ زید کا قول بالکل حق اور صحیح اور بجا اور درست ہے کہ آثار مبارکہ کی زیارت و عزت جاز و موجب ثواب عظیم ہے۔ اور جو ان آثار کی عزت نہ کرے وہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت سے محروم ہے۔ یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ اس پر دلیل پیش کرنے کی بھی حاجت نہیں بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تو ذریعہ ایمان اور اصل دین ہے اسی کی بدولت نعمت اسلام اور دولت خدا شناسی پھیل رہی ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی جامع صحیح میں حب الرسول من الایمان کے عنوان سے ایک باب منعقد کیا اس میں دو حدیثیں ذکر کیں ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لایو من احد کرحتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ اور دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی لایو من احد کرحتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناسل جمعین ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد و اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہوں۔ یعنی دولت ایمان سے وہی سرفراز ہوتا ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام خلق سے زیادہ محبت رکھے۔

وہدایں سلیم حاکم ہے کہ محبوب کے تمام افعال و اقوال رفتار و گفتار و ضلع

وخصائل ہر ادا اور اس سے علاوہ رکھنے والی شے اور جو چیزیں اس کی طرف منسوب ہوں
 سب کو پیاری اور محبوب ہوتی ہیں اور اس کا جذبہ محبت ان سب کی قدرو عزت اور احترام
 کا استدعی ہوتا ہے اور یہ محبت کی نشانی ہے۔ ایسا نہ ہو تو محبت کا دعویٰ لاف زنی ہے
 یہی وجہ ہے کہ احد شریف کے حق میں جو مدینہ طیبہ کے قریب ایک پہاڑ ہے حضور
 سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تختہ ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں اہل محبت و اصحاب
 ایمان کے احوال بھی جن میں سے بعض عنقریب ذکر کئے جائیں گے اس کے شاہد ہیں۔

آثار کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ قال لہم نبیہم ان ایۃ ملکک ان
 یتبعکم التابوت فیہ سکیۃ من ربکم وبقیۃ مہاترک ال موسیٰ و
 ال ہرون تحملہ الملائکۃ ان فی ذالک لایۃ لکم ان کنتم مومنین یعنی
 بنی اسرائیل سے ان کے نبی (حضرت شموئل علیہ السلام) نے فرمایا کہ طاوت کی سلطنت کی
 نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکیۃ ہے
 اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بقیۃ تبرکات ہیں۔ اس کو فرشتے اٹھالائیں گے
 اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ تابوت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے انبیاء علیہم السلام میں منسلک ہے
 نسل چلا آ رہا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد انبیاء بنی اسرائیل میں ایک صاحب
 سے دوسرے کو پہنچتا رہا پھر بنی اسرائیل میں رہا بنی اسرائیل کو جب کوئی جنگ پیش آتی
 اور دشمن قوی سے مقابلہ ہوتا۔ وہ تابوت کو لگے رکھتے اور اس کی برکت سے دشمن کے
 مقابلہ میں فتح طلب کرتے اور ان کی فتح ہوتی وہ مظفر و منصور ہوتے تفسیر خازن میں ہے۔

وكانوا اذا حضروا القتال قد موه بين ايديهم ويستفتحون به على عدوهم
فينصرفون.

اس تابوت میں کیا تھا ایک چیز تو وہ تھی جس کو قرآن پاک میں سکینہ فرمایا ہے
مفسرین کے اس کی تفسیر میں بہت سے اقوال ہیں حضرت قتادہ جلالہ و وقار سے
اس کی تفسیر فرماتے ہیں ربح رعت سے عطار الطیّان قلب سے اور بھی بہت اقوال
ہیں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ قيل معناه فيه وقار وجلالة قال عبد الرزاق عن معمر
عن قتادة فيه سكينه اي وقار وقال الربيع رحمة وكذا روى عن العوفي
عن ابن عباس وقال ابن جريج سألت عطاء عن قوله فيه سكينه من ربح
قال ما تعرفون من آيات الله فتسكنون اليه وكذا قال الحسن البصري.
تفسیر باب التاویل میں ہے وقال قتادة والكلمة هي فعيلة
من السكون اي طمانينة من ربحكم ففي اي مكان التابوت اطمأنا و
سكنوا اليه وهذا القول اولی بالصحة۔ بہر حال الطیّان قلب ان تمام صورتوں
میں مائل ہے جو مفسرین کے اقوال میں مذکور ہیں۔

دوسری چیز جو اس تابوت میں قرآن کریم نے فرمائی وہ حضرت موسیٰ و ہارون
علیہما السلام کے بقیہ متروکات ہیں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا عصا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا اور دونوں حضرات کے بلوسات شریف اور ایک
قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عامر شریف اور حضرت کی فعلین شریف بھی
تھیں تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ قال عطية ابن سعد عصا موسى وعصاهارون

و ثياب موسى و ثياب هارون تفسير باب التاویل میں ہے وقیل کان فیہ عصا موسی و نعلاه و عصا هارون و عامۃ۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔
 بہر حال اس میں شک نہیں کہ اس میں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات و آثار شریفہ تھے اور اس تابوت کے آنے کو قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے لئے سلطنت طاوت کی نشانی بتایا گیا۔

تفاسیر میں یہ بھی ذکر ہے کہ جب بنی اسرائیل میں فساد آیا اور ظلم معاصی کی کثرت ہوئی تھی تو وہ اس تابوت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں پھر یہ نعمت انہیں ملی۔ اس کے
 مومن کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تبرکات شرع میں نہایت معظم و محترم
 ہیں اور ان کو سامنے رکھ کر دعا مقبول ہوتی اور مراد حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جس چیز پر
 فرماتا ہے اس کو یہ تبرکات میسر آتے ہیں جمع میں اور برکت حاصل کرنے کے موقعوں پر
 ان تبرکات کو لایا جاتا ہے یہی وجہ تھی کہ حضرت خالد بن ولید صحابی رضی اللہ عنہ کی کلاہ
 مبارک جب جنگ یمامہ میں گری تو آپ نے نہایت تیزی کے ساتھ لوٹ کر اس کو
 حاکم کے حامل کیا۔ اور اس بات کی پرواہ نہ کی کہ ایسا کرنے سے بہت سے لوگ کام
 آجائیں گے کیونکہ اس کلاہ مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موتے مبارک
 تھے امام اجل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں و کانت فی قلنسوة
 خالد بن الولید شعرات من شعر صلی اللہ علیہ وسلم فسقطت قلنسوته فی
 بعض حروبہ فشد علیہا شدة انکسر علیہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لکثرة من قتل فيها فقال لمرافعلها بسبب القلنسوة بل لما اتضمنته
 من شعرة صلى الله عليه وسلم لئلا اسلب بركتها وتقع في ايدي المشركين يعني
 حضرت خالد بن وليد صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کلاہ مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کے موئے مبارک تھے ایک معرکہ میں وہ ٹوپی گر گئی اذیل ہوئی غزوة اليمامة
 فی خلافة ابوبکر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نسیم الریاض جلد ۲ ص ۴۲۲) آپ نے
 نہایت تیزی کے ساتھ لوٹ کر حملہ کر کے اس کو حاصل کیا صحابہ کرام نے اس واقعہ
 سے زیادہ اکریموں کے قتل ہو جانے کے باعث اعتراض کیا آپ نے فرمایا یہ کام میں
 نے ٹوپی کی وجہ سے نہ کیا بلکہ اس کے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک
 تھے اس لئے میں ایسا کیا تاکہ میں ان موئے مبارک کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں
 اور وہ کفار کے ہاتھ نہ آجائیں۔

علامہ احمد شہاب الدین خجندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفا میں فرماتے
 ہیں فذا لك امر عظیم بخاطر بالارواح لاجلہ (نسیم الریاض جلد ۲ ص ۴۲۲) یعنی اسکی
 برکت سے محروم ہونے کا اندیشہ ایسی بڑی بات ہے جس کے لئے جانیں خطر میں
 ڈال جاسکتی ہیں۔

سیرۃ نبویہ میں ہے عن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عثر رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولعلها عرق جعلتہ لخلق لاسہ فابتدلت الناس
 شعرة فسبقتهم الى ناصية فجعلتها في هذه القلنسوة فلم اشعر قتا لا وهي
 معي الا تبين لي النصر ودواة ابويعلی بلفظ فما وجهت في وجه الافرنج

یعنی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمانے کے بعد اور غالباً وہ جعرانہ تھا سر مبارک کا حلق کرایا صحابہ کرام نے موئے مبارک حاصل کرنے میں بڑی کوشش اور جلدی کی میں نے ان سے سبقت کی اور پیشانی کے موئے مبارک حاصل کر لئے اور انہیں اپنی ٹوپی میں رکھ لیا اس کی برکت ہوئی کہ جب میں کسی جنگ میں شامل ہوا اور یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوئی ضرور مجھے فتح مبین حاصل ہوئی ابو یعلیٰ کی روایت میں یوں ہے کہ جب میں کسی طرف متوجہ ہوا ضرور میری فتح ہوئی۔

اس سے صاف صاف ثابت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ کے ساتھ انتہا درجہ کا عشق تھا انہیں جان کی طرح ساتھ رکھتے تھے۔ سر پر رکھتے تھے ان کی حفاظت کے لئے جانیں خطر میں ڈال دیتے ان سے برکت حاصل کرنے نفع پانے اعداد پر کامیاب ہونے کا اعتقاد رکھتے اور ہمیشہ اس اعتقاد کے مطابق کامیاب ہوتے اور مراد پاتے حقیقت میں یہی اقتضائے محبت ہے اور یہی مقتضائے ایمان۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد جب سر مبارک کے بال جدا کر اے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی رغبت و شوق کے ساتھ انہیں حاصل کرنے کی کوشش کی اور حاصل کئے۔ یہ ظاہر ہے کہ سر مبارک کے موئے مبارک کی تعداد دو چار دس بیس سو دو سو تو نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں ہوں گے اور وہ اس طرح محفوظ اور جانوں سے

زیادہ عزیز رکھے گئے۔ تو اب کثیر مقامات پر ایک ایک دودو موسے مبارک کا پایا جانا اور دنیا میں موجود ہونا کچھ بھی قابل تعجب نہیں۔

عمر و کا یہ قول کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موسے مبارک صحابہ کرام بطور آثار رکھتے تو آج وہ موسے مبارک کہ مکر مہ اور مدینہ طیبہ میں موجود ہو۔ حالانکہ وہاں ان موسے مبارک کا نام و نشان تک نہیں۔ ممالک اسلامیہ میں یہ آثار اس کثرت سے ہیں جیسا کہ بشکور میں۔ پنجاب و سندھ کے پورے دو صوبوں میں صرف روڑھی سندھ میں ایک موسے مبارک پایا جاتا ہے۔ اور یوپی، سی پی دہلی وغیرہ میں صرف ایک مقام یعنی دہلی کی جامع مسجد میں کچھ آثار موجود ہیں اور کہا جاتا ہے کہ شاہان اسلام نے بصرہ زرکثیر ان کو حاصل کیا تھا۔ پھر بھی محققین علمائے اہل سنت و جماعت کو شبہ ہے۔ بشکور میں ان آثار کی بہتات ہے اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں۔

یہ ہے وہابی صاحبوں کا علم و کمال اور یہ ہیں ان کے دلائل و براہین نہیں قرآن کریم سے اور احادیث سے کیا واسطہ جو بات ہے بے سند واقع کے خلاف یہ کہہ دینا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موسے مبارک ہوتے تو صحابہ کرام بطور آثار رکھتے اس شرط طیبہ میں ملازمہ کیا ہے۔ اگر بطور آثار رکھنا موسے مبارک ہونے کو لازم ہے اور یہ لزوم شرعی ہے۔ تو موسے مبارک کو بطور آثار رکھنا اور ان کی تعظیم و تبرک اور ان کی زیارت اور ان سے حصول برکت سب تسلیم ہو گئی جس کو اس عمر و کے ہم خیال مفتی آثار پرستی اور شرک تک بتا رہے ہیں۔

پھر رفع تالی کہاں کہ رفع مقدم نتیجہ نکلے ابھی ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کر چکے ہیں انہوں نے موسیٰ مبارک کی کس قدر عظمت کی اور اس کا احترام کیا کیسی وارفتگی و شفقت کی انہیں ان موسیٰ اقدس کے ساتھ تھی کہ انکے حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بھی خطرے میں ڈال دی اور دوسروں کی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد کہ فتوحات انہیں کی بدولت ہوتی ہے اس کو وہابیہ گستاخ آثار پرستی کہیں گے۔ ایسے بے دیوں سے کوئی گستاخی بعید نہیں ہے مگر مومنین کے لئے صحابہ کے فعل محبت ہیں۔ عمرو جو کہتا ہے کہ صحابہ بطور آثار رکھتے اس کی آنکھ میں بینائی ہو تو دیکھ لے کہ کیسے جلیل القدر صحابی ہیں کس عظمت و احترام کے ساتھ رکھا وہ تو ایک ایک موسیٰ مبارک پر جانیں فدا کرتے تھے وہابی کو تو اتنا بھی گوارا نہیں کہ مسلمان محبت جو کہ زیارت بھی کر لیں وہ وہ شریف بھی پڑھ لیں۔

دہلی کا غیر مقلد: لکھتا ہے کہ حضرت خالد کے کاویاب ہونے کو آپ دلیل نہ بنائیں یہی حضرت خالد تھے جو فرمایا کرتے تھے کہ میرے جسم کا کوئی حصہ زخموں سے خالی نہیں۔

یہ گستاخ غیر مقلد حضرت خالد کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے ارشاد کو جھٹلاتا ہے موسیٰ مبارک کو فتح کا ذریعہ زید اپنی طرف سے نہیں بلاتا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ سیاہ باطن ان کی مخالفت کرتا ہے۔ اور انہیں جھٹلاتا ہے۔ اور جو کہتا ہے باطل کہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب یہ موسیٰ

شریف میرے ساتھ ہوتے فتح ضرور ہوتی۔ غیر مقلد بتائے اس کے خلاف کب ہوا
 اور اس کے پاس کوئی روایت پہنچی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب
 موسیٰ مبارک ساتھ ہوتے ہوں بھی زخم بھی لگتے ہوں ایسی روایت کوئی نہیں اور
 اگر ہوتی بھی تو اس سے برکت و تاثیر موسیٰ مبارک کے انکار پر کوئی سند نہیں
 ہو سکتی تھی۔ یہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بیان ان کی محبت رسول ان کی عقیدت صادقہ
 ہے کہ وہ موسیٰ اقدس کو سبب فتح جانتے تھے اور تمام عمر اس سے کامیابی حاصل
 کرتے رہے اور یہ غیر مقلد کی سیدہ لی ہے کہ وہ موسیٰ مبارک کی برکت کا منکر
 ہے اب اس نے مزید گستاخوں پر کمر باندھی ہے بہت دریدہ دہن ہے مسلمانوں
 کو ہندؤں سے بدتر مشرک بتاتا ہے۔ آثار کی تعظیم کو کفر کہتا ہے۔ بہت سی روایتیں
 جھوٹی دل سے گڑھ کر لکھ دی ہے اصحاب رسول پر بہتان اٹھائے ہے لکھتا
 ہے جس درخت تلے بیعت رضوان ہوئی تھی اس درخت کو کٹوا دیئے تھے جب
 آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وہاں برکت حاصل کرنے کی غرض سے جانے لگتے ہیں
 یہ غیر مقلد کا افتراء غیث ہے عال باحدیث ہونے کا دعویٰ اور خلیفہ رسول
 پر بہتان غیر مقلد اس کی سند تو پیش کرے ثابت تو کرے کہ جس درخت کے نیچے
 بیعت رضوان ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کٹوا دیا تھا۔

اور یہ کہ کٹوانے کا سبب لوگوں کا بقصد تبرک اس کی طرف جانے
 جھوٹے پر خدا کی لعنت جھوٹ بھی ایسا جھوٹ جو خلیفہ ثانی پر اٹھایا گیا۔ یہ ہے ان کا
 علم یہ ہے ان کی حدیث دانی۔ یہ ہے ان کا عمل باحدیث رسول سے تو کوئی واسطہ

نہیں شیطانی افتراکو سند بناتے ہیں اس کا اتباع کرتے ہیں اور اسلام میں بننے
ڈالنے کے لئے آئے دن ایسی فتنے پیدا کیا کرتے ہیں ساری دنیا کے وہابی اور تمام
جہاں کے غیر مقلد اس جھوٹی روایت کا ثبوت تو دیں عمرو پر مکر کا ایک جھوٹ یہ ہے
کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں موسیٰ مبارک کا نام و نشان تک نہیں۔

کیا عمرو نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں اس کی جستجو کی تھی کس تحقیق کی بنا پر
یہ دعویٰ کرتا ہے اور کیا سند ہے کہ اس کی بات باور کی جائے اور اگر مکہ مکرمہ اور
مدینہ طیبہ میں نہ بھی ہو تو یہ اس کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے کہ کہیں بھی نہیں ہے۔

سادات کرام کی تعداد حرمین طہین میں بہت کم ہے اور تمام دنیا ان سے
بھری ہوئی ہے تو کیا عمر و تمام جہاں کے سیدیوں کے نسب کا اپنے اس جاہلانہ
استدلال سے انکار کر دے گا۔

جب اسلام جہاں میں پھیلا اور اندلس، مصر، ترکی، ایران، افغانستان، ہندوستان
وغیرہ ممالک میں اسلامی سلطنتیں قائم ہوئیں علماء سادات کی انہوں نے قدر کی چھڑ
ان ممالک میں جا کر آباد ہوئے اسی طرح تبرکات و آثار کی اسلامی سلطنتیں تمتائیں
کرتی تھیں کیا اتنا سمجھ میں نہیں آتا کہ ان سلطنتوں کی خواہشوں اور کوششوں اور
قدر دانیوں سے تبرکات ان ممالک میں بکثرت پہنچ سکتے ہیں۔

عمرو کا یہ جھوٹ ہے کہ وہ ممالک اسلامیہ میں آثار کے بکثرت موجود ہونے
کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ پنجاب اور سندھ کے پرے دو صوبوں میں صرف روٹھی
(سندھ) میں ایک موسیٰ مبارک پایا جاتا ہے۔

ممالک اسلامیہ تو دور ہیں عمرو کا علم پنجاب اور سندھ کے متعلق یہ ہے کہ پورے دو صوبوں میں صرف ایک موسے مبارک بتایا جاتا ہے جس نادان کو اپنے ملک کی بھی خبر نہ ہو وہ دوسرے ممالک کا علم رکھتا ہے ذرا پنجاب کا دورہ کرے تو اس کو معلوم ہو گا کہ اس صوبہ میں کتنے تبرکات اور آثار شریف ہیں۔

شاہی مسجد لاہور میں جو مشہور عالم تبرکات ہیں جن کی زیارت ہمیشہ ہوا کرتی ہے اور دور دور کے مسلمان ان سے فیضاب ہوتے ہیں۔ بیچارے عمرو کو خبر نہیں وہ اپنے عدم علم کو تبرکات نہ ہونے کی دلیل بتاتا ہے یہ سادہ لوحی بھی عجیب ہے۔ عمرو نے دہلی کی جامع مسجد کے تبرکات کا اقرار کیا اور کہا کہ کہا جاتا ہے کہ شاہان اسلام نے بعصر زر کثیر ان کو حاصل کیا تھا اتنا کہنے کے بعد عمرو کی رگ بیدنی پھڑکی اور آخر میں اس نے لکھ دیا کہ محققین علمائے اہلسنت و جماعت کو ان میں بھی شبہ ہے اب عمرو بتائے وہ محققین علماء کون سے ہیں اور ان کا شبہ کس کس بنا پر ہے اور کہاں منقول ہے عمرو کی آخری دلیل تھے کہ بنگلہ میں ان بالوں کی بہتات اور کثرت ہی صاف شہادت دے رہی ہے کہ یہ بال جھوٹے اور جعلی ہیں۔ عمرو کی یہ دلیل ادلہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل ہے اور کثرت جعلی ہونے کی دلیل کس طرح ہوئی۔ اوپر ہم سیرۃ النبویہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمانے کے بعد سر مبارک کا حلق کرایا اصحاب کرام نے بڑی کوششوں سے موسے مبارک حاصل کئے۔ سر مبارک کے تمام موسے مبارک کس قدر کثیر ہوں گے۔ لہذا کثرت کو جعلی ہونے کی دلیل بنانا

بڑی مجلسازی ہے یہ قابلِ لحاظ ہے کہ آثارِ تبرک کی عظمت و حرمت اور ان سے
 استغاضہ و تبرک تو قرآن شریف و احادیثِ کریمہ و افعال و احوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے ثابت ہے اور عمر و اور اس کے ہمنوا شیطانِ قیاسوں اور جھوٹی باتوں سے اس کا
 رد کر رہے ہیں نہ کوئی آیت ان کی تائید میں ہے نہ حدیث نہ صحابہ کے اقوال و افعال نہ
 ائمہ دین کے ارشاد دین میں اپنی رسلے فاسد کو دخل دے کر جو چیز شرع میں ثابت
 اور قرآن و حدیث میں موجود اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول ہے اس کو بدعت
 و ناجائز بلکہ آثارِ پرستی کہہ رہے ہیں اور شرک تک بتا رہے ہیں اور حقیقت میں
 خود گرفتار بدعت ہیں ان کا اپنی رسلے کو دین میں داخل کرنا اور اس کو دین قرار دینا اور دین
 و حدیث و عمل صحابہ کی مخالفت کرنا بدعتِ کبیہ اور بے دینی ہے۔ پھر لطف یہ کہ
 وہابی آثارِ پرستی تو کہہ دیتا ہے لیکن پرستش کے معنی اسے بالکل ناواقف اور نا آشنا
 ہے یہ کسی خاص وہابی کے لئے نہیں کہا جاتا دنیا کا کوئی وہابی ہو کیا مجال کہ وہ شرک
 و بدعت اور پرستش و عبادت کے معنی بیان کر سکے۔ ہو کسی کی مجال تو عبادت و پرستش
 کے معنی بتائے۔ اور تعظیم آثارِ شریفہ پر وہ کس طرح صادق آتے ہیں بیان کرے۔ اگر
 مطلق تعظیم کو آثارِ پرستی کہے تو پھر مخلوق میں وہ کسی کی تعظیم نہیں کر سکتا نہ باپ کی نہ
 استاد نہ حاکم کی نہ آقا کی نہ کسی دینی پیشوا کی اگر کسی کی بھی تعظیم کی تو مشرک ہو جائے
 گا اور اگر پرستش و عبادت کے معنی اس کے سوا اور کچھ ہیں تو وہ تعظیم آثار پر کس طرح
 صادق آتے ہیں۔ تاہوت سکینہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور ہم ابتدائے
 کلام میں اس کا بیان کر چکے ہیں اس کی نسبت عربیے پاک کہتا ہے کہ بیشک بنی

اسرائیل میں آثار پرستی تھی اور اسی آثار پرستی کا نتیجہ ہے کہ بنی اسرائیل نے انبیاء اور اپنے سرداروں کی تصویریں اور بت تک بنوائے۔ اس لئے ان پر خدا کی لعنت اور غضب بھی ہے بے لگائی اور بے دینی کی انتہا ہو گئی ہے۔ نصیبوں کے یہ اعتقاد ہیں وہ تابوت سکینہ کو بت پرستی اور بت پرستی کا درجہ سمجھ رہے ہیں یہ تابوت سکینہ انبیاء میں رہا خداوند عالم نے اس کو ملک طاعت اور حضرت شمویل نبی علیہ السلام کے صدق کی نشانی بنا کر بھیجا تو کیا بے دین و دہلی آثار پرستی اور بت پرستی کرانے کا الزام و اتہام خدا پر اور اس کے انبیاء پر رکھتا ہے یہ ہے وہ بت کی گمراہی۔

عمر و کالیک اور اخترا یہ ہے کہ ان آثار کو انہیں صحابہ کرام کی وصیت کے مطابق ان کے کفنوں سے باندھ کر ان کے ساتھ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یعنی ہمیشہ ہی معمول تھا یہ کذب معنی و اخترا خاص ہے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت گزر چکی ان کے پاس موئے مبارک تھے ان سے کفن میں باندھنے کی روایت کس نے نقل کی ایسی بے بنیاد باتیں وہابیہ کے عقیدہ کا مدار ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشہ ہائے ناخن تھے جنہیں انہوں نے بڑے اہتمام سے حاصل کیا تھا اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور بعد موت کے بھی ان کا فراق گوارا نہ تھا۔ قبر میں بھی ان سے برکت حاصل کرنے کی تمنا تھی۔ اس لئے انہوں نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان تبرکات میں سے کچھ تو ان کے دین مبارک میں اور کچھ آنکھوں پر رکھ دیئے جائیں اور اس کو وہ رحمت الہی سے فیضیاب ہونے کا وسیلہ سمجھتے تھے (ذکر السید علی فی

تاریخ الخلفاء کہاں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام آثار مبارکہ و تبرکات الیہ سے حیات بعد حیات اس عالم اور اس عالم دونوں جہان میں فیض حاصل کرنے کا کمال شوق رکھتے تھے۔ اور کہاں وہابیہ کا یہ بہتان کہ وہ اپنے کفن میں باندھ کر اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتے تھے جس سے وہابی کی یہ مراد ظاہر ہے کہ وہ ان آثار کو دفن کر دیتے تھے تاکہ کوئی ان سے تبرک حاصل کرنے کا خیال نہ کرے۔ معاذ اللہ۔ پھر وہابی نے اس بہتان کو تمام اصحاب تبرک کی طرف منسوب کیا یہ بہتان پر بہتان ہے اور مدعا عمر و کا اس سے یہ ظاہر ہے کہ آثار مبارکہ سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے۔ یہ مدعا باطل اور احادیث کے خلاف ہے۔ سیرۃ نبویہ کی عبارت میں گذر چکا فابتدئ الناس شعرة اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کو آثار مبارکہ سے برکت حاصل کرنے کا کمال شوق تھا اور مومنوں کے مبارک حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سعی و سبقت کی کوشش کی۔ شفا شریف کی عبارات میں لثلا اسلب برکتھا کے الفاظ صراحت بتا رہے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ برکت حاصل کرنے کا اعتقاد رکھتے تھے اور ایسا کہ اس کے لئے جان خطر میں ڈال دی یہ تو حضور پرورد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مومنوں کے مبارک ہیں جو کہ نبی سے افضل و اعلیٰ ہیں جن مبارک بالوں پر۔ یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ایک مرتبہ پھر گیا ہو صحابہ کرام عمر بھران کا ادب کرتے ہیں۔ شفا شریف میں ہے۔ روی عن صفیۃ بنت جحش قالت کان لابی مخذومہ قصة فی مقدمہ راسہ اذا فعدوا وارسلها اضافت الارض فقیل له الاتخلفها فقال لمرأکن بالذی احلقها وقد مسها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار یعنی مروی ہے صفیہ بنت خدیجہ سے جو حضرت
 ابو محذورہ قرشی صحابی ہوزن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں کہ حضرت ابو محذورہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلی جانب جو پیشانی سے متصل تھی اس کے بال اس قدر لمبے
 تھے کہ جب حضرت ابو محذورہ بیٹھ کر انہیں کھولتے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے لوگوں
 نے ان سے کہا کہ آپ ان بالوں کو جدا نہیں کر سکتے فرمایا کہ میں ان بالوں کو جدا کرنے والا
 نہیں کر انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مس فرمایا ہے
 اس سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے چھو جانے
 کا صحابہ ایسا احترام کرتے تھے اور اس برکت کو حاصل کرنے کے لئے یہ احترام فرماتے تھے
 اور ان بالوں کا اس قدر بڑھالینا اس تبرک کے باعث کہ وہ بھی نہیں رہتا اگرچہ دوسرے
 کے حق میں بعض کے نزدیک یہ مکروہ بھی ہو۔ علامہ احمد شہاب الدین خاکی علیہ الرحمہ
 نسیم الریاض شرح شغلۃ قاضی عیاض میں اس کے تحت فرماتے ہیں فابقا تبرکاً بآلہ
 میداء وبهذا زالت الکملۃ وان قیل بھافی غیرہ۔ یہ ہیں آثار شریفیہ کے آداب
 جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا۔ رزقنا اللہ اتباعہم بخاری شریف میں
 ایک حدیث حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ینخرج
 علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسلو بآلہاجرة فائے بوضوء فتوضا فجعل الناس
 یأخذون من فضل وضوئہ فیتمسحون بہ (بخاری شریف جلد اول باب استعمال فضل
 وضو النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم نیاز مندوں کی جماعت میں جلوہ آرا
 ہوئے۔ دوپہر کا وقت وضو کے لئے پانی حاضر کیا گیا حضور نے وضو فرمایا تو اصحاب

کرام آپ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے امام بخاری علیہ الرحمہ کا عنوان باب
اس کا مقتضی ہے کہ اس آب وضو سے وہ پانی مراد ہوا جو اعضائے شریفیہ پر گزر کر آیا چاہے
عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی قدس سرہ فرماتے
ہیں ہذا الحدیث یطابق الترجمة اذا كان المراء من قوله یاخذون من فضل
وضوئہ ما سئل من اعضاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی جلد اول ص ۴۴) اور اگر ترجمہ
باب بخاری کا لحاظ نہ کیا جائے اور بعد وضو برتن میں باقی بچا ہوا پانی مراد لیا جائے تو دعا
اور بھی اتم طریق پر ثابت ہے کہ جو پانی اعضائے مبارک سے کس بھی نہ ہوا صرف اتنی
نسبت رکھتا ہے کہ وقت وضو اس برتن میں تھا جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
وضو فرمایا اس کی صحابہ کرام نے اتنی غفلت کی تو ثابت ہوا کہ جو چیز اس سرور حضور انور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے ادنیٰ نسبت بھی رکھے اس کا احترام اور اس سے برکت حاصل کرنا صحابہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ادا کیا گیا۔
اور حضور نے نسخ نہ فرمایا حضرت علامہ بدرالدین ابو محمد محمود عینی قدس سرہ اس کی شرح
میں فرماتے ہیں فیہ الدلالة علی جواز التبرک باثار الصالحین یعنی اس حدیث میں دلالت
ہے آثار صالحین کے ساتھ تبرک کے جواز پر نیز اسی سلسلہ میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے
ایک حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ وقال ابو موسیٰ دعا النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بقدرح فیہ ماء فغسل بیدہ ووجہہ فیہ ورج فیہ ثم قال لہما اثربا
منہ وافرغا علی وجوہکما ونحیرکم (بخاری شریف جلد اول ص ۴۴) یعنی حضرت
ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدر (ظرف)

فرمایا جس میں پانی ہو پھر اس میں دست مبارک اور چہرہ اقدس دھویا اور اس میں کی
 فرمائی پھر حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال سے فرمایا کہ اس میں سے پی لو اور اپنے چہرے پر
 اور سینوں کو اس سے ترکہ اس سے ثابت ہوا کہ آثار مبارک سے تبرک حاصل
 کرنے کا خاص طور پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اسی کے بعد بخاری شریف میں ایک
 اور حدیث ہے اس کے آخر میں ہے **وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَتْ يَمُوتُونَ**
عَلَى وَضُوئِهِ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۲) یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو غبار
 شریفہ حاصل کرنے کے لئے صحابہ کے اذہام و شوق کا یہ عالم ہو جاتا تھا کہ گویا باہم کٹ
 مریں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کا تعالہ شریفہ صحابہ کرام کو اپنی جاؤں سے زیادہ
 عزیز و محبوب تھا یہ ہے شان ایمان اور یہ ہے محبت کاملہ کی نشانی اس ذوق سے صحابہ
 ایمان ہی خبردار ہیں۔ اسی بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے **فَوَاللَّهِ مَا نَخْتَمُ رَسُولَ**
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكُمْ بَهَا وَجْهٍ وَ
جَلْدٌ (بخاری شریف جلد اول ص ۱۲) یعنی اللہ عزوجل کی قسم جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے جدا فرمائی تو حضور صحابہ میں سے کسی صاحب کے ہاتھ آئی اور انہوں نے برکت کے
 لئے اس کو اپنے چہرہ پر لیا اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی حکم فرمایا تو
 بسرعت تمام اس کی تعمیل کی اور جب حضور نے وضو فرمایا تو قریب تھا کہ وہ آپ کے
 آب وضو پر لڑ پڑتے یہ حال ہے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ایسی عظمت و محبت
 آثار مبارکہ کی ان کے دلوں میں ہے اور یہ ہیں آثار ایمان کامل اصحاب کبار کے ان کے

جذبہ محبت و عقیدت کی تو یہ کیفیت ہے کہ وہ حضرات اپنے مکان میں نماز کے لئے کوئی جگہ معین کرنا چاہتے تو یہ بھی تنہا ہوتی ہے کہ اس جگہ پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے اور اس مقام کو حضور کی تشریف فرمائی سے عزت و برکت حاصل ہوتی تو ہمیشہ کے لئے یہ مقام محترم ہو جاتا چنانچہ بخاری شریف میں محمود بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عتبہ بن مالک صحابی انصاری بدری نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار اقدس میں التجا کی اور یہ تنہا پیش کی وددت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلی فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سا فعل انشاء اللہ تعالیٰ قال عتبہ ان فعدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر حین ارتفع النہار فاستاذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاذنت لہ فلعر مجلس حین دخل البیت ثم قال ابن محب ان اصری من بیتک قال فاشرت لہ الی ناحیۃ من البیت فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر فقمنا فنصفقنا فضلی رکعتین ثم سلم (بخاری جلد اول) (باب المساجد فی البیت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری آرزو ہے کہ حضور نیاز مند خانہ پر جلوہ فرما ہوتے اور میرے مکان میں نماز ادا فرماتے تو میں اس مقام کو مقام نماز مقرر کرتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس التجا کو شرف قبولیت بخشا۔ اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا کیا جائے گا۔ عتبہ بن مالک کہتے ہیں پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کو اذی فرمائی، اور نیاز مند خانہ کو اپنے قدوم میں ازوم سے شرف بخشا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رکاب سحابت میں تھے آفتاب بلند ہو چکا تھا حضور نے مکان میں تشریف فرما ہونے

کا استیدان فرمایا میں نے عرض کیا حضور نے مکان میں داخل ہوتے ہی فرمایا تم اپنے مکان میں کبھی جگہ کو پسند کرتے ہو کہ ہم وہاں نماز ادا فرمائیں میں نے ایک گوشہ مکان کا معین کیا۔ حضور نے قیام فرمایا بکبیر فرمائی اہم نے صف باندھی اور حضور نے دو رکعت نماز ادا فرما کر سلام پھیرا۔ حضرت علامہ امام شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں وفيه التبرك بالموافق التي صلى فيها النبي صلى الله عليه وسلم اذ وكلها۔ اس حدیث سے اس کی سند ملتی ہے کہ جن مواضع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو یا قدم اقدس سے جس زمین کو شرف پاووسی بخشا ہو وہ اس قابل ہے کہ اس سے برکت حاصل کی جائے۔ اور اسی میں ہے وفيه اجتماع اهل المحلة على الامام والعالم اذا ورد منزل بعضهم ليستفيدوا منه ويتبركوا به (فتح الباری جلد اول ص ۱۲۱) یعنی اس حدیث میں اس کی بھی سند موجود ہے کہ امام و عالم اگر کسی کے مکان میں تشریف فرما ہوں تو اہل محلہ کے لئے ان سے استفادہ طلب برکت کے لئے مجتمع ہونا جائز ہے۔ اسی اجتماع سے وابہ پڑتے ہیں اور اس کو نالوش کہتے ہیں اور ان تمام اخلاط کی بنیاد ان کی بے علمی ہے حدیث کے علم سے تو بے بہرہ ہیں ورنہ جو اس قدر کثیر احادیث سے ثابت ہے صاحب علم ان کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے۔ عن اسماء بنت ابی بکر انھا اخبرت حبة طيالية كسر دانية لها البنية ديباج وفرجها مكمو فين بالدينج وقالت هذا حبة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت عذراء عاشت في

فلما قبضت قبضتها وكان النبي صلى الله عليه وسلم يلبسها فنحن نخسلها لله رضى تستفي
بها رواه مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۲) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
ایک طیالسیہ کسروانیہ جبہ شریف نکالا جس میں گریبان کی جگہ ایک قطعہ دیبا گنگا ہوا تھا اور
دیبا ہی سے اس کے چاک بند کئے ہوئے تھے حضرت اسماء نے فرمایا کہ یہ حضور انور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ شریف ہے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے لے لیا حضور انور اس کو پہنتے تھے ہم
اس کو بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس کی برکت سے شفا طلب کرتے ہیں۔
اس حدیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارک کے ساتھ
برکت حاصل کرنے کا استحباب ثابت ہوا چنانچہ امام نووی شارح مسلم اس حدیث
کی شرح میں فرماتے ہیں وفي هذا الحديث دليل على استحباب التبرك بالآثار
الصالحة وثيا بهود نووی شرح مسلم شریف جلد ثانی ص ۱۱۱ یعنی اس حدیث میں
صالحین کے آثار اور ان کے بلبوس کے ساتھ برکت حاصل کرنے کے مستحب
ہونے کی دلیل ہے امام نووی علیہ الرحمہ نے تبرک کا استحباب عام قرار دیا ہے اب
وہابیہ کا یہ حیلہ بھی باطل ہوا کہ حضور کے سوا اور کسی کے آثار کے ساتھ تبرک جائز نہیں
نیز یہ ثابت ہوا کہ اصحاب کرام آثار مبارک کو نہایت شوق کے ساتھ حاصل کرتے اور
نہایت عظمت کے ساتھ رکھتے اور ان کی زیارت کرتے اور ان سے برکت و
مصول شفا کا اعتقاد رکھتے تھے اسی کو عمر و گستاخ آثار پرستی کہتا ہے خدا سے دور
وہ جہل کی بے قیدوں میں اس قدر بے باک نہ ہو اس حدیث کی شرح میں حضرت

سند المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں غرض اسما را از آردن
ایں جامہ نمودن آن برون انظار نعمت و برکت وجود ایں جامہ شریف بود نزدی؟

(اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۴۴۶)

اس سے وہابیہ کے اس سید کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ آثار کی زیارت کرانا جائز نہیں
جس کو ان شوخ چشموں نے نمائش اور سیلوں اور ٹھیلوں کے کریمہ الفاظ سے تعبیر
کر کے اپنی گستاخی و بے ادبی کا انظار کیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے صاف فرمایا
کہ حضرت اسما ربوہ شریف کو لوگوں کے دکھانے اور زیارت کرانے کے لئے
برآمد کرتی تھیں۔ یہی حضرت شیخ اسی حدیث کے تحت میں ایک محل یہ ارشاد فرماتے
ہیں یا گویند نمودن وی جبہ را محض از برائے انظار تبرک و تمین بود۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۴۴۶)

حضرت علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں امام بخاری و مسلم کی حدیث نقل
فرماتے ہیں۔ عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ خاتماً من ورق دکن
فی یدہ ثم فی ید ابی بکر ثم فی ید عمر ثم کان فی ید عثمان حتی دفع فی ید اریس
یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگشتی بنوائی وہ حضور کے دست
مبارک میں رہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر وہ چاہ اریس میں گر گئی۔

حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں رہنے کے معنی یا تو یہ
ہیں کہ ان حضرات نے بہ نیت تبرک ہاتھ شریف اس کو پہنا جیسا کہ علامہ محمد بن عبدالباقی

زرقانی نے اس کی شرح میں فرمایا ومعنی کو نہ فی بدہم انہم کانوا یلبسونہ ففیہ
 کما قال النوی التبرک باثار الصالحین ان کے ہاتھ میں ہونے کے معنی یا تو یہ ہیں
 کہ وہ حضرات اس کو پہنتے تھے تو بقول نودی اس سے آثار صالحین کے ساتھ تبرک کا ثبوت
 ملتا ہے یا یہ معنی ہیں کہ وہ حضرات اس کو اپنے پاس رکھتے تھے کیونکہ کسی چیز کو اپنے قبضہ
 میں رکھنا بھی ہاتھ میں رکھنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زرقانی میں ہے وقیل معنی فی بد
 تصرف فلا یلزم منہ لبسہ جب یہ انگشتی کونوں میں گر گئی تو صحابہ کرام نے مع
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین روز تلاش کئے اور کونوں کا پانی کھینچ ڈالا،
 اس کا یہی سبب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ میں سے تھی زرقانی
 میں ہے۔ انما بالغ فی التفتیش علیہ لکنہ اثرا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قد
 لبسہ واستعملہ وختم بہ یعنی اس انگشتی کی تلاش میں اس قدر مبالغہ کرنے
 کا سبب یہ تھا کہ وہ حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ میں سے تھی
 حضور نے اس کو پہنا تھا استعمال فرمایا تھا اس سے ہر فرماں تھی اب معلوم ہوا کہ اصحاب
 رسول صلی اللہ وسلم علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے نزدیک آثار مبارکہ کی کیا قدر
 ہے۔ اور وہ کس قدر اہتمام فرماتے ہیں اب یہ بھی دیکھئے کہ بزرگان دین کے اعتقاد کیا
 ہیں اور کس حد تک آثار شریفہ کی عظمت ان کے دلوں میں ہے زرقانی میں ہے۔
 قال الحافظ وغیرہ کان ذلک فی السنۃ السابعة من خلافة ومن یومئذ انتقص
 امر عثمان وحرج علیہ الخوارج وكان ذلک مبداء الفتنۃ التي افضت الی
 قتله واتصلت الی اخل الزمان قال بعض العلماء فكان هذا الخاتم النبوی

من السري ما كان في خاتم سليمان لانه لما فقد خاتمه ذهب ملحه.

(ذوقانی۔ جلد پنجم ص ۱۱۲)

اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ساتریں سال پیش آیا اور اسی روز سے امر خلافت خلیفہ پر ہوا اور خوارج نے آپ پر خروج کیا اور یہی اس فتنہ کی ابتدا تھی جس کا نتیجہ آپ کی شہادت ہوئی۔
وہ فتنہ آخر تک قائم رہا بعض علماء نے فرمایا کہ اس انگشتی میں کوئی ایسا لہذا تعبیر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتی میں تھا کہ جب وہ گم ہوئی تو ملک جاتا رہا۔

آثار مبارکہ سے متعلق اس قدر روایات ہیں کہ ان سب کا اس مختصر کتاب میں جمع کرنا ممکن نہیں۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ جس قدر روایات تحریر کی گئی ہیں وہ مخاضین کے شبہات کو نیست و نابود کرنے کے لئے کافی و دافی ہیں یہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مبارکہ کا بیان تھا۔ مقبولین بارگاہ حق جنہیں اللہ تعالیٰ نے چشم بیا و دل دانہ سے مسرور فرمایا ہے حضور کے شہر پاک کا ایسا ادب کرتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور تمام عمر یہ احتیاط رکھی کہ حدود حرم مدینہ پاک میں نقصان حاجت کے لئے نہ بیٹھے ہمیشہ حرم سے باہر جاتے تھے جو اسے حالت ضرورت و مرض کے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں وایثار ادریں امر نہایت احتیاط بود گویند کے در تمام عمر در حد حرم مدینہ منورہ قضاے حاجت نہ کرد بیرون حرم می رفت مگر حالت مرض و ضرورت۔

وہابی بے دین تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے اس ادب کو بدعت سیئہ

کہہ سکتے ہیں اور اپنی سبے باکی سے ان کی جناب میں یہ کلمے زبان پر لا سکتے ہیں کہ ایسا صحابہ سے ثابت نہیں یہ بدعت ہے یہ مدینہ پرستی ہے یہ شہر پرستی ہے مگر مومنین صلوٰۃ الایمان جانتے ہیں کہ یہ مقتضائے ایمان ہے اور اس سے پسند معلوم ہوتا ہے کہ تنظیمی افعال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی ہیئات و خصوصیات منقول ہوں بلکہ صاحب ادب کے دل میں جو بات اپنے جذبہ نیاز مندی سے ادب کی معلوم ہوں وہ ادب ہے اور ان کی رعایت سبب سعادت اسی لئے تو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ احترام کیا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حضرت کے محاسن و کمالات میں ذکر کیا۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب اس سے بھی زیادہ ہیں ان کا جذبہ اخلاص و نیاز مندی اس کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ مدینہ پاک میں کسی جانور پر سوار بھی ہو لیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بستان المحدثین کے صفا پر فرماتے ہیں وگا ہے در مدینہ سوار نمی شود فرمودہ: انا استحیی من اللہ ان اطاعہ قربہا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحافوا ذامہ: جب ائمہ دین حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مبارک مدینہ طیبہ کا اور اس شہر مبارک کی خاک پاک کا اتنا ادب کرتے ہیں تو حضور کے ان آثار کا جو حضور کے جہم پاک سے علاقہ رکھنے والے ہیں کتنا ادب ہو گا۔ مخاصمین نے مولوی عبدالحسن صاحب لکھنؤ کے فتوے سے بھی استناد کیا ہے ان کو مولوی عبدالحسن لکھنؤ کے والد ماجد کی تحریر دکھا دوں جو نور الابیان مذاہب تحریر فرماتے ہیں۔ وقد کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یحضری الصلوٰۃ والقول والمرور حیث صلی صلی اللہ علیہ

وسلم ید کا ثور مسیح و جملہ بیدام یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے اور سواری سے اترنے اور کسی رہ گزریں چلنے کے لئے اس مقام کی جستجو فرماتے ہیں جہاں سید عالم نے نماز ادا فرمائی ہو یا وہ جہاں حضور نے نزول فرمایا ہو اور جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھا ہو اور جلوس فرمایا ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا دست مبارک اس جگہ رکھ کر یہ نیت حصول برکت و ادب اپنے چہرہ پر پھیرتے۔

یہ عمل ہیں اصحاب رسول کے، روای بی دین اسی کو شرک اور پرستش بتاتا ہے۔ بد نصیبوں کو نظر نہیں آتا کہ شرک کے ملنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جنہیں حضور نے کائنات میں فرمایا اور ان کے اتباع کو ہدایت اور راہ یابی ارشاد فرمایا ان کے افعال کریمہ یہ ہیں مسلمان انہیں کا اتباع کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں انہیں کا اتباع نصیب فرمائے یہی مولانا عبدالحلیم صاحب نور الایمان کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں ومن ذلک ما روى الرومى عن كعبشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فشرِب من في قربة معلقة قائماً فقمت الى فيها فقطعة انتمرو وقال المحدثون ان هذا القطع للتبرك به لوصول فم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم. یعنی اس قبیل سے وہ حدیث ہے جو ترمذی نے کعبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے غربت کدہ پر جلوہ آرا رہے وہاں پانی بھری ہوئی ایک مشک مشک رہی تھی حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھ کر اس کے دہانہ سے پانی نوش فرمایا میں نے اٹھ کر مشک کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا۔ محدثین نے فرمایا کہ حضرت کعبہ کا اس دہانہ کو کاٹنا تبرک کے لئے تھا کیونکہ

اس سے وہی مبارک حضرت سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کس فرمایا تھا اسی میں ہے
 وروی عن البخاری عن ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت لعبدی
 عندنا من شعر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصباہ من قبل انس او من
 قبل اهل انس فقال ان تحکون عندی شعرة منه احب الی من الدنیا وما فیہا
 یعنی بخاری نے حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں
 نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں
 جو ہم کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان کے متعلقین سے پہنچے ہیں حضرت عبیدہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس حضور کا ایک موئے مبارک ہو تو مجھے تمام دنیا
 اور اس کے تمام سامان سے زیادہ پیارا ہے۔ دیکھئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آثار شریفہ
 کے ساتھ کیے جذبے رکھتے ہیں ایک موئے مبارک ان کو تمام دنیا و ما فیہا سے زیادہ
 پیارا و محبوب ہے اسی نور الایمان میں ہے۔ وکان لام عمارۃ شعرات من شعرة
 صلی اللہ علیہ وسلم کان تغسلها ویشرب غسالتھا المرئی فیحصل لہم الشفا
 یعنی حضرت ام عمارہ کے پاس حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے
 اور ام عمارہ ان کو دھو کر غسالہ شریف بیماروں کو پلاتی تھیں اس سے وہ تندرست
 ہو جاتے تھے۔ دیکھو موئے مبارک اور آثار شریفہ کے ساتھ صحابہ کے یہ اعتقاد ہیں
 آثار پرستی بتانے والے وہابی آنکھیں کھول کر دیکھیں کتنے صحابہ کرام کس قدر تبرک بہم
 پہنچاتے کس عقیدت سے رکھتے ان سے کیسی برکتیں حاصل کرتے تھے اسی نور الایمان
 میں سے وکان عند عمر بن عبدالعزیز اشیاء من مسروکاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

منها الخفان والقطيفة والكنانة وغيرها كان هو يحافظها ويهتم بها وكان يزورها كل يوم مرة واذا جاء عنده واحد من الاشرف اذهب هناك ويقول هذا اميرائ من اكرمكم الله وعزكم به كذا اورد الشيخ الدهلوی۔ یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی تبرکات تھے ان میں دو موزہ شریف ایک چادر مبارک ایک ترکش شریف تھا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی محافظت فرماتے اور ان کے لئے اہتمام کرتے اور ہر روز ان تبرکات عالیہ کی زیارت سے سعادت اندوز ہوتے اور جب ان کے پاس سادات میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے انہیں وہاں لے جاتے اور کہتے کہ یہ اس جناب پاک کی میراث ہے جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں معزز و مشرف فرمایا۔ اس سے تبرکات کا بھانپت رکھنا ان کی زیارت کرنا اور دوسروں کو زیارت کرانا ثابت ہوا اسی کو بدعتیہ و دہابی نہ کہا ہے اسی نور الایمان میں ہے۔ ومن ذالك لمس الحجر الذي في مكة في زقاق الحجر في طريق بيت ام المؤمنين خديجة وهو مركب في جدار يزوره الناس ويتبركون به مع هذا الحجر وقال بن الحجر المكي الهيمى انه نقل متواترا من اهل مكة ان هذا الحجر هو الحجر الذي كان يسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل النبوة اقول ومكتوب فوق هذا الحجر هذا البيتان

انا الحجر المسلم كل حين على خير الوری فی البشارة وثبت
فضلت من ذی المعالی خصصت بها وانی من حجاره

وفي ذالك الزقاق في مقابلة اثر المرقع الشريف وروی انه صلى الله عليه وسلم

جاء زار سيدنا ابی بکر يوم و اتكا على هذا الجدار و نادى يا ابا بکر مرتين کذا
 فی العقد الثمین فی فضائل البلد الامین۔ یعنی اس قبل سے ہے اس سنگ مبارک
 کو مس کرنا جو مکہ مکرمہ کے کوچہ زقاق الحج میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
 کے دولت خانہ کے راستے میں ایک دیوار نصب ہے خلق اس کی زیارت کرتی ہے
 اور لوگ اس حجر شریف پر ہاتھ پھیر کر برکت حاصل کرتے ہیں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
 نے فرمایا یہ وہی پتھر ہے جو قبل نبوت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام
 عرض کیا کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ اس حجر شریف پر یہ دو شعر مکتوب ہیں جن کا مضمون یہ
 ہے کہ میں وہی ہوں جو ہمیشہ حضرت خیر الوزی پر سلام عرض کیا کرتا تھا تو میرے لئے
 بشارت ہے میں نے صاحبِ معالی سے فضیلت پائی اور میں باوجود پتھر ہونے
 کے اس فضیلت سے ممتاز ہوا اور اسی کوچہ میں اسی حجر شریف کے سامنے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنی شریف کا نشان ہے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک
 روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے۔ اور اس دیوار سے
 تکیہ لگا کر دو مرتبہ یا ابا بکر فرما کر پکارا اس سے معلوم ہوا کہ حجاز مقدس میں حضور سید عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ موجود ہیں اور وہابی کا یہ قول باطل ہے کہ وہاں آثار مبارکہ
 کا نام و نشان تک موجود نہیں ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ خلق ان آثار کی زیارت کرتی
 ہے اور ان سے برکت حاصل کرتی ہے اور علمائے دین اس کو سند بناتے ہیں اس
 سے وہابی کے اس قول کا بطلان ظاہر ہے کہ آثار کی نمائش ناجائز ہے۔ اور یہ بھی ثابت
 ہے کہ کسی اثر کے ثبوت کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مسلمانوں میں اس کی زیارت

کاروانج را ہوا امام ابن حجر کی رحمت اللہ علیہ نے اسی کو دلیل قرار دیا ہے اسی نور الایمان میں ہے وجاء عن فاطمة الزهراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقبلت اخذت قبضة من تراب قبرہ الشریف وجعلته علی عینہا وبکست کذا فی الجوہر المنظر۔ یعنی منقول ہے کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر انور میں جلوہ فرمانے کے بعد قبر مبارک سے ایک مشت خاک لے کر اپنا آنکھوں سے ملی اور گریہ فرمایا۔ اس سے علوم ہوا کہ بزرگوں کی قبر شریف کی خاک سے تبرک حاصل کرنا بھی اہلبیت کرام کی سنت ہے ان مادیوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے ہو اس قدر کثیر روایات کے باوجود تعظیم و زیارت و تبرک آثار بزرگان دین خصوصاً آثار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار پرستی اور بدعت و شرک کہتے ہیں کس گمراہی میں ہیں اتنی سندیں ایسے صاف و صریح واضح کثیر موجود ہوتے ہوئے آثار مبارک کی تعظیم و توقیر و زیارت تو بدعت ہو جائے اور مبتدع و ہابیہ کے مدارس جلسہ ہائے امتحان و دستار بندی اور تعمیر دارالحدیث اور مدرسین کو نوکر رکھنا بضراب مقرر کرنا تعطیل کرنا ایام کی تعین جلسوں کے لئے اشتہار سے دعوت جلسوں کی زیب و زینت کثیر روشنی اور اس میں اسراف اور ہجوم عوام اور نمود و نمائش کاغذ کی جھنڈیوں اور مجلس گاہ کو تاشہ گاہ بنانا جیسا کہ تمام و ہابیہ کے مدارس میں ہو رہا ہے یہ کچھ بدعت نہ ہوا دہلی کے غیر مقلد نے کہا کہ مدرسہ تو بدعت نہیں صنف شریف مدرسہ ہی تھا وہ بتائے کس حدیث میں ہے کہ وہ مدرسہ ہی تھا اور وہاں کس کس کتاب کا درس ہوتا تھا کہ مدرسہ ملازم تھے کیا کیا تنخواہیں مقرر تھیں تعطیل کیلئے کون کون سے

ایک مستعین تھے یہ نہیں تو تمہارے مدرسے سے قاعدے سے بدعت سنیہ ہیں دستار
 وسند کے طریقے بھی بدعت ہیں جس دستار بندی وسند سے تم مفتی اور عالم
 بننے کے مدعی ہو وہ دستار بدعت وہ سند بدعت ہے۔ پھر ایسا مولوی ہر چیز کو
 بدعت کہے تو کیا تعجب ہے بدعت کے مدرسہ میں پڑھا بدعت کی سند پائی
 بدعت کی دستار بندھی اب ہر چیز اس کو بدعت نہ معلوم ہو تو کیا معلوم عوام کو فریب
 دینے کے لئے دہا بیہ نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ آثار شریفہ کی سند نہیں لہذا وہ جھوٹ
 ہیں جعلی ہیں اور اس پر حدیث "من کذب علی متعمداً" لکھ کر مسلمانوں پر تبرکات ہے،
 اول تو یہ دعوی غلط ہے کہ ان آثار کی سند نہیں جا بجا سندیں موجود ہیں اور غیر
 مقلد کے پاس تو کسی چیز کی بھی سند نہیں اس سے اگر طلب کی جائے تو اس کی
 عقل حیران رہ جائے وہ سند ملنے لگنے کا کیا منہ رکھتا ہے جس کو یہ معلوم نہیں کہ ہر شے
 کے ثبوت کے طریقہ جدا جدا ہیں کہیں شہرت مستبر ہوتی ہے کہیں محض تسامح فقط
 رواج کہیں خبر واحد کہیں شہادت عدلین کہیں چار عدل شہود کہیں تو آثار کا
 ثبوت ان میں سے کسی طریقہ سے ہوتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے قرآن
 کریم نے جا بجا پھیلی قوموں کے آثار سے درس عبرت فرمایا ہے اولہر یسیر وافی
 الارض فینظر واکیف کان عاقبة الذین من قبلہم وغیر ذالک من الایات
 کیا ان آثار کے ایسے ثبوت دہا بیہ کے پاس موجود ہیں جیسے کہ وہ سید عالم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار کے لئے طلب کرتے ہیں یا محض شہرت عوامی کافی ہے
 اور وہ ان کریم نے اسی کو معتبر رکھا ہے۔ تو پھر آثار بزرگانِ دین کے لئے اپنی طرف

قیود بڑھانا کیونکر بدعت نہیں اگر دلی پر ہر چیز کے ثبوت کے لئے ایسی ہی پابندی
 عائد کر دی جائے تو وہ بہت پریشانی میں مبتلا ہو حیرت کی بات یہ ہے کہ ائمہ کے ثبوت
 کے لئے تو اس کو حدیث کی جیسی سند چاہیے لیکن آثار کو جھوٹا جعلی نقلی بتانے کے
 لئے کسی ادنیٰ ثبوت کی بھی ضرورت نہیں کس جرأت کے ساتھ میں کذب علی معتدایہ
 کل کلمہ دیا۔ خدا کا خوف نہ رسول کی شرم حدیث شریف کے اندر کیسا جعلی اور صریح نفا
 موجود تھا۔ معتدایہ اس کو دیکھتے ہوئے بھی موسیٰ مبارک اور تبرکات کی تعلیم کرنے
 والوں کو اہل ایمان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باادب است کو مقبولان بارگاہ
 کو بزرگان دین کو سب کو عناداً مفتی شہر ادا کیا۔ معاذ اللہ تاری قرار دے دیا کیا بغیر
 تحقیق کسی کو جھوٹا کہنا جائز ہے یہ جرأت ہے اور اتباع سنت کے بلے چور ہے
 و موسیٰ حدیث میں تو ارشاد ہے 'ظنوا المؤمنین خیراً' یعنی مومنین کے ساتھ
 نیک گمان کرو قرآن کریم میں حکم الہی یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن
 ان بعض الظن اشراً اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ
 ہوتے ہیں اس کی تفسیر علی امام محی السنۃ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی
 اپنی تفسیر باب التاویل میں فرماتے ہیں ان یظن باہلاً خیر نہی اللہ تعالیٰ
 المؤمن ان یظنہ باخیر المؤمن شراً یعنی نیکوں کے ساتھ برا گمان کرنے سے
 بچو اللہ تعالیٰ نے مومن کو اپنے مومن بھائی کے ساتھ برا گمانی کرنے سے منع فرمایا۔
 قرآن و حدیث کا تو یہ حکم مگر اتباع سنت کے مدعی فقط گمان ہی نہیں اس کے
 جھوٹا ہونے پر جزم کرتے ہیں اور من کذب علی معتدایہ کے تحت میں داخل کرتے

ہیں یہ تو خالی گمان ہے مومن کا تو شریعت نے یہاں تک احترام کیا ہے کہ اگر کوئی فاسق اس کے خلاف خبر بھی لے آئے تو وہ بھی بے تحقیق نہ مانی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبیوا ان تصیبا واما یجھالہ فتصیحوا علی ما فعلتم ناد میں۔ اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا نے ایذا نہ دے مبیہ اور پھر اپنے کئے پر بچپاتے نہ رہ جاؤ۔ وہابی کو نہ قرآن کی پرواہ نہ حدیث کی سب کے خلاف عمل اور پھر متبع سنت ہونے کا دعویٰ۔ ادظا ہر آراستہ کرنے والو! باطن میں ایمان کا اثر ہو۔ بے دودلوں کو ایمان کی برکات سے محروم کرو اتباع سنت کے جھوٹے دعوے کام نہ دیں گے خدا اور رسول کے احکام کے سامنے سر جھکاؤ مسلمانوں پر بدگمانی نہ کرو انہیں اپنے ضد و عناد سے جھوٹا نہ بتاؤ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسلمانوں کو اہل کتاب کی تکذیب سے بھی منع فرمایا محض اتنے احتمال پر کہ شاید وہ سچ کہتا ہو باوجودیکہ اہل کتاب کا صدق بہت ہی نادر الوجود ہے بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکن بوہم۔ یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی تصدیق بھی نہ کرو اور ان کی تکذیب بھی نہ کرو۔ اس حدیث کے حاشیہ میں علامہ علی قاری کی مرقاۃ نقل کیا ہے۔ لاحتمال ان یکون صدقاً وان کان نادراً لان الکذب یصدق۔ یعنی اہل کتاب کی تکذیب کی ممانعت اس احتمال کی بناء پر ہے کہ شاید انہوں نے سچ کہہ دیا ہو اگرچہ ان کا سچ بولنا بہت ہی نادر ہے مگر جھوٹا بھی کبھی سچ

بولتا ہے۔ لے تے احتمال سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو جھٹلانے سے
 منع فرمایا اور یہ مدعیان اتباع سنت ان تمام آیات و احادیث اور احکام خدا و رسول
 کے خلاف نیک مسلمانوں کو اور آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں جہلی و نقلی بتاتے
 ہیں خداوند عالم ان کے قلوب کی قساوت دور کرے ان آیات و احادیث نے بزرگوں
 کے آثار کو جو ان کی طرف منسوب و مشہور ہیں نقلی جہلی کہنے کا تورستہ ہی بند کر دیا ایسا تو
 وہی بے باک کہے گا جو قرآن و حدیث کی مخالفت کے لئے تیار ہو۔ اب رہی یہ
 بات کہ آثار کے لئے کہیں متم کا ثبوت چاہیے جو وہ مان جائیں اس کے متعلق ابن
 حجر علی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ابھی گزر چکا ہے کہ جس میں انہوں نے حضور سید عالم صلی
 اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے والے پتھر کی نسبت فرمایا کہ یہ اہل مکہ میں متواتر مانتول
 ہے کہ یہ وہی پتھر ہے جو سلام عرض کیا کرتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں کسی
 متبرک شے کا رائج ہونا اور قرناً بعد قرن اس کا بزرگوں کی طرف منسوب ہونا یعنی پہلوں
 کا پہلوں سے سننے آنا آثار کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔ شریعت میں ایسی مثالیں
 ملتی ہیں کہ تعظیم و اداب کے لئے ظن بھی کافی ہو سکتا ہے قاضی خاں وغیرہ کتب
 مستندہ میں ہے کہ لو وجد طریقاً فی المقبرة وهو یظن انه طریق احد اولاد الیمشی
 فی ذالک یعنی اگر قبرستان میں رستہ پایا اور گمان ہو کہ ہے کہ یہ نیا نکالا گیا ہے یعنی
 قبروں پر تو اس پر تاپے یعنی حرمت قبور کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قبر کے وجود کا یقین
 ہو اور اس پر دلیل قطعی قائم ہو بلکہ احترام قبر کے لئے فقط ظن ہی کافی ہے حضرت
 امام اجل قاضی حیا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفا شریف میں فرماتے ہیں ومن اعظامہ

واكبارہ اعظام جميع اسبابہ واکرام مشاہدہ وامكتته ومعاهدہ وما لبسہ
 علیہ السلام او عرف بہ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور حضور
 کے اعظام و اکرام میں داخل ہے حضور کے تمام اسباب کی تعظیم اور حضور کے مشاہدہ و اکرام
 و مشاہدہ و معاہد و ملبوسات کی تعظیم و اکرام جو آپ کی طرف منسوب ہوں اس سے معلوم
 ہوا کہ کسی شے کی عزت و عظمت کے لئے بزرگوں کی طرف نسبت ہونا کافی ہے علامہ
 علی قاری نے شرح شفاء میں فرمایا ہے ان المراد ما ينسب اليه ويعرف به صلى الله
 عليه وسلم یعنی اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 منسوب و معروف ہوں اب تصریح ہو گئی کہ فقط منسوب ہونا تعظیم آثار کے لئے
 کافی ہے مخالفین کے مسلم و مستند مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم
 فرنگی محلی اپنی کتاب نور الایمان میں علامہ علی قاری کی یہ عبارت نقل فرمانے کے بعد
 او عرف بہ پر حاشیہ لکھتے ہیں ای ولو كان على وجه الاستهارة من غير ثبوت اخبار
 في آثاره كذا قال على لقاری یعنی منسوبات و معروفات کے لئے محض شہرت بغیر
 ثبوت خیر کافی ہے حقیقت یہ ہے کہ نسبت سے ادب کیا جاتا ہے عظیمین کی طرف
 منسوب ہونا اہل ادب کے احترام و تعظیم کے لئے کافی ہے نور الایمان میں ہے۔
 ولو كان احمد بن فضلويه يقول لا امس قوسا الامتطهر فاني سمعت ان
 النبي صلى الله عليه وسلم اخذ القوس بيده ومن ذلك انه يستحب
 اتيان الابار والمساجد والمقامات المنسوبة اليه صلى الله عليه وسلم یعنی
 احمد بن فضلویہ فرماتے تھے کہ میں کمان کو بے طہارت ہاتھ نہیں لگاتا کیونکہ میں نے

سناسے کہ کمان دست مبارک میں لے لی ہے اور اسی قبیل سے ہے کہ جو کنوئیں
در مسجدیں اور مقامات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرقت منسوب ہیں ان کی زیارت
کے لئے حاضر ہونا مستحب ہے ظاہر ہے کہ ہر کمان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
بست مبارک میں نہ لی تھی مگر جس کو لیا تھا اس کے ساتھ اسکی مناسبت رکھنے کے
حسٹ احمد بن فضلویہ مطلقاً کمائوں کا یہ ادب فرمانے لگے کہ انہیں بے طہارت ہاتھ
لگائیں۔ اسی کو دہائی آثار پرستی کہتا ہے۔

”بے ادب محروم گشت افضل رب“

یہ مسئلہ توفیق و مناسک کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہے کہ جو مقام حضور کی
طرف منسوب ہیں ان کی زیارت مستحب ہے۔ مگر وہابیہ کو نہ مسائلی کی خبر نہ کتابوں پر نظر
اس کے علم کی نہایت تو یہ ہے کہ ہر چیز کو بدعت کہہ دیا کرے اور تعظیم و ادب بزرگان
ین سے تو اس کو خاص عداوت ہے۔ مشرکین ہند کی تو دہائی غلامی کرتے پھرتے
ہیں ان کی تعظیم و تکریم کو تو فرائض پر ترجیح دیتے ہیں مگر ادب و انبیاء کے ساتھ عناد
ہے مقبولانِ بارگاہِ ہند کی تعظیم شرک معلوم ہوتی ہے۔ اور شرع مطہر کے احکام سے
بکھیں بند ہیں۔ لہذا ایمان و فی مطالب المومنین ولا باس بتقییل قبر والدیہ
تافی کفایۃ الشعبی ان رجلاً جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
رسول اللہ انی حلفت ان اقبل عنہ باب الجنة فاما النبی صلی اللہ علیہ
سلم ان یقبل رجل الام رجھۃ الاب ویروی انه قال یا رسول اللہ ان لم
کن لی ابوان فقال قبر الاب فتبلیہما فلا تحنث فی یمینک کذا فی مسغرة

الغفور زیارة القبور یعنی ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آستان جنت چومنے کی قسم کھائی ہے حضور نے ارشاد فرمایا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی چومے مروی ہے کہ اس نے عرض کیا کہ اگر میرے ماں باپ نہ ہوں فرمایا ان دونوں کی قبروں کو بوسہ دے عرض کیا اگر قبریں نہ معلوم ہوں فرمایا کہ دو خط کھینچ اور نیت کر کہ ایک ان میں ماں کی قبر ہے دوسری باپ کی۔ ان دونوں کو بوسہ دے قسم اتر جائے گی۔ یہ روایت مخالفین کے مقبول و مسلم پیشوا مولوی عبدالحی صاحب کے والد ماجد مولوی عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی نے لکھی اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ قبروں کا چومنا بھی جائز اور قبر موجود نہ ہو تو ایک خط کو قبر فرض کر کے اس کا احترام کرنا بھی صاحب قبر کا احترام ہے اور نعلین شریفین اور ان کے نقوش کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنا ہمیشہ سے مومنین صالحین کا معمول ہے اکابر علماء کرام نے اس میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ظاہر ہے کہ نقشہ نعل نعل تو نہیں ہے مگر اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کی یاد ہو جاتی ہے اہل ذوق و محبت کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ الباری سلک متقطعیں فرماتے ہیں والحاصل ان کل ما یكون التطلیہ یدل علی الحق ولیشیرالیہ فهو عبادۃ یعنی خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی طرف نظر کرنا حق کی طرف مائل کرے اور خدا کو یاد دلائے وہ عبادت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آثار شریفہ کی زیارت سے خدا یاد آتا ہے اور محبوب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ ہوتی ہے لہذا ان کی زیارت داخل عبادت ہوتی۔

اگرچہ اس بحث میں اور بھی دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں مگر الحمد للہ جس قدر
 لکھا گیا ماقبل منصف کی تسکین اور عیال متعصبہ کی ذہن دوزی کے لئے کافی ہے۔
 والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سلمہ محمد و آلہ و
 اصحابہ اجمعین۔

کتب العبد المعتبر محمد بن عبدالمستطین

مسجد نعیم الدین عفا عنہ العین
 صفر الثانی ۱۳۶۰ھ

نماز صبح کے بعد قضا، عمری کا حکم

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز قبل طلوع آفتاب نماز قضا، عمری پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضا عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی مانعت نہیں۔

الاستفتی

سید محمد ابراہیم حاجی محمد ابا جلدنگ
نیل بازار بمبئی۔

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم، بحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے قبل نفل مکروہ ہیں قضا فرض جائز

ہے۔ مراۃ الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے: ویکرة التنفل بعد صلوٰۃ ای فرض الصبح ویکرة التنفل بعد صلوٰۃ فرض العصر وان لم تغیر الشمس لقوله عليه السلام لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس

ولا صلوة الفجر حتى تطلع الشمس رواه الشيخان والنهي بمعنى في غير الوقت وهو جعل الوقت كما المشغول فيه بفرض الوقت حكماً وهو انضال من النفل الحقيقي فلا يظهر في حق فرض يقضيه وهو المفاد بمفهوم المتن.

مستخلص الحقائق شرع كنز الدقائق میں ہے۔ وعن النفل بعد صلوة كما

الفجر والعصر عطف على قوله منع اي عن النفل بعد صلوة الفجر والعصر لما روي ان النبي عليه الصلوة والسلام نهى عن ذلك كذا في الهداية لا عن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوة جنازة اي لا بأس ان يصلي في هذين الوقتين الفوات الخ. تنوير الابصار میں ہے وكره نفل واكل ما كان واجباً لغيره كمسند ورد ركعتي الطواف والذي شرع فيه شرع افسدة بعد صلوة فجر وعصر لا قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلوة جنازة. ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر کے بعد آفتاب کے طلوع سے پہلے صرف نوافل مکروہ ہیں نوات کی قضاء مکروہ نہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ نماز قضاء عمری انسان ہر وقت پڑھ سکتا ہے کسی وقت کی مانعت نہیں ان کا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع آفتاب اور وقت استرا اور وقت غروب کوئی نماز فرض واجب ادا و قضاء جو اس وقت سے پہلے واجب ہو چکی ہو درست نہیں مراقی الفلاح میں ہے۔ ثلاثہ اوقات لا یصح فیہا شیئ من الفلاکض والواجبات الذی لزمت فی الذمۃ قبل دخولها لمطاولی علی مراقی الفلاح میں ہے لا یصح فیہا شیئ اداء وقضاء۔

والله تعالى سبجته وتعالى اعلم وعلمه عزاسمه اتقن واحكم.

ک۔ العبد المقتصر بمجد المتین

محسن نعيم الدين عفا عنه العین
مراد آباد۔

وامی کی امامت کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ نجدی
وامی دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ بعض مولوی کہتے ہیں کہ نماز تو
فاسق و فاجر کے پیچھے بھی درست ہے اور حدیث شریف بتاتے ہیں۔ اور وارثی مٹا
واسے کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ مفصل جواب سے سنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا و جرح۔

فقط السلام

المستفتی

مشہود علی سہارنپور
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ

بحون الملك الوهاب
الحمد

بسم الله الرحمن الرحيم عند لا ونصلي على رسله الكرمي.

اما بعد۔ وارثی مٹا نے والا فاسق ہے اور ہر فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی
ہے۔ فان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علینا اہانتہ شرعاً فی رد المختار لیکن
اس کے پیچھے نماز بکرا بہت ہر ماتی ہے اور واپسی ہے دین منکر ضروریات دین
marfat.com

خارج از اسلام ہیں۔ اس کے پیچھے کسی طرح نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو امام بنانا شریعت کی نافرمانی اور سخت جرم ہے۔ حدیث شریف میں ہے صلوٰۃ خلف کل بدوفا جو آیا ہے کافر نہیں آیا ہے اس حدیث سے وہابی کی امامت پر استدلال باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ک۔ العبد المقتصر بحبلہ المتین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ العین
۸ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علما نے دین مصیبان شرع متین درج ذیل مسئلوں میں اگر نماز فجر میں امام کھڑا ہے اور مقتدی سنت ادا نہ کرے اور امام سے مل جائے تو سنت کب ادا کرے۔ سورن جب نکلے تو پڑھے یا فرض ختم کر کے پڑھ سکتا ہے۔ بیخاتوجہدا۔

المستفتی

فقیر محمد بن

بحون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على رسول الله الكريم اما بعد
سنت فجر اگر تنہا رہ گئی اور فرض پڑھ لئے گئے تو اس کی قضا لازم نہیں البتہ امام محدودۃً علیہ
کے نزدیک بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد زوال سے پہلے پڑھ لے، لازم نہیں ہے
اور آفتاب کے طلوع سے قبل اور زوال کے بعد بالاتفاق سنتوں کی قضا پڑھی جائے
گی براتی الصلح میں ہے ولم تقض سنة الفجر الا بفوتها مع الفرض الى
الزوال وقال محمد دحة الله تقضى منفردة بعد الشمس قبل الزوال
فلا قضاء لما قبل الشمس ولا بعد الزوال. اتفاقاً۔

طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے۔ قیل لاختلاف بینہما فی الحقیقۃ
لانہما یقولان لیس علیہ القضاء وان فعل لا باس بہ ومحمد رحمہ اللہ
یقول احب الی ان یقضی وان لم یفعل لا شیئ علیہ۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ
اعلم وعلمہ عز اسمہ اتقن واحکم۔

ک۔ العبد المقتصر بحبلہ المتین بہ

سید محمد نعیمی الدین عفا غمہ المعین

استفتیٰ

کیا فراموشی میں طلبہ دین معینان شرع رہیں اس مسئلہ میں کہ بعض حافظ
سجدہ تلاوت جو پارہ عشر کے سورہ طہ کے آخر میں ہے وہ سجدہ تلاوت نہیں کرتے
ہیں اس کا کیا حکم ہے۔ مہربانی فرما کر مفصل جواب عایت فرمائیں۔ بیواؤں کے لئے۔

فقط والسلام
المستفتی

مجاہد حسین۔ کالی۔

مورخہ ۱۵، ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

بحون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على رسول الله الكريم
اما بعد۔ قرآن پاک میں جو دعائیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سننے سے سجدہ
واجب ہو گیا ہے۔ سورہ طہ کی آخری آیت بھی انہیں میں سے ہے جو حافظ اس کا سجدہ
نہیں کرتا وہ تارک واجب اور گنہگار ہے۔ کنز الدقائق میں ہے سجود التلاوة نجس
بأربعة عشرة آية مستخلص الحقائق میں ہے ولایات السجدة فی آخر الاعراف والرحمة والمنزل وبني
نسلہ ومرتہ وانج والفرقان والمنزل والرفق والرحمة والصلوة والجمعة والجمعة والجمعة
تاقدا۔ ولقد قلنا نعم۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ اگر پیش
امام قرائت کے اندر رک جائے فرضوں میں تو اس کو لغو دینا چاہیے یا نہیں؟ ہمارے امام
اعظم رضی اللہ عنہ کا کیا حکم ہے۔ بیخا توجہ رہا۔

المستفتی

احمد حسین راپوری

الحی بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم، والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام
على سيد المرسلين والالطيين الطاهرين وصحبه اجمعين. اما بعد، اگر امام قرائت میں
رک گیا اور مقتدی نے لغو دیا تو جائز ہے اس سے کسی کی نماز میں نقصان نہ آیا، امام کی نہ
مقتدی کی البتہ اگر امام بقدر ما بجز بہ الصلوٰۃ پڑھ چکا ہو یا دوسری آیت شروع کر دے تو بہتر
ہے کہ نہ بتلے اور امام کے رکتے ہی فوراً نہ بتانا چاہیے، تھوڑا وقفہ کرے کہ شاید اس کو
خود یاد آجائے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والصحيح انه لا يفسد صلوة الفاع تكل حال
ولا صلوة الامام لو اخذ منه على الصحيح هكذا في الكافي وبكره للمقتدى ان يفتخ على امامه من ساعته
فيصير قارئاً خلف الامام من غير حاجته كذا في المحيط السرخسي. والله تعالى اعلم.

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو امام
حد شرع سے کم دائرہ میں رکھے اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ بینواتوجہ رہا۔

المستفتی

میار الدین بے پور راجستان

الحمد للکبریٰ الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد
دائرہ رکنا شعار اسلام میں سے ہے اور اس کا ثناء قدر قبضہ پہنچنے سے قبل حرام
ہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف
میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واعفوا للہی یعنی مشرکین
کی مخالفت کرو مویچیں پست کرو دائرہ حیاں بڑھاؤ۔ ایک اور حدیث مسلم شریف میں
بایں الفاظ وارد ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بأحفاء الشوارب واعفوا للہی یعنی
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مویچیں پست کرنے اور دائرہ حیاں بڑھانے کا حکم فرمایا
ہے۔ احیاء العلوم میں ہے رحمہما ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن ابی لیلیٰ

قاضي المدینہ شہادۃ من کان ینتف لمحیۃ۔ یعنی حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اور قاضی مدینہ ابن ابی یعلیٰ دونوں پیشوایان اسلام نے داڑھی کوٹانے والے کی شہادت (گواہی) رد فرمادی نیز اسی میں ہے شہد رجل عند عمر ابن عبد العزیز بشہادۃ وکان ینتف لمحیۃ فرد شہادۃ۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی گواہی دی اور وہ داڑھی کچھ چنکرتا تھا حضرت خلیفہ نے اس کی شہادت رد فرمادی۔ در مختار میں ہے بحر علی الرجل قطع لمحیۃ جب ثابت ہو گیا کہ داڑھی ایک شست سے کم کتر دانا یا منڈوانا ممنوع ہے تو اس کا عامل اور مصر فاسق ملعن ہوا۔ اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی۔ کما فی عامۃ المتون و الشروح والفتاویٰ من کلاہۃ امامۃ الفاسق۔ اور فاسق کو امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ شرح عینیہ میں ہے لو قد موافا سقایا ثمن یعنی فاسق کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ سبحنہ اعلم۔

ک۔ عبد المقتصر بحبلہ المتین

سید محمد نعیم الدین نقاۃ العین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شریعہ متین اسی مسئلہ میں کہ جو امام
سود خواروں کے گھر کا کھانا لے یا ان کی خوشامیوز سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے
بیذا وجہ۔

المستفتی

ضیاء الدین، بے پوز راجستان

الحمد للہ العظیم الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہما الکریم
اما بعد۔ سود خواروں کے گھر کا کھانا حرام نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا
مال حرام سے تیار کیا ہوا ہے۔ یا اس کے پاس کوئی مال حلال موجود ہی نہ ہو اور خوشام
اگر ترغیب دین اور اصلاح حال کے لئے ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ واللہ
سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

ۛ۔ العبد المقتصر، مجاہد المتین

مسید نعیم الدین عفا غمہ العین

ہدایہ تکاملہ قنوت نازلہ

۱۳۶۷ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

محمداً سبحانہ تبارک وتعالیٰ ونصلیٰ ونسلم علیٰ حبیبہ وخاتراتہ نبیائہ
صاحب الشفاعة العظمیٰ الذی فتح اللہ تعالیٰ بہ اعینا عمیاً وقلوباً غلفاً
واذا اناضبتا علیٰ الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین سفن النجاة ونجوم الہدیٰ
اما بعد۔ مسلمانوں پر کوئی حادثہ یا مصیبت نازل ہونے کے ایام میں صرف
نماز فجر کی رکعت اخیر کے رکوع کے بعد قومہ میں امام کا دعائے قنوت نازلہ پڑھنا
اور اس میں دفع مصیبت حفاظت مسلمین ہلاکت اعداء کی دعائیں کرنا جائز ہے
مگر خلاف اولیٰ ہے بہتر یہ ہے نماز سے فارغ ہو کر دعائیں کی جائیں۔

قنوت نازلہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف چند روز
ایک ماہ یا اس سے کم پڑھی پھر ترک فرمادی۔ اس ترک کا باعث بعض اصحاب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال مبارکہ میں تو یہ ہے کہ ضرورت نہ رہی تھی اور بعض اصحاب
کرام رضی اللہ عنہم یہ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ آیت لیس لك من الامہ سے منسوخ
ہو گئی اس لئے حضور نے ترک فرمادی۔ اسکا اصل نسخ عدم نسخ صحابہ کرام میں مختلف فیہ

ہے۔ فقہاء محققین ائمہ دین حضرت امام اعظم اور ان کے صاحبین نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دونوں گروہوں کے اقوال و افعال پر نظر فرما کر بعد تحقیق و تنقیح یہ نتیجہ اخذ فرمایا کہ قنوت نازلہ صرف نماز فجر میں بعد رکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ بہتر ہے کہ نماز کے بعد دعا کی جائے تاکہ خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی نہ ہو اور مسلمان اختلاف و انتشار سے بھی محفوظ رہیں۔ فجر کے سوا یہ قنوت اور کسی نماز میں جائز نہیں۔ تو جو شخص سوائے فجر کے اور نمازوں میں قنوت پڑھے گا اس کی نماز قابل اعادہ ہوگی یعنی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

تفصیل دلائل لقنوت النوازل

حدیث بخاری شریف۔ سئل انس بن مالک اذ انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الصبح قال نغم فقیل او قننت قبل الركوع قال بعد الم رکوع یسیراً۔ یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں قنوت پڑھی ہے فرمایا ہاں۔ پھر دریافت کیا گیا قنوت رکوع سے پہلے پڑھی ہے؛ فرمایا رکوع کے بعد۔ (یار رکوع کے بعد چند روز۔)

حدیث بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۶۱۔ عن انس بن مالک قال قنت
النبي صلى الله عليه وسلم شهما يدعوا على رجل وذكوان يعني حضرت انس بن
مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ
قنوت پڑھی رعل و ذکوان پر بدعا فرماتے تھے۔

حدیث حلبی شرح منیہ صفحہ ۳۶۰۔ روی الخطیب فی کتاب القنوت من حدیث
محمد بن عبد اللہ روی قال حدثنا سعید بن عروبہ عن قتادة عن انس ان النبي صلى
الله عليه وسلم كان لا يفتن الا اذا دعا القوم او دعا عليهم وهو سند صحيح قاله
صاحب تنقيح التحقيق۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے تھے مگر جبکہ کسی قوم کے لئے دعا فرماتے
یا کسی قوم پر بدعا فرماتے۔

حدیث (حلبی صفحہ ۳۶۰) اخرج ابن حبان عن ابراهيم عن سعد عن الزهري
عن سعيد وابي سلمة عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يفتن
في صلوة الفجر الا ان يدعو القوم او على قوم وهو سند صحيح۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے مگر
جب کسی قوم کے لئے دعا فرماتے یا کسی قوم کے حق میں بدعا فرماتے۔

حدیث شرح معانی الآثار شریف ص ۱۴۱۔ عن انس قال قنت رسول
الله صلى الله عليه وسلم عشرين يوما یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز (۱۰) قنوت پڑھی۔ (ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نازلہ نماز فجر میں بعد رکوع ایک ماہ یا بیس روز پڑھی) ایک ماہ یا بیس روز کی میعاد بتائی ہے کہ اس کے بعد ترک فرمادی اور یہ احادیث میں مصرح بھی ہے۔

حدیث سنن ابن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۲۰۴ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا ثم ترکہ۔ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی پھر ترک فرمادی۔

حدیث نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۲۲ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنت شہرا ثم ایدعو علی حی من احياء العرب ثم ترکہ۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ پر بددعا فرماتے تھے۔ پھر اس کو ترک فرمایا۔

حدیث شرح معانی الآثار شریف جلد اول صفحہ ۱۲۲ عن عبد اللہ قال لعرفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا شہرا العریقت قبلہ ولا بعدا۔ یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت پڑھی نہ اس سے قبل پڑھی نہ اس کے بعد۔

ان احادیث سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز صبح میں چند روز قنوت پڑھنا اور پھر ترک فرمادینا ثابت ہوتا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اللہ دین کے نزدیک

حضور کے قنوت نازلہ پڑھنے کی حیثیت کیا تھی۔ اور ترک فرمانے کی کیا وجہ تھی۔
 حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضور کا قنوت پڑھنا مفید سنت ہے
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح سفر السعادة صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ
 "بدانکہ ائمہ راد قنوت نماز صبح اختلاف ست شافعی و مالک و احمد و عبد اللہ بن المبارک
 وغیر ایشاں قائل اند بدان بطریق سنت۔"

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر کے سوا اور کسی نماز میں
 قنوت نہیں۔ حادثہ کے وقت کی قنوت بھی امام اعظم (امیر المومنین) یا امیر عیش کے ساتھ
 خاص ہے ہر امام کے لئے روا نہیں۔

شرح سفر السعادة صفحہ ۱۱۰۔ ذکر کشتی در شرح خرقی گوید کہ قنوت در غیر وتر
 نزد احمد نیست و اگر باشد نزد نزول حادثہ است و آن نیز مخصوص ست امام اعظم یا امیر
 عیش نہ ہر امام را۔

شرح سفر السعادة صفحہ ۱۱۱ نزد امام ابو حنیفہ قنوت در نماز فجر اصلاً نیست۔
 وقنوت آنحضرت مخصوص بوی بود صلی اللہ علیہ وسلم و در قضا یا ای مخصوص بود بعد ازاں ترک
 کرد۔

اب یہ تحقیق کرنا ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت ترک
 فرمانے کی کیا حیثیت ہے اس میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختلاف ہے
 بعض حضرات کے نزدیک حضور کا قنوت نازلہ کو ترک فرمانا اس لئے تھا کہ وہ آیت سے

منسوخ ہو گئی تھی اور بعض حضرات کے نزدیک اس لئے کہ ضرورت باقی نہ رہی تھی۔
اس کے متعلق احادیث و روایات ذیل ہیں۔

حدیث بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۵۸۲۔ عن ابن عمر انہ سمع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع راسہ من الركوع في الركعة الاخيرة من الفجر يقول اللهم
العن فلانا وفلاناً و فلاناً بعد ما يقول سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد فانزل الله لیس
لك من الامر شیء الى قوله فانهم ظالمون حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے انہوں نے حضور پر نور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے
فجر کی اخیر رکعت کے رکوع سے سر مبارک اٹھایا اور سمع اللہ لمن حمده ربنا ولك الحمد فرمایا
تو فرمایا یا اللہ فلاں وفلاں وفلاں پر لعنت کر پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
لیس لك من الامر شیء۔

حدیث (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۲۴) عن ابی ہریرۃ یقول کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حین یفرغ من صلوۃ الفجر من القاءة و یرفع راسہ من
الركوع سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم یقول وهو قائم اللهم انج الولید بن
الولید وسلمۃ بن ہشام وعیاش بن ربیعۃ والمستضعفین من المؤمنین اللهم
اشدد وطأتك علی من واد جعلها علیہم کسفی یوسف اللہ العن لیمان و رعل
و ذکوان وعصیۃ عصت اللہ و رسولہ ثم بلغنا انہ ترک ذلك لما انزل لیس
لك من الامر شیء اذ یؤوب علیہم و بعد من فانهم ظالمون۔ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ

سے مروی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی قزات سے فرغ اور رکوع سے سر مبارک اٹھانے سے اللہ تعالیٰ نے حمد ربنا و لک الحمد فرمانے کے بعد قنوت میں فرماتے تھے یا اللہ ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو کجبات عطا فرما یا اللہ اپنی گرفت مضر پر سخت کر اور اس کو ان پر سالہائے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح کر دے۔ یا اللہ لعنت کر لیجان ورعل و ذکوان و عصیہ پر جو اللہ اور رسول کے نافرمان ہیں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (قنوت نازلہ) کو آیت لیس لکٹ کے نازل ہونے کے وجہ سے ترک فرما دیا۔ (یعنی قنوت نازلہ کا پڑھنا اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔)

حدیث (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۲) عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الصبح حین یرفع راسہ من الرکعۃ قال ربنا و لک الحمد فی الرکعۃ الاخیرۃ ثم قال اللہم العن فلانا و فلانا علی ناس من المنافقین فانزل اللہ تعالیٰ لیس لک من الامم شیئ او یتوب علیہم او یعد بہم فانہم ظالمون۔ یعنی حضرت سالم سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا ربنا و لک الحمد پھر فرمایا "یا اللہ فلاں و فلاں پر لعنت کر" چند منافقوں کے حق میں فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی لیس لک من الامم شیئ آوہ (یعنی قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی)

حدیث (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۵) وکان لحد من روی عند
 القنوت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد الرحمن بن ابی بکر فکخبونی فی
 حدیث الذی رویناکا عنہ ہاں ما کان یقنت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دعاء علی من کان یدعو علیہ وان اللہ عزوجل نسخ ذلک بقولہ لیس لك من
 الا مر شئی اویتوب علیہم اویعذبہم الا یہ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 جنہوں نے قنوت کی روایت کی ہے ان میں سے ایک حضرت عبد الرحمن ابن ابی بکر
 ہیں ان سے ہم نے جو حدیث روایت کی ہے اس میں انہوں نے خبر دی ہے کہ
 حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قنوت بددعا تھی ان لوگوں پر جن کے حق میں حضور
 نے بددعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو آیت سے منسوخ فرمایا۔ لیس لك من الامر لک
 اتحاد میں اس مضمون کی بکثرت روایتیں ہیں یہاں اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔

بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور کا قنوت نازلہ کو ترک
 فرمانا اس لئے تھا کہ ضرورت باقی نہ رہی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ جنگ میں
 قنوت پڑھتے تھے اور جب جنگ نہ ہوتی نہ پڑھتے۔

حدیث (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۵ میں ہے) عن الاسود قال
 کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا حارب قنت واذا العریجا رب لو یقنت۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے نزدیک قنوت کا نسخ صرف اس زمانے کے لئے ہے جبکہ جنگ نہ ہو۔ شرح

معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۸ میں ہے وانا نصح عند الدعاء في حال عدم القتال۔
اسی طرح یہ قنوت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حدیث^{۱۴} (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۸) کان علی وابو موسیٰ یقینان
فی الصلوۃ الغداۃ یعنی حضرت علی مرتضیٰ اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما نماز صبح میں قنوت پڑھتے
حدیث^{۱۵} (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۸) عن عبید بن حسین قال
سمعت ابن معقل يقول صليت خلف على الصبح فقلت۔ یعنی عبید بن حسین
سے مروی ہے کہ میں نے ابن معقل کو فرماتے سنا کہ میں نے حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدار میں صبح کی نماز ادا کی آپ نے اس میں قنوت پڑھی۔

حدیث^{۱۶} (شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۱۴۸) عن ابی رجاء عن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صليت مع الفجر فقلت قبل الركعة۔

ان احادیث سے حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
کا نماز فجر میں قنوت نازل پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ قنوت عند النازل ان حضرات
کے نزدیک منسوخ نہ تھی جبکہ صحابہ کرام کے درمیان قنوت نازلہ کے نسخ و عدم نسخ میں
اختلاف ہے اور وہ اس حد تک ہے کہ بعض اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس
قنوت کو بدعت تک فرماتے ہیں۔

حدیث^{۱۷} (نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۲۲) عن ابن مالک الاشجعی
عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يفتت وصليت

خلف ابی بکر فلہر یقنت و صلیت خلف عمر فلہر یقنت و صلیت خلف عثمان
 فلہر یقنت و صلیت خلف علی فلہر یقنت شر قال یا بنی انہا بدعتہ یعنی
 حضرت ابو مالک اشجعی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے
 حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھی، حضور نے قنوت نہ پڑھی
 چاروں خلفاء میں سے ہر ایک کی اقتدار میں نماز پڑھی ان میں کسی نے قنوت نہ پڑھی،
 اے میرے فرزند یہ بدعت ہے۔

جلد احادیث اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال اور ہر ایک
 کے طرز عمل پر نظر و فکر کرنے کے بعد ہمارے فقہائے کرام و ائمہ عظام اس نتیجہ پر پہنچے
 کہ مصیبت و ہلاکت کے زمانہ میں صرف نماز فجر میں بعد رکوع قنوت نازل پڑھنا زیادہ سے
 زیادہ جائز ہو سکتا ہے مگر خلافت اولیٰ ہے

شرح معانی الآثار جلد اول میں ہے فثبت بما ذکرنا انہ لا یبغی القنوت
 فی الفجر فی حال حرب ولا غیر لا قیاساً و نظراً علی ما ذکرنا من ذلك و ہذا قول ابی
 حنیفہ و ابی یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ یعنی ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں
 ان پر نظر کرنے کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ فجر میں قنوت نہ پڑھنی چاہیے خواہ زمانہ
 جنگ کا ہو یا نہ ہو یہی قول ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے
 جلیلین حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا۔

ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ رسالہ ارکان صوفیہ ۱۴۸ میں فرماتے ہیں و عندنا

لیس مشرود عافی الصلوة المکتوبة وهو لا شبر بالصواب. یعنی قنوت نازلہ ہمارے
نزدیک فرض نمازوں میں مشروع نہیں یہی اشیہ بالصواب ہے۔

تفسیرات احمدیہ (طبع کلکتہ) صفحہ ۱۲۵ میں ہے دعاء القنوت عندنا انما
يجب في صلوة الوتر خاصة ولا يجوز في صلوة الفجر اصلا۔ یعنی دعائے قنوت
ہمارے نزدیک صرف وتر نمازوں میں واجب ہے اور نماز فجر میں بالکل جائز نہیں۔
فتاویٰ عالمگیری (طبع کلکتہ) صفحہ ۱۶۵ میں ہے ولا يقنت في غير الوتر كذا في
المتون۔ یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھیں۔ ان روایات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے
کہ قنوت نازلہ کسی نماز میں بھی نہ پڑھی جائے بعض علماء جو عند النازلہ قنوت کو جائز فرماتے
ہیں وہ اس کو نماز فجر کے ساتھ خاص کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی نماز فجر کے سوا اور
کسی نماز میں قنوت نازلہ جائز نہیں۔

رد المحتار جلد اول صفحہ ۱۴۱ میں ہے ان قنوت النازلة عندنا مختص
بصلوة الفجر دون غيرها من الصلوة الجهرية والسريّة۔ یعنی قنوت نازلہ ہمارے
نزدیک نماز فجر کے ساتھ خاص ہے اس کے سوا کسی نماز جہری یا سری میں جائز نہیں۔
طحاوی علی الدر جلد اول صفحہ ۲۸۳ میں ہے ان النبي صلى الله عليه وسلم
قنت للبلية في صلوة الفجر فقط۔ یعنی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت
کے زمانہ میں قنوت صرف نماز فجر میں پڑھی ہے۔

اسی طحاوی میں بعد ذکر دلائل فرماتے ہیں فہذا صریح فی تخصیص القنوت

ہوگی دوبارہ پڑھنی پڑے گی کیونکہ قنوت پڑھنے میں جو تاخیر ہوگی وہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے زیادہ ہوگی اور اتنی تاخیر اگر ہو جائے تو سجدہ ہو واجب ہوتا ہے اور یہاں تو تاخیر ہوتا نہیں بلکہ قصد اور عمدہ ہے تو سجدہ ہو بھی کافی نہیں نماز کا اعادہ (دوبارہ پڑھنا) لازم ہوگا۔

طوطاوی علی الدر۔ جلد اول صفحہ ۱۱۱ میں ہے لو اطال قیام الركوع او الرفع بین السجدة تین اکثر من تسبیحة بقدر تسبیحة ساهیا یلزم سجود السهو۔ یعنی اگر رکوع کے قیام یا سجدہ تین کے درمیان اٹھنے کو ایک تسبیح سے بقدر ایک تسبیح کے بھول کر زیادہ کیا تو سجدہ ہو لازم ہے۔

رد المحتار جلد اول صفحہ ۵۱۹ میں ہے والحمد لا یجبرہ سجود السهو بل تنہر فی الاعادة۔ حاصل یہ کہ جو فعل قصد ہو اس کے لئے سجدہ ہو کافی نہیں بلکہ اس میں اعادہ ضروری ہے۔

بعض لوگوں کو شرح نقایہ کی عبارت منسوبہ الی الکفایہ سے یہ شبہ ہو گیا ہے کہ جس کو بحر الرائق نے قنوت الامام فی صلوٰۃ الجہر و هو قول الثوری واحد کے لفظوں سے نقل کیا ہے اگر یہ شبہ بہت بجا اور اہل علم کی شان کے خلاف ہے کیونکہ صلوٰۃ الجہر کا لفظ کتاب کی غلطی ہے کتابوں کی سیر کرنے والوں پر اس کا پوشیدہ رہنا کمال تعجب کی بات ہے خصوصاً ایسے حال میں کہ بحر کے حاشیہ منحة الخاق جلد دوم صفحہ ۴۴ میں بحر کی اسی عبارت کے متعلق مذکور ہے ولعله محرف عن الفجر وقد وجد ترید هذا اللفظ فی حواشی مسکین و کذا فی الاشباہ و کذا فی شرح اسمعیل لکن غلّاہ الی غایت البیان

ولم اجد المسئلة فيها فلعل اشتبه عليه فايته السره جي بغايت البيان .
 طوطاوى على الدر المختار . جلد اول صفحہ ۲۸۳ میں ہے والذى يظهر ان
 قوله في البحر وان نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلوة الجهر تحريف من
 النسخ وصوابه الفجر . ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ شرح نقایہ کی عبارت منقولہ
 بحر میں لفظ صلوة الجهر کاتب کی غلطی ہے کہ اس نے بجائے صلوة الفجر کے یہ لفظ لکھ دیا
 یا مسطور ذیل عبارتیں بھی اسی کی تائید کرتی ہیں .

طوطاوى على مراقى الفلاح . صفحہ ۲۲۰ میں ہے الذى في البحر عن الشمني
 في شرح الفتاوى معزى بالغا يتلوا انزل بالمسلمين نازلة قنت في صلوة الفجر وهو
 قول الثوري واحد .

الاشباه والنظائر صفحہ ۵۸۳ میں ہے صرح في الفتاوى وغلا الشمر السها بان
 اذا نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلوة الفجر وهو قول الثوري واحد اب بعد الله تعالى
 وكرمه سلمه خوب واضح ہو گیا کہ قنوت نازلہ فجر کے سوا کسی نماز میں جائز نہیں فجر میں جائز ہے
 مگر اولیٰ یہ ایک نماز میں نہ پڑھیں بعد نماز امام دعا کرے مقتدی آمین کہیں . وصلى الله تعالى
 على رسوله وخير خلقه وخاتم انبيائه سيدنا و مولانا محمد وآله واصحابه جميعين وبارك
 وسلم .

كتبه العبد المخلص بمجلى الله المتين
 محمد نعيم الدين خصله الله تعالى بزيد الصديق زين
 ۱۳ رذی الحج المبارک ۱۳۶۶ھ

اردو میں خطبہ جمعہ کا حکم

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شریع متین کہ خطبہ جمعہ کے درمیان یعنی خطبہ اول و ثانی کے درمیان میں کچھ دعا کہنا یا جو اردو و نظم یا شریعی دعا ہے سب خطبوں میں اس کا پڑھنا کیسا ہے یہاں پر لوگ عربی بالکل نہیں سمجھتے تو اگر خطبہ میں کچھ اردو نہیں پڑھا جائے گا تو لوگ کیا سمجھیں گے۔ لوگوں کی ہدایت کے لئے کچھ اردو میں نصیحتیں، درمیان خطبہ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں مگر نہیں تو کیسا ہے۔ فقط۔

المستفتی

اصغر علی، ازہرہ جگواناس۔

الجواب بعون الملک الوہاب

خطبہ جمعہ میں اردو پڑھنا خلاف سنت ہے۔ اور مکروہ ہے۔ زمانہ صحابہ میں بھی ممالک فتح ہو گئے تھے کہیں سے خطبہ جمعہ غیر عربی میں ثابت نہیں نصیحت کے لئے خطبہ کے علاوہ دوسرے وقت دعا کئے جائیں۔ فقط۔

سید محمد نعیم الدین غفرلہ، ۱۵، راجادی لائبریری

تثویب

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ بروز جمعہ جو قبل از نماز جمعہ باواز بلند "الصلوة قبل الجمعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پکارتے ہیں۔ یہ پکارنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر المحدث امیرسر اور مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی پیش امام صاحب گدگہ مولوی جلال الدین رائی باغی، مولوی عبدالحی رائی باغی مدرس محمدایوب دہلوی اور مولوی احمد علی لاہوری کے فتوے ہیں کہ "الصلوة سنت قبل الجمعہ" کا کہنا بے اصل ہے۔ اور کتاب خان ایسر جو تصنیف مولوی عبدالحی بنگلوری محدث کی ہے اس میں لکھا ہے کہ مدارج النبوة و شرع وقایہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہ اس (تثویب) کا کوئی ثبوت نہیں اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ کیا اس کتاب خان ایسر اور اوپر لکھے ہوئے مولویوں کے فتوؤں پر اعتبار کر کے تثویب "الصلوة قبل الجمعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کا کہنا موقوف (ترک) کر دینا چاہیے۔ اس سلسلہ کا بحوالہ کتب احادیث وفقہ عل فرمادیں۔ بینواتوجروا۔

استفتی

سید خادم علی۔ شہر بنگلور۔

الجوار بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم. غمدًا ونصلًا علی رسولہ الکریم۔
 صورت مذکورہ بالا میں تثنیہ جاز اور اشخاص مذکورہ کچھ سوال کا انکار غلط اور
 باطل اور یقیناً نماز بر تقویٰ میں داخل ہے۔ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد
 فرماتا ہے۔ لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من
 امن بالله والیوم الآخر الملائكة والکتاب والنبيين والی المال علی حبه
 ذوی القربی والیتیمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام
 الصلوة واتی الزکوة والموفون بعهدهم اذا عاهدوا والصابرین فی الباساء
 والمضراء وحين الباس اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون کچھ اصل
 نیکی یہیں کہ نہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو یاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ
 اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے
 رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سائلوں کو اور گردنیں جھڑانے
 میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے، اور اپنا قول پورا کرنے والے جب وعدہ کریں۔
 اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور حیا کے وقت یہی ہیں جنہوں نے بات سچی کی اور
 یہی پرہیزگار ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز بر تقویٰ میں داخل اور نمازی بار و مستحق
 ہے۔ اور مسلمانوں کو نماز کی ترغیب و دعوت دینا اور نماز کا اعلان کرنا بر تقویٰ پر مشابہ

ہے جس کا قرآن کریم میں حکم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وتعاونوا علی البر والتقوی۔ کہ برو تقویٰ
پر معاونت کرو۔ الحمد للہ کہ توثیب کا جواز خاص قرآن شریف سے ثابت ہوا مگرین متعلمین
کو شرمانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اب کتب فقہ پر ایک سرسری نظر ڈالئے کنز الدقائق میں ہے ویثوب
علامہ شیخ مصطفیٰ علیہ الرحمہ شرح کنز میں فرماتے ہیں۔ ویثوب فی جمیع الصلوٰۃ۔ یعنی شرح
کنز میں ہے۔ ویثوب من التثویب وهو عود الی الاعلام وانما اطلقہ تنبیہا علی
استحسنہ المتأخرین من التثویب فی کل الصلوٰۃ لظہور التوالی فی الامور الدینیۃ
نیز اسی میں ہے۔ وما استحسنہ المتأخرین التثویب فی سائر الصلوٰۃ لزیادۃ
غفلة الناس والیہ اشکالمصنف بقولہ ویثوب بغیر فصل بین الفجر وغیرہا براتی
الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے ویثوب بعد الاذان فی جمیع الاوقات لظہور
التوالی فی الامور الدینیۃ فی الاصح وتثویب کل بلدۃ بحسب ما تعارفہ اہلہا
طوطاوی وحاشیہ مراقی الفلاح میں ہے۔ استحسنہ المتأخرین وقد روی احمد
فی السنن والبراز وغیرہا باسناد حسن موقوف علی بن مسعود وماراۃ المسلمون
حسناً فهو عند اللہ حسن۔ بدائع ملک العلماء امام کاشانی رضی اللہ عنہ میں ہے عن
النس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال کان التثویب علی عهد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ خیر من النور۔ نیز اسی میں ہے فصار سائر
الصلوٰۃ فی زمانہا مثل الفجر فی زمانہہو فكان زیادۃ الاعلام من باب التعاون علی
البر والتقویٰ فكان مستحسن۔ بحرائق میں۔ واطلق فی التثویب انہ لیس لہ

لفظ مخصوص بل توثیب کل بلدا علی ما تشارفوا اما بالتعنع او بقوله الصلوة الصلوة
 لو كانت قامت لانه للمبالغة في الاعلام وانما يحصل بما تعارفوا فلو فعل هذا اذا حدث
 الناس اعلاما فلو كانا ذكر جاز کذا فی الجمعین واقاد انه لا يخص صلوة بل هو فی
 سائر الصلوة وهو متعارف المتأخرین لزیادة عقله. آیات مذکوره و عبارات مستور سے
 ظاہر ہے کہ نماز کیلئے بعد اذان اعلام میں کو توثیب کہتے ہیں جمعہ وغیرہ تمام نمازوں میں جائز
 اور متأخرین کے نزدیک مستحسن اور متکبرین کا انکار اور امر اور غلط اور بیکار ہے۔ واللہ بخیر
 وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المذنب محمد بن عبد اللہ المتین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

استفتاء

منبع علم و حکمت تاجدار اہلسنت صدر الافاضل فخر الاماثل استاذ العلماء
مولانا مولوی حافظ عظیم سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم العتدیہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مرزا ج شریف بخیر و عافیت مطلوب !

عرض خدمت ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین
درج ذیل مسئلہ میں کہ نماز جمعہ مسجد جامع کے علاوہ جو لوگ اور مسجدوں میں پڑھتے
ہیں ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ثواب نماز جمعہ کا ان کو ملتا ہے یا نہیں۔ انرا
کرم مدلل جواب سے ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا و جبردا۔

الاستفتی

منشی شوکت حسین راہپوری

الحمد للہ العزیز الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عھدا و نصلی علی سولہ الکرمین۔

اما بعد۔ ایک شہر میں جمعہ چند جگہ بنا دیریں مذہب مفتی بہ جائز ہے لہذا

جو لوگ علاوہ جامع مسجد کے اور مسجدوں میں جمعہ پڑھتے ہیں ان کی نماز درست اور
جمعہ ادا ہوئے اور اس کا ثواب ملتا ہے۔ در مختار میں ہے و تودی فی مصر واحد
بمواضع كثيرة مطلقاً علی المذہب و علیہ الفتوی شرح المحجم
للعینی و امامہ فقہ القدا یرد نقلاً للحرج۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ک۔ العبد المتعصب بحبلہ المتین ہ

سید محمد نعیم الدین مخدوم الحسین

گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

استفتاء

جمعہ کی نماز شہر کے علاوہ کس مقام پر ہونی چاہیے؟ واضح رہے کہ وہ مقام جو شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے جمعہ ہو سکتا ہے؛ اگر نہیں ہو سکتا تو کیا کرنا چاہیے۔ نیز اس گاؤں کے آدمی اتنی فرصت نہیں رکھتے کہ جمعہ کی نماز شہر میں جا کر ادا کر سکیں۔ اور علاوہ اس شہر کے یا گاؤں کے دوسرے گاؤں کے لوگ بھی جمعہ پڑھیں تو درست ہو گا یا نہیں۔ والسلام۔
المستفتی۔

شیخ رحیم بخش چاولہ از قصبہ پنجاب

الجواب بعون الملک الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ، ونصلی علی رسولہ الکریم۔ جمعہ کی صحت ادا کے لئے مصر (شہر) شرط ہے۔ اور قنار شہر یعنی شہر کے گرد و پیش کا وہ میدان جو اہل شہر کے حوالہ و مصلح میں کام آتا ہو شہر کے حکم میں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة الفطر ولا اضحی الا فی مصر جامع الحدیث فقہ کے تمام متون و شرواح میں اس کی تصریح ہے۔

تو جو آبادی تھا، شہر میں نہیں خواہ وہ شہر کچھ قریب ہو اس میں جمعہ صحیح نہیں۔ نہ ان
لوگوں پر جمعہ واجب بحر الرأی میں ہے۔ فان المذنب بعد مرضحتها في القرى فضلا
عن لزومها وفي التجنيس ولا تجب الجمعة على اهل القرى وان كانوا قريبا من المصر
لان الجمعة انما تجب على اهل الامصار اهد الله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه
عن اسمه اققن واحكم۔

کتبہ العبد المعتمد عبد المتین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین
۱۰ رجب النور شریف۔ ۱۲۵۳ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِرْسَالَة

تسکین الذاکرین و تنبیه الکرین

فی

فضیلة الجهر بالذکر علی حسب ما یثبت بالنصوص الادلیة الشریعة الصیحة

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اور مشائخ عظام اس مسئلہ میں کہ ذکر اللہ تعالیٰ عز و جل کا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب یا بدعت یا حرام یا شرک یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی اور یہ بھی فرمایا جائے کہ ذکر اللہ کا ہا و از بلند یعنی با جہر تنہا ایک شخص کا یا چند اشخاص کا مجتمع ہو کر بطور حلقہ کرنا شرع سے ثابت ہے یا نہیں اور جہر ریائی داخل ہے یا نہیں کسی پیر کی دعوت کر کے اور اس پیر کا نیز بان کے یہاں قیام کر کے حسب خواہش سیر بان اس کے مکان پر ذکر جلی کرنا کیا ہے۔ بعض لوگ حلقہ باندھ کر ذکر کرنے والوں کی حقارت کرتے ہیں اور بدعتی وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں ایسے آدمی کے لئے جو ذکر با جہر کو برا کہہ کر منع کرے اور

فائدہ بہت سے باغیچہ PDF کتابیں حاصل

ہے

سب سے پہلی PDF BOOK

کتابیں

<http://t.me/tehqiqatBooks>

سب سے پہلی کتابیں حاصل

کتابیں

<https://t.me/tehqiqat>

فائدہ بہت سے باغیچہ کتابیں حاصل

کتابیں

<https://archive.org/details/>

@zshahidhasnattani

طالب علم محمد عرفان عطاری

نور محمد عطاری

سزاورد کے اس کے لئے شرف شریف کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جہا

المستفتی
عبد الوہاب عیسیٰ، راجکوٹ

الحمد بعون الکرم الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد کا ونصلی علیٰ رسلہ الکریم
سائل نے نفس ذکر اللہ سے اگر مطلق ذکر اللہ ارادہ کیا ہے تو وہ واجب ہے
اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے یا ایہ الذین آمنوا ذکر ما لله ذکر کثیرا۔ اس
میں اذکبر وا صیغہ امر ہے اور امر مطلق وجوب کے لئے ہوتا ہے کما لا یحفی علی
اہل العلم پس مطلق ذکر اللہ واجب ہو گا اور ہیر کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ پڑھنے والے
کا غیر بھی سن لے اگرچہ کچھ فاصلہ پر بھی ہو اور پڑھنے والا غیب کو سنانے کا ارادہ بھی
کرے۔ اور مخافتہ کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ پڑھنے والا خود سننے اور اگر کسی دوسرے
شخص نے بھی جو قریب ہے سن پایا تو بھی بہرہ ہو گا چنانچہ رد المحتار میں ہے ادنی
الجہر اسماع غیور وادنی المخافتہ اسماع نفسه ومن یقر بہ فلو سمع
رجل اور جلان فلیس الجہر فان اسماع غیور ای من لریحکن بقریب بقرینۃ
المقابلۃ وکذا قال فی الخصال صۃ علی الخنا بنتی عن الجامع الصغیر ان

الامام اذا قرأ في صلاة المخافة بحيث سمع رجل اورجلان لاجهرو
 الجهران يسمع الكل ای کل الصف الاول لاکل المصلین۔ دوسرے
 سوال میں سائل نے دریافت کیا ہے کہ ذکر اللہ چہرے سے حلقہ باندھ کر کھڑے ہو کر یا بیٹھ
 کر کرنا شرع سے ثابت ہے یا نہیں اور چہرہ پر یا میں داخل ہے یا نہیں اس کا جواب
 یہ ہے کہ ذکر اللہ چہرے سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر کرنا بے شک شرعاً مٹھرو سے ثابت ہے۔
 چنانچہ فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نے فاذا قضيت الصلوة فاذا ذكر الله قياماً وعوداً
 وعلی جنوبکم۔ یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو چکو تو ذکر کر د اللہ کا کھڑے اور بیٹھے ہونے کی حالت
 میں اور اپنی کروٹوں میں یعنی ہر حال میں ذکر کرو چنانچہ تفسیر مدارک میں ہے فاذا قضيت
 الصلوة فرغتم منها فاذا ذكر الله قياماً وعوداً وعلی جنوبکم ای دو موا
 علی ذکر اللہ فی جمیع الاحوال (۱۶) اور تفسیر معالم التنزیل میں بھی السنۃ امام غزالی
 نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی فرمایا ہے وقیل اذکر اللہ بالتسبیح والتحمید و
 التهلیل والتعجید علی کل حال اخبرنا عمرو بن عبد العزیز الکاشانی انا
 القا سم بن جعفر الثالث نظیراً فی سورة النساء فاذا قضيت الصلوة
 فاذا ذكر الله قياماً وعوداً وعلی جنوبکم، اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ ذکر اللہ بیٹھ
 کر یا کھڑے ہو کر کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے اور حدیث شریف سے
 بھی ثابت ہے چنانچہ مروی ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے قال کنا جلوساً
 عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا برجل من المشرق کبیر السج فقاموا
 الیه صلى الله عليه وسلم ویمشی ویدکر اسم الجلال بصوت عال الی

ان وصل النبی وكان صلى الله عليه وسلم جالساً فقام وقال يا علي
صوتہ اللہ اللہ فقام ابو بکر وقال اللہ اللہ وقام الصحابة كلهم و
اذکر الاسم الشریف قیاماً و قعوداً مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذکر کر سنا تو خود
بھی قیام کی حالت میں ذکر فرمانے لگے اور حضور کو دیکھ کر خلیفہ اول یعنی حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر مثل رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے پہرے ذکر
فرمانے لگے اور یہ سماں بندھا کہ تمام صحابہ کھڑے ہو گئے اور اللہ اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر
کرنے لگے۔ اس حدیث سے پیر کا مشروع ہونا ثابت ہوا خواہ ذکر کھڑے ہو کر ذکر
کرے یا بیٹھ کر اور ذکر نہ کرنا سخت حسرت و پشیمانی ہے۔ حدیث عن ابی ہریرۃ
ما من قوم جلسوا مجلساً وتفرقوا منه ولم یذکروا اللہ فیہ الا کانوا تفرقوا عن
جیفۃ حمار وکان علیہم حسرة یوم القیمۃ۔ اور دوسری حدیث میں ہے
عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشیطان جائم علی
قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس فاذا غفل وسوس۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ
فرماتا ہے افعن شرح اللہ صدراً للاسلام فهو علی نور من ربہ فویل
للقاسیۃ قلوبہم من ذکر اللہ اولئک فی ضلّ مبین۔ اس میں شک نہیں
کہ وہ دل سخت ہیں جو اللہ کے ذکر سے بھاگیں اور وہ گمراہ ہیں جو ذکر الہی کا انکار
کریں اور اس کو مضر خیال کریں ذکر الہی ایک بڑی نعمت ہے جن پر اس کا فضل ہوتا ہے
اس کو مرمت ہوتی ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی رہبر نہیں ہو سکتا ہے

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا شمر تلین جلودہم وقلوبہم را لی ذکر اللہ ذلک
 ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء ومن یضلل اللہ فما لہ من ہاد۔ نیز اور ارشاد
 فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے استحوذ علیہم الشیطان فانہم ذکر اللہ اولیک
 حنرب الشیطن الا ان حزب الشیطن ھو الخسرون۔ اب معلوم ہوا کہ شیطان
 اپنے قابو میں کر کے ذکر اللہ سے غفلت میں ڈالتا ہے اور یہ لوگ ذکر اللہ کو بھول
 گئے ہیں شیطان کی گروہ اور ٹوٹے واسے ہیں اور فرمایا باری تعالیٰ عز اسمہ نے ولا
 تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ یعنی نہ اطاعت کر اس شخص کی جس کے
 دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اس نے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کی
 اور فرمایا حق سبحانہ تعالیٰ نے والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات احد اللہ
 لھم مغفرۃ واجرا عظیما۔ بہر صورت ذکر کی خوبی اور عمدگی اور ذاکروں کے فضائل
 اور بزرگیاں جو بتقل صیح ثابت بہت ہیں ان سب کا جمع کرنا انسان ضعیف البیان
 سے تھوڑے سے وقت میں ناممکن ہے اس لئے یہاں چند آیات پر اختصار کیا
 جاتا ہے اور تھوڑی سی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ذکر اللہ فی الغافلین کالمی بین الاموات۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا
 عن ابی الدرداء قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا انبئکم بخیر
 اعمالکم واذکھا عند ملیکم وارفعھا فی درجاتکم وخیرکم
 من ان تلغو احد وکم تضر بواعدنا قہر ویضربوا عنقکم قالوا وما ذاک
 یا رسول اللہ قال ذکر اللہ تعالیٰ۔ حدیث قدسی میں ہے قال اللہ تبارک و تعالیٰ

اذا ذكرني عبدی فی نفسه ذکرته فی نفسی واذا ذكرني فی ملاء ذکرته فی
 ملاء خیر من ملاءه۔ اور دوسری حدیث میں ہے سبعة یظلہم اللہ عز و
 جلی فی ظلمہ یوم لا ظل الا ظلمہ من جملتہم رجل ذکر اللہ فی خلأ و فقا
 عیناہ۔ اور ایک حدیث میں ذکرین کی شان میں ارشاد ہے ہو تو مر لا یشقی
 جلیسہم اور حدیث قدسی میں ہے من شغلہ ذکری عن سئل ان اعطینہ
 افضل ما اعطى السائلین، اور ایک حدیث قدسی میں ہے انا جلیس من ذکرني
 ان کے سوا اور جو آثار و احادیث و آیات و اقوال بزرگان دین فضیلت ذکر میں کثرت
 سے موجود ہیں وہ کہاں تک کئے جائیں سلیم اللہ اس کے لئے تو یہ بھی بہت ہے اگر
 انصاف کی نظر خدا نصیب فرمادے تو اس کا انکار ممکن نہیں اب ہم جہر ثابت کرتے
 ہیں وہ بھی عمل انکار نہیں اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فاذا قرأ اللہ
 کذا کر کہ اباہ کرا و اشد ذکر۔ یعنی تم ذکر کرو اللہ کا جیسا کہ ذکر کرتے ہو اپنے باپوں
 کا یا اس سے زیادہ اور یہ ظاہر ہے کہ باپوں کا ذکر کوئی آہستہ یا کان میں نہیں کرتا بلکہ
 جہر سے ذکر کرتے ہیں پس اللہ کا ذکر بھی اتنے ہی جہر سے یا اس سے زیادہ سے
 کرنا چاہیے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے واذکر اللہ وحدا لا شما زت
 قلوب الذین لا یوسنون بالآخرۃ واذا ذکرنا للذین من دونہ اذا ہر یستبشرون
 یعنی جس وقت کہ ذکر کیا جاتا ہے خدا کا پریشان ہوتے ہیں دل ان کے جو ایمان نہیں
 رکھتے ہیں قیامت پر اور جس وقت کہ ذکر کئے جاتے ہیں وہ کہ سوائے خدا کے ہیں
 تو ناگاہ وہ خوش ہوتے ہیں اس آیت شریفہ سے بھی معلوم ہوا کہ ضرور سنتے

کہ وہ جب ہی ناخوش اور پریشان ہو سکتے تھے کہ جب سنتے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ ضرور سنتے تھے اور ناخوش ہوتے تھے۔ پس حیرت ثابت ہو گیا اور اس آیت شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکر الہی سن کر ناخوش ہونا بے ایمانوں کا کام ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی الدرداء قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ و ترفع الاصوات ولها نور ساطع الی عنان السماء فقال له عمر حلقۃ یدکر دن اللہ جماعۃ بالصوت فقال له مر معی فساہر معہ عملی ان وصل الیہم فجلس الیہم فی وسطہم و قال غفر اللہ لہم ساء لکنہم الجبنۃ۔ یعنی ابو درداری نے کہا کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آوازیں بلند ہوئیں اور ان آوازوں کے ساتھ آسمان سے نور طبع ہوا پس کہا خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک حلقہ سے مسلمانوں کا ذکر کرتے ہیں اللہ کا جنت کے ساتھ بلند آواز سے۔ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چل میرے ساتھ پس حضرت عمر جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ اس حلقہ تک پہنچے پس ان لوگوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بخش دیا اللہ نے ان کو اور جگہ دی عن سبحانہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں اس حدیث سے چہر کے ساتھ ذکر اور جماعت و حلقہ کی تفصیل ثابت ہوئی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ عن عبد اللہ ابن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوٰۃ یقول بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ اس حدیث سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز

سے فارغ ہونے کے بعد ذکر باجمہر کرنا ثابت ہوا۔ اور اس مضمون میں انہیں عبداللہ
 بن زبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم اذا سلم من صلوٰۃ
 يقول بصوتہ الا اعلن لا اله الا الله وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد
 وهو علی کل شیء قدير لا حول ولا قوا الا باللہ العلی لعظیم لا اله الا
 الله ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا اله
 الا الله مخلصین لہ الدین ولو کفر الکافرون۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول الله تعالى انا
 عند ظن عبدي بي وانا معه اذا ذكرني فان ذكرني في نفسي ذكرته في نفسي
 وان ذكرني في ملأ ذكرته في ملأ خیر منهم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے بندے کے گان کے نزدیک
 ہوں جو میرے ساتھ رہتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں جس وقت کہ مجھ کو
 یاد کرتا ہے پس اگر یاد کرے مجھ کو اپنے جی میں یاد کروں گا میں اس کو اپنے نفس
 میں اور اگر یاد کرے گا مجھ کو جماعت میں یاد کروں گا میں اس کو جماعت میں کہ بہتر
 اس جماعت سے ہے علامہ بخاری نے لکھا ہے کہ اس میں ذکر باجمہر کے جواز کی دلیل
 ہے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الذکر فی الملاء لا یكون الا
 عن جهر فدل الحدیث علی جوازہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ادا
 نقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعه فانه ادا یعنی ایک شخص بلند کرتا تھا
 آواز ساتھ ذکر کے پس کہا ایک شخص نے کہ اگر یہ پست کرتا اپنی آواز کو تو بہتر ہوتا تو فرمایا

اذا ختم القرآن جمع اہلہ ودعاء واخرج ابی داؤد عن الحسن بن عیینہ قال ارسل
 الی مجاہد وعندہ ابو امامۃ وقال انا ارسلنا الیک لانا اردنا ان ختم القرآن والدعاء
 یتجاب عند ختم القرآن واخرج مجاہد قال کافوا یجتمعون عند ختم القرآن
 ویقول عند تنزل الرحمۃ - یعنی ختم قرآن کے دن روزہ رکھنا سنت ہے اس کو
 ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے نقل کیا اور اہل واجاب کا جمع ہونا بھی
 مسنون ہے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ وہ جب قرآن پاک
 ختم فرماتے تھے اپنے اہل کو جمع فرما کر دعا کرتے تھے۔ ابو داؤد نے حکم بن عیینہ سے
 روایت کی انہوں نے کہا میرے پاس مجاہد نے کسی کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس
 وقت ان کے پاس ابن ابی امامہ تھے۔ دونوں صاحبوں نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے
 پاس اس لئے بلانے والے کو بھیجا کہ ہمارا ارادہ قرآن پاک کے ختم کرنے کا ہے اور ختم
 قرآن کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے۔ مجاہد نے نقل کیا کہ اسلاف ختم قرآن کے
 وقت جمع ہوتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ختم کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔
 اس سے معلوم ہوا کہ ختم قرآن کی خوشی و اہتمام اور اہل واجاب کو جمع کرنا اور
 دعا مسنون و مستحب ہے۔ بزرگان دین صحابہ و تابعین سب کا معمول رہا ہے یہ وقت
 قبول دعا رکھنے کے لئے بہت قیمتی ہے۔ اس کو یہ عبارتیں دکھاؤ۔ مگر امید
 نہیں کہ وہ اپنی ضد سے باز آئے۔ اللہ تعالیٰ آنکھ عطا فرمائے۔ اور ہدایت فرمائے۔
 آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا سلم من الوتر قال سبحان الملك القدوس
 تین مرتبہ اور تیسری مرتبہ اپنی آواز بلند فرمایا کرتے تھے اور وارو ہے قال عمر رضی
 اللہ عنہ الذکر یا رسول اللہ بالجہر او بالسری فقال له يقول اللہ تعالیٰ من ذکر فی
 بالسری ذکرته بالسری ومن ذکر فی بالجہر ذکرته بالجہر اور حدیث میں
 ہے۔ وعن معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی
 خلقہ من اصحابہ یدکرون بالصوت فقال لہم بشری لکم بالجنان
 والمحور والولدان۔ اور مروی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ انہوں نے سنا یا
 سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ دلنی علی اقرب
 الطريق الی اللہ تعالیٰ واسهلها علی عبادہ وافضلها عند اللہ تعالیٰ فقال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی علیک بمسدا وسمۃ ذکر اللہ تعالیٰ سرار جمہل فقال
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کل الناس ذاکر انما اسرید ان تخفی بشیئ فقال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ما قلت انا والنبیون من قبلی
 لا الہ الا اللہ ولوان لہل السموات السبع والارض فی کفہ ولا الہ
 الا اللہ فی کفہ لوجحت بہن لا الہ الا اللہ۔ (الحديث) اب کہا تک
 حدیث نقل کروں کہ یہ خزانہ بے نہایت ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہم کو اسی لئے
 پیدا کیا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں چنانچہ ارشاد فرمایا یا دما خلقت الجن والانس
 الا لیعبدون اور عبادت معرفت پر موقوف جب معبود کو نہ جانیں عبادت کس
 کی کریں۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ التوحید سراس الطاعات پس ہماری خلقت

کا سبب توحید کا معلوم کرنا ہے اور اسی کے ظاہر کرنے کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان اس کلمہ توحید کے ظاہر کرنے اور پکار کر پڑھنے سے کیوں ناراض ہیں تمام احادیث و آیات اور تمام احکام شرع کی اصل اور غرض یہی توحید ہے مسلمانوں کو مشرکوں سے ایسی امتیاز دین کی کتابوں میں اس کی بحث ہے جس کو تمام کر کے لکھ دینا میری قوت سے باہر ہے لہذا اسی قدر احادیث و آیات پر اکتفا کرے عبارات فقہ اور اقوال اکابر دین سے اس مسئلہ پر استدلال کرتا ہوں۔ وبائتہ التوفیق۔

فتاویٰ خیر میں ہے۔ حلق الذکر و انشاء القصائد قد جاء في

الحدیث كما اقتضى عليه نحو دان ذکر فی ملائ ذکر تہ فی ملا خیر منہم رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ و احمد باسناد صحیح و الذکر فی المسائل لا یكون الاجملا۔ رد المحتار میں ہے اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد و غیرہا الا ان یشوش جہرہ علی ناشر او مصل او قارئ فتاویٰ عالمگیری میں ہے واما التبیح و التحلیل

لاباس بذالک و ان رفع صوته کذا فی الفتاویٰ الہکبری۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللغات کی پہلی جلد باب الذکر بعد الصلوۃ میں تحریر فرمایا ہے۔ "بدانکہ جہر بکر مطلقا و بعد از نماز شروع است و ایشادہ است

در و سے احادیث اور اسی فصل میں ہے "در صحیحین از ابن عباس آمدہ کہ رفع صوت بذكر وقت انصرام مردم از نماز فرض در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہود بود" اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ قول الجہل میں فرماتے ہیں

وینبغي ان يجتمع اهل السلوك حلقة بعد الفجر والعصر يذكر الله على وجهه الجمعية فمن ذلك فوائد لا توجد في الوحدة. رد المنار کی جلد خامس میں ہے واما رفع الصوت بالذكر فجاز حكما في الاذان والخطبة والجمعة والحج، نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول البیہقی میں رقم فرمایا ہے۔ ولہ بابان باب فوقانی و باب تحتانی اما الباب فوقانی ففتحہ بالذکر الجلی واما التحتانی ففتحہ بالذکر الخفی۔ اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز سورہ مزمل میں تحت آیت کریمہ واذکرا اسم ربکم کے فرماتے ہیں وادکن نام پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت و ہر شغل و ہمراہ ہر عبادت خواہ در اثنا آن در اول و آخر آن خواہ بزبان و خواہ بقلب و خواہ بر دہ و خواہ بسر و خواہ بخی و خواہ بجلی و خواہ بنفس و خواہ در روز و خواہ در شب ذکر سانی و خواہ بچہر با شد و خواہ بخیہ امام شعرانی اپنی کتاب "ذکر الذاکر للذکر و ذکر الشاکر للشکر" اجمع العلماء سلفا و خلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعتہ فی المساجد من غیر تکبیر الا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائلا و مصل او قاری کما هو المقرر فی کتب الفقہ۔ فقہ ابو اللیث ثمری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنبیہ میں فرماتے ہیں ان حرمة المسجد خمسة عشر و ذکر من جملتها ان لا یروع فیہ الصوت فی غیر ذکر اللہ۔

اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ حصین کی شرح میں تحت حدیث ان ذکر فی نفسہ ذکر تہ فی نفسی وان ذکر فی ملأ ذکر تہ

فی ملاء خیر منہر کے لکھتے ہیں کہ "در حدیث مذکور اشارت است بسوئے آنکہ ملائکہ را بر ذکر قلبی اطلاعی نیست مگر آنکہ خداوند تعالیٰ مطلع سازد بسوئے آنکہ چہرہ رواست بے کراہت و سنت اختلاف دارند درین کہ ذکر خفی افضل است یا چہری محبت مرجح خفی نیست کہ عمل سبتر افضل است و محبت مرجح چہری آنست کہ عمل در چہری اکثر است یا آنکہ در اول تنبہ دیگران ہست و صحیح کہ چہرہ با حضور دل افضل است از ذکر خفی۔"

اور مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ مکتوب یا زوہم میں فرماتے ہیں کہ "بعد حمد و صلوٰۃ مخفی نہ ساند کہ طائفہ از فقہائے حقیقیہ رحمۃ اللہ علیہ در انکار ذکر چہرہ غلو نموده و طائفہ در پے فضل چہرہ بر خفی افتاد و ہر دو فریق براہ افراط و تفریط افتند و از بحث انصاف سخن نہ گفتند و تعلیم کلمہ طیبہ ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ بھیر کہ از حدیث شد ادبن اوس ثابت شدہ است بچہرہ متوسطا ہر دو نہ بچہرہ کذالی و گفتگو در جواز و عدم جواز چہرہ نیست بلکہ در فضل یکی بر دیگرے ست پس دعوائے فضل ذکر چہرہ مطلق بر ذکر خفی انکار نصوص و انکار جمیع اقسام ذکر چہرہ نیز ہی حکم دارد۔"

شاہ ولی محدث دہلوی اپنے رسالہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں قال اللہ تعالیٰ اذکر اللہ ذکر اکثیرا یعنی یاد کنید خدائے عزوجل را یاد کرنی بسیار پس یکی از خصائص ذکر آنست کہ بیچ وقت منع نیست بلکہ ہر اوقات ماجر است نقل ست از حضرت بندگان شیخ عبد اللہ قدس سرہ مرافقہ نمودہ اند کہ پیر دستگیر حضرت قطب الدین حاجی قدس سرہ میگفتہ کہ اوائل چہرہ دو از وہ سال گفتم از صبح تا شام و از شام تا صبح فائدہ کہ در ذکر چہرہ یافتہم در بیچ عبادت نیافتہم چوں ختم قرآن میکردم کم از سہ ختمی نمی

کرم وچوں نماز میگزاردم کتر از ہزار رکعت نمی گزاردم وچوں دعوت اسما میگردم کتر از
 یکس بار نمی خواندم قائل شدم کہ در ذکر دیدم و در سچ یکے از مینا ندیدم؟
 اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ ذکر خدا سے تعالیٰ عزوجل باواز بلند کھڑے ہو کر یا
 بیٹھ کر شریعت سے ثابت ہے اور حلقہ کا ہوا از بھی مذکور ہوا مزید اطمینان کے لئے ایک
 حدیث اور بھی لکھی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 اجمعین سے فرمایا کہ اذامہر تہم بربا من الجنة فارفعوا بربا من الجنة قالوا
 وما بربا من الجنة قال حلق الذکر۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ذکر کے حلقوں کو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا باغ اور ان میں شریک ہونے والوں کو ان
 باغوں میں چرنے والا فرمایا ہے۔ اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ذکر کے حلقے شروع اور
 موجب ثواب ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت خوبیاں مذکور ہیں جو اس وقت نظر
 اختصار چھوڑی جاتی ہیں رہا یہ امر کہ جہر یا میں داخل ہے یا نہیں تو اس کا جواب ہے
 کہ ریا کے معنی کسی کام کو صرف دکھاوے کے لئے کرنا اور اپنے ہم چشموں میں ممتاز بننا
 ہے کوئی فعل اس کے ساتھ خاص نہیں کہ فلاں فعل میں ضرور ریا ہو گا بلکہ ریا صرف
 غافل کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر اس نے فعل اللہ کے لئے خلوص سے نہیں
 کیا بلکہ یہ لحاظ رکھا کہ میرے اس کام کو دیکھ کر لوگ مجھے ستی یا زاہد یا ذاکر یا مثل اس
 کے جانیں گے تو بیشک یہ حرکت نہایت مذہوم ہے اور اس کو شرک خفی کہتے ہیں۔
 حدیثوں میں اس کی سخت ممانعت مذکور ہے ہاں بعض افعال کو مثل روزے اور
 اذان کے سرور اگر صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کیا ہے کہ ان میں ریا نہیں ہوتا

بہر صورت کسی پر ریا کا حکم کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے بیان پر یہ حکم کیا گیا ہے جب تو اس شخص کے حق میں صحیح ہے یا بیان پر نہیں تو ریا کا حکم کرنا بہت سخت نالائق حرکت ہے اس لئے کہ اس پر گویا نیت پر آگاہ ہونے کا دعویٰ ہے اور یہ ہر کس و ناکس سے ممکن نہیں تو کم از کم جھوٹ اور بہتان ہے یا صرف یہ گمان کہ ذاکر چہرے اظہار بستگی کے سوا کچھ نہیں چاہتے تو یہ گمان خود مسلمان کے حق میں ناجائز ہے چنانچہ فرمایا اللہ جل شانہ نے یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اشعر اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظنوا المومنین خیرا۔ یہ بھی ذاکرین کی خوش نصیبی ہے کہ لوگ انہیں ریا کار بتلائیں اس لئے کہ ایک تو ان کو حسد ملیں گے دوسرے ذاکر کا کمال یہ ہے کہ لوگ ذاکر کو ریا کار کہنے لگیں یا پاگل اور دیوانہ بتائیں۔ چنانچہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکروا للہ ذکرہ حتی یقول المنافقون انکم تراءون خلاصہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ تم یہاں تک ذکر کرو کہ منافق تم کو ریا کار کہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاکرین کو ریا کار کہنا منافقوں کی شان ہے پس مسلمان پر لازم ہے کہ منافقوں کی شان ز اختیار کرے اور ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذکروا للہ حتی یقولون انہ مجنون اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذکر الہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ پاگل کہنے لگیں پس خوشا نصیب اس گروہ کے جنہوں نے یہاں تک ذکر کی کثرت کی جہاں تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی تھی۔ ذکر کا سنت ہونا اور بخوبی ثابت ہو گیا اور سنت

کا استخفاف اور عداوت کفر ہے پس مسلمانوں کو آگاہ ہونا چاہیے کہ وہ اس کی حقارت نہ
 کریں اور دعوت نہ بتائیں چونکہ ذکر کی سنیت ثابت ہو چکی ہے اس لئے اس کا رخ کرنے
 والا مانع الخیر میں سے ہے۔ امام ہمام ابو حنیفہ کو انی رحمۃ اللہ علیہ جن کے مقلد دنیا میں
 بکثرت پائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں تو تقریباً سب مسلمان انہیں کے مقلد
 ہیں انہوں نے ذکر بعد الصلوٰۃ سے منع کرنے والے کو رافضی بتایا ہے۔ اور مانع ذکر
 کے لئے سزا کیا جانا تکمیل فرمایا ہے۔ چنانچہ شرح صفائے کتب ہے۔ مسئلہ عن امام
 المسلمین ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عن الذین یمنعون الکلمۃ
 الطیبۃ بعد اداء الصلوٰۃ فقال ہما الراہیون لان فی ہذہ القول
 خلاف فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ رضوان اللہ علیہم
 اجمعین لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان یجمع مع اصحابہ
 الکلمۃ الطیبۃ بعد اداء الصلوٰۃ متصلاً بمرجلا یدکر اللہ تعالیٰ
 جملہ واخر یمنعہ یعزہا للمانع لانه منع امر اللہ تعالیٰ لقولہ تعالیٰ
 ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ یعنی سسل وجملہ۔ ہا کسی پیر بزرگ کا
 کسی شخص کے یہاں مدعو ہونا اس کو حلقہ ذکر میں کچھ دخل نہیں کسی کے دعوت کرنے
 سے حلقہ ذکر کا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ ذکر کرنے سے دعوت حرام یا مکروہ ہو سکتی ذکر
 ایک امر مستحب ہے کسی کے کہنے سے یا بے کسی وقت میں یا غیر میں کسی
 زمانہ مقرر یا کسی مکان مقرر یا غیر مقرر میں کہیں ہو بے شک مستحب ہے اور ابھی اس
 کا استنباب قرآن شریف اور احادیث و اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور

عبارات فقہ اور اقوال علماء معتبرین و مفسرین سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے پس وہ
 کسی جگہ کسی کے کہنے سے یا بے کہے ہیرے یا بے ہیرے کے جماعت سے یا
 بے جماعت کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کھانا کھا کر سے یا بے کھانے کسی طرح سے
 کیا جائے مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وصلى
 الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله واصحابه وازواجه وذرياته
 وسلم حرره العبد المسكين راجی شفاعۃ سید المرسلین سید
 محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین المداہی غفرلہ الہادی فی یوم
 الثانی والعشرون من شهر رمضان سنۃ ۱۲۲۳ الف وثلثمائة وثلث عشر
 من ہجری سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلى آله وصحبه وسلم۔

ک۔ العبد المعتمد مجاہد المتین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین
 ۲۲، رمضان المبارک ۱۲۲۳ھ

مجموعہ مسائل متعلقاً ختم قرآن و رمضان و عید

ماہ رمضان المبارک میں مسلمان بالعموم عبادت کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں نمازوں میں زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ خیرات و حسنات کی کثرت کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے سننے سے روحانی لذتیں اٹھاتے ہیں اس زمانہ میں وعظ و نصیحت ان کے نرم قلوب پر اور زیادہ اثر کرتی ہیں۔ مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوئی اور یاد الہی سے معمور رہتی ہیں۔ جا بجا حافظ کرام قرآن کریم سناتے ہیں ایک ایک مسجد میں کئی کئی ختم ہو جاتے ہیں اس پر بھی سننے والوں کی رغبت پیا سی ہی رہتی ہے۔ شبینے ہوتے ہیں کیسے کیسے نفیس پڑھنے والے قرآن کریم کو ترنیل کے ساتھ شبینوں میں پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہ ماہ مبارک اعمال حسنہ کے مہینہ کا عالم بہار ہوتا ہے۔ یشر کے عاشق دن بھر روزہ دار رہ کر شب کو یاد الہی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ جماعتوں کی جماعتیں مسجدوں کی طرف چلی جاتی ہیں راستے نمازیوں سے بھرے نظر آتے ہیں۔ تراویح میں قرآن پاک سنائے جاتے ہیں۔ ختم کے روز مساجد میں نزالی زیب و زینت ہوتی ہے۔ برکات قرآن کے لئے مجمع اتنا کثیر ہوتا ہے کہ مساجد میں گنجائش نہیں رہتی۔ حنا اپنے احباب کو جمع کرتے ہیں حافظوں کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔ جب حافظ صاحب سورہ اخلاص پر پہنچتے ہیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم چہرے پڑھتے ہیں اور سورہ اخلاص کی تین مرتبہ تکرار کرنے میں ختم قرآن

ہونے کے بعد آخر رکعت میں سورہ بقرہ پغلون تک پڑھتے ہیں ختم ہونے پر مسلمان اپنے اوپر دم کراتے ہیں۔ کوئی پانی لاتا ہے کوئی الاچی، اجوان زیرہ تک کھجور سرسہ پر دم کراتا ہے۔ پھر چیزیں ایک دوسرے کو تبرک کے لئے دیتے ہیں۔ بعد ختم خشوع و خضوع کے ساتھ اسلام و مسلمین کے لئے دارین کی دعا میں کی جاتی ہیں بندے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کے حضور سوال کے ساتھ پھیلا کر مانگتے ہیں آخر میں کہیں پنج آیات پڑھ کر بغیر اس کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں رمضان مبارک کے اخیر عجب کو خطبہ الوداع پڑھا جاتا ہے جس میں رمضان المبارک کے فضائل و برکات کا بیان ہوتا ہے اور اس ماہ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنت و خیرات کے ذخیرے جمع نہ کرنے پر حسرت و افسوس اور آئندہ کے لئے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب اور باقی ایام رمضان میں کثرت عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ و استغفار کرتے اور آئندہ کے لئے نیکی کا عزم کرتے ہیں عید کے روز عموماً سوٹیا پکیتی ہیں اور عید کی نماز کے بعد مسلمان باہم ملتے اور معافہ و مصافحہ کرتے ہیں۔ اس سے آپس میں محبت و اتحاد کے روابط مضبوط ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کشادہ دلی کے ساتھ اپنے دینی بھائی سے بغل گیر ہوتا ہے۔ مدتہائے دراز سے مسلمانوں کے یہ معمول ہیں اور بالعموم علماء و صلحا کا یہی طریقہ ہے سب اسی پر کار بند ہیں۔

بعضوں نے ان پر بہت سے امور کو ممنوع و ناجائز قرار دیا اور مسلمانوں کو ان سے روکنے کی بڑی کوشش کی اپنی مساجد میں بعد ختم تراویح و عطا کئے۔

ان وعظوں میں مذکورہ بالا امور سے بھی بہت سی باتوں کو منہ کیا۔ مثلاً ختم قرآن کے بعد باقی کسی چیز پر دم کرنا بدعت و بے اصل بتایا۔ خطبۃ الوداع کی سخت مخالفت کی کہ کو بدعت و ناجائز بتایا، بعد عید مصافحہ و مصافحہ کو بھی منہ کیا اور بدعت و ناروا کہا اس کے ساتھ ہی حسب عادت زیارت قبور کے لئے سفر اور فاتحہ گیارہویں ایصال ثواب کے دوسرے طریقوں میں اعتراض کئے جس سے بعض نادانوں اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ تردد ہو گیا۔ وہ دریافت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا امور جائز ہیں یا نہیں؟ اور ایسا کرنے میں شریعت کا مواخذہ اور گناہ تو نہیں ہے اس لئے براہ کرم ان امور کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کہ مسلمانوں کو مطہن فرمائیں۔ والسلام مع الکرام۔

المستفتی

محمد شوکت حسین شوکت مراد آبادی

الحمد لله العظیم الکریم الوہاب

بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ و نصلی علی ہرولہ الکریم

اما بعد۔ سائل نے مسطورہ ذیل امور کو دریافت کیا ہے۔ (۱) ختم قرآن پاک کی خوشی اور اہتمام (۲) ختم کے لئے مسلمانوں کا اجتماع اور احباب کو جمع کرنا، (۳) تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا جہر (۴) سورۃ اخلاص کی تکرار (۵) بعد ختم قرآن سورۃ فاتحہ و بقرہ

تأملون پڑھنا (۷) دعا بعد ختم قرآن پاک (۸) پنجائیت (۸) تقسیم شیرینی (۹) خطبہ الوداع
(۱۰) عید کی سویاں (۱۱) معانقہ و مصافحہ عید۔ اب ان میں سے جدا جدا ہر ایک کے متعلق
ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

ختم قرآن پاک پر خوشی اور اس کیلئے احباب کا اجتماع | قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بڑی
عظیم و بیل نعمت ہے امام

بخاری و مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث روایت کی اس میں ہے
لا حسد الا علی اشنین رجل اتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار
ورجل اتاه الله مالا فهو ينفق منه آناء الليل وآناء النهار۔ یعنی رشک دو
شخصوں پر محمود ہے ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک سے سرفراز فرمایا اور
وہ اوقات لیل و نہار میں شب و روز قرآن پاک کے ساتھ مشغول رہتا ہے دوسرا
وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ رات دن اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ دونوں
قابل رشک ہیں یعنی انسان کو ان کی ایسی نعمت کے حاصل ہونے کی آرزو کرنا چاہیے
امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرو القرآن فإنه يأتي يوم القيمة شفيعاً
لاصحابه یعنی قرآن پاک پڑھو کہ وہ روز قیامت اپنے اصحاب کے لئے شفیع ہو کر
آئے گا۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الذی یس فی جوفہ شی من القرآن
marfat.com

جاتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ نور و نمازکم بالصلوة و قرأة القرآن یعنی اپنے مکاؤں کو نماز اور قرآن پاک کی قرات سے نور کرو۔ اور حضرت نعمان بن بشیر سے حدیث روایت کی افضل عبادۃ امتی قرأة القرآن میری امت کی بہترین عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے۔

یہ چند احادیث ذکر کی گئیں اور فضائل قرآن میں بکثرت احادیث وارد ہیں فی الواقع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ ہم کو یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ عطا ہوئی، ورنہ کیا ہم اور کیا ہمارا منہ سوائے حضرت جبریل مین علیہ السلام کے ملائکہ کی مقدس جماعتیں اس دولت سے بہر مند نہیں۔ اتقان میں ہے قال ابن الصالح فنادوا قراءۃ القرآن کلمۃ اکرم اللہ البشر فقد وردان الملائکۃ لریعطوا ذلک وانہا حریصۃ علی اسماعہ من الانس۔ یعنی ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ قرآن پاک کی قرات ایک کرامت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نہان کو مشرف فرمایا۔ حدیث میں وارد ہوا کہ ملائکہ کو یہ نعمت نہیں دی گئی اور وہ انسان سے قرآن پاک سننے کے آرزو مند رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا نعمت ہے کیا کرم ہے۔ اس پر جتنی خوشی کی جائے جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس لئے ختم کے روز روز رکھنا اعزاد احباب کو جمع کرنا سنون و مستحب ہے۔ اتقان میں ہے۔ یسن صومریو مل الختم اخرجه ابن ابی داؤد عن جماعہ من التابعین وان یحضرة املہ و اصدقاء اخرج الطبرانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان

لبیت الخباب جس کے دل میں قرآن بالکل نہ ہو وہ دیرانہ گھر کی طرح ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قراء حرفاً من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر مثالیہا۔ جس شخص نے قرآن پاک کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی برابر دس نیکیوں کے ہے۔ سبحان اللہ جب ایک ایک حرف کا اتنا عظیم ثواب ہے تو تمام قرآن پاک کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

امام احمد ابو داؤد نے حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قراء القرآن وعمل بہا فیہ البس الدنیا کا تا جابو العقیمة ضوء احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو كانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بہذا۔ یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کے مطابق عمل کیا روز قیامت اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی بہت بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے دنیا کے گھروں میں اگر ہو آفتاب ہمارے گھروں میں تو ہمارا کیا لگان ہے اس کے حق میں جس نے اس پر عمل کیا۔

امام بیہقی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی البیت الذی یقرء فیہ القرآن یتوزن لاهل السماء کما یتوزن النجوم لاهل الارض جس مکان میں قرآن پاک پڑھا جاتا ہے وہ آسمان والوں کے لئے ایسا وزن کیا جاتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے زمین کے لئے

۳۔ تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا بہرہ | تراویح میں ایک مرتبہ بسم اللہ کا بہرہ

کسی ایک مقام پر جائز ہے کیونکہ

حنفیہ کے نزدیک اگر بسم اللہ از من الرحیم سورہ فاتحہ یا اور کسی سورہ کا جزو نہیں لیکن آیت

ہے تو تکمیل ختم کے لئے اس کو بہرہ سے پڑھنا چاہیے ورنہ ایک آیت رہ جائے گی اور ختم

نا تمام ہوگا خواہ بسم اللہ کو سورہ اخلاص کے ساتھ پڑھا جائے یا اور کسی موقع پر تفسیر مدارک

میں ہے ان التسمیۃ آیتہ من القرآن انزلت للفصل بین الصور عند ما ذکرہ

فخر الاسلام فی المبسوط تفسیر علامہ ابی السود میں ہے قیل انھا آیت فذۃ من القرآن

انزلت للفصل والتبرک بہا وهو الصحیح من مذہب الحنفیۃ بغنیۃ المستملی شرع

منیہ میں ہے واجتماع الصحابة علی اثباتها فی المصحف لا یلزم منه انها آیت

من کل سورۃ بل اللازم منه مع الامر بالتجريد عن غیر القرآن وبہ نقول

انھا آیت منه نزل للفصل بین السور کذا فی عامۃ کتب الفقہ واللہ سبحنہ

تعالیٰ لعلم۔

۴۔ سورہ اخلاص تین بار پڑھنا | سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنا درستی کے

حدیث شریف میں وارد ہے قل هو

اللہ احد ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے چونکہ ختم کے روز اجتماع اور احباب

کا جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور کثرت سے لوگ آتے ہیں جو روزانہ حاضر نہ ہوتے

تھے اس لئے اس روز سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھی جاتی ہے تاکہ یہ لوگ بھی ایک

قرآن کا ثواب پالیں۔

اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کی تکمیل و ادائیگی کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو سورہ اخلاص کی تکرار سے وہ بھی پوری ہو جائے اتقان فی علوم القرآن میں ہے۔ عن الامام احمد انه منع من تکریر سورة الاخلاص عند الختم لحسن عمل الناس علی خلافتهم قال بعضهم والحكمة فيه ما ورد انها تعدل ثلث القرآن فيحصل بذلك ختمه فان قيل فكان ينبغي ان يقرأ اربعاً يحصل ختمان قلنا المقصود ان يكون علی یقین من حصول ختمه اما السی قرأها واما التي حصل ثوابها بتکریر السورة یعنی امام احمد نے ختم قرآن کے وقت سورہ اخلاص کی تکرار کو منع فرمایا لیکن عل لوگوں کا اس کے خلاف ہے بعض علماء نے فرمایا اس میں حکمت یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ سورہ اخلاص کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے تو اس سے ایک ختم حاصل ہو گا اگر کہا جائے کہ اس صورت میں مناسب تھا کہ سورہ اخلاص چار مرتبہ پڑھی جائے تاکہ دو ختم حاصل ہو جائیں تو ہم کہتے ہیں کہ مفید ہے کہ ایک ختم بتیقین کامل ہو جائے خواہ وہ جو پڑھایا وہ جس کا ثواب تکرار اخلاص سے حاصل ہوا اب ایسی برکت کو چھوڑ دینا اور اس میں بے فائدہ ضد کرنا محض نفسانیت و نادانی ہے۔ ولله سبحة تعالیٰ اعظم۔

۵۔ بعد ختم سورہ بقرہ تا مفلون پڑھنا | بعد ختم قرآن سورہ بقرہ تا مفلون پڑھنا
مسنون ہے اتقان میں ہے لیس

اذا فرغ من الختم ان یشرع فی اخری عقیب الختم لحديث الترمذی وعبارة حب الاعمال فی منه تعالیٰ الحال المرید الخدی بضرپ من اول

القلبان الى اخره ككلمة حال لم يخل واخرجه الدارمي بسند حسن عن ابن عباس عن ابی ابن كعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ الى ادلك هو المفلحون۔ اس کے معلوم ہوا کہ ترمذی و دارمی کی حدیثوں سے ختم قرآن پاک کے بعد سورہ فاتحہ و اول سورہ بقرہ کا نامظنون بڑھانا ثابت اور مستنون ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

۶۔ دُعَا بَعْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ | دُعَا بَعْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ بھی مستنون اور مستجاب ہے اور وقت قبولیت دُعَا رکھتا ہے۔ ابھی جو ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جواب نمبر ۵ میں نقل کر آئے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں ثُمَّ دُعَا بَعْدَ الْخُتْمَةِ جس سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد ختم قرآن دُعَا فرماتے تھے۔ اور نمبر ایک میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی گذرا۔ انہ کان اذا ختم القرآن جمع اہلہ و دُعَا کہ وہ حضرات جب قرآن پاک ختم فرماتے اپنے اہل کو جمع کرتے اور دُعَا کرتے تھے۔

اسی اتفاق میں بروایت ابن ابی داؤد حکم بن عیینہ سے مروی ہے کہ وہ مجاہد ابن ابی امامہ نے فرمایا الدعاء يستجاب عند ختم القرآن کہ دُعَا ختم قرآن کے وقت مقبول و مستجاب ہوتی ہے۔

اسی اتفاق میں ہے لیسن الدعاء عقب الختم لحديث الطبرانی عن العریاض بن ساریہ سرفوعاً من ختم القرآن فله دعوة مستجابة وفي الشعب

من حدیث انس مرفوع عام کل ختمۃ دعوة مستجابة۔ یعنی بعد ختم قرآن دعا مسنون ہے اس لئے طبرانی وغیرہ کی حدیث میں عریاض بن ساریہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے قرآن پاک ختم کیا اس کی دعا مستجاب ہے۔ اور شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعاً مروی ہے جس میں فرمایا ہر ختم کے بعد ایک دعا مستجاب ہے۔ اس لئے بعد ختم قرآن دعا کی جاتی ہے اس سے سنت بھی ادا ہوتی ہے اور مقاصد بھی حاصل ہوتے ہیں اور اسی لئے مسلمان اپنے اموات کے ایصالِ ثواب کے لئے جب نذیر یا عرس کہتے ہیں تو قرآن پاک ختم کراتے ہیں، تاکہ دعائے مغفرت بعد ختم قرآن مستجاب ہو۔ اور میت اہل عالم میں راحت و آرام پائے وہابیہ اپنی کم عقلی سے ان چیزوں کو بدعت کہتے ہیں جو مسنون ہیں اور جن کی حدیثوں میں ترغیب دلائی گئی ہے۔ یا تو بندگانِ حرم و ہوانے کتبِ دینیہ دیکھی ہی نہیں۔ اور احادیث تک ان کی نظر نہیں پہنچی۔ بعض اپنے تخیل سے جس چیز کو چاہا بدعت کہہ ڈالا یا دیدہ و دانستہ پیر کی طرف داری میں حق پوشی کی یہ ہے کہ پیر پرستی اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

۷۔ پنج آیت پڑھنا اور دم کرنا | پنج آیت پڑھنا اس طرح سے کہ ایک جماعت نوبت بنو بت قرآن کریم کی آیات و سورتیں

پڑھنا جائز ہے۔ اتفاق میں ہے۔ لا باس باجتماع الجماعة فی القلعة ولا بدارتها و ہي ان یقر بعض الجماعة قطعة ثم البعض قطعة بعدھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنج آیت پڑھنا جیسا کہ معمول ہے جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔

دم کرنا قرآن پاک پڑھ کر جائز ہے ماس کو مس کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی
 ہے بشکوۃ شریف میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
 مروی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ارہدی الی فراشہ کل لیلۃ
 جمیع کفیدہ ثمر نفث فیہما فقرء فیہما قل هو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق
 و قل اعوذ برب الناس ثمر یمسح ما استطاع من جسد ید یدہما علی
 راسہ و وجہہ و ما اقبل من جسد ید یفعل ذلک ثلاث مہلات۔ یعنی حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وقت خواب بستر مبارک پر تشریف لاتے ہر دو
 کف دست مبارک کو جمع کر کے ان میں دم کرتے اور سورہ قل ہو اللہ سورہ فلق و
 سورہ ناس پڑھتے۔ پھر دونوں مبارک ہاتھوں کو مہاں تک وہ ہاتھ پہنچ سکتے اپنے جسم
 مبارک پر پھیرتے سر مبارک چہرہ مبارک اور بدن اقدس کی سامنے کی جانب سے ابتدا
 فرماتے اور یہ عمل مبارک تین مرتبہ فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم پڑھ کر دم کرنا حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے۔ اور اس کو مس کرنا اور ناجائز بتانا جہل و نادانی ہے۔

اسی حدیث کے حاشیہ میں لغات سے منقول ہے قد روی انہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی مرضہ اخذ ید ید عائشہ فقرء و نفث فیہما د امرہا بامرہا علی
 جسدہ الشریف۔ یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے مرض کی حالت میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہر دو دست مبارک
 میں پڑھ کر دم فرماتے۔ اور ان مبارک ہاتھوں کو اپنے جسم مبارک پر پھیرنے کا حکم دیتے۔
 دیکھئے دم کرنا اور ہاتھوں کا بدن پر پھیرنا حدیث شریف سے ثابت اور

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک ہے اس کو ناجائز اور بدعت کہنا کیسا
 اندھا پن اور نابینائی ہے کیا ان بدعتیوں کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 افعال بھی بدعت ہو گئے۔ بقیہ ہزار تف اس باطل مذہب پر جس کی ضد اس درجہ کو پہنچ گئی
 کہ اس نے امور سنونہ افعال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدعت کہہ ڈالا۔ مگر اپنی اس بدعت
 میں وہ خود کہاں بچے گا اس سے کہو کہ گھر کی تو خبر لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ اور
 اپنے استاد الا سائذہ اور پیر پیراں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی کتاب قول
 جیل "پڑھے جس کی آٹھویں فصل میں لکھا ہے سمعہ یقول اذا ظہر مرض الحصینۃ
 فخذ خیطاً ازرق و اقرء سورۃ الرحمن و کلما مررت علی قولہ تعالیٰ فبای الاء
 ربکمما تکذبن فعقد عقدۃ فیہا و علق الخیط فی عنق الصبی یعافہ اللہ
 تعالیٰ من ذلک المرض۔ اس کا ترجمہ پیشوائے آل طائفہ مولوی خرم علی نے ان لفظوں
 میں کیا اور میں نے حضرت والد سے سنا فرماتے تھے جب چیچک کی بیماری ظاہر ہو
 تو نیلا تاگا لے اور اس پر سورہ رحمن پڑھ اور جتنی بار کہ فبای الاء ربکمما تکذبن پڑھیں تو ایک
 گروے اور اس پر چونک ڈال اور تلگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اس
 کو اس بیماری سے شفا دے گا۔"

اب دیکھئے یہ لوگ اپنے شیخ الشیخ پر کیا حکم لگاتے ہیں انہوں نے بھونکنے
 پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تاگا اور گرہ لگانا اور اضافہ فرمادیا ان کے نزدیک تو یہ دلیل بدعتیں ہیں
 ان کے متعلق بھی کچھ حکم صادر کریں۔

انہیں شاہ صاحب نے اسی فصل میں یہ بھی فرمایا والسی تہلص جنبہا

یاخذ خیطاً معصفاً علی مقدار طولها ویعقد علیہ تسع عقد ینفث فی کل
منها واصبر واما صبرك الا بالله الی حسنون وقل یا ایہا الکفرون الی اخرها
کا ترجمہ مولوی خرم علی نے یوں لکھا ہے: "اور جو عورت بچہ استعاط کر دیتی ہو تو ایک تا گام
کسم کار نکاس کے قدم کے برابر لے اور اس پر نو گرو لگا دے اور ہر گرو پر آیتہ خاصہ پڑھا
ما صبرك تا حسنون اور قل یا ایہا الکفرون پڑھے اور پھونکے۔"

کہیے، ڈورا اور کسم کار رنگ اور عورت کے قدم کی ناپ اور نو گرو ہیں اور پھر
پھونکنا بدعت ہو یا نہیں، اور ان کی اصل و نسل بدعتی ٹھہریں یا نہیں! اور اس پھونکنے
سے یہ لوگ نہ جیلے نہ پھکے اور زناہوں نے اپنے پیر کے حکموں کو بدعت بتایا پھونکنے
تو ہیں افعال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے افعال کو جرات کے ساتھ بدعت بتلیٹھتے ہیں
پیر سے عدوت نہیں جو ان کے افعال پر حکم لگائیں بشاۃ صائب نے اس قسم کی بدعت
کا انبار لگا دیا ہے! اسی فصل میں لکھتے ہیں ولعن بہ الخائفون یعقد علی سیر من الادیار
علی مقدار طول المریض احدی واربعین عقداً ینفث فی کل عقدۃ بسم
اللہ الرحمن الرحیم اعوذ بعزۃ اللہ الخ اس کا ترجمہ خرم علی نے یہ لکھا کہ "اور جس کی
گردن میں کنٹھ مالا ہو تو چڑے کے تسمے پر جو مریض کے قدم کے برابر ہوا کتا لیس گرو دے
اور ہر گرو پر یہ دعا پھونکے۔"

کہیے اب بھی اس پھونکنے سے تم بھی کچھ پھکے یا وہی ضد ہے! شاید کہو کہ
وہ پیر پرانے پرانے ہو گئے اب تو نئی ٹہنی نیا کھیل آج کل تو مولوی اشرف علی کی جلتی
ہے ان کے سامنے پروانوں کو کون پچھے، تو مولوی اشرف علی کا ترجمہ قرآن اٹھالائے۔

اور سورہ فاتحہ کے خواص دیکھے جہاں وہ لکھتے ہیں کہ "امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ احمد شریف چالیس بار پانی پر دم کر کے بخار والوں کے منہ پر چھینا دے تو انشاء اللہ تعالیٰ بخار دفع ہو۔ (در النظم) آنکھ کے درد کے لئے فجر کی سنت و فرض کے درمیان اکتالیس بار دم کرنے سے درد جاتا ہے۔

اب دیکھئے ان کے دین کے اس نئے مجتہد نے پانی پر دم کرنے کا بھی حکم دیا اور مریض پر دم کرنے کا بھی۔ اور اسی ترجمہ میں ہیں بحوالہ تفسیر عزیزی لکھا ہے کہ ہر قسم کے درد کے لئے سات بار پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

دیکھنا ہے کہ اب یہ کیا کہتے ہیں اپنے اس حکم کو غلط مانتے ہیں یا اپنے نئے پرانے پیروں کو بدعتی گردانتے ہیں۔ یہ حقیقت ہوتی ہے ان بدعتوں کی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

تقسیم شیرینی | ختم قرآن کریم کے بعد تقسیم شیرینی کا طریقہ مسلمانوں میں صدیوں سے ملائکہ رانگ و معمول ہے اور علما و صلحا کا اس پر عمل رہا ہے اور صاحبین کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو محبوب و پسندیدہ ہے اسی راستہ پر چلنے کی دعا سورہ فاتحہ یقین فرمائی گئی۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمت فرمائی اور وہ حضرات جو منعم علیہم ہیں اور نعمت الہی کے ساتھ امتیاز رکھتے ہیں وہ چار گروہ ہیں جن میں سے اخیر صاحبین ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ادلک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ صاحبین منعم علیہم ہیں۔ ان پر انعام الہی ہے۔

اور مسلمانوں کو ان کی راہ ہدایت چاہنے کی سورۃ فاتحہ میں تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ صحابین کی راہ صراط مستقیم ہے تو جب تقسیم شیرینی کا عمل صحابین کا طریقہ ہے تو یقیناً صراط مستقیم میں داخل ہے اس کا انکار وہ کرے گا جو صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسوں کے شر سے بچائے۔ اور صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ حدیث شریفہ میں بھی اس مضمون کو صاف کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: **المسلمون حسنا فهو عند الله حسن**۔ جس چیز کو مسلمانوں نے اچھا جانا وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔

جواب نمبر ۱ میں جو احادیث گزری ہیں ان سے ثابت ہے کہ ختم قرآن پاک کے لئے اہتمام اور خوشی اور احباب کا جمع کرنا طریقہ صحابہ کرام ہے شیرینی کی تقسیم بھی ختم کی خوشی کا ایک طریقہ ہے لہذا بے شبہ مستحسن ہے بعض جاہل جو اپنی نمود پر مرتے ہیں ختم سے ایک یا دو روز پہلے شیرینی تقسیم کر دیتے ہیں گویا ان کے نزدیک تقسیم شیرینی تو ضرور ہے مگر وقت ختم ہونا اس کا قائل مترافق ہے۔ یہ عمل ان کی جہالت اور طریق صحابہ سے ناواقفیت ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین ختم کے لئے اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ غیر رمضان میں بھی ختم کے لئے روزہ رکھتے تھے اسی دن اہل و احباب کو جمع کرتے تھے۔ لوگوں کو بلاتے تھے پھر ختم کے دن میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس شیرینی پر اگر دم کر دیا جائے تو وہ تبرک ہو اور اس سے مسلمان منتفع ہوں۔ وہ اگر قرآن کریم کی برکت کے اگر دل سے قائل ہوتے تو وہ اس تبرک کی دل سے قدر کرتے۔ لیکن ان کے نزدیک تو حلال کھانا اور لذت و طیب غذا میں بھی قرآن پاک پڑھنے سے معاذ اللہ خراب ہو جاتی ہیں اس لئے وہ

فاتحہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ اور فاتحہ کے کھانے کو نظر حار سے دیکھتے ہیں اگر انہیں قرآن پاک کی برکت کا اعتقاد ہوتا تو ہرگز طعام فاتحہ کو برا نہ سمجھتے اور ختم قرآن پاک کے منکر نہ ہوتے واللہ یہدی من یشاء الی سوا السبیل۔

خطبۃ الوداع خطبۃ الوداع میں ان دہائیہ نے نہایت شور و غل مچایا اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل

موجود نہیں ہے اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا ایک فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کر سکے ہیں مگر ان کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں

اور اپنے خیال سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ منصب رسالت پر حملہ کرتے اور اس منصب عالی میں شرک کرتے ہیں اسی لئے

انہوں نے اسکان نظیر کا مسئلہ اٹھایا اسی لئے انبیاء کو بڑا بھائی بتایا۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اسی لئے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبیانی پسیدہ ہونا ممکن ٹھہرایا اور اس کو سنانی خاتم

نہ جانا اسی لئے اپنے بڑے بڑوں کو انبیاء کا استاد بھائی کہا اور ان کی طرف وحی باطنی آنے کا دعویٰ کیا چونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد واجب العمل اور دلیل شرعی ہیں۔

اور ان کا اتباع سب پر لازم ہے کسی کو حق نہیں کہ ان سے کسی حکم کی دلیل ملے۔ احکام ان کی طرف مفوض ہوتے ہیں ان کو بھی حرص ہوئی کہ وہ بھی شارع بنیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والسلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کر کے دنیا پر اپنا حکم چلائیں اس لئے انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ جس چیز کو چاہا ہے دلیل ممنوع و ناجائز کہہ دیا۔ خطبۃ الوداع کی طرح

ناجائز ہو گیا خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں ان میں سے کوئی نہ ان میں نہیں پائی

جاتی یا کوئی امر ممنوع اس میں داخل ہے؛ تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ رمضان مبارک کے گزرنے ہوئے الہام میں عمل خیر پر حسرت و افسوس اور بابت الہام کو غفلت میں گزارنے پر قلق و ملامت اور مہینہ کی رخصتی کے وقت اپنی گزشتہ کوتاہیوں کو مد نظر لاکر آئندہ کے لئے تیقظ و بیداری اور مسلمانوں کو عمل خیر کی ترغیب و تشویش یہ بہترین طریقہ تذکیر ہے اور اس میں نہایت نافع و سودمند نصیحت و ہند ہے اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں بھی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ بارگاہ الہی میں استغفار کرتے ہیں آئندہ کے لئے عمل نیک کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں اس تذکیر کو فقہانے سنت فرمایا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

عاشرھا العظیمة والتذکیر یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند و نصیحت ہے دہاویہ نے اس سنت کو بدعت و ناجائز کہہ دیا اس جرات کی کیا انتہا اور اس بے باکی کی کیا حد کہ شریعت ظاہرہ میں جو چیز سنت ہو یہ ظالم اس کو بدعت کہتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ بعینہ یہ الفاظ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تو بھی باطل ہے کیوں کہ سنت فقط پند و نصیحت ہے۔ خواہ وہ کسی عبادت سے بھی حاصل ہو نہ کہ خاص الفاظ اور یہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ و عبارتیں کب حضور سے منقول ہیں۔ اور کیوں یہ خاص حضوری کے خطبے نہیں پڑھتے نئے خطبے کیوں اپنی طرف سے گڑھنے ہیں ان کے گرد گھنٹال اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان میں انکا لکھا خطبہ چھاپا ہوا یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے درنہ کیا معنی کہ تہنارا بتایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو اور اکابر علماء دین کے خطبہ بدعت ہو جائیں بات یہ ہے کہ

دہابی کا عل اس کے قول پر لعنت کرتا رہتا ہے ان کے ٹکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور اور وہابیہ کا یہ بھی اعتراض ہے کہ اس جمعہ کو جمعۃ الوداع کیوں کہتے ہیں؛ مگر یہ ایسی لایعنی بات ہے کہ کوئی سمجھدار انسان اس طرح کی بات زبان پر لانا گوارا نہیں کرے گا کہ انہیں جانتا کہ رمضان مبارک کا سب سے پچھلا جمعہ جمعۃ اخیر اور وقت ووداع کا جمعہ ہے۔ اس کو جمعۃ الوداع کہہ دیا تو کیا بے جا کیا کہی دہابی یہ نہیں سوچتا کہ اس کو عبدالحق کیوں کہتے ہیں سارے ہی مسلمان عبدالحق ہیں اسی کو کیوں تخصیص ہے۔ اسی طرح رشید احمد خلیل احمد وغیرہ نام کیوں رکھے جاتے ہیں جمعۃ الوداع کو تو مناسبت بھی ہے۔ ان ناموں کو تو ان اشخاص کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں۔ پھر سجدوں کے نام رکھ لئے ہیں کسی سجدہ کا نام موتی مسجد نہ اس میں موتی لگے ہیں نہ ان میں موتی نام کوئی مرد یا عورت اس کا بانی تھا پھر یہ نام کیوں رکھے گئے اور سجدوں کے ایسے نام رکھنے کہیں فردن ثلثہ میں پائے گئے تھے۔ مدرسہ کا نام رکھ لیا مدرسۃ الغربا اس نام کی کیا سند ہے؛ پس ووداع نام سے چڑھے اور ہر چیز کا نام رکھتے پھرتے ہیں۔

عید کی سویاں | سویاں اگرچہ نہایت نفیس طیب اور لذیذ غذا ہے مگر حلو اور خوردن روئے باید "دہابیوں کی چڑھے اس سے بہت کھسکتے ہیں۔

لطافت طبع کا یہ عالم کہ کواہضم اس کا کھانا سوشہیدوں کا ثواب دہابیوں کو کپور سے بہت پسند ہیں فتاویٰ رشیدیہ میں اس کو جاز لکھا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں کی ہولی دیوالی کی کجوری پوری شوق سے کھاتے ہیں مگر شب برات کو مسلمان حلال مال سے جو پاکیزہ حلو تیار کرے اس سے بہت نفرت ہے۔ عید کے روز سویاں جو کمال غذا

کے ساتھ پکائی جاتی ہیں اس کی مخالفت میں دہابی بہت سرگرم رہتے ہیں پوچھئے یہ کیوں؟ کیا سیدہ ناباؤز ہے؟ یا سویوں میں کوئی ناجائز چیز پڑی ہے؟ یہ کہہ نہیں سکتے تو پھر ناجائز کیسے ہو گئیں۔ مگر وہابیہ نے قرآن پاک کے احکام نہیں دیکھے یا دیدہ و دانستہ قرآن پاک کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرُمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ ان پاک چیزوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا۔ اور حد سے نہ گزرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرے تمہارے گزرنے والوں کو۔ مگر وہابیہ نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ شبِ برات کے حلال طیب حلوی کو اور عید کے حلال و طیب سویوں کو بید مٹک ناجائز کہہ دیا اس میں قرآن کریم کی مخالفت ہے حکم الہی کی نافرمانی ہے۔ رہا یہ عذر کہ عید کے روز خاص کر سویوں کے پکانے کو منع کیا جاتا ہے تو اس میں دو غلطیاں ہیں۔ اول تو سویاں عید کے ساتھ خاص نہیں بکثرت لوگ دوسرے ایام میں بھی سویاں پکاتے ہیں رمضان المبارک میں بھی بکھتی ہیں اس کے بعد بھی بکھتی ہیں۔ عید کوئی بھی نہیں ہے جو پہنچتا ہو کہ عید کے سوا کسی دن سویاں کھانا جائز ہی نہیں ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اگر سویاں خاص عید کو ہی بکھتی ہوتی اور کسی نہ دن نہ پکھتیں مگر لوگ جانتے ہیں کہ دوسرے ایام میں بھی ان کا پکانا جائز ہے تو بھی اس کی نفی کی کیا وجہ ہے کیا عید کے روز حلال چیز پکانے سے حرام ہو جاتی ہے۔ شرع مطہر میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ عیدین کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت کے ایام ہیں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے یہاں ضیافت ہو تو حلال چیز بھی حرام ہو جائے۔ مگر لطف

یہ کہ جس طرح سویاں عید کو پکائی جاتی ہیں اسی طرح افطار میں سارے مہینہ دال سیو ہال میں رہتے ہیں اور وہابی خوب ان کے پھنکے اڑاتے ہیں کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کے گھر کی پکی ہوئی سیویاں تو ناجائز ہو گئیں اور ہندوؤں کے بنائے ہوئے دال سیو جائز ہی رہے؟ یہ شاید کانگریس کی محبت میں مورد عنایت ٹھہرے سیو اور سیویوں میں فرق کیلئے ہے، صنعت دونوں کی ایک طرح کی ہے سیویاں سیدہ کی ہوتی ہیں اور سیو بیسن کے مگر انہیں ناجائز کرنے میں ہندو دوستوں کی تجارت میں نقصان پہنچاتا تھا تو آج تک کسی وہابی مولوی نے بھی دال سیو سے افطار ممنوع و بدعت نہیں ٹھہرایا اس کے علاوہ فرق اور بھی ہے اور وہ یہ کہ افطار میں کھجور افضل ہے سیو اور دال کو کوئی فضیلت نہیں مگر عید کے روز سیویوں سے ایک سحاب ادا ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے "داسحاب فی عید الفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی ثم ثلاثۃ ادخا ادسبعا او اقل او اکثر بعد ان یکون دتراً والاماشاء من ای حلواکان کذا فی العینی شرح الھکذ۔ یعنی عبد الفطر کے دن نماز عید کو جانے سے قبل سحاب ہے کہ مسلمان کھجوریں تین یا پانچ یا سات یا کم زیادہ کھائے مگر ہوں دتر در نہ اگر کھجور نہ کھائے تو جو شیرینی چاہے۔"

فقہ کی کتابوں کا تو یہ حکم ہے کہ جو شیرینی چاہے کھائے اس کا کھانا اور وہابی مولوی کا یہ حکم کہ اگر مسلمان شیریں سیویاں کھانا چاہے تو ناجائز یہ حکم قرآن کے بھی خلاف اور فقہ کے بھی خلاف۔ بے دینوں نے شریعت کی مخالفت کو دین سمجھا ہے اور پھر اس پر وہ شدت ہے وہ سرگرمی ہے وہ کوششیں ہیں جو کسی امر حرام کے

روکنے کے لئے وہابیوں کو کبھی بستر آئیں۔

مصافحہ و معالفتہ | عید کے روز مصافحہ و معالفتہ کی ممانعت میں وہابیہ کو نہایت
اصرار ہے اور اس کو روکنے کے لئے وہ انتہائی کوششیں

کرتے ہیں اسے بدعت سیئہ و ناجائز بتاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مصافحہ اور
معالفتہ سنت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان دونوں کے
باب میں احادیث وارد ہیں۔

حدیث ۱: بخاری شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے قلت لانس اکانت المصافحة فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال نعم: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنہ سے دریافت کیا کہ کیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ تھا فرمایا کہ ہاں
حدیث ۲: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت برادر بن عازب سے

حدیث مرفوع روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلمین يلتقيان
فيتصافحان الا غفرا لهما قبل ان يتفرقا۔ کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ باہم
مل کر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔
حدیث ۳: بیہقی نے برادر بن عازب سے روایت کی کہ حضور سید

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلمان اذا تصافحا لم يبق بينهما ذنب الا سقط
و مسلمان جب باہم مصافحہ کرتے ہیں ان کے درمیان کوئی گناہ نہیں رہتا مگر ساقط
ہو جاتا ہے۔

حدیث: ابو داؤد نے یوب ابن بشیر سے روایت کی کہ وہ قبیلہ کے ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا ہل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصافحکم اذا لقیتہ قال ما لقیته قط الا صافحنی وبعث الی ذات یوم ولما کن فی اہلی فلما جمعت اخبرت فانیتہ فالتزمتی وکانت تلک اجود واجود یعنی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے تھے جب تم حضور سے ملتے حضرت ابو ذر نے فرمایا کہ میں حضور سے کبھی نہ ملا حضور نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک زبیری طرف آدمی بھیجا اور میں اپنی اہل میں نہ تھا پس جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور تخت پر جلوہ افروز تھے حضور نے مجھ سے معافہ فرمایا تو یہ معافہ نہایت ہی خوب تر اور خوب تر ہوا۔

حدیث: امام احمد نے علی سے روایت کی ان حسنا وحسینا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضہما الیہ امام حسن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑ کر آئے حضور صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین نے انہیں سینے سے لگایا ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ و معافہ سنت رسول ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب رہا کہ کسی خاص وقت میں سنت ہے یا مطلقاً احادیث مذکورہ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت لسی مخصوص وقت کے ساتھ خاص نہیں جس وقت جس زمانہ جس دن بھی مصافحہ و معافہ علی درجہ محمود کیا جائے گا سنت ہی ہو گا اور اسے سنت کی نیت رکھنے

والے کو سنت کا ثواب ملے گا۔ مع البھار میں ہے۔ ہر سنیہ مستحبہ عند کل لقاء وما اعتادوا بعد صلوٰۃ الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع ولکن لا بأس به وكونهم حافضين عليها في بعض الاحوال مغرطين فيها في كثير منها لا يخرج ذلك البعض عن كونهم مما ورد الشرع باصلها ومن البدع المباحة۔ یعنی مصافحہ ہر ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے۔ اور یہ جو لوگوں نے فجر و عصر کے بعد عادت ڈال لی ہے اس عادت کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ لیکن اس میں کچھ مضائقہ بھی نہیں اور بعض اوقات میں لوگوں کا مصافحہ کی پابندی کرنا۔ اور بہت حالات میں کوتاہی کر جانا ان بعض اوقات کو اس سے خارج نہیں کرتا جن کی اصل کے ساتھ شرع وارد ہوئی۔ (یعنی بعد عصر و فجر کی پابندی مصافحہ کو سنت سے خارج نہیں کرتی) اور یہ عادت (یعنی فجر و عصر کے بعد پابندی مصافحہ) بدعات مباحہ میں سے ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ مصافحہ ہر ایک ملاقات کے وقت سنت مستحبہ ہے خواہ وہ ملاقات عید کو ہو یا رمضان میں یا ذی الحجہ میں یا جمعہ کو یا اور کسی روز اور خواہ صبح کو ہو یا دوپہر کو یا شام یا شب میں جب کبھی ملاقات ہوگی۔ اور مصافحہ کیا جائے گا سنت ہی رہے گا کوئی وقت اور دن اس کو سنت سے خارج نہ کر سکے گا۔ یہی احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۱۰۵ سے یہ مضمون صراحتہ ظاہر ہو رہا ہے۔ اب عید کے روز مصافحہ کا منع کرنا حدیث شریف کی مخالفت ہے۔

دوسری بات عبارت مجمع البھار سے یہ معلوم ہوئی کہ مصافحہ بعد نماز فجر و عصر

معمول ہے جائز ہے اور ان وقتوں کی پابندی اس کو ثابت الاصل فی الشرع ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ایسی عادت ڈال لینا بدعت مباحہ میں سے ہے یہاں یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ مصافحہ بعد عصر و فجر سنت میں داخل کرنا اور بدعت مباحہ بتانا دونوں متضاد اور مخالف باتیں ہیں کیونکہ بدعت حسنہ خود وہابیہ کے اقرار سے مخالف سنت نہیں بلکہ داخل سنت ہوتی ہیں چنانچہ پیشوا اے وہابیہ نے براہین قاطعہ صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ "قسم اول کو بدعت حسنہ نہم رکھتے ہیں اور ملحق بالسنہ جانتے ہیں: اور اس طرح چند سطر بعد پھر لکھا ہے کہ قسم محمود سنت میں داخل ہے: جب بدعت حسنہ سنت میں داخل ہوتی تو مجمع البحار کی عبارت میں کوئی شبہ نہ رہا اور صاف ثابت ہو گیا کہ فجر و عصر کے بعد مصافحہ کی عادت داخل سنت ہے۔ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی آشتہ اللغات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "و مصافحہ سنت است نزدلاقات و باید کہ بہر دو دست بود و آنکہ بعضے مرد مصافحہ بعد از نماز میکنند یا بعد از نماز جمعہ کنند چیزے نیست و بدعت است از جہت تخصیص وقت امانیت مصافحہ کہ علی الاطلاق سنت باقی است پس بوجہ سنت است و بوجہ دیگر بدعت: اس سے معلوم ہوا کہ مصافحہ سنت ہی ہے خواہ بعد فجر و عصر ہو یا بعد جمعہ البتہ تخصیص اس طرح کہ دوسرے اوقات میں نہ جائے بدعت مباحہ ہے۔

تیسری بات مجمع البحار سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ کلام ایسی عادت میں ہے کہ بعد فجر و عصر تو مصافحہ کی پابندی کی جائے اور دوسرے اوقات میں بھی مصافحہ کیا جائے۔ تو اس میں کچھ کلام ہی نہیں۔

چوتھی بات اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا خاص وقت میں عادی ہو جانا اس عمل کے حکم کو نہیں بدلتا اور جائز کو ناجائز نہیں کر ڈالتا۔

اب عید کے مصافحہ پر غور کیجئے تو آج کل مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ عید کو بھی مصافحہ کرتے ہیں اور غیر عید کے بھی مصافحہ کرنے والے کوئی تخصیص نہیں کرتے البتہ بعض منکرین یعنی دہابیر عیدین کے مصافحہ کو اطلاق احادیث کے خلاف ناجائز کہتے ہیں ان مصافحہ کو باقی ایام کے ساتھ مل و اعتقاد میں کرتے ہیں یہ تغیر سنت اور تبدیل حکم ہے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور یہی بدعت مذکورہ ہے۔ حدیث شریف میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة (رواہ احمد) یعنی جو کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے اس کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔

دوسری حدیث داری کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں ما ابتدع قوم بدعة فی دینہم الا نزع اللہ من سنتہم مثلھا ثم لا یعبیدھا الیہم والی یوم الفیمة یعنی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالتی مگر (جب نکالتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان کی سنتوں میں اس کی مثل اٹھا لیتا ہے پھر اس کی طرف قیامت تک واپس نہیں فرماتا ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک بدعت ستیہ کی شامت و نحوست سے بدعتی قوم ایک سنت سے محروم کر دی جاتی ہے۔

اب دیکھئے کہ احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ مصافحہ جمیع اوقات و زمان میں مستحب ہے و دہابیر نے مصافحہ عیدین کو ناجائز بتایا اس سے وہ اس سنت سے محروم ہو گئے اور مصافحہ و معافہ جو جمیع زمان میں مسنون تھا اس کو انہوں نے

خلاف شرع غیر ایام عیدین کے ساتھ خاص کر دیا۔ اور ایام عیدین کو عموم اوقات سے محض اپنی رائے سے خارج کر دیا یہ استدلالی الدین ہوا۔ اور اس سے رفع سنت لازم آیا یہ وہابیہ کی بدعت سیئہ ہے۔

معانقہ کی نسبت وہابیہ نے یہ شہور کیا ہے کہ معانقہ صرف وقت قدم یعنی سفر سے آنے کے بعد جائز ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ احادیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ قدم کے ساتھ مشروط نہیں۔ کیونکہ حدیث ۵ و ۶ سے صاف ظاہر ہے کہ معانقہ کے لئے سفر سے آنا شرط نہیں۔ ان دونوں حدیثوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو معانقہ ثابت ہے وہ بعد سفر نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث ۵ کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ازینجا معلوم گردد کہ معانقہ در غیر حال قدم از سفر نیز آمدہ از برائے اظہار محبت و عنایت" یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معانقہ سفر سے آنے کے سوا اور حالات میں بھی اظہار محبت و عنایت کے لئے ثابت ہے۔ جب حدیث شریف سے یہ معلوم ہو گیا کہ معانقہ اظہار محبت کے لئے بھی ہوتا ہے تو اب معانقہ عیدین میں کیا کلام رہا جو یقیناً اظہار محبت ہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کا سنت ہونا حدیث شریف سے ثابت ہوا۔ وہابیہ نے ستم ڈھایا کہ سنت کو بدعت بتا دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ یہ بھی وہابیہ کے سلوبات کی کمی ہے کہ وہ معانقہ کو وقت قدم سفر کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کہ معانقہ کن کن اوقات میں اور کن کن حالات میں مشروع ہے۔ اگر شفعۃ اللغات بھی دیکھی ہوتی تو اتنا جانتے کہ قدم کے علاوہ تو دلچ و طویل ہر

طلاق اور حب فی اللہ بھی اس کے محل میں حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللغات میں فرماتے ہیں: "وجائز انکہ نزد تو دلج و قدیم سفر با سبب با بھیت طول عہد طاقات یا غلبہ شدت حب فی اللہ بود" اور ظاہر ہے کہ عیدین میں دور دور سے لوگ اپنے وطن آتے ہیں اور مدتوں کے پھڑے باہم ملتے ہیں تو یہاں معانقہ کے تین درجہ پائے گئے ایک اظہار محبت و مودت دوسرے قدم سفر تیسرے طویل عہد طاقات۔ پھر ان سب سے اندھا بن جانا اور عید کے روز معانقہ و مصافحہ کو ناجائز کہے جانا کس قسم جہالت و حق فراموشی ہے۔ جاہلوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ معانقہ کس حال میں ممنوع و مکروہ ہے حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللغات میں فرماتے ہیں: "واذا شیخ الو منصور ماریہی و تطبیق احادیث نقل کردہ شدہ است کہ آنچه بروجہ شہوت بود مکروہ است و آنچه برز و کرامت باشد مشروع و گفته اند کہ خلاف درجہ نیست کہ برہنہ تن باشد اما باقیص و جبہ لباس بہ است باجماع و ہوا صحیح کہ انی الکافی" اس سے معلوم ہوا کہ جو معانقہ شہوت کے ساتھ ہو وہ مکروہ ہے اور جو برکرامت کے طور پر ہو جیسا کہ عیدین کے موقع پر ہوتا ہے وہ جائز و مشروع ہے۔ علامہ نے یہ بھی فرمایا کہ خلاف اس میں ہے کہ معانقہ برہنہ تن ہو کہ کیا جائے کرتا قیص وغیرہ کوئی کپڑا بدن پر نہ ہو۔ ننگے سینہ سے ننگا سینہ ملائیں لیکن جب قیص یا جبہ یا اور کوئی کپڑا حائل ہو تو معانقہ باجماع جائز ہے یہی صحیح ہے۔ فقہا تو فرماتے ہیں مگر وہابیہ کی یہ ضد کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ حدیث و فقہ کی تو دہابیہ کو کیا پرواہ ہوگی اور وہ کیا مانیں گے اب ہم انہیں انہیں کے امام و معتاد بزرگ و پیشوا کا نزل دکھائیں شاید اسی سے کچھ شرمائیں۔ "زبدۃ النصاب" مولوی اسماعیل دہلوی پیشوا سے دہابیہ کی تقریر

میں ہے۔ ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خورائیدن سوائے کندن چاہ اثنائے
ودعا و استغفار و اذھیہ بدعت است گو بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معافۃ روز
عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر یعنی کنواں کھودنے اور اس کی مثل اور کام اور دعا و استغفار
قربانی کے سوا تمام اوضاع قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا سب بدعت ہیں۔ گو
خاص بدعت حسنہ ہیں۔ جیسے کہ عید کے دن کا معافۃ اور نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ
بدعت حسنہ ہے۔

دہابیوں کے اس پیشوانے عید کے معافۃ کو بدعت حسنہ بتایا ہی تھا اس کے
ساتھ فجر و عصر کے بعد کا مصافحہ اور قرآن خوانی و فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانا یعنی فاتحہ گیارہویں
تیمم چالیسواں عرس وغیرہ سب کو بدعت حسنہ بتایا اور دہابیوں کے سارے گھر ہی کو
ڈھا دیا کیونکہ دہابیہ کے نزدیک بدعت حسنہ داخل سنت ہوتی ہے جیسا کہ ہم اوپر
بحوالہ "برائین قاطعہ" نقل کر چکے ہیں تو دہابیہ کے طور پر یہ تمام امور سنت ہوئے کس قدر
ڈھٹائی ہے کہ معافۃ عیدین جو حدیث فقہ کے علاوہ خود امام الدہابیہ کے قول سے سنت
ثابت ہوا نئے دہابی اس کو تشبیہ بالہند بتائیں تو گویا تشبیہ بالہند کو ان کا امام
سنت کہتا ہے۔ شرم

یہ تو ان کو معلوم ہی ہو گا کہ تشبیہ میں کیا کیا شرطیں ہیں اور تشبیہ کن حالات
میں ممنوع ہوتا ہے مگر شاہی مسجد مراد آباد میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہندو کا تشبیہ یاد نہ آیا
اور اب تشبیہ کی دہابیہ کو کیا پروا ہے۔ قشتے لگا چکے ٹکٹکیاں اٹھا چکے بے بول چکے انگوٹھے
ڈال چکے مسجدوں میں ہندوؤں کو اغراض و اکرام کے ساتھ بلند مقاموں پر بٹھا چکے۔

ہندوؤں کو چار ہندوؤں کا ایک چکر ہندوؤں کے لئے ہے اور ہندوؤں کے لئے ہندوؤں
پر تیرا گناہ ہندوؤں کا ہے اور ہندوؤں کے لئے ہندوؤں کا ہے ہندوؤں
کے لئے ہندوؤں کا ہے ہندوؤں کے لئے ہندوؤں کا ہے ہندوؤں کا ہے ہندوؤں کا ہے

سائل بھلا اللہ تعالیٰ فرمائی کہ ہم اللہ جل جلالہ سے جو یہ ہمارا کتاب مستبر و فقیرہ در خود
قصودات اکرام و ایسے سے عاید ہونے لگے اس وقت ہم کہہ سکیں کہ وہ ایسے کہ اکرام
ہے تو یہ لکھ ہے مثال خدا صلی علیہ وسلم ہے بڑا تاکہ اللہ تعالیٰ انہوں سے
پہلے سے اشارے اور لوگوں کو قتل حق کی توفیق و رحمت فرمائے اور مسلمانوں میں گھٹانے
کی تفرقہ انگیزی سے بچائے آمین۔ واللہ شہد رب العالمین و علی اللہ تعالیٰ علی جمیع دین و ملت
و صلواتی علی محمد و آل محمد و علیٰ اجمعین آمین۔

ك- المراد المقصود بجلبها المستبين 2

سید محمد فہم الدین عفا عنہ العین
۲۰ شبان الحکم ۱۲۵۴ھ

سنیوں کی مساجد میں غیر مقلدین کی نماز کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شرع میں اس مسئلہ میں کہ مسجد اہلسنت وجماعت میں ضعیفی امام کے پیچھے دہائی نماز پڑھتے ہیں اور آئین باپھر کہتے ہیں ان کو منع کرنے سے فساد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ خدا خانہ ہے آپ کو کوئی حق روکنے کا نہیں ہے ہم لوگ آئین باپھر ضرور کہیں گے ایسی حالت میں ان کو آئین باپھر کہنے سے روکا جائے اور نہ ماننے پر مسجد میں آنے سے روکا جائے تو کیا خلاف مسئلہ ہوگا۔ بینوا بالکتاب دتوجروا یو الحساب۔

المستفتی
فخر الدین۔ پہلی بھیت۔ ۱۳۵۷ھ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْكَرِيمِ الْوَقَّابُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ۔ اہلسنت وجماعت کی مسجد صرف اہلسنت کے لئے ہے کوئی رافضی خارجی دہائی دیوبندی وغیرہ مقلد مذہب اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ واقف کا وقف خواہ مسجد ہو یا مدرسہ اس میں کسی مذہب کو داخلے کا حق نہیں پہنچتا۔ رد المحتار میں ہے کہ مدرسہ موقوفۃ علی الحنفیۃ مثلاً لا

یہاں ایک حدیث ہے کہ لا اهل منہا خیر۔ مذہب حق مذہب اہلسنت وجماعت ہے اور باقی سب ذلت گراہ اور بے دین ہیں یہی صراط مستقیم ہے یہی طریق مسلمان ہے اس پر قائم رہنے کا حکم شرعاً ملہونے والا ہے اس کے چھوڑنے والے کے حق میں وعیدیں درج ہوئیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ویتبع غیر سبیل المؤمنین ولہ ما نزل ووصلہ جہنم وساءت مصیلاً۔ ترجمہ: اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا رہا پلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی؟ اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے طریقہ کا اتباع لازم اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے: ای السبیل الذی ہر علیہ من اللذہب الحنفی وهو دلیل علی ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها کے لا تجوز مخالفتها الكتاب والسنة لان الله تعالى منع بين اتباع غير سبيل المؤمنين وبين مشاققة الرسول في الشرط وجعل جزاء الوعيد الشديد فكان اتباعهم واجباً كمولات الرسول تفسیر خازن میں ہے: وذلك لان اتباع غير سبيل المؤمنين وهو مفارقة الجماعة حرام فوجب ان يكون اتباع سبيل المؤمنين جماعاً واجباً۔ تفسیر احمدی میں ہے: ویبتغ غیر سبیل المؤمنین من عمل او اعتقاد اور اسی میں ہے: ہذا الایۃ الی الی تدل علی ان الاجماع کالکتاب والسنة اسی میں ہے الایۃ تدل علی حرمة مخالفة الاجماع نیز اسی میں ہے: واذا كان اتباع غیر سبیلہم محرماً کان اتباع سبیلہم من عرف سبیلہم هذا القطع فلعلم ان اتباع سبیل المؤمنین ای ما علیہ المؤمنین باجمعہم واجب وذلك سبیل بالاجماع فیکون حجة قطعية

یکفر جاحدہ کا لکتاب والسنة المتواترة۔

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ اعمال و عقائد میں طریق مسلمان کا اتباع واجب مخالفت ناجائز مستوجب وعید شدید اور جماعت مسلمان سے مفارقت حرام اور جس امر پر مسلمان متفق ہوں وہ واجب اسی کو اجماع کہتے ہیں وہ حجتہ قطعیہ ہے کہ اس کا منکر کتاب و سنت کے منکر کی طرح بے دین ہے۔ یضمون بکثرت نصوص سے ثابت ہے۔ حدیث شریف میں ہے اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا جہنم میں ڈالا جائے گا۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ان الله لا یجمع امتی عن ضلالة وید الله علی الجماعة یعنی اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا جماعت پر اللہ کا ہاتھ (دست قدرت) ہے۔

جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت پر متفق ہو وہ باطل نہیں ہو سکتا کہ اس استمرحورہ کا خدا نگہبان ہے۔ واللہ خیر حافظ ان ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے کہ صراط مستقیم مسلمانوں کی راہ ہے جس پر وہ عامل ہوں اور جو اس راہ سے جدا ہو جہنمی گمراہ بے دین ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان تقلید شخصی کرتے ہیں اور صد سال اس پر عمل کرتے گزر گئے تو اس پر مسلمانوں کا اجماع ہوا اور اس کا ماننا بکلم خدا اور رسول واجب و لازم۔

تفسیر احمدی میں ہے قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انہا یجوز لاربیع یعنی اس پر اجماع ہو چکا کہ فقط اربع ہی کا باہمی اتباع جائز ہے نیز اسی میں ہے وینبغي ان یکون التقليد منصوص المذہب معین خاصة یعنی ضروری ہے کہ تقلید بالخصوص مذہب

معیّن میں منحصر ہو اور اسی میں ہے۔ ولہذا قالوا بضلالة فوق الاواء من المعتزلة و
الروافض والخوارج وغيرہم ویتعین الحق فی مذهب السنة والجماعة یعنی اس سے
اہل ہوا فرقوں کی ضلالت کے قابل خواہ وہ مستزاد ہوں یا روافض یا خوارج ان کے سوا
اور کوئی نہ۔

اشباہ میں ہے وما خلف الا ثمة الاربعة بخالف الاجماع قد صرح
فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب المخالف الاربعة لانضباط
مذاہبہم وکثرة اتباعہم یعنی جو قول یا حکم ائمہ اربعہ کے مخالف ہو وہ اجماع کے مخالف
ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں تصریح فرمائی کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب پر عمل ناجائز
ہونے پر اجماع متفق ہو چکا کیونکہ ان کے مذاہب مضبوط ہیں اور سواد اعظم ان کا اتباع کرتے
اب بحدیث تعالیٰ یہ امر خوب پائیدار ثبوت کو پہنچا کہ حق مذہب اہل سنت و جماعت
ہے اور وہ ائمہ اربعہ کے معتقدین میں منحصر اور تقلید شخصی پر اجماع متفقہ لا محالہ اس کا منکر اجماع
کا منکر بے دین گمراہ بندہ ہوا ان کو مسجد میں آنے دینا جائز نہ کیا بلکہ غیر مسجد میں ان کے ساتھ
معاشرت و ہم نشینی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین
تفسیر امدی میں اسی آیت مبارکہ کے تحت میں فرمایا ان القوم الظالمین ہر
المبتدع والفاسق والکافر والعقود مع کلہم ممتنع یعنی قوم ظالمین اہل بدعت و فاسق
وکافر سب داخل ہیں ان سب کے ساتھ قعود ممنوع ہے۔ اور کثرت احادیث ان فرق باطلہ
کے ساتھ مجالست اور مخالطت کے ممنوع ہونے میں وارد ہیں اور مسلمانوں کو ان سے
علیحدہ رہنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے ایاکم وایا ہر لا یضلونکم

ولا یفتنوکم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ جب ان گمراہ توہموں سے بچنا اور انہیں اپنے سے دور کرنا لازم سے تو اہلسنت کے لئے اپنی مساجد میں انہیں آنے دینا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ علاوہ بریں مساجد کی حرمت یہ ہے کہ فتنہ سے ان کو بچایا جائے۔ اور ان لوگوں کا مسجد میں آنا یقیناً باعث فتنہ ہے یہاں یہ مسجد میں آئے فتنہ انگیزی شروع کی سینکڑوں جگہ مار پیٹ ہوئی ہے۔ ہندو سرکاری ملک زمینیں چھینی ہیں۔

قہوی شرح اشباہ میں ہے ومنہا ما یترتب علی ذلک فی کثیر من المساجد
من اجتماع الصبیان و اهل البطالة و لعلہم و رنع اصواتہم و امتہانہم بالمساجد
وانتہالہ حرمتہا و حصول ادساخ فیہا و غیر ذلک من مقاصد الیٰتی یجب صیانتہ
المسجد عنہا۔ تو اہل ہوا جن کے آنے سے فساد کا قوی اندیشہ ہے انہیں مسجد
میں آنے کی اجازت دنیا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ غلامہ یہ کہ اہلسنت کی مسجد میں دہائی
وغیر مقلد کو کوئی حق نہیں اس کے آنے سے فساد ہے۔ اور فساد سے مسجد کو بچانا واجب
نیز اس کی صحبت مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ علاوہ ان سب کے اس کا آنا اور غیر مقلد
حرکات مسلمانوں کے لئے ایذا ہے۔ اور جس سے ایذا ہوا اس کو مسجد سے روکنے کا سارا
کو حق ہے۔ رہا مختار میں ہے۔ والحق بالحدیث ظل من اذی الناس بنفسہ و لہیانہ
و بہ یفتی ابن عمر دھواصل فی نفی کل ما ینادی بہ لہذا غیر مقلدین کو مسجد میں نہ آنے دیں
وہ نہ مانیں تو قانونی طور پر رکوا دیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سید محمد نعیم الدین عفا فیہ المصین ۱۳۵۰ھ

استقراء

کیا فراتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد
میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے۔ ازراہ کرم واضح فرمائیں۔ جینا تو جبردا۔

المستفتی

صیاد الدین سید پر راجحان
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ

الحمد للکریم الوہاب

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على رسول الله الكريم
اما بعد۔ سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کی مسجد میں پڑھنا مکروہ
ہے۔ لحدیث ابو داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلا صلوٰۃ لہ۔ واللہ اعلم
تعالیٰ اعلم۔

ک۔ العبد المذنب محمد بن عبد اللہ

سید محمد نعیم الدین عفا روعین

یکم محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

مسجد میں جوتا پہنکر جانے اور نماز پڑھنے کا حکم

استفتاء

سوال۔ ما قولکموا یہا العلماء حکم اللہ تعالیٰ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا ایک مضمون رسالہ پیشوا جلد ۵ نمبر ۵ میں چھپا ہے۔ رسالہ بھی ملاحظہ کے لئے حاضر ہے۔ اس مضمون میں صاحب موصوف نے مسجد میں جوتا پہنکر جانے اور جوتا پہنے ہوئے ہی نماز پڑھنے پر بہت زور دیا ہے اور اس امر کو جائز و مستحب ہی کے درجہ تک نہیں رکھا بلکہ واجب قرار دیا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں پر ترک واجب کا الزام لگایا ہے اور انہیں ضعیف الایمان ٹھہرایا ہے اپنی تائید میں کچھ احادیث بھی پیش کی ہیں۔ اس مسئلہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی تاکہ مسلمانوں کو حکم شرع معلوم ہو اور گمراہی سے بچیں اللہ تعالیٰ آپ کو دارین میں اجر عطا کرے۔ آمین۔ والسلام خاکسار محمد ظہور اختر فقیہ پوری۔

الجواب بعون الملک الوہاب

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین محمد والہ واصحابہ اجمعین میں نے رسالہ پیشوا نیز حسن نظامی صاحب کا جوتوں والا مسئلہ دیکھا اس مسئلہ میں انہوں نے بہت حد سے تجاوز کیا ہے اور مسجد میں جوتیاں پہنکر

نماز پڑھنے کو جائز ہی نہیں بلکہ واجب تک قرار دیا ہے اور جو شخص برہنہ پا نماز کو مترجے اس کے ایمان میں شبہ کیلے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ عجب خود پسندی کی انتہا ہو گئی۔

مسلمانوں میں تفرقہ اندازی

تمام عالم کے مسلمان مساجد میں جوتا مار کر داخل ہونے کے پابند ہیں اور اس کو

مسجد کا احترام سمجھتے ہیں اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی تحصیل و تشریح کے تحت جوتا پہن کر مسجد میں داخل ہونا جائز یا افضل و اول بھی ہو تو اتنے امر کے لئے مسلمانان عالم کے مستند طریق علما میں تغیر کرنا اور ان میں ایک نے تفرقہ کی بنیاد ڈالنا سخت ممنوع ہوگا۔ آج ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے انتشار کو دور کیا جائے۔ اور جس حد تک ممکن ہو سکے اور کوئی محذور شرعی لازم نہ آئے ان میں رابطہ و اتحاد پیدا کرنے کے لئے کمال جدوجہد کی جائے۔ بجائے اس کے ڈھونڈ ڈھونڈ کے ایسی باتیں نکالنا جس سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ اور ان کے صدیوں کے معمول اور اپنے اکابر علماء و مشائخ اویار و ائمہ اور بزرگوں کو دیکھے ہیں ان سب کے معمول کے خلاف انہیں مجبور کرنا یقیناً ایک فساد عظیم کی بنیاد ہے۔ اور مسلمانوں میں ایک نئی جنگ چھڑ جانے اور تفرقہ پیدا ہونے کی تحریک ہے جو درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور حکم اسلام کی مخالفت ہے۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے من فارق الجماعة شبرا فمدرج علیہ۔ اسلام من عنقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ لہنی گردن سے نکال ڈالا مگر حسن نظامی صاحب کو اس کی مطلق پرواہ نہ

ہوئی اور انہوں نے ذرا بھی لحاظ نہ کیا کہ اس تحریک کا کیا اثر ہوگا۔ مسلمانوں میں کیسا فساد عظیم برپا ہوگا۔ اس نازک حالت میں ان کی قوت کو کیسا صدمہ پہنچے گا۔ اگر مطلقاً جوتے پہنکر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا جائز بھی ہوتا۔ تاہم اس میں اختلاف پیدا ہونے کے اندیشہ سے اس کی تحریک سے باز رہنا ضروری تھا۔ ایک ایسے امر میں جو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہو آپ کا یہ اہتمام ہے اس قدر تاکید ہے۔ مسلمانوں میں تفرقہ پڑنے کی پروا نہیں ہے لیکن کتنے منہیات ممنوعات محرمات بلکہ ضلالت ہیں جن کی طرف آپ کو التفات نہیں۔
واللہ یرہدی من یشاء الی سواء السبیل۔ اب میں مسئلہ سے متعلق منفع گزارش کروں گا۔

مساجد خیر بقیع ہیں | زمین کے تمام خطوں اور بقیعوں میں مساجد بہترین بقیع ہیں ہر مسلمان ان کو غایت احترام کی نظر سے

دیکھتا ہے۔ اور دین اسلام نے یہی تعلیم بھی دی ہے۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ احب البلاد الی اللہ مساجدھا اللہ تعالیٰ کو بلاد میں سب سے پیاری مسجدیں ہیں بشریت مطہرہ نے مسجدوں کے احترام کا حکم دیا ہے۔ اور ان کے آداب مقرر فرمائے ہیں۔ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کرنے تک سے روکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے من اکل ہذا الشجرة الممننة فلا یقر بن مسجدنا جو اس بدبودار درخت (بیان) کو کھائے ہرگز ہماری مسجد کے پاس نائے بیہقی کی حدیث میں ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا ایہذا النار یومئذ یكون فیہ مسکرون ہم

فی امر دنیا و دینا و غیر ذلک علی سواہر فلیس اللہ فیہم حاجۃ یعنی لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے
 گا کہ ان کی مسجدوں میں ان کی گفتگو اور دنیا میں ہوگی ان کے ساتھ مجالست نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ
 کو ان کی پرواہ نہیں امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں فرمایا الکلام المباح فی المسجد
 مکروہ تا کل الحسنات یعنی جو کلام فی نفسہ مباح ہے وہ بھی مسجد میں مکروہ ہے انہیوں کو
 کھانا مانا ہے کلام دنیا سے مسجدوں کو یہاں تک بچایا ہے کہ معاللات بیع و شرا کی بھی اجازت
 نہیں ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رايتہم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا لا یرح
 اللہ تجارتک یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہے تو کہہ دو کہ خدا
 تیری تجارت کو مفید نہ کرے۔ بلا گشتہ چیز کو تلاش کرنے کے لئے بھی مسجد میں آواز بلند
 کرنے کی اجازت نہیں چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں یہ بھی ارشاد ہوا۔ اذا رايتہم من یشد
 ضالۃ فقولوا لا یرح اللہ علیک یعنی جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گشتہ چیز کو تلاش
 کرتا ہے تو کہہ دو خدا تجھے واپس نہ دلائے بخاری شریف میں حضرت سائب بن یزید سے
 مروی ہے کہ طائف کے دو شخص مسجد میں بلند آواز سے بولنے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 نے انہیں بلا کر فرمایا لو کنتما من اهل المدینۃ لا وجعکما ترفعان اصواتکم فی مسجد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اگر تم مدینہ شریف کے ساکن ہوتے تو میں تمہیں بازار مسجد رسول
 میں آواز بلند کرتے ہوا۔ ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ شریعت ظاہر نے مسجد کے اصرام
 کی کسوٹ نہ تاکہ بد فرمائی۔ بد بول و ارجیز کھا کر مسجد میں آنا مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، گور ہوتی چیز کو
 باوجود ہندوؤں کی تلاش کرنا، بات آواز سے بولنا، خرید و فروخت کا معاملہ کرنا سب منوع فرمادیا

مسجد کی صفائی، پاکیزگی و تطہیب کا حکم دیا۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً و مسلماً مسجد فی الدور ان ینظف و یطیب یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے اور اس کو خوب پاک و صاف اور مطہب رکھنے کا حکم دیا کیا یہی پاکی اور صفائی ہے کہ کپڑوں کی کس کی مسجد میں جو تلبیہ پہنے پھرنے کا اذن عام دیدیا جائے اور گرد و کوڑے سے فرش مسجد جو اہل اسلام کا سجدہ گاہ ہے آلودہ اور گندہ رہے سینکڑوں بے احتیاط چلنے والے بازاروں کی سنی سنائی نجاست آلودہ جوتیاں بہن کر چلیں فرش مسجد اس سے ملوث ہو اسی فرش پر پرستار ان حق پیشانیاں رگڑیں، سجدے کریں کیا یہی مسجد کی پاکیزگی و تطہیف ہے؟ خواجہ صاحب کے فرش و بستر پر اگر کوئی جوتہ پہن کر پاؤں رکھے تو شاید انہیں ناگوار ہو مگر مسجد کے لئے گوارا ہے حیف صد حیف! اور اگر خواجہ صاحب نے انگریزوں کا سامراج پسند کر لیا ہو اور ان کو جوتے و ٹوپی میں فرق و امتیاز باقی نہ رہا ہو جس طرح وہ جوتے پر ٹوپ اور ٹوپ پر جوتے تکلف رکھ لیا کرتے ہیں آپ کو بھی گوارا ہو تو آپ کے ذوق سلیم سے سوال کرنا بے کار ہے اور حکم شرع بیان کرنا عبث۔

صحابہ کرام کی مستالیں دنیا بے کار ہے آج ان کی طرح طہارت و نظافت کا لحاظ کس کو ہے کون احتیاط رکھتا ہے کہ اس کا قدم ناپاک جگہ پر نہ رکھا جائے اور اس کا جوتا نجاست پر نہ پڑے صحابہ کرام کی دیت داری اور ان کی طہارت سے دوسروں کو کیا نسبت ان کی پاپوش مبارک جیسی پاک و صاف رہتی تھیں آج لوگوں کو اپنے لباس کے لئے وہ پاکیزگی میسر نہیں خواجہ صاحب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث

نفل کی حد میں ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے نعلین شریفین کو نماز میں پائے اقدس سے اتارا تو صحابہ نے اپنی پاپوش اتار لی جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے پاپوش اتارنے کا سبب دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے حضور دیکھ کر ایسا کیا یا رسول اللہ فرمایا کہ میرٹیل نے ہیں اگر فردی کہ نعلین شریفین میں کچھ لگا ہے لاس لئے ہم نے نعلین شریفین کو اتارا تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے، جیسا ہے کہ اپنی پاپوشوں کو دیکھ کر اگر ان میں کچھ لگا ہے تو ان کو گرگڑا صاف کر لے۔

اس حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل پاک میں جو چیز لگی تھی وہ نجاست تو نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی، کیوں کہ نجاست ہوتی تو نماز کا اعادہ فرمایا جاتا کیوں کر ہو سکتا ہے کہ آدمی نماز نجس نعلین سے پڑھ لی جائے، علاوہ بریں نجاست کی صورت میں جبکہ نماز اسی درست نہ تھی اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام نماز سے قبل حاضر ہو کر اطلاع کرتے اس سے صاف ظاہر ہے جو چیز لگی تھی وہ نجاست نہ تھی، لیکن اگر کوڑے کا لگنا بھی حبیب کے نعل شریف میں رحمت الہی کو گوارا نہ ہوا اور یہ بھی آپ کے منصب عالی کے لائق قرار نہ دیا گیا چنانچہ اسی حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”وقدر بفتح قاف و ذال مجہد آچہ مکروہ پندارد و آ طبع ظاہر نجاستی نبود کہ نماز باں درست نہاشد بلکہ چیزے بود مستفذر کہ طبع آزا خوش دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے از نماز باں گزارده بود جزو ادن جبرئیل و رآردن از پا بہت کمال تخفیف و تطہیر بود کہ لائق بجال شریف و سے بود“ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعل شریف کی طہارت کا تو یہ عالم ہے کہ اس کو اگر کوئی ایسی چیز بھی لگ جائے جس کو طبع سلیم ناپسند رکھے تو نماز میں جبرئیل

حاضر ہو کر عرض کریں جبکہ ایسی فعل پاک ہے جس سے کسی کے جہتہ و دستار کو بھی کچھ نسبت نہیں اس پر آج کل کے بے احتیاط لوگوں کے جوٹوں کو قیاس کرنا سراسر غلط ہے پھر یہ ادعا بھی غلط و باطل ہے کہ حضور کی عادت کریمہ ہی یہ تھی کہ پاپوش مبارک پہن کر نماز پڑھیں اور ہمیشہ ایسا ہی کیا جاتا تھا اور صحابہ بھی سب اس کے عا رہتے تھے۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلا یضح نعلیه عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یكون علی یسارہ لیضعہما بین رجلیہ یعنی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جو تاپنے والے طرف نہ رکھے اور نہ بائیں طرف رکھے کیونکہ وہ دوسرے شخص کے دلہنے ہو جائے گا مگر جس حالت میں کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو بلکہ چاہیے کہ جو تاپنے پاؤں کے درمیان رکھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ اقدس میں بھی جو تاپہن کر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا جب نہ جو تارکھنے کی جگہ بتائی گئی۔ اسی ابوداؤد شریف میں دوسری روایت حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حافیا ومتخلای میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پا پر ہنہ نماز پڑھتے بھی دیکھا اور اور پاپوش مبارک پہنے ہوئے بھی۔ اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ پاپوش مبارک کے بغیر نماز پڑھنا امر عادی نہ تھا خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی پاپوش مبارک کے بغیر نماز پڑھتے اور صحابہ کرام بھی بخواجہ نظامی صاحب نے جو اپنا نماز پڑھا واجب بتایا ہے تو کیا ان کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ کرام اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں واجب

نرک کیا کرتے تھے؛ اور خواجہ صاحب نے تو نماز میں جو مانہ پہنتے والے کو ضعیف الایمان
 ٹھہرا لیا ہے کس قدر نادانی اور حیالت ہے اور یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے خواجہ صاحب کو حق
 و انصاف کا کچھ بھی لحاظ ہو تو فوراً توبہ کریں اور توبہ کا اعلان بھی شائع کریں کہ توبہ السریہ بالسریہ
 والعلانیۃ بالعلانیۃ۔ یعنی جس طرح گناہ ویسی توبہ۔

مسجد کی صفائی اور تنظیف کے جو احکام اور احادیث سے بیان کئے گئے ان کا
 مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ناپاک چیز سے ہی مسجد کو بچایا جائے بلکہ جو چیز ناپاک نہ ہو مگر طبع سلیم
 اس سے گھن کر لی ہو اور ناپسند رکھتی اس سے بھی مسجد کو بچانا داخل تنظیف ہے، ورنہ متھوک
 اور مٹھ سے خواجہ صاحب کی مسجد خوب گند مھوتی رہے۔ اور خواجہ صاحب کہتے رہیں کہ یہ
 چیزیں ناپاک نہیں ہیں مگر خواجہ صاحب کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود حدیث شریف میں
 اس کی تشریح فرمادی گئی۔ بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ
 البزاق فی المسجد خطیئۃ یعنی مسجد میں متھوکنا گناہ ہے۔ باوجودیکہ متھوک نجس و ناپاک
 نہیں مگر طبیعت سلیمہ اس سے کراہت کرتی ہے۔ تو جو حاجب بازاروں، سڑکوں میں ہر طرح
 کے پاک و ناپاک راستوں میں استعمال کیا جائے تو اس کی پاکی کا احتمال ضعیف ہے۔ اور
 غالب ہے کہ ضرور اس میں نجاستوں کا نفوذ ہوا ہو اور فرض کرو ایک شخص نے نہایت احتیاط
 کی کبھی نجاست پر اس کا قدم نہ پڑا تب بھی ایسی چیزیں جوتے میں لگ جانا بہت غالب ہے۔
 اور اس سے مسجد کی تلویث کا تو یہ اندیشہ ہے اس لئے جوتے کو مسجد میں لے جانا درست
 نہ ہوا جیسا کہ بچوں کا مسجد میں جانا اندیشہ تلویث و نجیس سے درست نہیں۔ درختار میں ہے
 و یحرم اہمال صبیان و مجانین حیث غلبت نجوبہم و الا فیکرہ۔ اور حدیث

میں وارد ہوا۔ جنبو مساجدکم عن صیانکم و بجانبینکم۔ زمانہ اقدس پر قیاس نہیں ہو سکتا اس لئے کہ صحابہ کی جیسی احتیاط کسی کا کیا منہ ہے کہ کر سکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاؤں اقدس میں کوئی پاک چیز بھی لگ جائے جو طبع سلیم کو پسند نہ ہو تو وحی آئے وہاں الطہان ہے کہ وہ غسل اقدس ایسی پاک چیزوں سے بھی آلودہ نہیں جن سے طبع سلیم متاثر ہو تو اس نعلین پاک کا مسجد میں جانا یقیناً موجب تلویث مسجد نہیں۔ علاوہ ہرگز اس زمانہ میں مسجد شریف میں پختہ فرش تھا جس کی تلویث کا اندیشہ ہوتا اس کے ماسوا جن احادیث میں جو تاہن کر نماز پڑھنے کی نسبت ارشاد ہوا ان میں اس کی علت کفار (یہود) کی مخالفت بتائی گئی۔ اور آج کفار (نصاری وغیرہ) کا عام دستور ہے کہ وہ جوتا نہیں اتارتے جیسا کہ خود خواجہ صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ تو ان کی نجاست جوتا آمار مسجد میں جانے کی علت ہے۔ مقصود شارع علیہ السلام کی مخالفت کفار ہے۔ اور اب وہ جوتا اتارنے میں ماحصل ہے۔ تو پہنے کا حکم اور اس پر تاکید خلاف منشاء شارع علیہ السلام ہے۔ یہ تمام باتیں کتابوں میں تھیں اور خود خواجہ صاحب نے جس رد المتار کی عبارت نقل کی ہے اس میں موجود تھیں۔ مگر ان پر نظر نہ ڈالنا اور اس عبارت کو چھوڑنا حق و انصاف کا خون ہے۔ بلا نظر فرمائیے۔ رد المتار کی عبارت (وصلواتہ فیہما) ای فی النعل والمخف الطاہرین افضل مخالفتہ للیہود و تاتار خانیتہ فی الحدیث صلواتی نعالکم ولا تشہوا بالیہود روا الطبرانی کما فی الجامع الصغیر رامزہ بصحتہ واخذ منہ جمع من الخباہلہ اندہ سنۃ ولو کان یمشی بہا فی الشوارع لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ کافوا یمشون بہا فی المدینۃ ثم یصلون بہا قلت لکن اذا خشی تلویث فرش المسجد بہا ینبغی عدمہ وان کانت طاہرۃ واما المسجد النبوی فقد کان مفروضاً بالخصاص فی زمنہ

صلی اللہ علیہ وسلم بخلاف فی زمانہ لعل ذلک فعل ما فی عمدۃ المفتی من ان دخول المسجد متغلا من موعدا لادب تأمل یعنی بتغر مخالفہ پھر و پاک جوڑوں اور سوزوں کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جوڑوں سمیت نماز پڑھو اور یہود کے ساتھ تشبیہ نہ کرو۔ اس حدیث سے ایک جماعت غافلہ نے اخذ کیا کہ یہ سنت ہے خواہ ان جوڑوں کو پہنکر رستوں میں چلتا ہو۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مدینہ طیبہ کے راستوں میں پاپوش مبارک پہنکر چلتے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھتے علماء فرماتے ہیں لیکن جب مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہو تو چاہیے جو تا پہن کر مسجد میں نہ جائے خواہ وہ جو تا پاک ہی کیوں نہ ہو لیکن مسجد نبوی میں زمانہ اقدس میں سنگریزے بچے تھے (نختہ فرش نہ تھا) بخلاف ہمارے زمانہ کے اور شاید یہی محل ہو اس کا جو عمدۃ المفتی میں ہے کہ مسجد میں جوتے پہنکر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ اور مسجد کی شان و عظمت کے خلاف ہے۔

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جو تا پہنکر نماز پڑھنے کی فضیلت قصد مخالفت کفار کے ساتھ متعق ہے۔ اور جب کفار جوتے کے پابند ہو گئے تو اب مخالفت جو تا پہنکر نماز پڑھنے میں نہ رہی بلکہ جو تا اٹارنے میں ہوئی۔ اور اسی علت سے اب جو تا اٹارنا ثابت ہوا۔ دوم یہ کہ مخالفت کفار کے قصد سے بھی وہ جو تا پہنکر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جو پاک ہو اور اس سے اندیشہ تلویث مسجد نہ ہو۔ اور یہ بات آج قابل نہیں ہمارے جوڑوں سے مسجد کی تجفیس و تلویث کا کافی اندیشہ اور ظن غالب ہے لہذا ان جوڑوں کو پہن کر مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں رہا خواجہ حسن صاحب کا یہ فرمانا کہ جو تا گرٹنے سے پاک ہو جاتا ہے مطلق صحیح نہیں کیوں کہ نجاست غیر ذی جوہر ہے غیر دھوئے ہرگز پاک نہیں ہو سکتا نہ کسی حدیث

سے ایسا ثابت کر سکتے ہیں۔ بلکہ جو حدیثیں آپ نے لکھی ہیں ان کی شرح دیکھئے بشرح مشکوٰۃ میں ہے اما النجاسة مثل البول ونحوه يصيب الثوب اذ بعض الجسد فان ذلك لا يطهر الا الغسل اجماعا كذا ذكره الطيبي۔ یعنی پیشاب اور اس کی مثل نجاست کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو وہ بالاجماع بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں "امادر غیر ذی جرم مثل لول وغرغسل واجب است" در مختار میں ہے۔ وان لاجرہ لھا کبول فیغسل۔ یعنی اگر پیشاب کی طرح نجاست غیر ذی جرم ہو تو دھونا لازم ہے۔ شامی میں ہے فیغسل ای الخف قال فی الذخیرۃ والمختار ان یغسل ثلاث مرات وبترك فی کل مرۃ حتی ینقطع التماس ویذهب النداء ولا یشرط الیبس۔ یعنی ذخیرہ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ تین مرتبہ دھویا جائے اور ہر مرتبہ اتنا توقف کیا جائے کہ تقاطر موقوف ہو اور تری جاتی رہے بالکل خشک ہونا شرط نہیں خواجہ صاحب کا یہ خیال کہ نجاست غیر ذی جرم رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے بالکل غلط اور کتب دینیہ کی تصحیحات کے خلاف ہے۔ اور نجاست تجددہ کو نجاست غیر ذی جرم سمجھ جانا ظلم کی کمی ہے اور باوجود اہل قدر بے ادراکی مسائل دینیہ میں قلم اٹھانا کمال جرات و لاجول و لافوقہ رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں جو تے کا رگڑنے سے پاک ہونا بیان کیا ہے اس سے کون سی نجاست سے پاک ہونا مراد ہے؟ یہ حدیث کی شرح سے معلوم کیجئے۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے مراد نجاست خشک است کہ چیزے اتنا تعلق گرفتہ است بغسل باخف پس دلک کرداں را بارض" یعنی حدیث میں خشک نجاست مراد ہے کہ اگر وہ جو تے یا مونہ کو لگ جائے تو زمین سے رگڑنے سے پاک ہو جائے گا اور یہ بات قرین عمل بھی ہے کہ خشک نجاست اگر جو تے

ایک گئی تو لڑنے سے چھٹ ہائے کو ایک چھٹے گا کہ ثابت کے اہل اچھے
 کے جسم میں خود تو گری نہیں پڑے تھے لیکن ثابت کے اہل اچھے کے جسم میں خود تو
 ہیں وہ صرف لڑنے سے کہیں کہ وہ ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 ہر ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 حسن صاحب کے نزدیک ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 وہ انہیں کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 کہ ان کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے

تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے

تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے
 تاکہ کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے ایک ایک کے ہائے

ہونا۔ دوسرا مخالفت کفار کا قصد۔ اور تیسری وجہ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں یہ تحریر فرمائی کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں سنگریزے پکھتے تھے فرش پختہ نہ تھا لہذا پاک جوتوں سے اس کی تلویث کا اندیشہ نہ تھا۔ بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ اب فرش پختہ ہیں، پاک جوتا بھی ان پر نہ پہنا چاہیے کہ اس سے تلویث مسجد ہوگی اور حالات بدلنے سے ضرور حکم بدل جاتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے زمانہ میں مسجد کے اندر کتے اُتے جاتے تھے اس کا یہی تو باعث تھا کہ فرش خام تھا تلویث کا اندیشہ نہ تھا کیا اب بھی خواجہ صاحب اجازت دیں گے کہ فیشن ایسن جیشل مین بوٹ پہن کر کتا ساتھ لے کر مسجد کے اندر آیا کریں۔

اشعة اللغات میں اس حدیث کے شرح میں فرمایا: "گفتہ اند کہ اس درابتداء

اسلام بود برا باحت اصلیه پس ازاں وارد شد از تکریم مساجد و تطہیر آن محافظت آن از درآمدن کلاب و حیوانات و ساختن درہا و در بنہا تا آنکہ یک وقتے امر کردند و بکشتن رگاہا۔ یعنی یہ حکم اباحت اصلیه کی بنا پر ابتداء اسلام میں تھا اس کے بعد مساجد کی تکریم و تطہیر اور ان کی حفاظت و نگہداشت کا امر وارد ہوا، اور کتوں اور جانوروں کو مسجد شریف سے روکنے کے لئے دروازے اور کیوار بنائے گئے۔ یہاں تک کہ ایک وقت کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا گیا۔

اب الحمد للہ خواجہ صاحب کے تمام وہابی شیعہوں کا قلع قمع ہو گیا، اور مسئلہ خوب واضح ہو گیا۔ اگر خواجہ صاحب اب بھی نہ سمجھیں تو بعون اللہ تعالیٰ ایک مبسوط تحریر سے ان کے اطمینان کی کوشش کی جائے گی مگر تعجب یہ ہے کہ اس قدر صاف مسئلہ

میں انہیں ابھن کس طرح ہوئی مائیں تو اتنا سمجھ لینا کافی تھا کہ تمام دنیا کے مسلمان صدیوں سے
 مسجد میں جوتا پہنکر آنا جائز سمجھتے ہیں اسی پر تمام امت کے اختیار ابرار صاحبین علماء ائمہ ادیان
 سب کا عمل رہا ہے یہ مسئلہ اجماعی ہو گیا آج بھی تمام مسلمان اس کے عامل ہیں اور کسی مسئلہ
 کی صحت کے لئے مسلمانوں میں اس کا بلا تکثیر رکن ہونا بھی دلیل شرعی ہے۔ حدیث شریف
 میں ارشاد ہوا۔ ما رآہ المسلمون حسناً فہو عندنا حسن جو مسلمانوں کے نزدیک
 بہتر ہے اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن یشاقق الرسول
 من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویستع غیر سبیل المؤمنین ذلہ ما نولیٰ ونصلہ جہنم
 وسکات مصیراً۔ یعنی اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرے بعد اس کے کہ
 حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اس کے حال پر چھوڑ
 دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کر دیں گے اور کیا ہی بری پلٹنے کی جگہ۔ اس آیت کی
 کی تفسیر میں حضرت امام علامہ ابوالبرکات عہد اللہ بن احمد بن محمود النسخی تفسیر مدارک التنزیل
 میں فرماتے ہیں وهو دلیل علی ان الاجماع لا تجوز مخالفتها کمالا تجوز مخالفۃ الکتاب
 والسنة لان الله تعالى جمع بين اتباع سبيل المؤمنين وبين مشاقتا الرسول
 في الشرط وجعل جزاء الوعيد الشديد فكان اتباعه واجباً کمالات الرسول۔
 یعنی یہ آیت دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جیسے قرآن و حدیث
 کی مخالفت جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی راہ کے سوا دوسری راہ کے
 اتباع کو مخالفت رسول کے ساتھ شرط میں جمع فرمادیا اور اس کی جزا و عید شدید ٹھہرائی تو
 مسلمانوں کا اتباع رسول کی ہوالات کی طرح واجب ہوا تفسیر خازن میں ہے۔ وذلك

لان اتباع غیر سبیل المؤمنین و هو مفارقتہ لجماعتہ حرام فوجب ان یکون اتباع سبیل المؤمنین و لہو و جماعتہ و لجماعہ۔ یعنی یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی راہ کے سوا اور دوسری راہ کا اتباع اور وہ جماعت سے مفارقت کرنا ہی حرام ہے تو المؤمنین کی راہ کا اتباع اور ان کی جماعت کا لزوم واجب ہوا۔

اس مضمون پر بکثرت نصوص وارد ہیں۔ اور کوئی عاقل جو اسلام کا بدخواہ نہ ہو گوارا نہ کرے گا کہ ایسا امر جس میں تمام دنیا کے مسلمان متفق اور متحد ہیں اور اس میں اصلاً اختلاف نہیں اس کو مورد بحث بنائے اور مسلمانوں میں جھگڑے اور فساد پیدا کرے۔ مساجد کی بے حرمتی کے لئے عوام و خواص کو ہر طرح کے جوتے پہن کر مسجد میں آنے کی اجازت دے اور فساد کی ایک بنیاد قائم کرے۔ بہ خیال خواجہ حسن صاحب ہی کے دماغ عالی ہی پیدا اور اس پر آپ تنو شہیدوں کے ثواب کے بھی امیدوار ہیں اور جو تاپہنکر مسجد میں آنے کو سنت سمجھ رہے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ جو تاپہنکر مسجد میں آنا واجب قرار دیتے ہیں اور جو اس میں ان کے ساتھ نہ ہو اس کے ایمان میں شک کرتے ہیں کس قدر ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ آمین۔

الحجۃ اعظمی المحدثہ

۱۳۴۵ھ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورخہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ کو مغرب کے وقت بجانب قبلہ ایک روشن ستارہ نے ٹوٹ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد صغیر آسمان پر نمایاں کیا۔ جلیپور کے اکثر مقامات کے ہزاروں باشندوں نے دیکھا۔ کیا اس کو شتمہ قدرت یا آسمانی شہادت کو معجزہ کہا جاسکتا ہے؟ جواب مع عقلی و نقلی دلائل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

احقر نور اللہ خاں کاتب۔ الہ آبادی ۲۶ رمضان المبارک

۱۳۴۵ھ

الجواد بعون الملک الوہاب

خصائص و حالات سے ہو اگر وہ تحت تحدی و مقترن بدعوائے نبوت ہے تو معجزہ ہے ورنہ آیت لیکن بروجہ شبیہ و تغلیب آیت پر بھی معجزہ کا اطلاق شائع و ذائع ہے پھر تعلق بھی نبی کی حیات ظاہری سے خاص نہیں بلکہ نبی کی وفات کے بعد بھی عام اور تاقیامت باقی ہے حتیٰ کہ نبی کی امت میں کسی ولی کی کرامت بھی اسی نبی کے معجزات سے ہے غرضیکہ نبی کی وفات کے بعد بھی اس سے نسبت رکھنے والے امور خارقہ عادت و کہہائے قدرت الہی آیات و معجزات دکھلائیں گے کیونکہ وہ نبی سے متعلق ہیں اور بدلالات قرآن و احوال و خصائص بھی حکماً مقترن بدعوائے نبوت اور تحت تحدی ہیں۔ زبیدی شرح احیاء میں ہے ۷

(ایدہ اللہ سبحانہ بالمعجزات الظاہرة والایات الباہرة)
معنی الایۃ العلامة علی صدقہ والمعجزۃ ہی الایات مع
التحدی بہا۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ
الوسلم کی تائید فرمائی ظاہر معجزات اور کھلی ہوئی آیتوں کے
ساتھ۔

آیت کے معنی یہ ہیں کہ ایسی علامت حضور کی صداقت پر دلالت کرے،
اور معجزہ بھی وہی آیت ہے جو تحدی کے ساتھ ہو اور بھی زبیدی میں ہے ۷

والقوم بعدون امثال هذه کشف الصدور و اطلال
الغمامۃ والتسلیم والحجر معجزات علی سبیل التشبیہ و
والتغلیب۔ اور قوم یعنی آئمہ کرام نے ایسی آیتوں اور نشانیوں

کو جو بغیر تحدی کے ہوں جیسے شق صدہ اور ابر کا سایہ کرنا، اور تہجر
کا سلام کرنا معجزات میں بروجہ شیبہ و تغلیب شمار کیا ہے؟

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے ان کلماتہ العلی من بعض معجزات النبی صلی
اللہ علیہ وسلم ولی کی کرامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہے۔
پھر بعد وفات نبی حب تک نبی کی نبوت باقی اس کے دعوائے نبوت پر
تحدی قائم اور نبی کے تحت تحدی اور تحت نبوت جو امر خلاف معمول و غارق عادت
صادر ہو وہ اس نبی کا معجزہ ہے کیوں کہ معجزہ ایک فعل الہی ہے جو مسکین و مشرکین و سہانہ
کو نبی کی مخالفت اور اس کے مقابلہ معارضہ سے عاجز کر کے اس نبی برحق کے دعویٰ
نبوت و رسالت کی تصدیق اور اس کے دین حسین کی صداقت و حقانیت کی توثیق کرے
تو اس کے لئے نبی کی حیات ظاہری کی حاجت نہیں۔ نشر الحاسن میں ہے کل فعل
خارق للعادة مستلزم صدق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فیما ادعاہ
من الرسالة معجزۃ لہ۔ ہر فعل جو غارق عادت خلاف معمول ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا معجزہ ہے۔ احیاء العلوم میں ہے۔ وجہ دلالة المعجزة علی صدق الرسول ان کل ما
يعجز عنه البشر لم یکن الا فعل الله تعالیٰ۔ نبیوں اور رسولوں کی سچائی پر معجزہ کے
دلالت کرنے کی وجہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے مقابلہ سے انسان عاجز ہو وہ اشہری
کی طرف سے اور اسی کا فعل ہے۔

حدیثہ ندیہ شرح طریقہ محدیہ میں ہے فالمعجزة علی هذا الای شرط لها حياة
الرسول بل تكون بعد موته ایضا تو اس بنا پر معجزہ کے لئے رسول کا حیات ظاہری

کے ساتھ زندہ رہنا شرط نہیں بلکہ معجزہ ان کی وفات کے بعد بھی ہوتا ہے۔

جب ظہور معجزہ کے لئے رسول و پیغمبر کی حیات ظاہری شرط نہ رہی تو بعد وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی خرقِ عادت ظاہر ہوں سب معجزہ ہیں کیوں کہ وہ مقرون بالتحدی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بین شہادت دیتے ہیں ابد بقرائن صریحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ ستین کی صداقت و حقانیت پر دلالت کرتے ہیں اور منکرین و معاندین اس کے معارضہ سے عاجز اور مقابلہ سے مہیوت ہیں فتاویٰ حدیثیہ میں ہے اکثر معجزات الانبیاء لاسیما نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقعت من غیر ادعاء النبوة انبیاء کرام علیہم السلام کے اکثر معجزات خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ادعائے نبوت کے واقع ہوئے اور بھی فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔ ان کلماً وقع منه صلی اللہ علیہ وسلم بعد النبوة مقرون بالتحدی لان قرائن اقوالہ و احوالہ ناطقہ بدعواء النبوة و تحدیہ المخالفین و اظہارہ ما یقعہم و یجدیہم جو معجزات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت ظاہر و واقع ہوئے وہ مقرون بالتحدی ہیں کیونکہ حضور کے دعوائے نبوت اور حضور کے مخالفین پر تحدی اور حضور کا وہ باتیں ظاہر فرمانا جو منکرین و مخالفین کو توڑ دیں اور عاجز کر دیں ان تمام امور پر حضور کے اقوال اور احوال کے قرائن ناطق ہیں۔ شرح الشفاء للملا علی قاری میں ہے (معجزۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لا تبید) ای لا تقنی ابداد ولا تنقطع (روایاتہ) علاماتہ الدالۃ علی صدقہ (تجدد یوماً یوماً ولا تضحل) ای ولا تنزل اصلاً۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور کبھی منقطع

نہ ہو گا اور حضور کی آیتیں یعنی حضور کی سچائی اور صداقت و حقانیت پر دلالت کرے
والی علامتیں دن پر دن نئی ظاہر ہوں گی اور کبھی کمزور نہ ہوں گی یعنی ہرگز ازل نہ ہوں گی
حدیث مذکور میں ہے۔ **انہ کان مبعوثا الی الثقلین وغاتم الانبیاء والمرسل والمعجزة**
الظاہرة باقیة علی الزمان وشہادة فائمة فی القیامة علی حکافة البشر بیشک
حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے اور آپ غائم ہیں تمام
نبیوں اور رسولوں کے اور آپ کے کھلے ظاہر معجزات زمانہ کے قائم رہنے تک
باقی ہیں اور صدق نبوت کی شہادت قیامت تک کے تمام لوگوں پر قائم ہے۔

افضل القراء میں ہے **ان هذا الشریعة کانت باقیة علی صفات الدهر**
الی یوم القیمة بالمعجزات العقلیة الباقیة لیوماذو البصائر بیشک یہ شریعت دنیا
کے پردہ پر قیامت تک رہنے والی ہے۔ یہ شریعت خاص کی گئی ہے معجزات
عقلیہ کے ساتھ جو باقی رہیں گے تاکہ انہیں عقل کی آنکھوں سے دیکھیں۔

جامع الکرامات میں ہے **فکان بذالك صلی اللہ علیہ وسلم کاندہ موجود**
بین امتلیثا ہدون معجزاتہ بعد مماتہ کما کانتوا یثا ہدونہا فی حیاتہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم لیزداد الذین امنوا ایمانا ان معجزات کے سبب گویا کہ حضور اکرم صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم اپنی امت کے درمیان خود موجود ہیں کہ لوگ آپ کے معجزات کا مشاہدہ
آپ کی وفات کے بعد کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کی حیات ظاہری میں مشاہدہ کرتے
تھے تاکہ ایمان والوں کے ایمان زیادہ ہوں۔

واقعہ مذکورہ سوال سستارہ کا بصورت شباب ثاقب نازل ہونا مطلع ہلال
marfat.com

پر قرار پکڑنا، پھر اس کا تغیرات کے بعد اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جانا حسب
 تصریحات بالا یقیناً وہ سرکار رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تین بجز وہ ہے کیونکہ
 ظاہر ہے کہ نہ وہ کسی انسان کا کام تھا نہ وہ کسی مجہول الحال کا نام تھا نہ کوئی اہل و بے معنی
 کا کلمہ تھا بلکہ ایک فعل الہی اور کرشمہ قدرت کبریائی تھا جس نے اپنے پیارے محبوب
 حقیقی مطلوب تحقیقی مختار مطلق برگزیدہ نبی برحق پیغمبر اعظم رسول مکرم محمد رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم محترم اسم پاک و معظم کو چمکا کر روشن فرما کر بھٹکوس گم کردہ راہوں
 کو متنبہ کر دیا اور سوتوں غفلت آستانوں کو بیدار فرمایا کہ یہی سرکار ابد قرار ہیں جن کا دین
 متین قیامت تک قائم و باقی اور جن کی نبوت کریمہ و رسالت عظیمہ دائم و لازوال ہے یہ
 ظہور اسم مبارک زبان حال سے کفار پر تحدی فرما رہا ہے کہ ہے کوئی دین کوئی مذہب
 کوئی ملت کوئی فرقہ جو اسلام کی ایسی کھلی صاف روشن مبارک مثال پیش کر سکے۔ لا
 واللہ ہرگز نہیں۔ فان لم تفعلوا دلن تفعلوا فاقول النار التي وقودها الناس
 والحجارة ما أعدت للكافرين۔ تو اے مخالفین اسلام! اگر تم ایسی ظاہری مثال پیش نہ
 کر سکو اور یقیناً تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے، تو ڈرو اس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر
 جہنمیں۔ آدمی بت بنکر پوجتے ہیں اور وہ مقرر کی گئی ہے صرف کافروں کے لئے۔
 اللہ تعالیٰ اسم اعظم علم معظم کو مرتفع فرما کر اپنے بندوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے امتیوں کو بشارت عظیمہ دے رہا ہے کہ جس پیارے نبی کی پیروی جس برگزیدہ پیغمبر
 کی اطاعت جس رسول کی تعظیم کے اتباع میں نہیں مرا تب سعادت عطا ہوں نہیں عذاب
 الہی، فتنہ قبر اور عذاب آخرت سے نجات ملے اس کا نام پاک علم مبارک ہم نے مشعل

ہدایت بنا کر صلح ہلال پر چکا دیا اور حسب وعدہ قرآنی و دفعنا لک ذلک ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا: اسم مبارک کو رفعت و بلندی کے ساتھ تم پر سایہ انگن فرمادیا جو اپنی سعادت افزہ تجلی اور مسرت افزہ روشنی میں عامۃ امت اجابت و دعوت کو طریق غیر وسعادت اور صراطِ مستقیم ہدایت کی طرف پکار پکار کر بتلا رہا ہے انھذا صراطی مستقیما فانبعو ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عنکبیلہ۔ یقیناً یہی سید می راہ ہے۔ تو اس پر چلو، اور دوسری راہیں نہ اختیار کرو کہ سید می راہ سے بھٹکا دل۔ بلاشبہ یہ ظہور اسم پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور کی نبوت و رسالت کے بقا و قیام و دوام کی یقین شہادت اور دین مصدق و برحق اسلام لبرہانِ ساحل اور اس کی صداقت و خانیات پر دلیل قاطع ہے جس کے ظہور سے کفار و مشرکین و مخالفین اسلام مبہوت اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے عاجز و قاصر ہیں یہی معجزہ کی تعریف ہے اور تمنا یہاں اس پر صادق۔

شرح مقاصد میں ہے المعجزة هي فعل من الله تعالى يقصد بمثلہ التصدیق۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق مقصود ہے۔ اب کون ہے جو اعجازِ محمدی ہونے میں شک لائے اور معجزہ ہونے میں کلام کرے۔

مسلمانو! ہر شیاءِ خبردار، بہت سوچے اور خواب غفلت میں نہا کچھ کھو چکے کہ اس کی تلافی دشوار ہے۔ مگر جو کچھ باقی رہا اسی کو سنبھالو اور ظہور اسم میں سبق دے رہا ہے کہ اسی مبارک و محترم نام والے سرکارِ ابد قرار کے سنایہ میں تیار کیے

سب کچھ ہے۔ صدق و اخلاص کے ساتھ ان کی اطاعت ان کا اتباع ان کی پیروی تمہارے لئے سہانج رفعت و عزت اور معراج ترقی ہے۔ اس سے باہر ہونے ان سے پھر جانے روگرداں ہو جانے میں تمہارے لئے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ قال غزول ان الذین یجادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلیلین کتب اللہ لا غلبین انا ورسولی ان اللہ قوی عزیزہ بیشک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں سے ہیں اللہ لکھ چکا کہ ضرور ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول غالب آئیں گے بیشک اللہ قوی و الاغزت والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ عز مجدا اتم واحکم۔

کی۔ الحد المعتمد بحیل اللہ المتین

محمد نعیم الدین غفرلہ
۱۵ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ

عرس کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبروں پر عرس کرنا ہائے نہیں؟ جواب بسند کتاب اور یہ کہ عرس کے کیا معنی ہیں بیانات عربیہ یا فارسیہ و ترجمہ مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور و عند اناس مشکوہ ہوں۔

فقط والسلام

المستفتی

مولانا مولوی ابوالحامد احمد علی صاحب
مؤناتہ بھجن قاسم پور ضلع اعظم گڑھ۔

الحمد بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم، عمنہ، وفصلی علی مرسلہ الکریم۔
بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن جو لوگ زیارت و ایصال
ثواب و حصول برکات کے لئے سالانہ حاضر ہوتے ہیں اس کو عرس کہتے ہیں غیاث اللغات
مکس ہے مجاز یعنی مجلس طعام فاتحہ بزرگان کہ بروز وفات بعد از سلائے گنت چہ اگر رحلت

از غمکہ دنیا بمنزل شادی عروسی است بحق عاشقان حق چنانکہ سعدی فرماید
 عروسی بود نوبتے ماتمت اگر نیک روزی بود خاتمت

لفظ عرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے نکیر بن قبر عرس جواب
 شانی کے بعد بندہ مرحوم سے کہتے ہیں۔ نَوَكْنُوْمَةُ الْعَرُوسِ لَا يُؤَقَّظُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِمْ
 إِلَىٰ أُخْرَىٰ نَقَاهُ التَّوْبَةُ يَذِي عَيْنِي سَوْجَا شَل سَوْنِي عَرُوسُ كَيْ حَسْبُ كَوِ اس كَيْ اَهْلُ كَيْ اس كَيْ
 سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگائے: فی الواقع جب منزل اول کے امتحان کا و صدق
 و اخلاص میں مبتلا ہو گیا ہو اور رحمت و کرم سے نوازا گیا تو وہ دن اس کے لئے دنیا
 کے تمام ایام سے زیادہ شادی و خوشی کا دن ہے۔ اور حقیقت میں وہ آج ہی دولہا بننا
 ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی نازبرداری کرتے ہیں۔ اور جنتی سامانوں سے اس کی قبر کو روضہ پُر
 بہار بنا کر اس سے آرام کی غیند سونے کی درخواست کرتے ہیں جس کا بیان حدیث
 شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے ان صدق عبدی فافرش من الجنة و
 افتحوالہ بانالی الجنة للی اخرہ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۲) ترجمہ جواب شانی
 دینے کے بعد آسمان سے نکلنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے
 لئے جنتی فرش بچھاؤ اس کو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول
 دو۔ جن کے لئے قبریں یہ عزت و تکریم ہو ان کے لئے موت کے دن یعنی شادی کا دن
 ہے اس لئے اولیائے حق کے روز وفات کو روز عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے
 ماخوذ ہے۔

یہ تو لفظ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا۔ اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا

کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب و اشتباہ کا محل نہیں ہے۔ اکثر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جاتے تو بھی بسبب عدم ورود مانعت کے جائز ہوتا کیونکہ عدم مانعت ہی کا نام اباحت و جواز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوؤکم وان تسئلوا عنہا حین یُنزل القرآن تبدلکم عفا اللہ عنہا۔ اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو۔ اگر کوئی حکم ظاہر فرما دیا جائے تو تمہیں گراں گذرے گا۔ اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں دریافت کر دو گے تو ظاہر کر دیا جائے گا۔ اللہ نے وہ صاف فرما دیا ہے :

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعت ظاہر کرنے دیا ہو وہ معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں اور مہلح اسی کو کہتے ہیں کہ اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو حدیث شریف میں وارد ہوا ما سکت عنہ فهو معاف یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہیں دوسری حدیث میں ہے وسکت عن اشیاء من غیر سوء نسیاناً فلا تبجثوا عنہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بچٹ نہ کرو یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے تو جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ فراہم کوش ہو گئی ہوں۔ تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے کرنے پر کوئی مواخذہ یا عذاب نہیں۔ ان آیات و احادیث سے فقہائے نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ الاصل فی الاشیاء

از نمکدہ دنیا بمنزلہ شادی عروسی است بحق عاشقان حق چنانکہ سعدی فرمائیۛ
 عروسی بود نوبتے ماتمت اگر نیک روزی بود ماتمت

لفظ عرس اس معنی کے لئے حدیث شریف سے ماخوذ ہے نکیر بن قبر میں جواب
 شانی کے بعد بندہ مرحوم سے کہتے ہیں۔ نَعَرُكَ نَوْمَةً الْعَرُودِ لَا يُوقِظُهَا إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِم
 إِلَىٰ أُخْرَىٰ نَقَاهُ اللَّهُ مِنْ ذَنْبِهِ یعنی سو جا مثل سونے عروس کے جس کو اس کے اہل کے اس کے
 سب سے پیارے کے سوا کوئی نہ جگاۛے فی الواقع جب منزل اول کے امتحان کا و صدق
 و اخلاص میں بندہ کامیاب ہوا اور رحمت و کرم سے نوازا گیا۔ تو وہ دن اس کے لئے دنیا
 کے تمام ایام سے زیادہ شادی و خوشی کا دن ہے۔ اور حقیقت میں وہ آج ہی دولہا بننا
 ہے کہ ملائکہ رحمت اس کی نازبرداری کرتے ہیں۔ اور جنتی سامانوں سے اس کی قبر کو روضہ پُر
 بہار بنا کر اس سے آرام کی غیمت سونے کی درخواست کرتے ہیں جس کا بیان حدیث
 شریف میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے ان صدق عبدی فافرش من الجنة و
 انتحواله بابا الی الجنة الی اخرہ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۲) ترجمہ جواب شانی
 دینے کے بعد آسمان سے نکلنے والا ندا کرتا ہے کہ میرے بندہ نے سچ کہا پس اس کے
 لئے جنتی فرش بچھاؤ اس کو جنتی لباس پہناؤ اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول
 دو۔ جن کے لئے قبر میں یہ عزت و تکریم ہو ان کے لئے موت کے دن یقینی شادی کا دن
 ہے اس لئے اولیائے حق کے روز وفات کو روز عرس کہنا بالکل بجا اور حدیث شریف سے
 ماخوذ ہے۔

یہ تو لفظ عرس کے معنی کا ایک مختصر بیان ہوا۔ اب مسئلہ عرس کے متعلق عرض کیا

کیا جاتا ہے۔

عرس کا جواز ریب و اشتباہ کا محل نہیں ہے۔ اکثر شریعت میں اس کی کوئی سند بھی نہ پائی جاتے تو بھی بسبب عدم ورود مانعت کے جائز ہوتا کیونکہ عدم مانعت ہی کا نام اباحت و جواز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسوؤکم وان تسئلوا عنہا حین یُنزل القرآن تبدلکم عفا اللہ عنہا۔ اے ایمان والو! تم بہت چیزوں کو دریافت نہ کرو۔ اگر کوئی حکم ظاہر فرما دیا جائے تو تمہیں گراں گذرے گا۔ اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں دریافت کرو گے تو ظاہر کر دیا جائے گا۔ اللہ نے وہ معاف فرما دیا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ جس امر پر شریعت ظاہر کرنے حکم نہ دیا ہو وہ معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں اور مصلح اسی کو کہتے ہیں کہ اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہ ہو حدیث شریف میں وارد ہوا ما سکت عنہ فہو منہا عفی عنہ یعنی جس چیز کے بیان سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی اس کے کرنے پر کوئی عذاب نہیں دوسری حدیث میں ہے وسکت عن اشیاء من غیر سوء نسیاناً فلا تبحتوا عنہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا ہے تم ان میں بحث نہ کرو یعنی نسیان سے تو اللہ تعالیٰ پاک ہے تو جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ فراغ کوشش ہو گئی ہوں۔ تو علم میں حاضر ہوتے ہوئے جس چیز کی نسبت کوئی حکم ظاہر نہ فرمایا اس سے صاف مرضی معلوم ہوتی ہے کہ اس کے کرنے پر کوئی مواخذہ یا عذاب نہیں۔ ان آیات و احادیث سے فقہاء نے یہ قاعدہ حاصل کیا کہ الاصل فی الاشیاء

الاباحۃ۔ یعنی اصل چیزوں میں جانب شرع سے اباحت ہے تو جس پر مانعت وارد نہ ہو وہ اباحت اصلیہ شرعی پر ہے۔ اما الاباحۃ الاصلیۃ لانی نالت بها المعتزلة فہی ما لامدخلیۃ فیہا للشرع وہی غیر ذلک۔ اس قاعدہ نافذہ اور اس اصل عظیم سے ہزار ہا مسائل متنبط ہوتے ہیں۔ اور کوئی مدعی اسلام ایسا نہیں جس کے کثیر معمولات اس اصل کی شہادت نہ دیتے ہوں جب یہ اصل بآیت و حدیث و فقہ سے ثابت ہو گئی۔ تو عاقل کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ عرس پر مانعت کا وارد ہونا اس کے جواز کی مضبوط دلیل ہے منکرین عرس کو کچھ بھی جملے چون و چرا نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ مانعت عرس کو کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ کریں۔ اور مانعت پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ تو جواز یقینی ہوا یہ تو اس تقدیر پر ہے جبکہ فرض کر لیا جائے کہ عرس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اور اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ علماء اصلاً مثل گئے یہاں مدتہائے دراز سے ہر ملک میں عرس معمول ہے مسلمان اس میں عام طور سے شرکت کرتے ہیں اور اس کو موجب خیر و برکت جانتے ہیں اور استحسن سمجھتے ہیں۔ تو کاذب اہل اسلام کا مثل اور صاحبین کا تعامل کسی چیز کے استحباب کے لئے خود ایک دلیل ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہوا اِنَّ اَکْثَرَ الْمُسْلِمِیْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ۔ جو امر مسلمانوں کے نزدیک بہتر ہو اُسے تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔ اگر منکرین کو عرس کی کوئی دلیل معلوم نہ تھی تو انہیں اتنا ہی سمجھ کر استحسان کا قائل ہو جانا چاہیے تھا۔ اب میں آپ کو عرس کے ثبوت دکھاؤں۔ غور کیجئے کہ عرس میں زیارت مستحضر ہوتی ہے، تلاوت قرآن پاک ہوتی ہے، ذکر خیر اور ایصال ثواب ہوتا ہے یہ سب چیزیں احادیث سے ثابت ہیں۔ زیارت قبور

کے لئے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کنت نہایت کم
 عن زیارة القبور مزدوجا یعنی میں نے نہیں زیارت قبور سے پہلے منع کیا تھا پس
 اب ان کی زیارت کرو اور بہت حدیثیں زیارت قبور کی ترغیب میں ہیں جن کا اٹکار کمال
 ہٹ دھرمی اور انتہائی نقصانیت ہے یہ بات کہ عرس میں ہیئت قصائی کہاں
 تھی! یہ سوال خود لایعنی اور ناقابل التفات ہے کیونکہ کسی چیز کے ہاڑ یا مستحب ہونے
 کے لئے اس کی اصل کا ثابت ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ تمام مدارس بدعت و گناہ ہو جائیں
 گے اور ان میں چشمہ دینا ان کی تائید کرنا اعانت علی المعصیت ہو کیونکہ مدرسہ کی ہیئت
 قصائی زمانہ اقدس میں نہیں پائی گئی۔ طلبہ کی جماعتیں صف بندیوں کے ساتھ
 کب مرتب تھیں۔ استخوانوں میں یہ شان کب تھی۔ لیکن اگر آپ اپنے اس فعل کو بے اصل
 نہیں مانتے ہیں اور ہیئت کذالی ثابت الاصل ہونے سے خارج نہیں کر سکتے ہیں تو
 عرس کو بھی غیر ثابت الاصل نہیں کہا جاسکتا۔ خاص کر ایسی حالت میں جبکہ وہ اعاذیث سے
 ثابت ہو جیسا کہ تفسیر درمنثور میں مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 شہدائے احد کے مزاروں پر سال کی پہلی تاریخ کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس
 حدیث کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ کے صفحہ ۱۱۱
 میں ذکر فرمایا۔ اب رہا یہ عذر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر تشریف لے جاتے رہے ہونگے
 تو دو ایک خادم ہمراہ ہوتے ہوں گے اجتماع کثیر کہاں سے ثابت؟ نہایت ہی یک
 اور بہت ہی کمزور بات ہے کیونکہ اول تو یہ قیاس کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں اس موقع پر صرف دو ایک صاحب ہی رہے ہوں گے،

بے اصل بے دلیل ہے اس کے لئے کوئی نقل درکار ہے۔ علاوہ انہیں فرض کیجئے دو ایک خادم بھی ہمراہ نہ ہوتے ہوں تو بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخ معین پر تشریف لے جانا مسلمانوں کے لئے اس عمل کو سنت نہ کرے گا۔ اور جب باتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ معین پر اہل اللہ کے مزارات پر جانا سنت ثابت ہو تو کونسا امتی ہے جس کو کوئی شخص بھی اس سنت کی اداسے روک سکے تو اگر کسی مزار پر اتباع سنت کی نیت سے کبریت جانے والے جائیں تو ان میں ہر ایک سنت کا عامل ہوگا اور ان کے بیک وقت مجتمع ہونے سے وہ سنت اٹھ نہ جائے گی۔ اس لئے اس اجتماع کو عدم جواز کی دلیل بنانا غلط و باطل ہے۔ اور اس میں اپنی رائے سے سنت کی تقلید لازم آتی ہے حقیقت عرس اسی قدر ہے جو بجا اللہ احادیث سے ثابت ہے جب بقصد زیارت اتباع سنت بکثرت مسلمان کسی مزار پر پہنچے اور وہاں اجتماع مومنین حاصل ہو گیا تو اب وعظ و ذکر تلاوت قرآن صدقہ بہترین مشاغل میں سے ہیں یہی کام عرس میں ہوتے ہیں علماء صلحاء اولیاء اہل اللہ ہر طبقہ کے لوگ اس ادائے سنت کے لئے آتے ہیں ان حضرات کی زیارتیں ان کی ملاقات ان کا تسبیح صحبت یہ ایک اور نعمت ہے جس سے مومن دنیوی و آخری منافع حاصل کرتا ہے جب اس مبارک مقصد کی بدولت اجتماع ہو تو اس کے فرش وغیرہ کا انتظام زائرین کی سہولت کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ بستہ گان خدا کے آرام کے لئے راستہ سے کانا وغیرہ کسی ایذا دینے والی چیز کا ہٹا دینا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الايمان بضع وسبعون شعبة افضلها لا اله الا الله

و ادناها الماطة الاذی عن الطريق۔ جب ہاگنڈر سے کانٹا پتھر ٹھوکر لگنے والی چیز
 بٹانا بھی ثواب اور ایمان کی نشانی ہے اس لئے کہ اس سے ہندوگان خدا کو ایک طرح
 کا آرام پہنچتا ہے تو اداۓ سنت کے لئے سفر کرنے والوں کے واسطے روشنی فرش
 لگ کر یعنی کھانے کا انتظام کرنا بطریق اولیٰ موجب برکت و ثواب ہو گا اس ثابت ہو گیا کہ اس
 شرع سے ثابت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس کی مخالفت میں تشدد
 نہ کرنا چاہیے کہ اس سے مخالفت سنت لازم آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ احکم۔

کہ العبد المقتصر بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ العین
 ۱۰ رجب الآخر ۱۳۵۴ھ

مراد آباد۔ ہند

مستورات اور پردہ

مسلم خواتین کی عزت و حرمت اور ان کا پردہ صد ہا سال سے دنیا میں ضرب
الثل ہے لیکن اس زمانہ میں مغربی تعلیم والے مسلمانوں کو نصرا نیت کی طرف کھینچ رہے ہیں اور
وہ حکمران قوم کے معائب کو بھی ہنسر سمجھ کر فخریہ تقلید کرتے ہیں اور ان کا بیجا اصرار اس حد
تک پہنچ گیا ہے کہ اپنے طریق عمل کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حکم شرع کا بھی انکار کر دیتے
ہیں جو اصحاب بے پردگی کے حامی ہیں وہ پردہ کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور مسلمانوں
کو مخالطہ میں ڈالتے ہیں کہ پردہ خود شریعت کے خلاف اس لئے ہم حضرت صدر الافاضل
قدس سرہ کے محققانہ فتوے کو جس سے پردہ کا شرعی ثبوت قرآن و حدیث کی روشنی میں
ہے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اللہ
و رسول جل جلالہ و علی اللہ علیہ وسلم کے حکم بسرو چشم قبول فرمائیں۔ آمین۔

استفتاء

غیر محرم عورت کو بے پردہ مرید کرنا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے جائز ہے کسی طرح
نہ خارج نہیں پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں۔ اور بکر کہتا ہے کہ مولانا احمد رضا
خان صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح حصہ دوم صفحہ ۱۴ پر تحریر فرمایا

کیا ہے کہ مریدہ کو پیر کے سامنے بے پردہ آنا جائز ہے۔ لہذا نا جائز ہے تو زیڈ کا کہنا صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب الوہاب

اجنبیہ عورت کے لئے شریعت طاہرہ نے غیر محرم اجنبی مردوں سے پردہ کا حکم دیا۔ قرآن پاک میں سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تکلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم۔ اے ایمان والو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانوں میں نہ داخل ہو جب تک اذن نہ پاؤ۔ اور اس سے بڑھ کر ایک دوسری آیت مبارکہ میں تصریح یوں فرمائی ہے کہ واذما سالتہن متافا سئلہن من وراء باب۔ (سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲) اور جب تم ان سے متاع مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگو۔ **تفسیرات احمدیہ** میں اسی آیت کے تحت علامہ احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہذا الایتہی الایتہ التی یفہم منها ان یحجب النساء من الرجال یعنی یہی وہ آیت مبارکہ ہے جس سے یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ اجنبیہ عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کریں اس آیت کا نزول اگرچہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کے حق میں ہے لیکن حکم عام ہے جو تمام مومنہ عورتوں کو شامل ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ ان موردھا ان کان خاصا فی حق ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کن الحکم عام لکل من المؤمنات فی شہر منہا ان یحجب جمیع النساء من الرجال ولا یبدین انفسہن علیہم یعنی اس آیت کا مورد اگرچہ خاص ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حق میں ہے لیکن یہ حکم ہر مومنہ عورت کے لئے عام ہے اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ تمام عورتیں اجنبی

مردوں سے پردہ کریں اور اپنے نفس کو ان پر ظاہر نہ کریں۔ دوسری آیت میں ارشاد ہوا
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا يُطْلَبُ
 یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت
 لو اور سلام کرو ان کے گھر والوں پر۔ تستانسو کے معنی تستاذنوا کے ہیں اور حضرت
 ابی کے قرأت میں تستاذنوا ہی آیا ہے۔ صحابی رسول حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قلنا یا رسول اللہ ما لاستیناس قال يتكلم الرجل والسبحه
 والتكبير والتحميد اذ يتخرج ليوذن اهل البيت ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!
 استیناس سے کیا مراد ہے فرمایا آدمی سبحان اللہ یا اللہ اکبر یا الحمد للہ پڑھے۔
 یا کھکارے (گلے سے آواز کر کے) تاکہ گھر والے اجازت دیں۔ دوسری حدیث میں ہے
 التسليم ان يقول السلام عليك اذا دخل ثلاث مرات فاذا اذن له دخل الا
 رجوع یعنی تسلیم سے مراد یہ ہے کہ آدمی یہ کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں تین
 مرتبہ تک اگر اجازت مل جائے تو جائے ورنہ واپس ہو جائے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے قل للہو منین یغضوا من ابصارہم
 یحفظوا فروجہم ذلک اذکی لہم ان اللہ خیر بما یصنعون وقل للہو من
 یغضض من ابصارہن یحفظن فروجہن ولا یدین زینتہن الا ما ظہر منها
 و لیضربن بخمرہن علی جوبہن ولا یدین زینتہن الا لبعولتہن او ابائہن
 او اباء بعلتہن او التابعین غیر اولی الاربعۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظہروا
 علی عورت النساء ولا یضربن بأرجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن وتوبوا للہ

جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون۔ (سورۃ الزبور) مطلب یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ایمان لانے والوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پستہ کریں اور اپنی شرنگاہ کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے پاکیزہ ہے بیشک اللہ خبردار ہے اس کا جو وہ کرتے ہیں اور مومنہ عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں چھپائیں اور اپنی شرنگاہوں کی نگہبانی کریں اور اپنی زینت موضح یعنی ان اعضاء کو جن پر وہ سنگھارا استعمال کرتی ہیں غلاہتر کریں مگر جو خود ہی ظاہر ہے اور چاہیے کہ اپنی اور دنیاں اپنے گریباتوں پر ڈالیں اور اپنا سنگھارا ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے بالپنے باپوں یا اپنے شوہروں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجیوں یا اپنے بھانجیوں یا اپنی عورتوں یا اپنی کنیزوں یا اپنے نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچہ جس کی عورت کی شرنگاہ کی چیزوں پر نگاہ نہیں ہے اور عورتیں اپنے باؤں نہاریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت جانی جائے اور اسے ایمان والو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں چند باتوں کا حکم ہے۔ مردوں کا عورتوں کی طرف اور عورتوں کا مردوں کی طرف نظر نہ کرنا۔ اندام خاص یعنی شرنگاہ کی حفاظت کرنا عورتوں کا اپنے سنگھار کے مواقع یعنی ان اعضاء کا ظاہر کرنا جن پر وہ سنگھارا استعمال کرتی ہیں اس حکم سے شوہروں اور باپوں، شوہروں کے باپوں، بیٹوں شوہروں کے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجیوں مسلمہ عورتوں، ملوکوں، بے خواہش مردوں، بچوں، کاستھنی، ہونا پاؤں کا زمین پر اس طرح رکھنا کہ جس سے زیور کی آواز نہ سنائی پڑے۔

پردہ کی انتہا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے کی ممانعت ہے اور مشرعیۃ طاهرہ کو پردہ میں یہاں تک مبالغہ مقصود ہے کہ ان کے زیور کی آواز بھی غیر مرد نہ سننے پائے البتہ ناظر کے استثناء سے بعض روایات پر نظر کر کے ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ اور قدم چھپانا ضروری نہیں ہے جب کہ نظریہ سے اسن ہو چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے والی الحرۃ الاجنبیۃ مطلقاً ان لریامن من الشهوة وما سوی الوجہ والكف والقدم ان امن منها یعنی حرہ اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے بشرطیکہ شہوت سے امن نہ ہو۔ اور اگر امن ہو تو چہرہ اور گٹوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے سوا باقی ہر حصہ بدن کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔

آج کون کہہ سکتا ہے کہ عورتیں چہرہ کھولے پھریں اور نگاہ بد سے امن ہو کہ کوئی بری نظر سے انہیں دیکھے ہی نہیں جب یہ بات نہیں ہے تو ہاتھ پاؤں اور قدم کا کھولنا اور اس کی طرف نظر کرنا بھی جائز نہیں حکم تو اس قول پر تھا کہ لا یدین زینتھن کو مسئلہ نظر میں وارد پایا جائے لیکن علامہ بیضاوی کی تحقیق اس کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں الا ظہران هذا فی الصلوۃ لافی النظر فان کل بدن الحرۃ عورة ولا یحل لغير الزوج والمحرم النظر الی شیء منها الا ضرورةً كالمعالجة وتحمل الشهادة یعنی اظہر یہ ہے کہ یہ حکم نماز میں ہے کہ عورت اپنا تمام بدن سولے گٹوں تک ہاتھوں اور قدموں کے چھپائے یہ نظر کا حکم نہیں اس لئے کہ تمام بدن حرہ کا عورت اور قابل پردہ ہے اور شوہر اور محرموں کے سوا کسی کو اس کے بدن کے کسی حصہ کی طرف نظر کرنا جائز نہیں مگر بضرورت مثل معالجه اور تحمل شہادت کے کہ جب شاہد کو ضرورت ہو تو وہ موضع شہادت کو دیکھ

سکتا ہے اس تحقیق کی بنا پر شہوت اور نظر بد سے اس نے ہونے کی صورت میں بھی تمام بدن کلام
چہرہ اور اعضاء اور پاؤں کے چھپانا اور پردہ کرنا لازم ہے اور کسی حصہ کی طرف نظر کرنا بھی
جائز نہیں۔

احادیث سے پردہ کی ممانعت

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الناظر والمنظر والیہ اللہ تعالیٰ غیر کی عورت کو
دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ عورت کو دیکھنا اجنبی مرد کے لئے ناجائز اور
سبب لعنت ہے! اسی طرح جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع دیں کہ خواہ مخواہ لوگوں
کی نگاہیں ان پر پڑیں حضور نے ان پر لعنت فرمائی۔ ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرأة عورة فاذا خرجت استشرفا
الشیطن عورت مستور اور قابل پردہ ہے اور اس کا حق بھی ہے کہ وہ چھپے جب باہر نکلتی
ہے تو شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اس حدیث میں پردہ کا بیان اور بے پردگی
کی حضرت کا اظہار ہے کہ بے پردگی کی حالت میں شیطان اس کی طرف نظر اٹھاتا ہے اور
اس کو اغوا کرنے اور اس کے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرنے کا موقع پاتا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باہر نکلتے والی عورت کی طرف جو لوگ نظر میں ڈالتے

ہیں ان کو شیطان فرمایا گیا ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت شیبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یا رسول اللہ ارايت الحق قال الحق الموت۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم اپنے آپ کو عورتوں پر داخل ہونے سے بچاؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دیور جیٹھ وغیرہ یعنی ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے جو عورت کے شوہر کے رشتہ دار ہوں؟ چھو عربی زبان میں شوہر کے رشتہ داروں کو کہتے ہیں سوائے اس کے آباد ابناء کے حضور نے فرمایا حق موت ہے یعنی اس سے پردہ اور پرہیز بہت زیادہ ضروری ہے حضور نے مختصات تک کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی بخاری و مسلم میں بروایت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے کہ حضور نے فرمایا لا یدخلن هؤلاء علیکم یہ لوگ ہرگز تم پر داخل نہ ہوں۔

ترمذی و ابوداؤد میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابن ام مکتوم صحابی رضی اللہ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ نابینا تھے۔ باوجود اس کے حضور نے ان دونوں پاک بیویوں کو حکم فرمایا کہ وہ پردہ کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ نابینا ہیں ہمیں دیکھ نہیں سکتے حضور نے فرمایا افعمیان انتما لا تبصرانہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں؟ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نابینا شخص سے بھی پردہ ضروری ہے اور عورت بھی غیر مرد کو نہ دیکھے۔

۱۔ ترمذی شریف جلد دوم۔ ص ۱۱۱

شریعت ظاہر میں پردہ کا کس قدر انتظام ہے۔ ابو داؤد میں حضرت عبداللہ ابن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا الى باب قوم لم يستقبل بالباب من تلقاء وجهه ولكن من ركبته الا يمن اذ لايسر (الحديث)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف فرما ہوتے تو دروازہ کے سامنے رخ کر کے قیام فرماتے دابہنے بائیں بازو پر قیام فرما کر السلام علیکم فرماتے حضور کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی کے دروازہ پر تشریف بھی لے جائیں تو دروازہ سے ہٹ کر قیام فرمائیں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر گھر والوں پر نہ پڑ جائے جبکہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور سرِ پاشفت درحمت و کرم ہے نیز آپ اس امت کے لئے مثل والد کے ہیں بلکہ ہر ایک رسول کو اپنی امت سے انسی ہی نسبت ہوتی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لغات شرع مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ثرانیہ قد ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم کالاب بالسبۃ الی امتہ لیکن اس کے باوجود حیا کا بادشاہ اپنی نظر پاک کو اپنی کنیزوں پر واقع ہونے سے بچا رہا ہے جس سے امت کو حیا اور پردہ کی تعلیم ہے اور عقلاً بھی حفظ ناموس و آبرو و حیا رعیت کے لئے پردہ نہایت ضروری ہے۔ کما لا یخفی علی من لہ بصیرۃ و بصارۃ فی الفتنۃ والفقاہۃ۔

در مختار میں ہے وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لالانه عورتا بل لخوف الفتنۃ۔ جو ان عورت کو مردوں کے بیچ میں چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا اس لئے نہیں کہ چہرہ عورت سے بلکہ فتنہ کے خوف سے۔ کہ چہرہ باعث فتنہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے والمعنی تمنع من الكشف لخوف ان يرى الرجال وجہها
 فتقع الفتنة لانه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة. مطلب یہ ہے کہ عورت
 کو چہرہ کھولنے سے بائیں اندیشہ منع کیا گیا ہے کہ مرد اس کا چہرہ دیکھیں گے تو فتنہ دامت
 ہوگا کیونکہ چہرہ کھلا ہونے کی حالت میں کبھی اس کی طرف شہوت سے نظر پڑتی ہے، ان
 لوگوں کی عورتوں پر افسوس جو نصاریٰ کی تقلید میں اپنی عورتوں کو بے پردہ لئے پھرتے
 ہیں اور مجبوں میں ہر قسم کے لوگ ان کو دیکھتے ہیں اور بدزگاہین ان پر پڑتی ہیں وہ مردوں
 سے ہاتھ ملاتی ہیں اور یہ شرع میں جو ان عورتوں کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔
 خواہ شہوت سے امن بھی ہو۔ جدید تعلیم یافتہ عورتیں مردوں سے بے تکلف کلام کرتی ہیں
 بلند آواز سے بولتی ہیں۔ مجبوں میں تقریر کرتی ہیں شوگاتی ہیں انہیں خبر نہیں کہ عورتوں کو
 مردوں سے بلند آواز کے ساتھ کلام کرنا جائز نہیں۔ بشریعت میں عورت کی آواز یہاں تک
 محفوظ رکھی گئی کہ اذان دینا بھی جائز نہیں۔ اگر امام سے ہو ہو جائے تو عورت کو سبحان اللہ
 کہنے کی بھی اجازت نہیں اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آواز کرے
 تاکہ امام اپنے ہو پر متنبہ اور آگاہ ہو۔ ردالمحتار میں لوزل سے منقول ہے نغمة المرأة
 عورة وتعلمها القلان من المرأة احب۔ اسی میں امام ابوالعباس قرطبی سے منقول
 ہے ولا يجوز لهن رفع اصواتهن تمطيطها وفيها وتقطيعها لئلا في ذلك من ابتالة
 الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهن ومن هذا العوجيزان تؤذن المرأة۔ رد مختار
 میں شریلافیہ سے نقل کیا ہے ولا يكلم الاجنبية سالا عجزا عطست او سلمت
 فيشمتها ويرد السلام اليها والا لا يعنى غير عورت سے کلام نہ کرے سوائے بوڑھی

عورت کے جس کو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اس کو یرحمک اللہ کہہ دے یا سلام کا جواب دیدے۔ اور اگر بوڑھی نہ ہو تو یہ بھی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے وان لم تکن عجوزاً بل شابة لا یشتہا ولا یرد السلام بلسانہ یعنی اگر عورت بوڑھی نہ ہو جو ان ہو تو اس کی چھینک پر تشبیت بھی نہ کرے اور زبان سے اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ان کانت عجوزاً رد الرجل سلاماً بلسانہ بصوت تسمیع وان کانت شابة رد علیہا فی نفسہ عورت بوڑھی ہو تو مرد اس کے سلام کا زبان سے ایسی آواز کے ساتھ جواب دے جسکو وہ سن لے۔ اور اگر وہ جوان ہو اور سلام کرے تو اس کے سلام کا اپنے دل میں جواب دے۔ درمختار میں ہے فان خافت الشهوة او شک امتنع نظره لئلا وجهها فحل النظر مقید بعدم الشهوة والاحتیاج و هذا فی زمانہم و اما فی زماننا تمنع من الشابة (قبستانی وغیرہ) الا النظر والمس لحاجة اگر غیر عورت کے دیکھنے میں شہوت کا اندیشہ ہو یا شک ہو تو اس کے چہرہ کی طرف دیکھنا ممنوع ہے پس نظر کی حلت عدم شہوت کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ یہ نہ ہو تو غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام۔ یہ حکم تو زمانہ سلف کا ہے (جو زمانہ تقویٰ اور پاک بازی کا تھا اور نفوس ذکی تھے) لیکن ہمارے زمانہ میں جو ان عورت کو منع کیا جائے مگر بشرط ضرورت اس کے چہرہ کی طرف نظر جائز ہوگی۔

عدم شہوت سے مراد یہ ہے کہ شہوت نہ ہونے کا یقین ہو چنانچہ علامہ شامی نے قبستانی سے نقل کیا وشط لحل النظر البیہ والبیہ الا من طریق الیقین من الشهوة یعنی غیر مرد کو عورت کی طرف اور عورت کو مرد کی طرف دیکھنے کی حلت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ شہوت سے امن کا یقین ہو اور شک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شہوت کا ہونا اور نہ ہونا کوئی یقینی نہ ہو

چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں معناه استواء الامرین رد المحتار میں ہے قال فی التاتاریخۃ
 وفی شرح الکفرخی النظرائی وجه الاجنبیۃ الحرۃ لیس بحرام ولکنہ یکرہ ویکرہ
 بغیر حاجتہ وظاہرہ الکرامۃ ولولہا شہوۃ۔ یعنی تا نارغانیہ اور شرح کرخانی نے
 کہا ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کی طرف نظر کرنا حرام نہیں لیکن بے ضرورت مکروہ ہے ظاہر
 مطلب یہ ہے کہ غیر عورت کے چہرہ کو بے شہوت دیکھنا بھی مکروہ ہے یعنی اگر شہوت نہ
 ہونے کا یقین ہو جب بھی بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور شہوت سے دیکھنا تو حرام ہے
 درمختار میں ہے ولا نخر امر شامی میں ہے ان کان عن شہوۃ حرام یہ حکم کہ غیر عورت کو
 چہرہ کو بے ضرورت دیکھنا حرام نہیں مکروہ ہے اس کی نسبت صاحب درمختار نے فرمایا
 کہ یہ حکم سلف صاحبین کے زمانہ کا ہے جن کی نگاہیں پاک اور دل صحبت رسالت سے صاف
 تھا اور وہ دور تقویٰ اور دین داری کا تھا اور ہمارے زمانہ میں جو ان عورتوں کو بے
 ضرورت شرعیہ دیکھنا بغیر شہوت کے بھی حلال نہیں۔ اب مسئلہ بعون اللہ تعالیٰ واضح ہو چکا
 تو اب سمجھنا چاہیے کہ پیر کوئی بھی ہو اگر عورت کا محرم نہیں ہے اجنبی اور غیر شخص ہے تو
 اس سے بھی اذروئے شرع پردہ لازم ہے اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گنہگار ہے اور
 اجنبیہ عورتوں کا اس کے سامنے آنا جائز نہیں مابتہ اگر پیر صلاح و تقویٰ اور شیخ فانی ہو کہ
 جوانی کی انگلیں مرچکی ہیں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت باقی نہ رہی ہو تو عورتیں اس کے
 سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح سے آسکتی ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا غیر
 اولی الاربعۃ من الرجال اور رد المحتار میں لکھا ان نصاب فی الشیوخ فی شفاء من الکرمینی
 العجوز شہوتہا والشیخ الذی لا یجامع مثله بمنزلہ المحارم۔

زید کا قول کہ پردہ سے بے ایمان لوگ مرید کیا کرتے ہیں "خلاف مشروع نہایت قبیح اور سخت شکنج ہے نیز اس سے اصحاب زہد و تقویٰ پر بے ایمانی کا الزام لگتا ہے۔ اور بے ایمان کافر ہوتا ہے اس لئے واجب ہے کہ زید اپنے اس قول جو بدتر از بول ہے سے توبہ کرے۔ ہر ایک پیر و جوان ہو خواہ صلح متقی ہو اس کو بھی اپنی مریدیت سے پردہ لازم و ضروری ہے پیری کچھ شرع کے احکام سے مستثنیٰ نہیں کہ دیتی البتہ وہ بوڑھا جس میں شہوانی جذبات نہ رہے اور نفسانی امسکوں سے خالی ہو گیا اگر وہ صلح ہو تو عورتیں اس طرح اس کے سامنے آ سکتی ہیں جس طرح اپنے محرم کے سامنے خواہ پیر ہو یا نہ ہو۔

پردہ کا مسئلہ چونکہ اللہ تعالیٰ نہایت وضاحت کے ساتھ مدلل طریقہ پر عرض کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں کے لئے ذریعہ ہدایت فرمائے اور ہم سب کو اپنی راہ رضا پر چلائے۔ آمین یا رب العالمین و علی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین محمد رحمۃ اللعالمین و علی آلہ واصحابہ الطاہرین اجمعین۔

کتب العبد المعتمد بجلہ المتین

محمد نعیم الدین عفا غمہ العین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ نیچر یوں کا دعویٰ ہے کہ پردہ قرآن کے خلاف ہے اس لئے کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں ہے آیت کریمہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم۔ آلا یہ وقل للمؤمنات یغضضن من صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رکھنا چاہیے۔ اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول۔ اور آیت کریمہ ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین کے متعلق کہتا ہے اس سے بھی ہمارا مطلب ثابت ہوتا ہے۔ جب تک چہرہ عورتوں کا کھلا نہیں رہے گا پہچانا غیر ممکن ہے۔ لہذا چہرہ چھپانا خلاف آیات قرآنی ہے۔ جواب صرف قرآن کی روشنی میں دیا جائے۔ بنیوا تو جروا۔ محمد مبین الدین ریل بازار کانپور

الجواب بعون الملک الوہاب

۱۔ نیچر یوں کا یہ دعویٰ کہ پردہ قرآن کریم کے خلاف ہے اور اس کی یہ دلیل کہ منہ چھپانے کا حکم کہیں قرآن میں نہیں۔ نہایت ہی عجیب ہے اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ قرآن کریم میں منہ چھپانے کا حکم نہیں ہے تو پردہ کا خلاف قرآن ہونا کیسے لازم آئے گا اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی نے کہا کہ نمازوں میں رکعتوں کی تعداد اور صلائی افعال کی ترتیب قرآن کے خلاف ہے کیوں کہ اس کا حکم قرآن میں نہیں تو جیسا یہ قول باطل ہو گا ایسے ہی یہ استدلال بھی باطل ہو گا۔ پردہ قرآن کے خلاف تو جب

کہا جاسکتا تھا کہ قرآن پاک میں کہیں یہ حکم ہوتا کہ عورتیں اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ رہیں جب یہ نہیں تو پردہ کا حکم قرآن پاک کے خلاف کس طرح ہوا۔ پھر یہ آیت کریمہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم اور قل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن ان دونوں آیتوں کو نیچری نے کس طرح میں پیش کیا ہے؟ ان آیات کے نفس تر جوسے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں کے دیکھنے سے اور عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے منع فرمایا گیا اس سے پردہ کی تاکید ہوتی ہے اور نہ دیکھنا پردہ کی حالت میں کامل طور پر حاصل ہوتا ہے۔ تو اس آیت میں پردہ کی تائید ہے یا مخالفت اس کو بے پردگی کی سند بنانا عقل پر پردہ پڑے ہونے کی دلیل ہے۔ نیچری صاحب کی یہ دلیل ایسی ہی ہے جیسے کوئی بے دین کہے کہ ناحق کسی کا مال لے لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے "لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مال ناحق لینا چاہیے اس لئے کہ جب تک مال نہ لیا جائے کھانے کی ممانعت فضول۔ ایسے ہی دوسرے دین کے کہ سود لینے کی ممانعت قرآن شریف کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف میں فرمایا ہے لا تأکلوا الربا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سود لینا چاہیے اس لئے کہ جب تک سود لیا نہیں جائیگا سود کھانے کی ممانعت فضول ہے جیسے ان بے دینوں کا شیطانی تباس باطل ہے! ایسا ہی نیچری کا یہ قول باطل ہے کہ آیت کریمہ قل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کھلا رہنا چاہیے اس لئے کہ جب تک چہرہ نہیں کھلا رہے گا نیچی نظریں رکھنے کا حکم فضول ہے۔

اس نادان نے یہ نہ سوچا کہ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز پر آیت میں کوئی دلالت

ہے۔ چہرہ کھلا رکھنا جائز ہو تو ضروری ہے کہ دنیا میں کوئی فاسق اس کا خلاف نہ کرے اگر باوجود ناجائز ہونے کے کوئی چہرہ کھلا رکھے اور نیچری عورتوں کی طرح آزاد پھرے وہ سنئے آئے تو اس کو نہ دیکھے اور نظر نیچی کر لینے کا حکم دنیا اس کی بے پردگی کے جواز کی دلیل کس طرح ہو سکتا ہے اس سے تو پردہ کی اور تائید ہوتی ہے اور اگر کوئی بے پردہ پھرنے والا بھی تمہارے سامنے آجائے۔ یا اتفاقاً کسی اجنبی کا سامنا ہو جائے تو بھی تم پردہ کے اہتمام میں کمی نہ کرو اور اپنی آنکھیں نیچی کر لو۔ بے پردگی کی اجازت منظور ہوتی تو نگاہیں نیچی کرنے اور نہ دیکھنے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ علاوہ بریں آیت میں یہ کہاں ہے کہ اجانب کے سامنے ایسا کرنے کا حکم ہے؟ جائز ہے کہ یہ حکم گھر کے اندر کا ہو۔ اور حیا کی تعلیم دی گئی ہو کہ محارم کے سامنے بھی نگاہیں نیچی رکھیں۔ یہ کلام تو محض آیت کے الفاظ اور اس کے ظاہر ترجمہ پر نظر کر کے تھا کیونکہ سائل صاحب جواب صرف قرآن شریف سے مانگتے ہیں۔ یہ اصرار بھی ان کا باطل ہے۔ جب قرآن پاک واجب الاتباع ہے۔ تو حدیث رسول اور تمام دلائل شرعیہ بھی لازم القبول ہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی فہم حدیث شریف سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کلامی تفسیر کلام اللہ یعنی سیرا کلام قرآن پاک کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس آیت کی تفسیر بھی دیکھ لیجئے تفسیر احمدی میں فرمایا الا ظہران ہذا فی الصلوۃ لا فی النظر فان کل بدن الحرة عورة لا یحل لغير الزوج والمحرم النظر الی شیئ منها الا بضرورة کا المعالجة وتحمل الشہادۃ یعنی ظاہر تر یہ ہے کہ آیت میں حکم نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حرۃ کا تمام بدن عورت ہے شوہر اور محرم کے سوا کسی کو اس کے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ الا لضرورة

معالجتہ و شہادۃ۔ نیجری صاحب اس آیت کو توڑ دے گئے اور اس سے پہلی آیت کو
 چھوڑ گئے جس میں صاف ارشاد تھا یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی
 تستأذنوا وتسلموا علی اہلہا۔ جس میں غیروں کے گھروں میں جانے کی ممانعت
 تھی اس سے آپ نے نہ سوچا کہ نیجری غیروں کی طرح کھلا پھرنا جائز ہوتا تو مردوں کو دوسرے
 گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت کیوں فرمائی جاتی ہے۔ یہ سیران شہوت اپنی خواہشات
 کے لئے طرح طرح کی حیلہ جوئی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے۔

اسی طرح نیجری صاحب نے ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین لکم کہ دھوکہ
 دینا چاہا بڑی نصیبی کہ انسان قرآن جیسی سراسر ہدایت کتاب کی آیات کو بھی دھوکہ دینے
 کے لئے پیش کرے اور دھوکہ دینے ہی کی ضرورت سے آدمی آیت لکھی اور آدمی
 چھوڑ دی۔ اوپر کی آدمی آیت یہ تھی۔ یا ایہا النبی قل لا زواجک و بناتک و نسائکم و بنو
 یدنین علیہن من جلابیبہن ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین۔ یعنی اسے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم فرمادیجئے اپنی بیویوں سے اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی بیویوں سے کہ
 برقعے اوڑھے رہیں یہ قریب ہے اس کے کہ پہچانی جائیں پس نہ ستانی جائیں یعنی
 برقع پوشی حرہ بنی یوں کی پہچاننے کے لئے علامت ہوگی۔ ایسا ہی تمام تفاسیر میں ہے
 آیت کا نظم صاف اس مدلول پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ مطلب لیا جائے جو نیجری کہتا ہے
 اور پہچانا چہرہ دیکھ کر مقصود ہو تو پہلی آیت جو اس نے نقل کی ہے اس میں غرض بصری
 نکاح میں نیجی کرنے کا حکم کس لئے ہوگا۔ اور دوسری آیات و قرآن فی بیوتکم ولا تہرجن
 تہرج الجاہلیۃ الاولیٰ۔ وغیرہ کی مخالفت لازم آئے گی۔ بلکہ آیت کا یہ حصہ خود اپنے

صدر کے خلاف ہو گا۔ اور کلام الہی تو بیست بلند وبالا ہے ایسا تو کسی عاقل کا کلام بھی نہیں ہو سکتا! اس نیچری کا مطلب جب ثابت ہوتا کہ اس سے پہلے یکشفن وجوہ من ہوتا تو ذلک مشارالہ کشف کو بنایا جاسکتا تھا۔ اب جب کہ یدنین علیہن من جلابیہن ہے تو ذالک سے مراد وہ ہو سکتا ہے نہ کہ بے پردگی۔ اللہ تعالیٰ عقل دے اور ہدایت فرمائے۔ آمین

کتبہ عبد اللہ التین محمد نعیم الدین غفرلہ
۱۴ سوال الکریم ۱۳۹۹ھ

مسئلہ ما اهل بیت اور عبارت در مختار کا مطلب

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شرع متین و ما اهل بیت علیہم السلام کے بارے میں
تو جملہ مفسرین کا اجماع عند الذبح کی قید پر ہے لیکن در مختار میں مذکور مقدم الامیر کی حرمت
کا فتویٰ دیا گیا ہے گو اس پر اشد کا نام لیا گیا ہو جو الکتب فقہ اکبر مفصل تشریح و زادین امین
ہے کہ آپ تھوڑا سا قیمتی وقت صرف فرما کر مختصر طور پر مگر جامع و مانع جو الکتب جواب تحریر فرمادیا
مے آپ کی عنایت ہوگی میں مسترض نہیں بلکہ لیطمئن قلبی کا خواہاں ہوں۔

الستفتی
مبارک حسین کراچی ۱۳۶۶ھ

الجواب بعون الملك الوهاب

قرآن کریم میں ذبح کے متعلق دو حکم ہیں۔ ایک تو یہ کہ وقت ذبح خدا کا نام لیا گیا
ہو ورنہ ذبیحہ حرام قال اللہ تعالیٰ ولا تأکلوا مما لعین کلم اسم اللہ علیہ۔ دوسرا یہ کہ غیر کا نام
لیا گیا ہو جیسا کہ ما اهل بیت علیہم السلام سے ظاہر ہے۔ یہ دونوں حکم وقت ذبح کے ہیں یعنی
marfat.com

ذبح یا اس کا قائم مقام مثل ارسال در ذبح غیر اختیاری جب ہی جائز ہو سکتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام یا گیا ہو یہ بات بحث طلب نہیں ہے کہ تسمیہ عند الذبح یا عند الارسال معتبر ہے آیت صاف طور پر اس مدعا کو ثابت کر رہی ہے۔ اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق بھی ہے۔ اسی در مختار میں ہے۔ وتشرط التسمیة من الذابح حال الذبح او الرمی لصید او الارسال۔ اور ظاہر ہے کہ تسمیہ قبل یا بعد مفید علت نہیں۔ در مختار ہی میں ہے ولو سمي الذابح ثواش تغل باكل او شرب ثوزج انحطال وقطع الفور حرام والا لا۔ اب خوب ظاہر و روشن ہو گیا کہ تسمیہ عند الذبح معتبر ہے۔ در مختار ہی میں ہے والمعتبر الذبح عقیب التسمیة قبل تبدیل المجلس۔

اتنا پیش نظر رکھ کر ہر عاقل کی نتیجہ پر پہنچا سکتا ہے کہ ذبح بنام خدا ہو نا ضروری ہے تو جہاں ذبح اختیاری ہو وہاں عین وقت ذبح تسمیہ ضروری ہے اور جہاں غیر اختیاری ہو وہاں جو اس کا قائم مقام ہو مثل ارسال درمی وغیرہ اس پر ضروری اور ایک گھنٹہ قبل تسمیہ و تکبیر کا وظیفہ پڑھنا اگر وقت ذبح خدا کا نام نہ لیا تو یہ ذبیحہ حلال نہ ہو گا۔ ذبح میں تسمیہ یعنی بنام خدا ذبح کرنا اس وقت پورا ہوتا ہے جبکہ اس کے نام پاک کے ساتھ اور کسی کا نام مثل نہ لیا ورنہ ذبح خاص اس کے نام پر نہ ہو گا مسئلہ کے اس پہلو کو آیت کریمہ میں وما اهل به لغير الله کی عبارت سے بیان فرمایا۔ تو مسئلہ پر نظر رکھنے والا ان دونوں آیتوں کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس یقین پر پہنچتا ہے کہ جس طرح تسمیہ عند الذبح ضروری ہے اسی طرح غیر کے نام سے مجرہ ہونا بھی عند الذبح لازم ہے۔ اسی وجہ سے عامہ مفسرین عند الذبح کی تسمیہ لگانے میں۔ اور یہ بالکل حق ہے۔ فقہاء کے کلام میں اس کی مخالفت کہیں نہیں پائی جاتی اب یہ

بات ناقابل لحاظ ہے کہ ذکر الہی کے ساتھ ذکر غیر کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ غیر کا نام خدا کے نام کے ساتھ صورت معنی دو طرح موصول ہو۔ دوسرے یہ کہ فقط صورت موصول نہ معنی تیسری یہ کہ معنی موصول ہوں۔ اس میں سب سے اخف شکل وصل موصیٰ کی ہے کہ اس میں حقیقت وصل نہیں پھر بھی اس میں فقہائے کرام نے بیت کلام فرمایا ہے باقی دونوں صورتوں میں وصل ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک میں مرتب ہے۔ دوسرے میں غیر مرتب۔ مگر ذکر الہی کی تکرید کا ثبوت دونوں میں حاصل نہیں تو یہ دونوں صورتیں مآ اهل البیور اللہ میں داخل ہیں۔ در مختار میں ہے۔ وان عطف حرمہ نحو یا سوا اللہ واسم فلاں او فلاں لانہ اهل بہ لغیر اللہ۔ رد المحتار میں ہے لان اهل اللہ تعالیٰ لا یكون الا بذکر اسمہ مجرد الا شریک لہ۔

اب معلوم ہو گیا کہ اہلال اللہ یہ ہے کہ وقت ذبح صرف اللہ کا نام یا جلے اور ذکر الہی مجرد ہے۔ اور جہاں یہ بات نہ ہو بلکہ ذکر غیر بھی طایا گیا ہو تو وہ اہلال لغیر اللہ ہے خواہ صورت معنی دونوں طرح سے ہو جیسا کہ در مختار کی عبارت سے ابھی ظاہر ہوا خواہ فقط معنی ہو صورت نہ ہو اس کی مثال در مختار کا مسئلہ ذبح لقدم الامیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت میں نہ گوشت کا خود کھانا منظور ہوا امیر اس کے خدام کو کھلانے اس مذبح سے کسی اور طرح کا انتفاع۔ بلکہ اراقت دم کا مقصد امیر کی طرف تقرب ہو تو گو صورت ذکر امیر نہیں مگر معنی ذکر امیر موجود ہے۔ خواہ زبان سے علم پھر بھی امیر کا نام نہ لیا ہو۔ تو اب وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کے ساتھ امیر کا نام حکماً ذکر ہے گو مراعات نہیں۔ رد المحتار میں ہے کن لما کان فی ذلک تعظیم لہ لوتکن التسمیۃ مجردة اللہ تعالیٰ حکماً

کما لو قال بسم الله واسم فلان. ثواب وقت ذبح غیر کے اس ذکر حکمی کو منحرفانہ کے معنی یہ کس طرح ہو گئے کہ اہلال غیر اللہ مطلقاً رفع الصوت باسم غیر ہے اور اس میں وقت ذبح کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ لغویت ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب وقت ذبح ہی کے تو احکام ہیں۔ رد المحتار میں اس کی شرح میں فرمایا اعلوان المدار علی المقصد عند ابتداء الذبح اور جو اہلال غیر اللہ کے معنی رفع الصوت لغیرہ لیتے ہیں ان کے نزدیک تو ذبح لقدم الایسر محض قصد سے حرام ہونا ہی نہ چاہیے کہ اس میں رفع الصوت باسم الایسر کا نام و نشان ہی نہیں۔ رفع صوت باسم اللہ ہے وہ کس منہ سے اس کو حرام کہیں گے۔ غلام یہ کہ جس طرح تارک التسمیہ ناسیا کو ذکر حکماً قرار دیا گیا ہے اسی طرح قاصد تقرب الایسر ذکر اسم الایسر عند الذبح قرار دیا گیا۔ اور ما اهل به لغیر اللہ کا محل وہی ذکر غیر عند الذبح رہا تفاسیر سے اس میں اصلاً مخالفت نہیں۔ نہ مسئلہ تدراد لیا سے قطعاً کوئی مناسبت کہ وہاں مقصود الایصال ثواب سے نہ تقرب کما هو الظاہ ثابت ہو گیا کہ عبارت در نماز تفاسیر کے بالکل مطابق ہے۔ اور مخالفین کے مدعائے باطل کو اس سے کچھ نائد نہیں پہنچتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلیہ خیر اسمہ اتقن واحکم۔

کتبہ العبد المذنب محمد نعیم الدین غفرلہ

۲۵ ذی الحجہ مبارکہ ۱۳۶۶ھ

فتویٰ ایصالِ ثواب

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسلمان شرع میں اس مسئلہ میں کہ بیت کے ایصالِ ثواب کے لئے حب قرآن خوان جو کس وقت جو لوگ قرآن مجید پڑھنا نہیں جانتے وہاں کرطیب یا سورہ اخلاص وہ لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بیانات پڑھا۔

المستفتی
عبدالله خان بدوی مراد آباد

الجواب بعون الملک الوہاب

ثواب بیت کے لئے جو قرآن شریف پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ جو آیتیں اور سورتیں یاد رکھیں ان کو پڑھیں جو بالکل بے پڑھے ہوں وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچائیں کہ ذکر الہی عبادت ہے اور نماز روزہ حج قرأت قرآن اذکار صدقہ وغیرہ چیز کا ثواب بیت کو پہنچتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الاصل فی هذا الباب ان یحصل ثواب عملہ لغيره صلوة کان او صوما او صدقة او غیرھا کالج وقرلة القرآن وادکار و زیارة قبور الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والشهداء والاولیاء و الصالحین و یکتفین الموتی و جمیع الخلق و یمکن فی غایة الترجیح شرح الهدایة۔

عبادت بدنیہ و مالیہ کے ثواب کامیت کو پہنچنا اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہے بصورتِ کثرت
اس کی شاہدیں۔

کیا مقتضی بحوالہ المتین
سید محمد نعیم الدین عفا عنہ العین

توہینِ علماء پر حکمِ شرع

استفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و علما یانِ شرع متین کہ ایک شخص دارِ علمی منڈا جو نہ بھی نماز پڑھتا اور نہ بھی دارِ علمی رکھتا ہے وہ اس عالمِ دین کی شان میں جو قرآن و حدیث کا وعظ بیان فرما رہا ہے اور لوگوں کو مہنیا ت شرع سے روکتا ہے اس کے بیان کے خلاف میں ایسی غزلیں جو بالکل خلاف مذہب اسلام اور شرع ہیں لکھ کر اس مسجد میں پڑھتا ہے جہاں کہ لوگ وعظ سکر متاثر ہو رہے تھے اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ مولویوں کے وعظ مت سنو اپنے شعریں مولویوں کی توہین کرتا ہے اور اس کو فخر سمجھتا ہے ایسا شخص از دوائے شرع کیا ہے؟

۲۔ شخص مذکور دارِ علمی منڈا نے کی ممانعت میں حدیث نبی سننے کے بعد بھی باصرہ رکھتا ہے کہ دارِ علمی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور دارِ علمی رکھنا اسلام میں داخل نہیں ایسا شخص عند اللہ و عند الشرع کیا ہے۔

۳۔ شخص مذکور نماز بھی نہیں پڑھتا بلکہ نماز کو عبث سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز سے اسلام کو کیا واسطہ نماز اسلام میں داخل نہیں ہے ایسے شخص پر کیا حکم عائد ہے

کے ایسا شعر جس کا مضمون بالکل خلاف شرع ہو اور جس میں علماء کی توہین کی گئی ہو جس کے خلاصہ مضمون یہ ہو کہ نماز اسلام کی چیز نہیں ہے، وارڈھی شعار اسلام سے نہیں وضع و لباس اسلام میں داخل نہیں جیسا لباس چاہو پہنو۔ ایسا شعر جس کے مضامین اس قسم کے ہوں سجد میں پڑھنا کیسا ہے؟ اور ایسے شخص کی مدد و استعانت کرنا جو قرآن و حدیث کے خلاف کہہ رہا ہے کیسا ہے؟ اور ایسے قول کے سرزد ہونے کے بعد اسے کیا کرنا چاہیے۔ بینوا تو جروا۔

المستفتی ابوالرشید محمد عبد اللطیف

مدھو پور۔ یوپی

الجواب بعون الملک الوہاب

وارڈھی منڈانا نماز ترک کرنا فسق ہے اور عالم دین (اہلسنت) کے وعظ سننے سے لوگوں کو روکنا منع خیر اور سخت جرم اور عالم کی توہین استہداج اور نہایت خطرناک ہے اگر اس کے لئے کوئی سبب دنیوی یا اخروی نہ ہو شرح فقہ اکبر للملا علی قاری میں ہے من ابغض عالماً من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر قلت الظاہ انہ یکفر لاندہ اذا ابغض العالم من غیر سبب دنیوی و اخروی فیکون بغضہ لعلم الشرعیۃ ولا شک فی کفر من انکرہ فضلا عن ابغضہ۔ یعنی خلاصہ میں ہے کہ جو شخص بغیر سبب ظاہر کسی عالم کو مبغوض رکھے اس پر کفر کا خوف ہے حضرت علامہ فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیوں کہ جب اس نے بغیر دینی و دنیوی سبب

کے عالم دین سے بعض رکھتا تو یہ بعض علم دین کی وجہ سے ہوا۔ اور علم دین کا منکر بھی کافر ہے چہ جائیکہ اس کو بنو من رکنے والا۔ اسی شرع فقہ اکبر میں ہے ان قال لعالم عویم
 اوالعلوی علیوی بصیغۃ التصغیر فیہا قیدہ بقولہ قاصدا بہ الاستغناء
 کفر: اس سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے عالم کی تمغیر کے لئے تصغیر کے صیغہ سے پکارا اور
 اس کا نام گھٹا کر یا وہ کافر ہو گیا یا شہ پنا میں رکھے۔ بے قید لوگوں کی عادت ہے کہ
 علماء دین کو استغناء و تمغیر آمیز الفاظ کہہ گزرتے ہیں۔ اور انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ اس میں
 اپنے ہی ایمان کا غلط ہے ایک عالم اپنی کتاب رکھ کر کہیں تشریف لے گئے تھے تو
 ایک شخص نے کہا کہ آپ اپنی آری چھوڑ گئے یہ کہنے پر امام فضل نے اس کے قتل کا حکم
 دے دیا اسی شرع میں ہے۔ امر الامام الفضلی بقتل من قال لفقہی ترک کتابہ
 وذهب ترک المنشار ہنا وذهب کفر۔ غانیہ میں ہے۔ رجلا بینہما خصومة
 فقال احدهما للآخر بیا نا بعلمی و یوفی فقال الاخر من علم چہ دائم قال ابو بکر
 القاضی یکفر المجیب لانه یتخف بالعلم۔ یعنی دو آدمیوں میں جھگڑا تھا ایک
 نے دوسرے سے کہا او علم کی طرف چلیں دوسرے نے کہا میں علم کو کیا سمجھتا ہوں
 قاضی ابو بکر نے فرمایا یہ دوسرا کافر ہو گیا کیوں کہ اس نے علم کا استغناء کیا۔ روسی میں
 ہے۔ رجلا بینہما خصومة فجاء احدهما بخطوط الفقہاء والفتوی فقال الخصم
 لیس کیا افتوا او قال لا نعل بهذا و ہما من عرض الناس کثر علیہ التعزیر۔ اس
 سے مراد ہوا کہ علماء کی تحریر فتویٰ کو کہہ دینا کہ ہم اس کو نہیں مانتے ایہ ٹھیکہ نہیں ہے
 اس پر تعزیر ہوتی ہے لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ علماء کے جھٹلائے اور ان کے بتائے

ہوئے مسائل کی تکذیب کرنے پر جری ہو گئے ہیں اور ایسے یہود وہ کلمات اکثر زبان پر لے آتے ہیں چاہیے کہ اس سے احتیاط کریں سوال میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ شخص علماء کی تعلیم اور ان کے وعظ سے روکتا ہے اور علماء کی توبہ نہیں کرتا ہے اس کو چاہیے کہ توبہ کرے۔
 اٹھ اور سٹھ یہ کہنا کہ دارمعی کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور دارمعی رکھنا اسلام میں داخل نہیں اور اسی طرح نماز کی نسبت ایسے کلمات کہنا اگر اس مطلب سے ہو کہ ان کا ترک گناہ ہے فسق کبیرہ ہے مگر اس سے وہ شخص اسلام سے خارج نہیں ہو گیا تو جائے عذر ہے اور اگر نماز کی فرضیت کا انکار یا سنت کا استحقاف مد نظر ہو تو اس کو فقہاء کفر فرماتے ہیں یہ بہت خطرناک جرم ہے اللہ تعالیٰ پناہ دے فتویٰ خانہ میں ہے دجل قال لغيرہ نمازکن فقال اسے مرد نماز کردن سنت کا رگراست براین قالوا یكون کفرا۔

مسئلہ سوال چہارم کا جواب سوال اول میں دیا جا چکا ہے۔ ایسے شخص سے توبہ لینا چاہیے اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ترک کر دیں۔ لا تقعد بعد الذکر مع القوم الظلمین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ دائم و احکم۔

کہ۔ العبد المقتصد بحبل اللہ المتین
 سید محمد نعیم الدین غفرلہ
 ۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

مدینہ طیبہ کو شرب کرنے کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مدینہ طیبہ کو شرب نہ کہنا چاہیے کیونکہ وہ شتیق ہے شرب سے جس کے معنی فساد کے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ یہ نام ایک کافر کا تھا اس سے ایسی زمین پاک کو نسبت کرنا سفت مذموم ہے نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان الله امرني ان اسمي المدينة طابة کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ مدینہ کا نام طابہ رکھوں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص مدینہ کی طرف کسی بدبو کی نسبت کرے یا وہاں کی ہوا کو برا کہے یا پسند نہ کرے تو وہ شخص واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ خالص کرے اور عذر دے کہتا ہے کہ اگر یہ لفظ برا ہوتا تو حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی ایسا کیوں لکھتی کہ۔

کے بود یارب کہ رود در شرب و بطحا کنم
کہ بیکہ مست نزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو معلوم ہوا شرب لکھنا جائز ہے اور متاخرین شعرا نے بھی اس کو لکھا ہے جیسے مولانا تمنا صاحب یا مولانا فرید احمد و فاضل صاحب تو اس بنا پر زید کا قول کسی طرح صحیح اور قابل تسلیم نہیں اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا قول زید کا صحیح ہے یا عرو کا؟

العبد فقیر عبد المصطفیٰ محمد صابر حسین الخاطب بصابر اللہ شاہ اشرفی مراد آباد مشتاق حسین
عرف کلن اشرفی سادہ کار مراد آباد۔ یوپی۔ ۱۰ رجبی الاول ۱۴۲۹ھ۔

الحب بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم،
صورت مسئلہ میں زید کا قول صحیح اور قابل اعتناء و مطابق حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
ہے اس لئے کہ حدیث پاک میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے سے مانعت وارد اور یثرب
کہنا منافقین کی طرف منسوب ہے۔ نیز یثرب اسم قبیلہ ہے اور طیبہ یا مدینہ اس میں
حسن ہے۔ اسمائے حسنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔ اور اسمائے قبیلہ کی
نسبت مستغرض لہذا مدینہ طیبہ کو طابہ مدینہ کہنا چاہیئے یہی احمد ہے یہی محمود چنانچہ بخاری
شریف میں ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم موت بقرية تاكل اللقري
يقولون يثرب وهي المدينة. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ کو ایسے شہر کی طرف ہجرت
کرنے کا حکم فرمایا گیا کہ تمام شہروں پر غالب آجائے گا۔ لوگ اس کو یثرب کہیں گے
حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی مرضی ہے کہ اس
شہر پاک کو بجائے یثرب کے مدینہ کہنا چاہیئے۔ اور یثرب نام رکھنا اس بقعہ طابہ
کے لئے غیر مناسب ہے۔ اور اس کی شرح فتح الباری میں يقولون يثرب

وہی المدینۃ کے تحت ہے ای بعض المنافقین یسمیہا یثرب واسمہا
الذی یلیق بہا المدینۃ یعنی بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور
اس کی شان کے لائق نہیں اس کی شان کے لائق نام مدینہ ہے۔ دوسری
حدیث میں حضرت امام احمد روایت فرماتے ہیں من سمی المدینۃ یثرب
فلیستغفر اللہ فی طابۃ یعنی جو شخص مدینہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیے کہ
استغفار کرے اس کا نام تو طیبہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل ان یقال المدینۃ یثرب دواہ عمر ومن
ابی شیبۃ من حد ابویوب یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس
سے کہ مدینہ طیبہ کو یثرب کہا جائے۔ اسی فتح الباری میں ہے ولہذا قال عینی
ابن دینار من المالكیۃ من سمی المدینۃ یثرب کتبت علیہ خطیۃ
وقال سبب هذا الکراهۃ لان یثرب اما من التثریب هو التوبیخ والملامۃ
او من الثرب وهو الفساد وکلاهما مستقبح وكان صلی اللہ علیہ وسلم
یحب الاسم الحسن ویکره الاسم القبیح یعنی ان ہی احادیث شریفہ کا
بنا پر عینی ابن دینار مالکی نے فرمایا جس نے مدینہ کا نام یثرب رکھا اس پر گناہ
لکھا گیا اور فرمایا کہ اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یثرب یا تو تشریب سے
بنلے اس کے معنی جھگڑانے اور ملامت کرنے کے آتے ہیں اور یا شراب
سے بنلے اس کے معنی فساد اور خرابی کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی بیچ اور برے
ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اچھے نام کو محبوب رکھتے تھے۔ اور

برے نام کو ناپسند فرماتے تھے:

ان احادیث اور تصریحات اکابر سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ کو یشریب کہنا شرعاً مکروہ اور منہوع ہے۔ اور اس پر اصرار کرنے کا حکم ہے اور اس یشریب کے معنی ایسے قبیح ہیں کہ جس کو مدینہ طیبہ کی طرف منسوب کرنا سخت برا ہے لہذا قول زید کا صحیح اور قول عمرو کا غیر صحیح ہے۔ ردالمعرد کا استدلال حضرت مولانا جامی کے کلام سے سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں مانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید۔ کلام رسول کے لئے کلام غیر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یشریب سے حوالی و دعوائی مراد ہیں۔ نہ خاص شہر مدینہ چنانچہ یشریب پر بطحا کو بطریق تفسیر عطف فرمانا اس کا مؤید ہے۔ اور دوسرے شعر میں ہے:

گرد صحرا سئے مدینہ بویت آمد یار رسول

من ہر خود را فدائے خاک آن صحرا کنم

اس شعر میں مدینہ فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ شعر اول میں یشریب

مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کا صحرا مراد ہے۔ ایک بزرگ کے کلام کی اس قدر توجیہ

نہایت بہتر ہے تاکہ مانعت حدیث لازم نہ آئے۔ مگر صرف حدیثوں کے ہوتے

ہوئے اس کو سند بنانا نادانی ہے۔ عمرو نے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر لکھا اور

آیت کیوں نہ لکھ دی جس میں ارشاد ہوا یا اہل یثرب لا مقام لکم فارجعوا۔

مگر اس کا کام اس سے کہ نہ بٹا کر دیکھیاں قرآن میں مقالہ کفار نقل فرمایا ہے کہ
 سے جو انہاں سے پہلے نہیں ہو سکتا کتب میں ہے وقالوا ما وقع في القرآن
 انما هو حكاية من قبل غير المؤمنين .

اب یہ بھڑکے کہ واضح دلالت ہو گیا کہ دینہ طیبہ کو ہرگز شرب نہ کہا جائے
 اور شرب کہنے والے پر استغفار کرنے کا حکم ہے . واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
 وعلیہ غنا اسعد افقہ احکم .

کی العبد المصتم بحبلہ المتین
 محمد نعیم الدین عفا غفرہ لعین
 ۲۰ جمادی الاخرہ ۱۳۳۹ھ

فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف بلند آواز سے پڑھنے کا حکم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ
میں کہ بعد نماز فرض قبل سنت چند آدمی بلند آواز یعنی متوسط آواز سے ٹا کر درود
شریف دس دس مرتبہ پڑھیں تو شرفاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پڑھنے سے جو غیر
سنت میں ہوتی ہے تو عند الفقہاء اس میں کچھ حرج تو نہیں۔ بینوا تو جہدا۔

المستفتی
جمال احمد پٹیل۔ احمد آباد
ار محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم۔ بخدا و نصلى على رسوله الكريم فآله و
صحابه اجمعين: اما بعد۔ جائز ہے کہ اس قدر فصل معتبر نہیں حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد نماز اذکار مروی ہیں اور ان سے وصل سنت فوت نہیں

ہوتا علامہ ابراہیم علی غنیہ میں فرماتے ہیں یقوم الی التطوع بلا فصل لا مقدار
ان يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال الاکرام
کچھ اسی دعا پر انحصار نہیں کہ یہی کلمات بعینہا جائز ہوں دوسرے ہوں تو ناجائز یا
لفظوں کا شمار نہیں بلکہ مقصد صرف اس قدر ہے کہ در طول فصل فی فضلیت و اولیت
کے خلاف ہے مگر وہ قرینی وہ بھی نہیں فی الغنیۃ لیس المراد انه کان يقول
ذالك بعینه بل کان يعتقد زمانا یسع ذالك المقدار و نحو ذالك من القول
تقرینا فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المعجزۃ انه علیه السلام کان يقول
فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله
الحمد وهو علی کل شیء قدير اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لمن منعت
ولا ینفع ذا الجند منك الحمد و کذا روی مسلم وغیرہ عن عبد الله بن زبیر
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال بصوته الا
علی لا اله الا الله وحده لا شریک له له الحمد وهو علی کل شیء قدير ولا
حول ولا قوۃ الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمۃ وله الفضل وله الشان
الحسن لا اله الا الله مخلصین له الذین ولو کرم الکافرون لان المقدار المذكور
من حیث التقریب والتعمین دون التحدید والتحقیق والله اعلم .

۱۰۰ احادیث صفحہ گذشتہ تا بعد نماز فرض بلند آواز سے درود شریف با اور کوئی ذلیفہ اسی صورت میں پڑھے
جبکہ نمازیوں کی نماز میں کوئی غلطی باعث نہ ہو۔ ملحق الفلاح شرح نور الایضاح ص ۱۰۰ ایضاً و اجمع العلماء سلفاً
و خلفاً علی استحباب ذکر الله تعالیٰ جماعۃ فی المساجد وغیرہا من غیر کبر الا ان یشوش جہرہم
بأذکر علیہم او مضل و قاری قرآن کما هو مقرر فی کتب الفقہ۔

یہ کہ اس دعا سے یہ مراد نہیں ہے کہ بعینہ یہی الفاظ فرمائے تھے بلکہ اتنی دیر تشریف رکھنا ثابت ہے جس میں یہ مقدار اور قریب قریب اس کی مثل پڑھی جاسکے تو اس کو حدیث سے کچھ سافات نہیں جو بخاری و مسلم میں حضور انور سے ہی وہ حدیث جو مسلم وغیرہ نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے لا الہ الا اللہ الخ کہ یہ مقدار تقریب و تخمین کے طور پر ہے نہ کہ تحدید و تحقیق کے طور پر علامہ شیخ احمد مططاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں بعینہ سطور بالا عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں لان المقدار المذكور من حیث التقرب ذون التحدید قد یسع کل واحد من هذه الاذکار لعدم التفاوت الكثير بينهما ويستفاد من الحديث الاخير جواز رفع الصوت بالذكر والتكبير عقب المكتوب باب بل من السلف من قال باستحباب به وجزم به ابن خزمہ من المتأخرين . یعنی مقدار مذکور تقریبی ہے تحدیدی نہیں اس میں ان تمام اذکار کی وسعت ہے کیونکہ ان کے درمیان تفاوت کثیر نہیں اور حدیث اخیر سے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر و تکبیر کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ سلف نے اس کو مستحب کہا اور متاخرین میں سے ابن حزم نے اس پر جزم کیا تو دس بیس مرتبہ درود شریف بھی اسی مقدار سے زائد نہیں علاوہ بریک شمس الائمة الحلوانی نے صاحب درود کو اس حکم سے خاص فرمایا غنیہ میں ہے قال شمس الائمة الحلوانی هذا یعنی ما ذکر من انه اذا كان بعد الصلوة تطوع يقوم اليه من غير تاخير الى اخره اذا لم يكن

من قصد الاستعمال في الصلاة في كل وقت له ورد معناه في كل وقت مكتوبة
 فان كان له ورد وقد احتاد ان يقضي في كل وقت له بعد المكتوبة فان يقوم
 عن مصلاه في كل مكان الذي صلى فيه في كل وقت وردا فاما وان شاء جلس
 فاحية من فلاحى المسجد في كل وقت وردا ثم يقوم الى التطوع. يعني شمس لانه
 حلواني بنى فرمايا به جو مذکور ہوا کہ جس نماز کے بعد سنتیں ہوں ان میں سے تاخیر سنتیں
 پڑھے یہ صورت اس میں ہے کہ نماز فرض کے بعد اس کا کوئی ورد مسنون ہو۔ تو اگر اس
 کا کوئی ورد مسنون ہے تو فرض کے بعد اس کو ادا کرے جہاں نماز پڑھی ہے اس سے
 ہٹ کر کھڑے ہو کر البتہ ورد کو بعد سنت پڑھنا افضل ہے۔ مراۃ الخصال شرح نور
 الايضاح میں ہے (لا بأس بقراءة الاولاد بين الفريضة والسنة) فالاولیٰ
 تاخیر الاولاد عن السنة والله تعالیٰ اعلم۔

کتب العبد المتعصب

سید محمد نعیم الدین غفرلہ

مراد آباد۔

یکم ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین زید کہتا ہے کہ مسجد میں قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا بدعت سیئہ ہے کیوں کہ مساجد اداائے نماز کے لئے بنائی گئی ہیں قرآن شریف اور درود شریف نماز نہیں۔ زید کا یہ قول صحیح ہے یا غلط اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی

عبید علی کرلوی۔ ۱۵۔ صفر النفر ۱۳۴۵ھ
۲۵ اگست ۱۹۲۶ھ

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم۔ الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام
على حبيبہ سيد المرسلين محمد وآلہ وصحبہ اجمعين۔ اما بعد زید کا یہ قول کہ
مساجد صرف نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں اور ان میں قرآن مجید اور درود شریف
پڑھنا بدعت سیئہ ہے بالکل باطل اور دین پرانتر ہے۔ قرآن پاک میں اللہ رب العزت
عز و علا تبارک و تعالیٰ تو ارشاد فرماتا ہے ومن اظلم لمن منع مساجد الله ان
يذكروا فيها اسمہ وسعني خرابها الخ اس آیت کریمہ میں ذکر مطلق ہے اس کی

تقیبہ اپنی طرف سے حدین میں تخریفات سے تفسیر جلالین میں اس اطلاق کے
 اظہاری کے لئے قرآن بالصلوات والتسبیح۔ زبور کو اپنے اس قول باطل سے جلد توبہ
 کرنا لازم ہے۔ واللہ هو الموفق واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علیہ عزا سہ اتقن
 واحکم۔

بے العبد المعتصر بجلد المستن

محمد نعیم الدین عفا عنہ العین
 ۲۰ رجب الاول شریف۔ ۱۳۲۵ھ

فتویٰ دربارہ کلیم حضور النور صلی اللہ علیہ وسلم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بایہا المنزل
اے کملی اوڑھنے والے تو آیا یہ کہ کملی کیسی تھی جو آجکل کے درویش اور رتے ہیں یا اور کسی
کسی قسم کی، کس جانور کے اون کی تھی اور اس کا تانا کیسا تھا اور بانا کیسا تھا اور کس کے
ہاتھوں کی بنی ہوئی تھی اور اگر سوت کی تھی تو سوت کیسا تھا اور کس زمین پر کپاس بولی گئی
تھی اور کس نے اس سوت کو کلتا تھا بہر بانی فرما کہ قرآن حدیث فقہ شریف سے جواب
عطا فرمائیے۔ بینا و جہدہ۔

المستفتی
فقیر و حقیر محمد دین

الحمد لله الملك الوهاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ
اما بعد۔ قرآن کریم میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پروردگار عالم نے ایک اذیاع کیساتھ
martat.com

خطیب فرما کہ آپ کی محبوبیت کا انہما فرمایا ہے۔ اُن کی
سوت کی کوئی خصوصیت اس خطیب کا باعث نہیں ہو سکتی۔ اسی تن نازنین و جبرم اقدس
ہے اس سے خود کو کچھ عظمت نہیں ہر چیز کو خصوصیت سے شرف ہے منظور و محبوب
کی وہ اداس ہے جو وقتِ نزولِ وحی تھی اس لئے اس بہاں کے تانہ بانہ کا دریافت کرنا
بے کار ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یحبہ۔ دیکھنا ہے کہ ابتداء سے حال
میں وحی کی عظمت کا اثر جو قلب مبارک پر ہوا اس سے بدن اقدس پر کچھ ایسی کیفیت
طاری ہوئی کہ جائزہ اقدس میں پٹ گئے۔ لہذا تعالیٰ نے اس اداسے مجبوز کو پسند فرما کر
تسکین خاطر اقدس کے لئے آپ کے اسی حال سے آپ کو خطاب فرما کر ملاطفت و
کرم کا اظہار فرمایا ہے کہ آپ کی یاد ا محبوب ہے۔ حتیٰ کہ ہم اسی اداسے خطاب فرماتے ہیں
قَالَ السَّهْبِيُّ اِنَّمَا الْمَرْحَلُ سَمِ الْمَشْتَقِ مِنَ الْحَالِ الْتِي كَانَتْ عَلَيْهَا حِينَ الْخُطَابِ
وَكَذَا لَمْ يَدْرُوْا فِيْ خُطَابِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْاِسْمِ فَانْدَتَانِ لِحِرَاهَا
الْمَلَا طِفَّةً وَاللّٰهُ سَبَّحَنَهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

ک۔ عبدالعصم بھٹا المتین ہے

مسید نعیم الدین عفا غمہ الین

تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تجوید سیکھنا ضروری ہے یا نہیں اور جو شخص تلاوت قرآن میں حروف کو صحیح ادا نہ کر سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ ازراہ کرم مفصل جواب سے لوازمیں۔ بینوا و جبردا۔

المستفتی

مکترین احمد دین

بنارس۔ ۲۰ رجب النور ۱۳۴۷ھ

الحمد للکریم الوہاب

بسم الله الرحمن الرحيم بخدا ونصلي على رسولہ الکریم

اما بعد۔ قرآن کریم میں ترتیل یعنی حروف کا جدا جدا ان کی صفات پر ادا کرنا

اوقاف و حرکات کا پورا پورا لحاظ رکھنا، تغیر و تبدل سے بچانا اور تجوید کا بقدر ضرورت

سیکھنا فرض ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ورتل القرآن ترتیلاً تفسیر مدارک

۳۰۳ میں ہے ورتل القرآن ترتیلاً بین و فصل من الشفر المرتلای المفلج

الاسنان وكلامه رتل بالتحريك اى موتل ثغر رتل ايضا اذا كان مستوى
البيان او اقرا على نودة تبين الحروف وحفظ الوقوف واشباع الحركات
ترتيلا هو تاكيد في ايجاب الامر به وانه لا بد منه للمقارى. تفسير
خازن ميں ہے قال ابن عباس بينه بيانا وايضا اقراءه على هيتك ثلاث ايات
وا ربعا وخمسا وقيل الترتيل هو الوقوف والترسل والتسهيل الا انها مديبين
القرأة حرفا اثره في اربعه المد والاشباع والتحقيق وترتيلا تاكيد
في الامر به وانه لا بد للمقارى منه. اب ثابت ہوا کہ تلاوت قرآن کے لئے
ترتیل فرض ہے۔ تفسیر اتقان میں ہے لیس تحسین الصوت بالقراءة وترتيبها
لحديث ابن حبان وغيره زينوا القرآن بأصواتكم وفي لفظ الدارمي حسوا
القرآن بأصواتكم فان الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا واخرج البزاز
وغیره حديث حسن الصوت زينة القرآن وفيه احاديث صحيحة كثيرة
فان لو يكن حسن الصوت حسنة فاستطاع يجب لا يخرج الى التطيط
اگر اس طرح کی تفسیر ہو کہ جس سے معنی بدل جائیں اور ایسے بدل جائیں کہ جن کا اعتقاد
کفر ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر ان سے ایسے معنی نہ پیدا ہوں ،
لیکن اس کا تغیر مثل قرآن پاک میں نہ ہو اور تغیر فاحش ہو تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔
جیسے کسی نے ہذا الغلاب کی جگہ ہذا الغبار پڑھ دیا اور قرآن پاک میں اس کا مثل
نہ ہو اور اس کے معنی بھی کچھ نہ ہو جیسے سسلٹر کی جگہ سرائل پڑھ دیا تو بھی نماز فاسد
ہو گئی اور اس قول کے ساتھ اخذ کیا جائے گا۔ ردالمحتار میں ہے والمتاعدة

عند المتقدمين ان ما غير المعنى تغيرا يكون اعتقادا كلفا مفسدا في جميع
 ذلك سواء كان في القرآن او لا الا ما كان من تبديل الجمل مفصولا بوقف
 تأمر وان لم يكن التغير كذلك فان لم يكن مثله في القرآن ولا معنى
 له كالسلسلة بلا مر مكان السلسلة وان كان مثله في القرآن والمعنى بعيد
 ولم يكن متغيرا فاحشا نقسدا ايضا عند ابى حنيفة ومحمد وهو الاحوط
 اور اسی میں ہے فالاولی الاحذ بقول المتقدمين لانضباط قواعدهم
 وكون قولهم احوط . والله سبحانه تعالی اعلم .

کتاب العبد المقتصر بحبلہ المتین

سید محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین

۲۰ رجب النور ۱۳۲۷ھ

جنت میں چند جانور بھی جائیں گے

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع بین اہل مسئلہ میں کہ جنت میں کوئی جانور بھی جائے گا یا نہیں۔ بیوا تو ہوا۔

استفتی

احقر فخر الدین خاں نزد جامع مسجد ملی

الحمد لله العظیم الکریم الوہاب

بسم الله الرحمن الرحيم محمد کا ونصلی علیٰ ہرہولہ الکریم۔

اما بعد۔ جنت میں پانچ جانور داخل ہوں گے۔ ۱۔ براق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ۲۔ دراز گوش حضرت خزیر علیہ السلام کا۔ ۳۔ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا۔ ۴۔ مینڈھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا۔ ۵۔ کتا اصحاب کہف کا۔ چنانچہ اشیاء و نظائر میں مستطرف سے منقول ہے کہ لیس من الحيوان من يدخل الجنة الا خمسة كلب الكهف وكبش اسماعيل وناقۃ الصالح وحمار عذراء براق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن عمومی نے شرح اشیاء میں شرعۃ الاسلام سے مقابل

کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک دس جانور جنت میں داخل ہوں گے۔ ۱. حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ ۲. حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ۳. حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا گوسالہ ۴. حضرت عزیر علیہ السلام کا دراز گوش ۵. حضرت سلیمان علیہ
السلام کی چوینٹی ۶. حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سینڈھا، ۷. حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا بقرہ ۸. حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی، ۹. بلقیس کا ہڈ ہڈ ۱۰. اصحاب کہف
کا کتا۔ قال مقاتل رحمہ اللہ عشرة من الحيوان يدخل الجنة ناقه محمد عليه
الصلاة والسلام وناقه صالح عليه الصلاة والسلام وبعمل ابراهيم عليه
الصلاة والسلام وكبش اسمعيل عليه الصلاة والسلام وبقره
موسى عليه الصلاة والسلام وحيوت يونس عليه الصلاة والسلام
وحمار عنبر عليه الصلاة والسلام ودملة سليمان عليه الصلاة والسلام
وهدهد بلقيس وكلب اهل الكهف كلهم يحشرون۔ کذا فی مشکوٰۃ الاذکار
اسی کتاب میں شرح شریعت الاسلام سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ سب سینڈھے کی صورت
کر دیئے جائیں گے۔ جمہوری میں ہے و ذکر فی مشکوٰۃ الانوار شرح شریعت الاسلام
انہا کلہا تصیر علی صورة الکبش۔

سبحان اللہ مقربین بارگاہ کا یہ رتبہ ہے کہ جانور بھی ان سے نسبت رکھنے کی بدولت
جنتی ہو گئے۔ واللہ رب العلیین۔

۷۔ العبد المعتصر بحبلہ المتین بہ

محمد نعیم الدین عفا غفرہ العین

الحیون الملک الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم والصلاة والسلام على رسوله الكريم

اما بعد . حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو شجر ممنوعہ کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا یہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سلازیمپ میں اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا جدہ میں . اور اس میں حکمت الہیہ ہے کہ خلافت کا اظہار اور اس کے احکام کا اجراء اسی طرح مقدور ہوا تھا . پھر حضرت آدم علیہ السلام کو براہ کرم کلمات توبہ کی تلقین فرمائی اور توبہ قبول کی . قرآن پاک میں فرمایا فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه انه هو التواب الرحيم . آدم وحواء کے ساتھ توبہ فضل و کرم ہوا اور ابلیس لعین کا نام سریانی زبان میں عزرا نزل اور عربی زبان میں "عازث" تھا جب اس نے نافرمانی کی تو اس کے نام کو بدل کر ابلیس رکھا گیا . جس کے معنی مایوس از رحمت ہیں . اور اس کی صورت تبدیل کر دی گئی . اور ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو زمین کی طرف ہانک دیا گیا . اور قیامت تک اس کو آسمان و زمین کے درمیاں مورد لعنت بنایا . شیطان مقام ایلہ میں پھینکا گیا تھا جو مضافات بصر سے ہے قرآن پاک میں ہے قال فاخرج منها فانك حميم فان عليك اللعنة الى يوم الدين . اور دوسری آیت میں قال اهبط منها فبايكون لك ان تتكبر فيها فاخرج انك من الصغرين . تیسری آیت میں ہے قال اخرج منها مذؤما مدحورا . لمن تبعك منه لاملان جهنم منكمل جمعین تفسیر خازن اول مقام میں ہے . مسمی بدلائلہ ابلیس من رحمة الله ای

بیش و کان اسماء غلظتوں بالیسرہ کتب عربیہ حاکم قلماً عصی غیر
 اسماء فسی بہ لاندہ ابلیس و غیور و غیور۔ یہ واقعہ کا مختصر بیان ماسیطا
 کی شامت اورہ نصیبی کا انہام تو آخرت کا دائمی عذاب شدیب ہے مگر سائل کا نشانہ علوم
 نہیں کہ اس کا اس سوال سے کیا غرض ہے۔ مومن کو یقین کاف ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
 کے تمام احکام سراسر حکمت و مصلحتیں اس پر کوئی خدا شمس بالقرآن کی برأت نہیں
 کر سکتا بندوں کو عقل ہی کتنی کہ وہ حضرت حکیم علی الاطلاق کی حکمتوں کو سمجھنے کا دعویٰ
 کریں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق نیک اطاعت فرمائے اور شر نفس شیطانی سے بچائے۔
 آمین۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ اعلم۔

کتاب المختصر بحبل المتین

سید محمد نعیم الدین عفاؤ العین

جواز مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از سیدی وسندی شیخ الکل حصہ علامہ سید محمد گل قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں ملک ہندوستان میں ہر شہر اور ہر قریہ میں لوگ مجلس میلاد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منقہ کرتے ہیں اور اس مجلس میں میلاد شریف نبی تاریخ ولادت اور دن پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بیان ہوتا ہے آیا یہ کہ یہ بیان از روئے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟ جواب آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔
بینوا اتوجروا۔

المستفتی

مکترین بذا الدین مراد آباد

بعض الکریع الوہاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نجلہ ونصلی علی ہر سولہ الکریع۔

اما بعد۔ انعقاد مجلس میلاد از روئے شرع شریف جائز اور موافق حدیث کے

سب سے چنانچہ ترمذی نے کن جملہ ابواب مناقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باب جدا گانہ
 میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے بیان کیا ہے۔ لہذا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ
 بیان احادیث مناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدعت سمجھے ورنہ وہ شخص خود بدعتی
 اور اسلام سے خارج ہوگا اور وہ باب یہ ہے "باب ما جاء فی میلاد النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم عن المطلب ابن عبد اللہ بن قیس بن مخزوم عن ابیہ عن
 قال ولدت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل قال وسأل عثمان ابن
 عفان قباث بن اشیم اجابنی یعمر بن لیث انت اکبر ام رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اقدم منه فی
 المیلاد اور صحیح مسلم میں بروایت ابو قتادہ حدیث صحیح مروی ہے اور اس
 حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا دن بھی بیان فرمایا ہے
 اور وہ حدیث یہ ہے۔ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنين
 فقال فيه ولدت وفيه انزل علی یعنی کہا ابو قتادہ نے کہ پوچھے گئے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روزے سے پس فرمایا حضرت نے کہ میں اس میں پیدا
 ہوا اور مجھ پر قرآن نازل ہوا لہذا میں روزہ رکھتا ہوں اس دن میں۔

اسے یہ باب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں ہے بروایت قیس بن مخزوم سے کہ انہوں نے کہ پیدا ہوا میں اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھی کے سال میں یعنی جس سال ابرہہ نے خاکہ کعبہ ڈھانے کے واسطے اخصی بھیجا تھا اور کہا انہوں نے کہ
 پوچھا عثمان بن عفان نے قباث بن اشیم سے جو قبیلہ یمن بن لیث سے ہے کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں
 نے کہا کہ رسول خدا مجھ سے بڑے ہیں اور پیدا ہونے میں میں ان سے پہلے ہوں۔ ۱۰

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ جو لوگ مجلس میلاد منعقد کرتے ہیں اس میں آنحضرت کا مولد شریف اور ہجرت کا بیان بھی کرتے ہیں سو یہ جائز ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا۔

المستفتی
احقر محمد اسلم بھوجپور

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم. محمد لا ونصلي على رسوله الكريم.

اما بعد۔ یہ دونوں امر ابواب شمائل اور اخلاق نبوی میں بیان ہوئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے توہرات میں بھی بیان کیا ہے جو کوئی مسلمان ایسا نہ ہو گا کہ احادیث شمائل نبوی کے بیان کو بدعت سمجھے ورنہ خود بدعتی اور کتاب اللہ سے منکر ہو گا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے باب شمائل میں ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں بیان مولد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہجرت دونوں توہرات سے منقول ہیں اور اس حدیث شریف کو ضرورت کی جگہ سے نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہے افقا لوالا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی یحسبک فقال یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم معنی میں ان اظہر معاہداً وغیرہ فلما ترجل النہار قال لیحدی
 اشہدان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ وشرط مآلی فی سبیل اللہ اما واللہ
 ما فعلت بک الذی فعلت بک الا انظر ان نعمتک فی التوراة محمد ابن عبد
 اللہ مولدہ بمحکة ومہاجر بطیبة وملکة بالشام لیث بفظ ولا
 غلیظ ولا سحاب فی الاسواق اور شکوة شریف میں واروسہ۔ وعن کعب
 یحلی عن التوراة قال نجد محکة توباً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عبد المختار لا بفظ ولا غلیظ ولا سحاب فی الاسواق لا یجزی بالسیئة السیئة
 وملکة بالشام نیز دارمی نے ایک باب بعد اگانہ وسطے بیان ان اوصاف
 کے منقہ کیا ہے جو بہشت رسول سے پہلے کتب سماویہ میں ان اوصاف کا بیان تھا
 چنانچہ ایک حدیث انہوں نے روایت کی جو اخیر میں اس کے سطور ہے۔ مولدہ
 بمحکة ومہاجر بطیبة وملکة بالشام۔

اب غور کا مقام ہے کہ دارمی نے یہ حدیث بیان صفت رسول اللہ میں
 ذکر کی سو کونسا مسلمان ہوگا جو بیان اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدست کبھی
 گا وہ تو خود بدعتی اور اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

فتویٰ متعلق فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ جو مدتہائے دراز سے بلائیکہ مسلمانوں میں جاری ہے جب تک کہ وہابیہ کافہ نہ اٹھا کسی نے اس پر انکار نہ کیا اس لئے یہ امور وہابیت کی علامت اور شعار ٹھہریں اب جو لوگ ان نیک کاموں کو بند کرنا چاہتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے آیا وہ مسلمانوں میں تشدد و تفریق کے مرتکب ہیں یا نہیں اور وہابیت کے مدد و معاون ٹھہریں گے یا نہیں اور وہابیوں کی امداد و اعانت اگرچہ بلا مقصد ہو اس کا کیا حکم ہے اور اگر ان امور کی بندش اور ان پر انکار بلا مقصد وہابیت کی امداد و اعانت کے لئے ہو تو حکم اور زیادہ سخت ہے یا نہیں تعین یوم برائے فاتحہ جس کو وہابی حرام و شرک کہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ اور مسلمانوں پر اس کے ضروری سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں یا کم از کم اسی بات کا کہ مسلمان ثواب کے لئے تیسرا دن اور چالیسواں دن ضروری جانتے ہیں کہ تیسرے دن اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اگرچہ دن مقرر ہیں ان سے پہلے یا بعد کو فاتحہ کی جائے تو ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا یہ تعین عرفی اسی مصلحت سے ہے کہ اہل میت کو فاتحہ کی اطلاع دینے کی زحمت نہ ہو کہ لوگوں کو مطلع کریں کہ فلاں روز ایصالِ ثواب کے لئے مقصد ہے جو صاحب اپنے عزیز یا دوست

کی روح کو ثواب پہنچانا چاہیں وہ فلاں جگہ جمع ہوں اور کچھ قرأت قرآن یا کلمہ و کلام سے ایصالِ ثواب کریں اسی مصلحت سے فاتحہ کے ۷۱ ام جو ایک عرصہ دراز لے مسلمانوں میں جاری ہیں اسے بدعت و شرک کہنے کا کیا حکم ہے؟ اور جتنے مسلمانوں نے جب سے کیا وہ ان شرک و بدعت کہنے والوں کے نزدیک شرک و بدعتی ٹھہرے یا نہیں اب اس تعینِ ایام سے اس لئے کہ اس کا انکار وہابیوں کا شعار ہے مدول کا کیا حکم ہو گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اتقوا مواضع التہود و کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اس فرمانِ ذیشان کی بنا پر سویم و چہلم وغیرہ کو اسی طرح رکھنا جس طرح وہ جاری ہیں نیز اس لئے بھی کہ مسلمانوں میں تفریق و تشیت انہیں بے وجہ مقول انکار سے نہ ہو اس لئے کہ وہ مصلحتِ فوت نہ ہو ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط والسلام۔

المستفتی

محمد ستیم خاں۔ نل بازار ممبئی۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

بعون الملك الوهاب
الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

فاتحہ سویم و چہلم وغیرہ امورِ خیر جس میں اسوات کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے ان کا استحباب و استحسان دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور ان کی اصل قرآن و حدیث سے ملتی ہے۔ ولہذا یہ کو ان امور سے سخت عناد ہے اور ان کے انکار

ہیں اس قدر حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ شرک تک نوبت پہنچا دی اور مسلمانوں کی شرک
 تک پہنچنے میں باک نہیں کیا مہر بات قطعاً بعد رسوم شریعت تک سے انہیں وہ نفرت نہیں
 جو ان امور خیر سے ہے۔ ہلاکت کیٹی کے عہد میں لوگوں نے قشتے تک لگائے ،
 بتوں کے جلوس میں شریک ہوئے ، بتوں کے نقاب کشائی کی رسم میں بادب
 حاضر رہے وہابیہ نے اس پر کوئی آواز نہ اٹھائی ، اور یہ حرکات ان کو اتنی ناگوار نہ گذری
 جتنی فاتحہ سویم جہلم وغیرہ ناگوار ہیں اور رات دن انہیں کے شرک و بدعت ہونے
 کا وظیفہ ہے۔ ان شرکی افعال کرنے والوں سے تو وہابیہ نے میل جول خلط ملط کچھ
 ترک نہ کیا ان کے افعال پر اظہار افسوس تک کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر فاتحہ کا نام
 سن کر ان کو طیش آجاتا ہے بدن میں آگ لگ جاتی ہے ان امور خیر کا انکار اور اس پر
 تشدد اس قوم کا وظیفہ ہو گیا ہے اس لئے ان کاموں کے بند کرنے کی تحریک خواہ
 وہ کسی حیلہ یا بہانہ سے ہو یقیناً وہابیہ کی علامت اور یقیناً ایسی تحریک فتنہ پرداز
 ہے اب وہابیہ نے یہ بھی طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کفایت شعاری کی تعلیم کے پردے
 میں ان امور کے بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں مسلمانوں کو ایسی چالوں سے
 آگاہ رہنا چاہیے۔ اور لے بند ہوں کے مکرو کید سے اپنے آپ کو اور اپنی قوم
 کے نادان لوگوں کو بچانا چاہیے۔ ان امور کا انکار اور ان کی بندش کی کوشش
 وہابیہ کی ترویج اور اس کی کھلی اعانت ہے اس میں بلا قصد کا احتمال محض لغو ہے۔
 متعین سے یعنی بر بنائے مصالح کسی کلام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر
 کر لینا جائز ہے اس کی مانعت پر اصلاً کوئی نص شرعی وارد نہیں ہوئی اور یہ تعین ناگزیر

ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ اور رمضان و عیدین استہان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے وقت معین ہوتا ہے جس کی التزام کے ساتھ پابندی کی جاتی ہے۔ اگر وہ تعین حرام جانتے ہیں تو ایسا کیوں کرتے ہیں اور اگر وہابی ترک تعین کا عہد کر لیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے۔ کھانے کا وقت معین سونے کا وقت معین کام کا وقت معین مہاجر میں تو بازار میں جانے اور بیٹھنے کا وقت معین تعین کے بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں اور پھر تعین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں اس کج پرہیز افسوس شریعت میں ایسے تعین کا پتہ چلتا ہے خود افعال کریمہ میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افعال میں اہل نظر کو تعین کی مستحالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ کان عبد اللہ (ابن مسعود) ینذکر للناس فی کل خمیس یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر پنجشنبہ اجرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے اب وعظ کے لئے پنجشنبہ کی تعین سے عمل خیر کے لئے جب مصلحت وقت کا مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ امام بخاری اس حدیث کو باب من جعل لاهل العلم ایاماً معلومتہ میں لائے ہیں۔ امام بخاری کے اس ترجمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث سے امور خیر کے لئے تعین ثابت کرتے ہیں۔ اور بہت احادیث ہیں جو اس مدعا پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر وہابیہ کو کوئی دلیل شرعی وجہ تسکین نہیں ہوتی۔ ایک حدیث سنادیجئے اس کے قبول کرنے میں ہزار عذر ہوں گے۔ "تغویۃ الایمان" پیش کر دیجئے تو گردن جھک گئی۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں سے

بچائے۔ اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے یہ کہنا کہ مسلمان اسی تعین کو ذرا
 اور ضروری سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی
 ثواب ہوگا اور ان کے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا یہ مسلمانوں پر افترا
 ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا اندھوں کو یہ نہیں سوچتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے
 اور چالیسویں دن فاتحہ پر بس نہیں کرتے۔ وہ موت کے دن سے چالیسویں دن
 تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے یہاں سال
 بھر تک روزانہ فاتحہ ہوا کرتی ہے۔ اور جو ان سے زیادہ صاحب استطاعت ہیں
 وہ ہمیشہ روزانہ فاتحہ جاری رکھتے ہیں اور اس کے لئے جائیدادیں جاگیریں خاص
 کر دی جاتی ہیں تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ تیسرے اور چالیسویں
 دن ہی ثواب ہوگا۔ اور ان کے لئے علاوہ اور کسی دن ثواب نہ ہوگا یا کم ہوگا یہ مسلمانوں
 پر افترا ہے۔ لہذا اس قسم کے جیلے اور فریب کرنے والا امور خیر کو رد کرنے کے لئے
 ایسی باطل باتیں کرنے والا بد مذہب ہے۔ اور اس کا یہ فعل و ما بیت کی علامت
 ہے۔ اور ان امور خیر کے کرنے والوں کو مشرک بدعتی بتانا اس شخص کی بے دینی ہے
 ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور علامت و ما بیت و بد مذہبی سے
 سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ العبد المعتبر عبد المستین

محمد نعیم الدین عفا عنہ المعین۔

استغفار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین کہ اگر کسی وقت کسی بزرگ کا واسطہ
دیا جائے تو کیا جائز ہے یا نامائز اس کا جواب نہایت واضح طور پر بیان فرما کر مشکوٰۃ فرمائیں
بیخاف و بجرہا۔

الستغفی

محمد امین بناری مقیم حیدرآباد

الحمد بعون الملك الوهاب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ لَكَرِيمٍ
اما بعد۔ بزرگان دین و اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم کا وسیلہ واسطہ بلاشبہ جائز ہے۔
بخاری شریف میں حدیث اہل کے آخر میں ہے۔ بعد منصرفون و بعد منصرفون و
بعد تزقون کہ انہیں کی بدولت تم پر مینہ برستا ہے اور انہیں کی برکت سے تمہاری
مدد کی جاتی ہے اور انہیں کے صدقہ میں تم سیراب کئے جاتے ہو اسی طرح ابیر المؤمنین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وسیلہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علمائے باطن کرنا اور بکثرت احادیث سے
توسل کا جواز ثابت ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ک۔ العبد المذنب عبد المستنیر

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع بہتین درج ذیل مسئلہ میں کہ ہم کسی کے نام سے فاتحہ وغیرہ پڑھیں تو وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ کسی فرشتہ کے ذریعہ سے؟ یا اور کسی طرح سے اس کا جواب دلائل کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی
مقبول حسین۔ نازنگ بڑہ
۱۴۲۸ھ

الحمد لله الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام
على رسوله الكريم المستين. اما بعد. فاتحہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اور
صدقہ دیا جاتا ہے اور تلاوت وغیرہ عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
اس سنت و جماعت کا مذہب اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اور اس پر علماء کا اجماع
ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان رجلا قال لرسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم ان امی توفیت اینفعها ان تصدقت عنها قال نعم. یعنی ایک
شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے اگر
میں صدقہ دوں تو کیا اس کو نفع دے گا فرمایا ہاں۔ اس مضمون کی احادیث بخاری و مسلم

میں وارد ہیں بشرح الصدور میں ہے اخرجہ ابوالقاسم سعد بن علی الریحانی فی
 فوائدہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم
 قرأ فاتحۃ الكتاب وقل هو اللہ احد والہکم التکاثر ثم قال جعلت ثواب ما
 قرأت من کلامک لاهل المقابر من المومنین والمومنات کما فاشفأ لہ اللہ
 تعالیٰ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کہ جو شخص داخل ہو قبرستان میں پھر فاتحۃ الكتاب قل ہو اللہ احد اور
 الباکم التکاثر پڑھے پھر کہے میں نے جو تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب قبرستان کے
 مومنوں اور مومنات کو دیتا ہوں تو وہ اس کے بارگاہ الہی میں شفیع ہوں گے۔

اب رہی بات کہ مردوں کو ثواب پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے
 طریقوں کو کون شمار کر سکے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کو قرآن پاک کی آواز
 بھی انس ہوتا ہے اور اس کے کلمات طیبات سے راحت پہنچتی ہے۔ فتاویٰ قاضی
 خاں میں ہے دقرات آية الكرسي وسورة الاخلاص والفاخرة وغير ذلك رجاء ان
 یونس المولیٰ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کی سورتیں اور آیتیں
 خود شفاعت کرتی ہیں جیسا دارمی نے خالد بن محمد ان سے روایت کیا کہ ایک شخص
 التخر تنزیل پڑھا کرتا تھا اور بہت گنہگار اس کی قبر میں سورہ مبارکہ نے اس پر اپنے
 بازو پھیل کر عرض کیا کہ یا رب اس کی مغفرت فرما یہ مجھ کو پڑھا کرتا تھا کمافی المشکوۃ و
 اخرج الطبرانی فی الاوسط عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ما من اهل بیت یموت منہم میت فیقصد قون عنہ بعد موته الا اھل

لہ جبرئیل علی طبق من نور شریف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر
 العمیق ہذا ہدیہ اهداها الیک املک فاقبلها فتدخل علیہ فیفرح بہا دلیتہ
 و یحزن خیرانہ الذی لا یهدی الیہ عرشین۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس گھر والے
 کا کوئی مر جائے اور وہ اس کے لئے صدقہ دیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کو طبق
 نور میں لے کر پہنچتے ہیں اور اس کی قبر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں اے گہری
 قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تجھے تیرے گھر والے نے بھیجا ہے اس کو قبول کر۔ وہ ہدیہ اسکو
 پہنچتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے پڑوسی انگین ہوتے ہیں جنہیں ہدیہ نہیں
 پہنچتا۔

اکھ شہان دلائل و شواہد سے خوب واضح ہو گیا کہ میت کو ثواب پہنچتا
 ہے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب و اعتقاد بھی اسی پر ہے۔ واللہ المستعان۔

ح۔ العبد المقتصد بحبل اللہ المتین

محمد نعیم الدین عفا عنہ البعین
 یکم رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

حکم زوجہ مفقودہ والخبر

استفتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زوجہ مفقودہ الخبر کے نکاح ثانی کرنے کے بارے میں علامۃ السائل میں جو مسئلہ خبر میں ہے کہ زوجہ مفقودہ الخبر کی بعد اشتطاری چار سال چار مہینہ کے نکاح ثانی کر سکتی ہے جس کے صحیح ہونے میں تقریباً تیس مولویوں کے دستخط درج ہیں تو ہمارے حنفی الذہب کے علماء کی کیا رائے ہے حنفی مذہب کے سب علماء اس مسئلہ میں متفق ہیں یا مختلف اور یہ مسئلہ کس مذہب کا ہے حنفی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں مفصل تحریر فرمائیں۔ جینوا توجروا۔

المستفتی

ارشاد حسین۔ راجپور۔ ۵ جادی الاول ۱۴۳۷ھ

الجواب بعون الملک الوہاب

مفقودہ الخبر کی زوجہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ قاضی اس کی موت کا حکم نہ کرے اور وہ موت کی عدت نہ گزارے۔ عینی شرح کنز میں ہے وتعد امراة وورث منہ ای من المفقود حینئذ ای حین حکم بولتہ لایکون حجة۔ اب ری یہ بات کہ قاضی کب حکم کرے غلط روایتیں ہیں۔ یہ ہے کہ اس کی موت کا اندازہ اسکے

ہموطن اقران کی موت سے کیا جائے گا جب وہاں اس کے ہم عمر مرچیں تو قاضی اس کی موت کا حکم کر سکتا ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ شرح کنز میں فرماتے ہیں۔ وفي ظاهر رواية بقدر يموت اقرانه من اهل بلدة على المذهب قران کی موت کتنے عرصہ میں ہوتی ہے اس میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ نوے سال کی عمر ہونے تک ایک سو تیس برس ہونے تک بتاخرین نے ساٹھ برس اختیار کئے۔ امام ابن ہمام نے شرب برس کو مختار فرمایا۔ تو علمائے خفیہ کا مسلک ہے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال گزرنے پر قاضی ان دونوں میں تفریق کرے۔ اور عورت کی عدت گزار کر چاہے تو نکاح کرے۔ یعنی شرع کنز میں ہے۔ قال مالک اذا مضى اربع سنين يفوق بينهما وتعد عدة الوفاة ثم تتزوج ان شاءت۔ اگر ضرورت شدیدہ ہو اور تفریق نہ کرنے سے کسی فتنہ قویہ کا اندیشہ ہو تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر عمل کیا جائے۔ ردالمحتار میں ہے۔ لکن قد منا ان الكلام عند تحقق الضرورة حيث لم يوجد مالکي بحکم به والله سبحانه اعلم۔

کتبہ المعتمد بحمد اللہ المتین

سید نعیم الدین عفا عنہ المعین

۱۵ جمادی الآخر ۱۳۲۴ھ

تحریک آزادی ہند سے متعلق ایک اہم فتویٰ

استفادہ مندرجہ ذیل جناب سید ممتاز احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ انونڈ صاحب
فراش خانہ دہلی نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کے پاس بغرض حصول جواب
بھیجا تھا حضرت مفتی صاحب نے جو جواب تحریر فرمایا وہ بغرض آگاہی عوام و سلین مشائخ
کیا جاتا ہے۔ العلین۔ محمد دیانت۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

اما بعد۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شرع متین امور ذیل میں جواب
مع اولہ شرعیہ بیان فرمائیں۔

اول ایک شخص غیر مسلم وغیر معاہدہ حکم کرتا ہے کہ قوانین مروجہ حکومت حاضرہ کی
مخلاف ورزی اس کی قوم اور اس کے ہم وطن کریں جس سے رام راج حاصل ہو گا بصورت
قانون شکنی بغیر استطاعت اندفاع و بغیر کوشش اندفاع برداشت کرنے کی حتیٰ کہ گولی
چلنے کے وقت گولی کو اپنے سینہ پر لینے کی ہدایت کرتا ہے اگر کوئی مسلمان اس کے
حکم کی تعمیل کرتا ہے تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

ثانیاً۔ اگر اس غیر مسلم کے حکم کی تعمیل میں کوئی مسلمان اس خطرہ میں یہ جانتے

ہوئے کہ گولی لگنے سے موت واقع ہو سکتی ہے اپنے آپ کو ہٹا کرے اور گولی لگنے سے مر جائے تو اس کی موت کیسی موت ہوگی؟ آیا اس کو شہادت کہیں لے یا خود کشی؟

مثلاً: ایک غیر مسلم کہتا ہے کہ کھدر پہنوا اس کی تعمیل میں کوئی مسلمان کھدر پہناتا ہے اور فخر کرتا ہے کہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اس حکم کو فرض قرار دے کر دوسرے مسلمانوں کو اس غیر مسلم کے حکم پر آمادہ کرتا ہے اور جو شخص کھدر نہ پہنے اس سے نفرت کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا کھدر پہننا حکم غیر مسلم کی تعمیل کو فرض سمجھنا کھدر نہ پہنتے والے مسلمان سے نفرت کرنا کیسا ہے راہِ باطن حکومت حاضرہ کی طرف سے نمک بنانے پر عرصہ سے محمول لیا جاتا ہے ایک غیر مسلم کہتا ہے کہ یہ محمول دیئے بغیر بناؤ اور گرفتار ہو جاؤ اس پر ایک مسلمان کہتا ہے کہ اس نے باوجود غیر مسلم ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی ہے اس لئے غیر مسلم کے حکم کی تعمیل ہر مسلمان پر فرض ہے مسلم کا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں اور ناجائز ہے تو کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا تو جبردا۔

المستفتی

الحمد بعون الملك الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم محمد بن علي بن محمد الكلابي

اما بعد۔ غالباً یہ سوالات متحرک ماضی سے متعلق ہیں اگر ایسا ہے تو تحریر سوالات میں کسی قدر تبیس سے کام لیا گیا ہے جو مناسب نہ تھا بلکہ چاہیے یہ تھا کہ واقعات صاف صاف ذکر کر کے اس کا حکم دریافت کیا جاتا۔ مثلاً سوال اول یوں لکھنا چاہیے تھا کہ ہندوستان پر ایک غیر ملکی حکومت کا جبر قبضہ ہے جس کو ہندوستان کے رہنے والے کسی طرح پسند نہیں کرتے ہندوستانیوں کی خواہش ہے کہ پر دیسی قوم جو ہزاروں میل دور سے آکر ہمارے ملک و وطن پر جبراً قابض اور مسلط ہے اور ہمارے تمام خزانے اور منافع کو ہمارے ہاتھوں سے چھین کر لے جا رہی ہے اور جس کی بدولت اہل ملک بھوکے اور محتاج ہو گئے جلد سے جلد ہمارا ملک خالی کر دے تاکہ اہل ملک خود اپنی مرضی کے موافق حکومت قائم کریں اور اپنے ملکی ذخائر سے خود متعمق ہوں لیکن وہ پر دیسی حکومت کسی طرح ہندوستانیوں کی خواہش کا احترام کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور اپنے مادی طاقت کے بل پر جبراً حکومت کر رہی ہے ہندوستانیوں کے پاس مادی قوت اور طاقت نہیں ہے کیونکہ تمام مادی طاقتیں اور قوتیں اسی پر دیسی قوم نے اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے ہندوستانیوں کو اتنی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے بھی ہتھیار رکھ سکیں۔ اس لئے ہندوستان کی ایک ملکی مجلس نے جس میں ہندوستانی تمام اقوام کے نمائندے شریک ہیں

یہ طے کیا کہ اس غیر ملکی حکومت کے تسلط جابرہ سے آزادی حاصل کرنے کا ایک
 ہی طریقہ ہے اور وہ ہے کہ اس کے جبر یہ قوانین کے خلاف ورزی کی جائے اور اس
 سلسلہ میں جو تکالیف اور مصائب برداشت کرنے پڑیں ان کو برداشت کیا جائے
 اور اپنی طرف سے تشدد کا ہرگز اقدام نہ کیا جائے تاکہ تحریک آزادی کی کامیابی کی امید
 ہو ورنہ بصورت تشدد حکومت کو تشدد کا بہانہ مل جائے گا اور پھر وہ اپنی مادی
 قوت سے قوم کو تباہ کر دے گی خلاف ورزی قوانین کو عملی جامہ پہنانے کے لئے
 ملک میں سے ایک شخص تیار ہوا جو غیر مسلم تھا اس مجلس مشاورت نے اس کو اس
 مظلومہ جنگ کی انجام دہی کے لائق سمجھ کر اس جنگ کی تکمیل کے اختیارات دیدے
 اب وہ غیر مسلم تمام ہندوستانیوں کو جنگ کے آداب بتا رہا ہے اور قوم کو لڑا رہا
 ہے تو آیا اس کے حکم کی تعمیل جائز ہے یا نہیں اور اس مظلومی کی جنگ میں اگر مطالبہ حق
 آزادی کی وجہ سے کسی کی جان تلف ہو جائے تو وہ شہید ہو گا یا نہیں اور آیا بحالت
 مذکورہ آزادی کا مطالبہ کرنا اور اپنے آپ کو ایسے خطرات میں مبتلا کرنا جس میں جان
 تلف ہونے کا خطرہ ہے جائز ہے یا نہیں؟ سوال کی صحیح شکل یہ ہے۔ اب اس کا
 جواب یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم یا غیر مسلم دونوں قومیں آباد ہیں مسلمانوں کے
 مذہبی اصول سے مسلمانوں پر ایک غیر مسلم حکومت جابرہ کے تسلط سے اپنے ملک
 کو آزاد کرانا اولین فریضہ ہے۔ **سلمان جو ان الحکم الا اللہ اور لن یجعل اللہ للکافرین**
علی المؤمنین سبیلاً پر ایمان رکھتے ہیں وہ طوعاً کسی وقت کسی طرح بھی غیر خداوندی
 احکام کی اطاعت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اطاعت کرتے ہیں تو مجبوری اور اضطراری طور

پر کرتے ہیں اور اگر اس مجبوری اور اضطراب کو دفع کرنے کی کوئی صورت بھی ممکن ہو تو ان
 پر لازم ہو جاتا ہے کہ اول جبری حکومت کے جوئے کو اپنی گردن سے اتار پھینکیں یہ
 وجہ تو ایسی ہے کہ اس میں غیر مسلم شریک نہیں دوسری وجہ ہے کہ (جس میں تمام ہندوستان
 اقوام برابری کی شریک ہیں) ایک اجنبی قوم کو جو ہزاروں میل پرے کی رہنے والی ہے
 کو لی حق نہیں کہ وہ ہمارے ملک پر ہماری مرضی کے خلاف جبراً حکومت کرے ہم اس
 کی حکومت کو ایک لمحہ کے لئے بھی طوفان برداشت کرنے کو تیار نہیں اور یہ ہمارا فطری
 عقلی عرفی بین الاقوامی حق ہے اور جس تدبیر اور طریقہ سے ہم اپنا حق حاصل
 کر سکیں اختیار کرنے اور عمل میں لانے میں حق بجانب ہوں گے۔ چونکہ ہمارے پاس
 مادی قوت نہیں ہے اس لئے ہم تشدد کا طریقہ اختیار کرنے سے معذور ہیں مگر
 عدم تشدد کے ساتھ سوال تا فرمانی کی مظلومانہ جنگ یقیناً لڑ سکتے ہیں اور اگر ہمارے
 افراد اس کے لئے تیار ہیں کہ وہ لاشیاں کھائیں برہمچیاں، چمڑے اور گویاں اپنے
 سینوں پر لیں تو یقیناً ان کو اپنے حق آزادی کے مطالبے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا
 جائز ہے کیوں کہ ان کا فعل فی حد ذاتہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنا حق طلب کرتے ہیں اس
 کے بارے میں اگر حکومت لاشیاں برسائے یا سنگین بھوکے یا چمڑے اور گویاں
 مارے تو یہ برہمیت اور ظلم حکومت کا فعل ہے اس کی ذمہ داری حکومت پر ہے
 نہ کہ ان مظلوموں پر جو اپنا حق مانگتے ہیں اور کسی ایسے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں
 جس کو وہ پہلے سے ناپسند کرتے تھے۔ مگر مجبوراً اس کی تعمیل کیا کرتے تھے وہی
 یہ بات جانتے ہوئے کہ حکومت بسا اوقات اپنی برہمیت کے مظاہرے کے لئے

لاٹھیاں چلوانی تہے اور گولیاں بھی برسوانی تہے کسی کو ایسے خطرات میں پڑنا جائز تہے
 ! نہیں تو اس کا جواب یہ تہے کہ مطالبہ حقوق ہمیشہ خطرات سے پڑھوتے ہیں مگر
 وطن کی آزادی کا مقصد چوں کہ اعلیٰ ترین مقصد تہے اس لئے اس کے راستہ کے
 خطرات بڑے ہیبت ناک ہیں مگر بغیر خطرہ کے تو کوئی مقصد بھی حاصل نہیں
 ہوتا ہمارا فریضہ یہ تہے کہ ہم اپنی طرف سے کوئی تشدد آمیز حرکت نہ کریں جس کا
 نتیجہ حکومت کی جانب سے تشدد ہو اور بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی
 تشدد آمیز حرکت ہو حکومت بلا وجہ تشدد پر اتر آئے اور ہمیں مار مار کر زخمی یا
 شہید کر دے تو اس کی ذمہ دار حکومت پر ہوگی مثلاً یہ قصد ہو کہ دفعہ ۱۴۴ کی
 خلاف ورزی کریں اور پانچ سو اشخاص ایسے ہیا کئے جائیں جو جمع ہو کر جلسہ
 کریں اور حکام کے اہل حکم سے کہ منتشر ہو جاؤ اس قصد سے جلسہ شروع کیا
 گیا اور فرض کر لو صرف یہی اشخاص تھے اور یہ سب عدم تشدد کے پابند
 تھے اب حکام آئے اور انہوں نے حکم دیا کہ منتشر ہونے سے انکار کر دیا،
 مگر کوئی حرکت نہیں کی تو اس صورت میں حکومت کا فرض یہ تہے کہ ان سب
 کو آدمیت کے ساتھ گرفتار کرے اور قانونی کارروائی کرے مگر بسا اوقات
 حکومت آئین اور انسانیت کے ساتھ ان لوگوں کو بھی گرفتار کرنے کے بجائے
 کبھی تو لاٹھیوں سے پٹا کر منتشر کروانی تہے اور کبھی گولیاں چلو کر ہیبت اور
 بربریت کا انتہائی مظاہرہ کرتی تہے اس ظالمانہ کارروائی سے مظلوموں کو وہ
 فعل ناجائز نہ ہوگا جو عقل اور انصاف اور مذہب کے خلاف نہ تھا اور جو

لوگ اس بربریت اور بھیت کا شکار ہو کر شہید ہوں گے وہ یقیناً مظلومیت کی وجہ سے شہادت کا درجہ پائیں گے ان کو خودکشی کا ترکب ہانا سخت جہالت اور ناواقفیت احکام شرعیہ کی دلیل ہے۔ سول نافرمانی کی اس مظلومانہ جنگ میں جو اپنے وطن اور مذہب کو ایک غیر ملکی حکومت کے جابرانہ قوانین سے آزاد کرانے کے لئے اپنی وطنی مشترک مجلس کی جانب سے جاری کی گئی ہے شرعی احکام کے دائرے میں رہتے ہوئے غیر مسلم کے احکام کی اطاعت کرنا ناجائز نہیں ہے کیونکہ یہ کوئی مذہبی رہنمائی اور دینی ہدایت نہیں ہے محض جنگی رہنمائی ہے جو لوگ سے ناجائز کرنے کی جرات کرتے ہیں اور جنگ میں رنجی ہونے والے کو ملامت کرتے ہیں اور مرجانے والے کو شہادت سے محروم کرتے ہیں وہ پہلے ان مسلمانوں کا حکم بتائیں جو کسی غیر مسلم جابر دشمن اسلام حکومت کی حمایت اور اس کی جرم ملک گیری کی خاطر اس کے مقرب کئے ہوئے غیر مسلم افسروں کی کمان میں رہ کر ان غیر مسلموں کے فوجی احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور بسا اوقات غیر مسلم حکومت کی طرف سے اپنے مسلمان بھائیوں کو نشانہ بن دوق بناتے ہیں یا خود گولی کھا کر مرجاتے ہیں ان مسلمانوں کا کیا حکم ہے یعنی مسلمانوں کو جائز ہے کہ وہ حکومت کے غیر مسلم افسروں کا ماتحتی میں کام کریں۔ اور مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور کیا مسلمانوں کو جائز ہے کہ وہ غیر مسلم جموں کے سامنے مقدمات لے لے جائیں اور ان سے خلاف شرع فیصلے صادر کرائیں۔ اور ان پر عمل کریں۔ اور کیا مسلمانوں کو جائز ہے کہ وہ شرعی معاملات نکاح اور طلاق، آئین باپھڑ، رفع یدین وغیرہ نزاعات کے مقدمات

غیر مسلم حکام کی عدالتوں میں فیصلہ کے لئے لے جائیں اگر ان تمام سوالات کے جوابات
 نفی میں ہیں تو ان حضرات کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ تو تِ ایمانی کا ثبوت دینے کے لئے
 پہلے ان امور کے متعلق فتوے شائع کرتے اور مسلمانوں کو ان مہلکات سے بچانے
 کی کوشش کرتے جنہوں نے ان کے اسلام اور قومیت دونوں کو فنا کر دیا ہے کھدر
 پہننے کا جو حکم اس غیر مسلم نے دیا ہے وہ اس نے اپنے مذہب کی بنا پر نہیں دیا ہے
 بلکہ وطن و ملک کی بھلائی اور دشمن کو کمزور کرنے کی ایک تدبیر سمجھ کر دیا ہے اور مسلمانوں
 کے لئے کھدر پہننا مذہبی امور کے تحت ناجائز نہیں ہے اس لئے کھدر پہننا ناجائز
 نہیں ہے یہ حکم ان احکام سے بدرجہا زیادہ قابلِ تعمیل ہے جو انگریزی عدالتوں کے
 غیر مسلم حکام سے حاصل کئے جاتے ہیں بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ مسلمان کے لئے
 کھدر ہی بہترین لباس ہے اور جبکہ پہننے والوں کی نیت اپنے بھائیوں کی فائدہ
 رسانی بھی ہو تو ایک پختہ دو کاج دوہرا ثواب ملے گا۔ اس کو گاندھی پرست فرقہ کا
 شعار بتانا میری سمجھ سے باہر ہے اول تو کھدر پہننے والے مسلمانوں کو گاندھی پرست
 کہنا ہی ظلمِ عظیم ہے کیوں کہ وہ مسلمان ہیں اور خدا پرستی کے سوا کسی کی پرستش ان
 کے دہم و گمان میں بھی نہیں آئی وہ تو رسول پرست بننے سے بھی تو بہہ کرتے ہیں پھر
 ان کو گاندھی پرست کہنا کتنی بڑی جرات و جسارت ہے دوسرے یہ کہ وکیلوں
 کے گون اور اسی طرح اداروں کے مخصوص لباسوں کے متعلق ان حضرات نے
 کبھی فتویٰ شائع کیا ہے یا نہیں اور اس کو حکومت پرستی یا ادارہ پرستی کی بنا پر ناجائز
 فرمایا ہے یا نہیں؟ ہیں تو کیوں ہیں؟ مانوں مملکت کی خلاف ورزی اس کی بہت

اور ہر گیری کے لحاظ سے اختیار کی گئی ہوگی، اصل مقصود قانون شکنی تھی۔ ابتداً
ایسا قانون اختیار کیا گیا جس کی خلاف ورزی ہر مقام ہر صوبہ میں ہو سکے اور ہر شخص
انفرادی طور پر کر سکے یہ دوسری بات ہے کہ اس قانون کو منتخب کرنے میں یہ فائدہ بھی
ظاہر ہوا کہ شریعت اسلامیہ میں نیک کو اپنے نظری معاون میں آزادی رکھا گیا ہے اگر کسی
مسلمان نے یہ کہہ دیا کہ اس قانون کی خلاف ورزی فی نفسہ بھی شریعت اسلامیہ کے موافق
ہے تو اس نے کیا گناہ کیا یہ واقعی نہیں ہے اور یہ میرے خیال سے تو کسی نے بھی
نہیں کہا کہ گاندھی می نے اس قانون کی خلاف ورزی کا حکم شرعی احکام کی تعمیل کی
نیت سے دیا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ گاندھی جی غیر مسلم ہیں وہ اسلامی حکم کے
تعمیل کی نیت سے کوئی حکم دیں یہ بظاہر شبہ ہے مگر یہ شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ حکم
اسلامی کے خلاف نہیں ہے جیسے گاندھی جی شراب چھوڑنے کا حکم دیں تو کوئی نہیں
کہہ سکتا کہ یہ حکم شریعت اسلامیہ کی تعمیل کی نیت سے دیا ہے مگر ہر مسلمان یہ کہہ سکتا
ہے کہ یہ حکم اسلام کے حکم کے موافق ہے اسلام بھی شراب کو حرام قرار دیتا ہے۔
اس نے مسلمانوں کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ

مفتی کفایت اللہ صاحب (صدر جمیۃ علمائے دیوبند) کے اس فتوے کو حاضر
کر کے دریافت کیا جاتا ہے کہ مسطورہ بالا جواب مجیب کا صحیح ہے یا نہیں اس کی پوری
حقیقت سے آگاہ فرمایا جائے۔ بیوا توجہ رہا۔

الحمد للکرم الوهاب

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد۔ یہ ممتاز احمد صاحب مفتی کے سوالات واقعات کے نہایت مطابق تھے مفتی کفایت اللہ صاحب کا ان میں تلبیس بتانا غلط اور تلبیس ہے مفتی کا کوئی جملہ ایسا نہیں ہے جس کا انکار کیا جاسکے اور خود مفتی جمعیت سے ممکن نہ ہوا کہ وہ دوچار اغلاط پیش کر کے بتا سکے کہ مفتی نے ان میں یہ تلبیس کی ہے اور واقعات سے سوالات کے فلاں لفظ میں یہ مطابقت نہیں ہے اس طرح تو ہر ایک کلام کو تلبیس کہا جاسکتا ہے مگر جو چیز بے ثبوت ہو جو بات بے سند ہو اصحاب عقل و فرد کے نزدیک لائق التفات نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سوالات نے مفتی صاحب کے چمکے چھڑا دیئے اور انہیں اپنے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے جواب کی کوئی راہ نہ نکلی اس لئے آپ نے ان سوالوں کے جواب کے بجائے اپنی طرف سے اپنے حسب منشاء طول و طویل سوالات بنانے کی زحمت گوارہ فرمائی اور اپنے ہی سوالات کا جواب تحریر فرمادیا یہ طریقہ رائج ہو جائے تو ہر شخص ہنسی بن سکتا ہے جب مفتی کے سوال کا لحاظ ہی نہ ہو تو اپنا سن مانا سوال گڑھنا اور اس کا جواب دے لینا کیا شکل ہے مفتی صاحب نے جو سوال بنایا ہے اس میں تلبیس ہیں اور اس کی چند قابل لحاظ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ ہندوستان پر ایک غیر ملکی حکومت کا جبر یہ قبضہ۔

۲۔ ہندوستانیوں کی خواہش ہے کہ پر دہی قوم ہمارے نوائے و منافع
بھین کر لے جا رہی ہے جس کے سبب ہم محتاج ہو گئے ہیں وہ ہمارا ملک خالی کر دے۔
۳۔ اہل ملک اپنی مرضی کے مطابق حکومت کریں اور ملکی ذخائر سے خود متع
ہوں۔

۴۔ ایک ملکی مجلس نے جس میں ہندوستانی تمام اقوام کے نمائندے
شریک ہیں طے کیا کہ آزادی حاصل کی جائے۔

۵۔ آزادی کا طریقہ جبر یا قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

۶۔ اس سلسلہ میں جو معیتیں برداشت کرنی پڑیں گی جائیں۔

۷۔ مشترک مجلس نے ایک غیر مسلم کو جنگ کے اختیارات دیدیئے۔ وہ
تمام ہندوستان کو جنگ کے طریقے بتا کر لڑا رہا ہے ان غیروں میں مفتی صاحب نے
جو میاں پٹیاں اور تبلیغات کی ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

منفتی جمعیۃ کے تبلیغات | سوال نمبر ۱ سے متعلق دریافت طلب امر یہ ہے کہ
جبری قبضہ سے کیا مراد ہے یہی کہ اس ملک کے

بعض لوگ اس قبضہ کو پسند کرتے ہوں تو بزور و قوت ان پر حکومت قائم رکھی جائے
یا کچھ اور اگر اور مفتی صاحب بیان کریں اور اگر یہی معنی ہیں تو دنیا کی ایسی کونسی
حکومت ہے اور جہان میں ایسی کونسی سلطنت قائم ہوئی کہ جس کا کوئی مخالف ہی
ہوا ہو اور جس نے اپنے قیام حکومت کے لئے قوت نہ جمع کی ہو۔

۲۔ ہندوستانیوں سے کون مراد ہے تنہا ہندو یا مسلمان بھی دوسری صورت میں کیا مفتی صاحب کے علم میں نہیں ہے کہ ہندو مسلمانوں کو پر دہی بتلاتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہندوستان کے منافع کا سخت سمجھتے ہیں اس لئے ان کی خواہش فقط انگریزوں کو نکال دینے سے پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ مسلمانوں کو بھی ہندوستان سے باہر نہ کر دیں اور ایسا وہ بار بار کہہ چکے ہیں اور بہتوں کے قلم سے ایسے مضامین نکل چکے ہیں۔ اور ملک میں اس کا غلغلہ مچا یا گیا ہے اس کو چھپا کر اور یہ ظاہر کرنا کہ ہندوؤں کی صرف اتنی خواہش ہے کہ حکومت موجودہ کو نکال دیں اس کے بعد ہندوستان دوستوں میں مسلمانوں کو برابر کا شریک بنالیں یہ سخت تبلیغ ہے بلکہ دھوکا ہے ایسے ہی دھوکہ دینے کے لئے سوال دوبارہ گرھا گیا ہے۔

۳۔ اہل ملک سے کیا مراد صرف ہندو یا مسلمان بھی دلیل کے ساتھ بیان کیجئے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو اہل ملک قرار دیا ہے یہ بھی تبلیغ ہے۔

۴۔ یہ بہت بڑی تبلیغ ہے کہ ملی مجلس میں ہندوستان کے تمام اقوام کے نمائندے شریک ہیں ایسی کوئی مجلس ہے آپ کانگریس کو ایسی مجلس بنانا چاہتے ہیں مگر یہ انتہائی درجہ کی تبلیغ اور غایت درجہ کا فریب ہے کانگریس میں تمام اقوام کے نمائندے کب شامل ہیں کیا ہندوؤں کے زیر خیر اشخاص کسی قوم کے نمائندے قرار دیئے جاسکتے ہیں یا آپ کی منہجی بھر جمیہ جو جمہور اسلام کے مخالف ہو کر کانگریس کا کمر پڑھنے لگی ہے اور تمام عالم اسلام اس پر نفرت و ملامت کر رہا ہے یہاں کی نمائندہ ہو سکتی ہے جو قوم کسی جماعت سے ندامت ہو اس کو فدا رہے وہی جماعت

اس کی نمائندہ قرار دی جاسکتی ہے۔ مسلمانوں نے کب کانگریسی مدعیان اسلام کو اپنا نمائندہ بتایا کہاں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ خود نمائندہ بن بیٹھنے سے کوئی شخص کسی کا وکیل ہو سکتا ہے ایسی وکالت آپ نے کسی کتاب میں پڑھی ہے۔ اور یہ طریقہ نمائندگی کون سے دارالافتاء کے حکم سے جائز سمجھا ہے اسے کہے جبری نمائندگی اور یہ ہے تبلیغ آپ کے مستفتی نے تو تبلیغ نہیں کی مگر جناب کا سوال مجموعہ تبلیغات ہے۔

۵۔ جبر یہ قوانین کے معنی بھی بتائیے کیا اگر باذنہ تعالیٰ ہندوستان میں کبھی اسلامی حکومت قائم ہو تو آپ کے اہل ملک اور آپ کی ملکی مجلس ان قوانین کو برضا و رغبت قبول کرنے کے لئے تیار ہوگی اور جبر یہ قوانین نہ بتائے گی اور ضرور بتائے گی اور بتا چکے ہیں اور جبر یہ سے زیادہ سخت الفاظ کہہ چکے ہیں۔ اور شرعی قوانین کی بنیاد تو یہیں کر چکے ہیں اور آپ بھی کہہ رہے ہیں اگر آپ کے علم میں نہ ہو تو مجھ سے دریافت کیجئے گا میں آپ کو بتاؤں گا اور ذخیرے کے ذخیرے دکھاؤں گا جو اسلامی شریعت و اسلامی قوانین کی مخالفت و اہانت سے پڑیں تو آپ کی ملکی مجلس اور آپ کے اہل ملک سوائے رام راج کے یعنی سوائے اپنے مذہبی قوانین کے دنیا کے ہر ایک قانون کو جبری اور ظالمانہ قانون کہتے ہیں۔ جب اہل ملک کے نزدیک اسلامی قانون بھی جبری اور ظالمانہ ٹھہرا اور جبری قانون سے آزادی مطلوب ہے تو آپ کے اہل ملک کے نزدیک آزادی رام راج میں منحصر ہوئی۔ آپ نے اس پر پردہ ڈال دیا آپ کی تبلیغ ہے۔

۶۔ اہل ملک کی مذہب آزادی یعنی رام راج کے سلسلے میں تمام مصائب

برداشت کے جائیں آپس میں لٹا پٹنا مارا جانا تباہ ہونا سب ہی کچھ آگیا آپ ہی انصاف سے کہئے کہ جو ہندوؤں کی محبت میں اس قدر فنا ہو گیا ہو وہ مسلمانوں کو رام راج قائم کرانے کے لئے مرجانے اور ہلاک ہونے کی رائے دیتا ہو اس کو اگر ہندو پرست کہا جائے تو کیا بے جا ہے۔ رام راج قائم کرانے کے لئے مدعا کو آپ نے لفظ آزادی کے پردہ میں چھپایا اس کو کہتے ہیں تلبیس۔

۴۔ کیا آپ اپنے اعتقاد میں یہ سچ جانتے ہیں کہ بحالت موجودہ مسلمانان ہند سب کے سب یا ان کے اعظم گاندھی ہی کو جنگ کے مکمل اختیارات دینے اور اپنا سپہ سالار اعظم بنانے پر راضی ہیں اور یہ جائز سمجھتے ہیں اور قرآن و حدیث میں اس کی اجازت دی گئی ہے شاید ایسا آپ بھی نہ کہہ سکیں اور اتنا صریح جھوٹ بولنے کی آپ کو جرأت نہ ہو تو آپ ہی بتائیے کہ جس جماعت یا قبیلہ نے عامۃ المسلمین کی مرضی اور ان کے عقیدے کے خلاف ایک مشرک کو سپہ سالار اعظم بنایا ہو اور جنگ کے تمام اختیارات بھی تفویض کر دیئے ہوں وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہو سکتی ہے اور اس کو مسلمانوں کا نمائندہ بنانا کیسی بڑی تلبیس ہے اور مجلس مشرک کا لفظ اسی تلبیس کے لئے لایا گیا ہے تاکہ لوگوں کو اس مخالطہ میں ڈالا جائے کہ کانگریس میں ہندو مسلمان ایک حیثیت سے ہیں اور جس طرح کانگریس ہندوؤں کے نمائندہ ہے اسی طرح تمام مسلمانوں کی بھی نمائندہ ہے۔ یہ ہیں آپ کے تلبیسات۔

سوالات کی شکل

اس تنقید کے بعد مولوی کفایت اللہ صاحب کی تقریر سے

سوالات کی مسطورہ ذیل شکل قائم ہوتی ہے۔

سوال ۷ ہندو فقط ہندوں کو ہندوستانی سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہی ہندوستان میں حیش و آرام یہاں کی سرزمین سے فائدہ اٹھانے اور یہاں حکومت کرنے کے مستحق ہیں۔ اور انگریزوں اور مسلمانوں کو غیر ملکی جانتے ہیں وہ آزادی ملک کے لئے جدوجہد کریں کیا وہ مسلمان کے لئے نافع و جائز ہے یا نہیں۔

سوال ۸ جمیۃ العلماء نے عائدۃ المسلمین کے واسطے کے خلاف کانگریس کی ایسی حالت میں جمیۃ العلماء کو مسلمانوں کا نمائندہ کہنا اور محض اس جماعت قلیلہ کی شرکت سے کانگریس کو مشترک مجلس ظاہر کرنا فریب سے یا نہیں اور جو شخص ایسا کہتا ہے وہ دین و ملت کا خدا رس ہے یا نہیں۔

سوال ۹ جس حالت میں عالم ہندو اور بالخصوص کانگریسی اسلامی قانون سے سخت اور قابل اعتراض سمجھتے ہیں تو یہ باور کرانے کی کیا وجہ ہے کہ وہ قانون شریعت کی بے حرمتی نہ کریں گے اور اس کو اپنے ملک کے لئے خوش دلی سے منظور کر لیں گے اگر ہندو قانون شریعت کو منظور نہ کریں تو کیا آپ کے نزدیک ہندو دھرم شاستر انگریزی قانون سے بہتر ہے اگر ہے تو اس کی وجہ سے دلیل بیان کیجئے۔

سوال ۱۰ رام راج یعنی وہ حکومت جو ہندو دھرم شاستر کو اپنا قانون بنائے یا اور کسی غیر اسلامی قانون کو راج کرے اور قانون اسلامی کو ناقابل نفاذ اور جرم جانے ایسی حکومت قائم کرنے کے لئے ملک کی امن کو برباد کرنا اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالنا بلکہ پٹنا قسیدہ جو جانا مر جانا آیا یہ شرعاً جائز ہے اور یہ موت دین کے لئے ہوگی اور اس موت کو شہادت کہنا جائز ہے گا دلائل کے ساتھ بیان کیجئے۔

سوال ۵۔ جو کافر رام راج قائم کرنے کے لئے اٹھا ہوا اور اس کی سعی کا انجام جو اس کے پیش نظر ہے لازمی طور پر بھی کہ ہندوستان کو انگریزوں اور مسلمانوں سے آزاد کرایا جائے اور ہندو قانون رائج کیا جائے اس کو جو جماعت اختیارات جنگ تفویض کرے اور اس کے اشارہ کا اتباع اپنے اوپر لازم کرے اور مسلمانوں کو ان کی فرمانبرداری کی اجازت دے اور مسلمان کو یہ مغالطہ دے کہ جس طرح یہ کافر ہندوؤں کا نمائندہ ہے ایسے ہی مسلمانوں کا بھی نمائندہ ہے ایسی جماعت اسلام کی دشمن خدا رستہ یا نہیں اور اس جماعت میں شامل ہونا اور اس کے احکام کا ماننا درست ہے یا نہیں شریعت میں ایسی جماعت کا کیا حکم ہے دلائل سے بیان کیجئے۔ یہ تو مولوی کفایت اللہ صاحب کی تحریر سوالات پر تنقید کرنے سے جو شکل سوالات پیدا ہوئی وہ تھی اور اصل مستفی کے سوالات بدستور لا جواب ہیں۔ منفی صاحب پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں کے جواب تحریر کریں اور دیانت و انصاف کے ساتھ تحریر کریں۔ اب مولوی کفایت اللہ صاحب کے جواب پر ایک نظر کی جائے اور دیکھا جائے کہ ان کے جواب میں کہاں تک پاس شرع ملحوظ ہے۔

مولوی کفایت اللہ کے کلام سے انگریزی حکومت جائز اور سوریجی حکومت اور اسکی کوششیں ناجائز ثابت ہوتی ہیں

مولوی کفایت اللہ صاحب نے غیر مسلم حکومت سے ملک کو آزاد کرانا اولین فریضہ

بتایا ہے اور اس کی دلیل میں دو آیتیں ان الحکم الا اللہ اور لن یجعل اللہ
 للکافرین علی المؤمنین سبیلاً پیش کیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ ان آیات
 پر ایمان رکھنے والے طوعاً کسی وقت کسی طرح بھی زیرِ حسدِ داؤندی احکام کی اطاعت نہیں
 کر سکتے اگر کرتے ہیں تو مجبوری و اضطراری طور پر کرتے ہیں اور اس مجبوری کو دفع کرنے
 کی کوئی صورت بھی ممکن ہو تو اس سے آزادی حاصل کرنا ان پر لازم ہو جائے یہ غفلت
 ہے معنی کفایتِ اشد صاحب کے جواب کا جو انہوں نے وجہِ ادل میں بیان کیا اس
 سے نتیجہ نکلتا ہے کہ انگریزی حکومت کا اہتمام تو جائز ہے کیونکہ وہ مجبوری اور اضطرار
 سے کیا جاتا ہے اور کانگریس کی مجوزہ حکومت جائز ہے کیونکہ اس میں ہندو اکثریت
 حکمران ہوگی اور حسدِ داؤندی احکام کی اطاعت کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور ایسی حکومت
 بقصد اختیار طلب کی جاتی ہے یہ نہیں ہے کہ ان کے تسلط سے مجبوراً ان کے احکام
 ماننے پڑے ہوں لہذا معنی صاحب کی پیش کی ہوئی آیات کے حکم اور سولہی صاحب
 کی تصریح سے ثابت ہوا کہ کانگریس کی مطلوبہ حکومت ناجائز اس کی اطاعت مسلمانوں
 کو حرام تو اس ناجائز حکومت کے لئے سہی کرنا وہ بھی ناجائز اب دو باتیں معنی صاحب
 کے کلام سے ثبوت کو پہنچی۔ ایک یہ کہ انگریزوں کی اطاعت مجبوری و اضطراری کی وجہ
 سے جائز ہے دوسری یہ کہ کانگریس کی شرکت اس کی تحریکات میں سہی و امداد ناجائز
 و حرام اور حکمِ قرآنی کے خلاف ہے۔

۲۔ جواب میں دوسری وجہ معنی کفایتِ اشد صاحب نے یہ لکھی ہے کہ
 اجنبی قوم کو حق نہیں ہے کہ ہمارے ملک پر ہماری مرضی کے خلاف جبراً حکومت کرے۔

ہم اس کی حکومت برداشت کرنے کو تیار نہیں یہ ہمارا فطری عقلی عرفی اور بین الاقوامی حق ہے معنی صاحب سے چند لغت دریافت کرنے ہیں۔ اجنبی، ہمارا ملک، فطری عقلی عرفی اور بین الاقوامی حق۔ ان لغتوں کے معنی معنی صاحب بیان کر دیں تو بہت بہتر ہو گا کہ اس سے یہ تردد ہو رہا ہے کہ ہمارا ملک کہنے کا حق دار کون ہے اور اس استحقاق کی بنا کس چیز پر ہے اگر کہنے کو قبضہ پر تو قبضہ انگریزوں کا موجود ہے اور اگر کہیے کہ پیدائش پر تو کیا وہ ہندو یا مسلمان اجنبی سمجھے جائیں گے جو ولایت یا عرب یا اور کسی ملک میں پیدا ہوئے اور ان کے آباؤ اجداد ہندوستان میں سکونت رکھتے تھے وہ خود بھی ہندوستان میں سکونت رکھتے ہیں اور کیا وہ انگریز جو ہندوستان میں پیدا ہوئے اجنبی نہ ہوں گے اور ہندوستان کی حکومت بقول آپ کے ان کا فطری عقلی عرفی بین الاقوامی حقدار ہوگی اور آپ کے نزدیک انہیں جائز ہو گا کہ وہ ہندوستان کو اپنا ملک بتائیں اسی طرح بہت سے افغانیوں چینیوں جاپانیوں کی ہندوستان میں اولاد ہوتی ہے کیا ان سب کو حق ہے کہ ہندوستان کو اپنا ملک کہیں یا ہمارا ملک کہنے کا حق صرف ان لوگوں کو ہے جو ہندوستان میں زمانہ قدیم سے بود و باش رکھتی ہیں اس تقدیر پر مسلمان تو مسلمان ہندو بھی اپنا ملک نہیں کہہ سکتے کیوں کہ وہ یہاں کے قدیم باشندے نہیں ہیں۔ ذرا اپنے خداوند نعمت (ہندو) سے پوچھ کر دیکھئے کہ وہ ملک کا حقدار کس کو کہتے ہیں اور ملک والا کس کو بتاتے ہیں اجنبی کس کو ٹھہراتے ہیں مسلمانوں سے کتنی مرتبہ کہا گیا ہے کہ تم ہندوستان سے چلے جاؤ تمہارا اس ملک میں کوئی حق نہیں ہے، جن کے آپ ہم نوا ہیں اور جن کی محبت میں آپ نے دین تک کو خیر باد کہہ دیا ہے

وہ ہندوستان کو خالص اپنا اور مسلمانوں کو غیر ملکی اور پردیسی کہتے ہیں جب کانگریس
یہ مطالبہ کرے کہ ہندوستان ہمارا ہے اجنبی چلے جائیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ انگریز
اور مسلمان دونوں اپنا برابر یا برابر اٹھا کر چلتے ہوں۔ اگر جمیت یا منفی جمیت کانگریس کو اس
معاملے میں خیر بھتی ہے تو وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے اخراج کی ساعی ہے۔
منفی کفایت اللہ صاحب نے فطری حق کے کیا معنی لکھے ہیں یہی کہ جہاں جو پیدا ہو جائے
وہ جگہ اسی کے لئے ہے دوسرے کو اس سے کچھ سروکار نہیں یا کچھ اور اگر یہی معنی ہیں
تو کڑی کو دیک سے کتاب کو کیڑے سے سر کو جوں سے چار پائی کو کھٹل سے اگر
آپ صاف کرنا چاہیں تو یہ ظلم ہو گا کیوں کہ بقول آپ کے سر کو جوں کا فطری حق ہے چار پائی
کھٹل کا فطری حق ہے کتاب کیڑے کا فطری حق ہے اور اس کے علاوہ یہود کو جزیرہ
عرب سے نکال دینے کا حکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تو کیا آپ کے نزدیک
حضور نے فطری حق سلب کیا تھا۔ اور اسی ہندوستان میں جو مسلمان دوسرے ممالک
سے سلطنت کرنے کے لئے آئے وہ بھی اجنبی تھے پردیسی تھے ہزاروں میل دور کے
رہنے والے تھے ہندوستان والے ان کی سلطنت سے راضی نہ تھے تو کیا آپ
کا یہی فتویٰ ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان پر جبری حکومت کی اور ہندوؤں کا فطری
حق چھینا اور وہ سلطنت فطرۃ عقلاً عرفاً اور بین الاقوامی طریقہ سے ناجائز تھی اور جس
قدر تصرفات انہوں نے ملک میں کئے وہ سب ظلم تھے کھل کر کہئے اور اگر آپ
یہ کہنے کے لئے تیار ہوں تو آپ کو اعلان کر دینا چاہیے کہ سلطنت اسلام کی عطا
کی ہوئی اٹاک و معدنیات و اوقاف پر جو مسلمان قابض ہیں یہ قبضہ ناجائز ہے۔ یہ

سب ہندوؤں کو واپس کر دینا چاہیے۔ اور جس سلطنت کا ہندوستان پر قبضہ ہی ناجائز تھا اور اس کو فطری عقلی عرفی اور بین الاقوامی طور پر کوئی حق ہی حاصل نہیں تھا اس نے جتنی مسجدیں بنائیں وہ بھی سب غصب کی زمین تھی ان کے لئے کیا حکم ہے اگر ہندوؤں کو واپس دینے کا فتویٰ دیر بجے تو آپ کا کام بن جائے اور جو مصلح نظر ہے وہ پورا ہو جائے اور آپ کے ہندو آقایان نعمت خوب خوش ہوں۔ آپ ہندوؤں کی محبت میں اس قدر محو ہیں اور اسلام و حکومت ہائے اسلام پر درپردہ حملے کر رہے ہیں اس کو ہندو پرستی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے جس کے مقابل شریعت کی پروا وہی نہیں کی: مسلمانوں کے طریق دآئین کی انگریزوں کی مخالفت تو ایک بہانہ ہے اصل مقصد تو ہندوؤں کو راضی رکھنا اور مسلمانوں کو کٹا نا اور مردوانا ہے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہلاک کرادو پھر ہندوستان صرف تمہارے دوستوں کے لئے ہی رہ جائے گا۔ سوراج ہی سوراج ہے۔ حامی سوراج ہو تو ایسا جو قوم لٹ جائے مٹ جائے مذہب برباد ہو جائے مگر ہندو راضی رہیں خوب حق نمک ادا کیا واہ رے مفتی۔ (اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے)

۳ مفتی کفایت صاحب نے لکھا ہے چونکہ ہمارے پاس مادی قوت قوت نہیں ہے اس لئے ہم تشدد کا طریقہ اختیار کرنے سے مجبور ہیں یہاں تو انگریزوں سے جنگ آزما ہونے سے انکار اور مجبوری کا اظہار ہے اور ساتھ ہی یہ فرما رہے ہیں کہ اگر ہمارے افراد اس کے لئے تیار ہیں کہ وہ لاشیاں کھائیں سنگین اور برچھیاں چھریں اور گولیاں اپنے سینوں پر لیں تو یقیناً انہیں اپنے حق آزادی کے مطالبے کے لئے

یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے یعنی صاحب کی دونوں تعلیمیں باہم مخالف و متضاد ہیں ایک مادی طاقت نہ ہونے سے جنگی مجبوری کا اظہار ہے دوسرے میں لاشعیاں سنگین برہمچیاں پھرے گویاں کھانے کے لئے مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے جب تمہارے پاس مادی طاقت نہیں ہے نہ تم دشمن کو مار سکتے ہو نہ ان کی مار کو روک سکتے ہو تو پھرے اور گویاں سنگین کھانے سے فیجہ مسلمان گویاں کھا کر مر گئے تو آزادی کون لے گا کہو ہمارے یار ہندو جن کے اوپر ہم مسلمانوں کو بھینٹ پڑھانا چاہتے ہیں کیا ستم ہے ہندوؤں کے لئے ملک خالی کرانے کے واسطے مسلمانوں کو مرجانے اور جان کھونے کے لئے تیار کیا جاتا ہے جب آپ کا پرستوی ہے اور مسلمانوں کو نشانہ بندوق بننے کا آپ مشورہ دیتے ہیں تو خود کیوں ایسے موقع پر آگے نہیں بڑھتے جناب کی ساری بہادری اسی وقت تک ہے جب تک بندوق کا رخ دوسرے مسلمان کی طرف ہو اور جناب مفتی صاحب کی طرف بندوق کا رخ ہو تو ابھی معافی مانگ لیں اور پرستوی یا دُعا کے لئے فتویٰ اپنے گھر چھوڑ کر سارے جہان کے لئے ہے اپنے گھر پر آفت آئی دیکھیں تو ہندوؤں کی دوستی سے بھی دست بردار ہو جائیں مفتی صاحب کی طرح سے بہت سے بلند آہنگیاں کرنے والے بہادر جو مسلمانوں کو بڑھادے دے کر کنویں میں دھکیلا کرتے تھے معافی مانگ بیٹھے اور خربک کے مخالف ہو گئے اب رہی یہ بات کہ جب کفار سے مقابلہ کی توت نہو اس وقت ان کے مقابل ہو جانا ان کی تیغ و سنان سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالنا جو مفتی صاحب نے جائز لکھا اس جواز سے کونسا جواز مراد ہے جواز سوراجی یا فطری یا عقلی یا عرفی یا بین الاقوامی کونسا جواز یہ جواز صغریٰ اگر ہوتا

تو اس پر آپ کوئی شرعی دلیل تحریر فرماتے تو کہاں سے فرماتے شریعت کے خلاف تو کہہ ہی رہے ہیں شریعت نے تو مسلمان کو اپنی جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے کسی مباح کام کرنے یا ترک کرنے پر اگر اس کو جان کا اندیشہ ہو اور دشمن قتل کرنے یا کم سے کم کسی عضو کے تلف کرنے پر آمادہ ہو تو مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنی بات پر اڑا رہے اور یہ کہے کہ میں تو مباح کام کرتا ہوں جائز کام کرتا ہوں ہرگز اس سے باز نہ آؤں گا اگر اس نے ایسا کیا اور دشمن نے اس کو مار ڈالا تو وہ گناہگار ہو گا اور اس پر الزام ہو گا کہ اس نے اپنی جان ہلاک کرنے میں دشمن کو مدد پہنچائی بلکہ اگر کسی حرام کام پر بھی مجبور کیا جائے تو شریعت مسلمان کی جان کی حفاظت مقدم رکھتی ہے اور یہ حکم دیتی ہے کہ جان بچانے کے لئے حرام کا ارتکاب کرے اس ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے اس کو نہ پکڑے گا زیادہ بسط تو کیا کہا جائے آپ کو ہدایہ کی صرف ایک عبارت دکھا دی جاتی ہے سنہ اول کتاب سے ملاحظہ کیجئے۔ ان اکسرا علی ان یا کمل المدة او یشریب الخمر فا کرا علی ذالک بحبس او یضرب او قید لر یحل له الا ان یکرأ بما یخاف منه علی نفسه او علی عضو من اعضائه فاذا خاف علی ذالک وسعه ان یقدم علی ما اکسرا علیہ وکذا علی هذا الدم ولحم الخنزیر لان تناول هذا المحرمات انما یباح عند الضرورة کما فی حالة الخمصة لقیام المحرم فیها ولاءها ولا ضرورة الا اذا خاف علی النفس او علی العضو حتی لو خیف علی ذالک بالضرب الشدید وغلب علی ظنه ذالک یباح له ذالک ولا یسعه ان یصبر علی ما یؤعد به فان صبر حتی او قوا به ولم یأکل فهو اثم لانه لما یباح کان بالامتناع معاونا للغيره علی هلاک نفسه فیاثم کما فی حالة الخمصة۔

ترجمہ : مردار کھانا شراب پینا شرعاً حرام ہے اور اس سے باز رہنا مسلمان کا دینی و شرعی فریضہ ہے جو مسلمان مردار کھانے یا شراب پینے سے انکار کرتا ہے وہ نہ فقط امر جائز کا مرتکب ہے بلکہ اپنے فرض کو ادا کیا ہے لیکن جس حالت میں کوئی شخص اس کو ان چیزوں کے کھانے پینے پر مجبور کرے اور قتل یا قطع عضو پر آمادہ ہو جائے تو مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کو نہ کھائے نہ پئے اور قتل ہو جائے اگر مسلمان نے ایسا نہ کیا اور مارا گیا تو گنہگار ہو گا اور اپنی جان ہلاک کرنے میں دشمن کی اعانت کا مجرم قرار دیا جائے گا ہدایہ کی مذکورہ بالا عبارت میں یہ مضمون صاف و صریح موجود ہے مفتی کفایت اللہ کی یہ طبعاً دلیل کہ حق آزادی کا طلب کرنے والا ایک امر جائز کا مرتکب تھا حکومت نے گویاں برسا میں تو یہ اس کا فعل ہے اور اس کی ذمہ داری مرنے والے پر کچھ نہیں یہ ان کی ذاتی رائے ہے، بھی ایسی جو شریعت کے خلاف شریعت اس شخص کو گناہگار بتاتی ہے اپنے دشمن کی اعانت کا مجرم قرار دیتی ہے مگر مولوی کفایت اللہ صاحب خلاف شرع اس کو بری کر رہے آپ کی دلیل نہ قرآن سے مقتبس نہ حدیث سے نہ فقہ سے معلوم نہیں ہندوؤں کے دھرم شاستر سے آپ فتویٰ دیتے ہیں یا کانگریس قانون سے غرض جو کچھ ہو پس توئی شریعت حقہ کے خلاف ہے آپ نے اس کی مثال میں لکھا ہے۔

” دفعہ ۱۴ کی خلاف ورزی کریں اور پانچ سو اشخاص ایسے مہیا کئے جائیں جو جمع ہو کر جلسہ کریں اور حکام کے اس حکم سے کہ منتشر ہوں اس قصد سے جلسہ شروع کیا گیا ہے اور فرض کرو کہ یہی

پانچ سو اشخاص تھے سب عدم تشدد کے پابند تھے حکام آئے
 اور حکم دیا کہ منتشر ہو جاؤ انہوں نے منتشر ہونے سے انکار کر دیا،
 اس صورت میں حکومت کا یہ فرض ہے کہ ان سب کو آدمیت کے
 تحت گرفتار کرے اور قانونی کارروائی کرے مگر بسا اوقات حکومت
 آئین اور انسانیت کے ساتھ ان لوگوں کو گرفتار کرنے کے بجائے
 کبھی تو لاشعیوں سے پٹوا کر منتشر کرتی ہے اور کبھی لوگوں کو گولیاں
 چلو کر بہمیت و بربریت کا انتہائی مظاہرہ کرتی ہے اور ظالمانہ
 کارروائی کرتی ہے۔ مظلوموں کا وہ فعل ناجائز نہ ہو گا جو عقل و انصاف
 اور مذہب کے خلاف تھا اور جو لوگ اس بربریت اور بہمیت
 کا شکار ہو کر شہید ہوں گے وہ مظلومیت کی وجہ سے شہادت
 کا درجہ پائیں گے ان کو خودکشی کا مرتکب بتانا سخت جہالت اور
 ناواقفیت ہے۔

احکام شرعیہ کی یہ مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارات معنی کفایت اللہ صاحب
 کی ہے اس میں آپ نے خودکشی کا مرتکب بتانے والوں کو سخت جاہل اور ناواقف
 شرع تو فرمایا مگر وہ احکام شرع نقل نہ فرمایا جو دفعہ ۱۱ کے قریب نے پر اپنی جانب ہلاکت
 میں ڈالنے والوں کو مظلوم اور شہید قرار دیتے اور آپ وہ احکام بیان کہاں سے کرتے
 ہیں شریعت میں تھے کہاں شریعت کے خلاف تو آپ نے خود فتویٰ دیا جسے احکام شریعیہ نام مخالفہ عوام کے
 لئے دیا ہے۔

دفعہ ۱۲۱ کی خلاف ورزی شرعاً فرض نہیں اس کی موافقت لازم شراب کی طرح حرام فحاشی
 یہ ہوگی کہ ایک امر جائز ہو اس کے لئے جان کا ہلاک کرنا کس طرح مظلومیت اور شہادت
 ہوگی جبکہ شریعت سے لے مراد اور حرام شراب جیسی چیزوں سے محترز رہنے پر جان کا
 ہلاکت میں بڑا نا جائز نہیں رکھا اور ایسے شخص کو اپنے قتل کا معین اور گناہگار قرار دیا۔
 جیسا کہ ہدایہ کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے شریعت اس شخص کو ظالم کا معین قرار
 دیتی ہے اور آپ کی شریعت اس کو گناہگار بتاتی ہے حکم شریعت کی آپ صراحتہ
 مخالفت کر رہے ہیں اور جہالت کا الزام دوسروں پر۔ جہالت تو یہ ہے کہ آپ نے
 خود اپنے فتوے میں لکھا ہے کہ ہمارا فریضہ یہ ہے۔

” ہم اپنی طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کا نتیجہ حکومت کی جانب
 سے تشدد ہو اور خود ہی اس کے خلاف پستوئی دیا کہ مخالفت میں اڑے رہنا اور
 جان دیدینا شہادت ہے۔ ایک ہی صفحہ میں اتنا بڑا تقاضا اسی صفحہ میں آپ نے
 قانون شکنی کو جائز قرار دیا اور اسی صفحہ میں حکومت سے قانونی کارروائی کرنے اور
 دفعہ ۱۲۲ کے خلاف کرنے والوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کیا جس قانون کی آپ
 مخالفت کرتے ہیں اسی قانون کے برتاؤ کرنے کی گورنمنٹ سے استدعا کرتے
 ہیں مفتی صاحب نے یہ فتویٰ کس شمار میں بیٹھ کر لکھا جو اپنی بات خود بار بار کاٹ
 رہے ہیں اور حافظہ نباشد کا مضمون پیش کرتا رہتا تھا۔ آپ کے اس فتوے نے
 بہت سے مسلمانوں کی جانیں کھوئیں جنہوں نے شہادت سمجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت
 میں ڈالا اور حسد اچانے اور کتنے آپ کے تیغ ستم کے قاتل ہوں گے اور آپ کے

اس خنجر خونخوار کی دھار سے موت کے گھاٹ اتریں گے مسلمانوں کو تو یہ غلط فتویٰ دے کر مروا ڈالو اور ہندوؤں کے لئے ملک خالی کر دو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے۔

مولوی کفایت اللہ نے غیر مسلم کی اطاعت جائز کر دی | اس فتویٰ میں

لکھ دیا کہ شرعی احکام کے حائرہ میں رہتے ہوئے غیر مسلم کے احکام کی اطاعت ناجائز نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے تو آپ سول نافرمان اور قانون شکنی کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں آپ کی جو بات ہے متضاد اس سے بھی درگزر کیجئے تو یہ بتائیے کہ غیر مسلم کے احکام کی اطاعت کا جواز جناب نے کس دلیل شرعی سے لکھا ہے آپ کو یاد نہیں رہا کہ آپ اپنے فتوے کے اول میں لکھ چکے تھے "مسلمان جو ان الحکمہ الا للہ، ولن يجعل اللہ للكفرین علی المؤمنین سبیلاً پر ایمان رکھتے ہیں وہ طوعاً کسی طرح بھی غیر خداوندی احکام کی اطاعت نہیں کر سکتے" یہ آپ ہی کا فتویٰ تھا اور آپ ہی غیر مسلم کے احکام کی اطاعت جائز بتا رہے ہیں۔ اس میں تو یہ تعمیم تھی کہ کسی وقت کسی طرح بھی غیر خداوندی احکام کی اطاعت جائز نہیں اب کوئی طرح جانے کی نکل آئی یا گاندھی جی کے احکام کو خداوندی احکام سمجھ لیا۔ معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ وہ آیتیں جو آپ نے خود نقل کی تھیں ان پر اب خود عمل کیوں نہیں ہے اب ان کے خلاف کیوں گاندھی جی کی اطاعت جائز کی جا رہی ہے غرض مفتی صاحب کے فتوے کا بطلان خود ان کے کلام سے بھی ثابت ہو گیا۔ گاندھی جی کی اطاعت اور اسے رہنا بنانا اس کا ماتحت اور لشکری بننا کسی طرح بھی جائز نہیں، انگریزوں کی اطاعت

کے جواز کی وجہ تو مفتی صاحب نے میزری بتائی تھی یہاں تو کوئی مجبوری بھی نہیں ہے،
 پھر لن یجعل اللہ الکفرین علی المؤمنین کی مخالفت کر کے گاندھی کی اطاعت
 کس طرح جائز کی جاتی ہے یہ چند باتیں نوٹنے کے طور پر لکھ دی گئی ہیں فتویٰ بہت
 اغالیط پر مشتمل ہے اگر مفتی صاحب نے حکم اٹھایا اور چاہا تو ان کی باقی ماندہ اغالیط
 بھی پیش کئے جاسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہمسدوں کو راہِ راست نصیب فرمائے
 مجروری اور گمراہی سے بچائے، آمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ
 واصحابہ اجمعین۔

کتبہ العبد المخلص محمد مجاہد المتین

سید محمد نعیم الدین عفی عنہ العین

۲۰ ستمبر ۱۹۴۵ء مراد آباد



حضور صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے دور کے وہابیہ دیابنہ و دیگر اسلام دشمن قوتوں سے ہمیشہ نبرد آزما رہے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ مرتدین و مشرکین نے اسلام کو کمزور کرنے کیلئے میدان عمل بدل دیا ہے۔ قرآن پر بے جا اعتراضات کر کے مسلمانوں کی دل آزاری، آریوں، ناریوں، سناتن دھرمیوں نے اپنا شیوہ بنا لیا ہے تو آپ نے ان کا تعاقب فرمایا۔ جگہ جگہ گھیر کر ان سے مناظرہ فرمایا قرآن کریم پر ان کے بے جا اعتراضات کا، آپ نے تحریری اور تقریری طور پر منہ توڑ جواب دیا۔ اُس دور کے ماہنامہ ”السواد الاعظم“ مراد آباد میں آپ کا تحقیقی جواب ماہ بہ ماہ شائع ہوتا تھا۔ تلاش بسیار کے بعد ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد کے کچھ نسخے ناچیز کو فراہم ہو گئے تھے، بطور ضمیمہ ہم نے اُن مضامین کو فتاویٰ صدر الافاضل میں شامل کر لیا ہے۔ ورق اٹھتے اور حضرت ممدوح گرامی علیہ الرحمۃ کی قرآن فہمی کو داد دیجئے۔

طالب دعاء

نعیم القادری بلراپوری

اعتراض: پنڈت جی نے آیت کریمہ اینما تو لو افتم وجہ اللہ کا ترجمہ ان الفاظ میں لکھا ہے ”تم جدھر منہ کرو ادھر ہی منہ اٹھ کا ہے“

اس پر اعتراض کیا ہے کہ اگر بات سچی ہے تو مسلمان قبلہ کی طرف منہ کیوں کرتے ہیں اگر کہیں کہ ہم کو قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے تو یہ بھی حکم ہے کہ چلے جس طرف کو منہ کرو کیا ایک بات سچی اور دوسری جھوٹی ہوگی اور اگر اللہ کا منہ ہے تو وہ سب طرف ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ ایک منہ ایک طرف رہے گا۔ سب طرف کیوں کر رہ سکے گا اس واسطے یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

جواب : آیت کریمہ کا ترجمہ ہے : ”تم جہاں منہ کرو وہیں اللہ تمہاری طرف متوجہ ہے۔“ جو شخص قرآن پاک کو نہ سمجھے موارد کلام سے بیخبر ہو تفاسیر کا علم نہ رکھتا ہو اس نا فہم کا اعتراض کیا حیثیت رکھتا ہے۔ بات کیا تھی اسے سمجھے نہیں اور اعتراض بڑوایا یہ ایک رسوا کرنے والی جہالت ہے آیت کے معنی کی تفصیل کہاں پنڈت کے دماغ میں سما سکتی تھی، لیکن اگر قرآن پاک پر کچھ بھی نظر ہوتی تو اس کو معلوم ہوتا کہ قبلہ پہلے کعبہ تھا پھر بیت المقدس ہوا اس کی طرف حضور نماز پڑھاتے تھے پھر بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہوا اور حضور کی حسب خواہش کعبہ شریف قبلہ بنایا گیا۔ اس پر عرب کے کفار نے طعن کیا اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی : ”اللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے جہاں تم رخ کرو وہیں وجہ اللہ یعنی جہت مامورہ یا رضائے الہی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے۔ مشرق و مغرب اور تمام جہات اسی کے ہیں وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دے یا کعبہ مقدسہ کی طرف جدھر اس کی رضا ہو وہی قبلہ ہے اور اسی کی طرف متوجہ ہونا مقبول بندہ کو اس میں کیا جہائے عذر اور کیا مجال اعتراض جس طرح کعبہ اس کے حکم سے قبلہ ہوتا ہے اسی طرح بیت المقدس اسی کے حکم

سے قبلہ ہو جاتا ہے اس پر اعتراض کرنا نہایت نادانی و سفاهت ہے۔ کفار کے اعتراض کا یہ جواب دیا گیا اور قرآن کریم میں ان کے اعتراض سے پہلے خبر دینی گئی تھی کہ وہ اس طرح کے پیادہ گوئی کریں گے چنانچہ ارشاد فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النِّسَاءِ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمُ التِّي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ اللَّهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ. عنقریب کہیں گے یہ قوت لوگ کس نے پھیرا ان (مسلمانوں) کو ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے آپ فرمادیں گے کہ اللہ ہی کا مشرق و مغرب۔ اس آیت میں خبر ہے کہ کفار تحویل قبلہ پر اعتراض کریں گے اور ان کا یہ جواب ہے کہ مشرق و مغرب خدا ہی کا ہے وہ بدھ چاہے اپنے ہندوں کو متوجہ ہونے کا حکم دے اس پر اعتراض کیا اور ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا گیا۔

لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوا فَانْصَبْ وَجْهَ اللَّهِ مَرَادٍ بِهِ هُوَ الَّذِي هُوَ
مَشْرِقُ وَمَغْرِبُ سَبَّ كَالْمَلِكِ اللّٰهِ هُوَ تَوَجُّهُ تَمَّ اس کے حکم سے منہ کرنا اس کی رضا حاصل ہوگی اس پر کافروں کا معترض ہونا۔ اور طعن کرنا محض جہالت ہے اس مضمون سے پنڈت کے اعتراض کو کیا مناسبت اور اس آیت سے قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا اس نے کیسے سمجھ لیا۔ اگر قرآن پاک پر معترض کی نظر ہوتی۔ اور آیت سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ جُوہم نے اوپر نقل کی ہے۔ اس نے دیکھی ہوتی تو یہ لایعنی اعتراض کر کے اہل علم کی نگاہوں میں اپنے آپ کو رسوا نہ کرتا۔ پھر وجہ اللہ کے معنی خدا کا منہ کس نے بتائے ہیں وجہ بہت اور قبلہ کے معنی میں آتا ہے یا رضا کے معنی میں چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے الوجه امتا بمعنی الجهة أو القبلة أو الرضاء ووزن تقدیروں پر اعتراض وارد نہیں ہوتا خواہ وجہ قبلہ کے معنی میں لیا جائے یا رضا کے اور یہ کہ دنیا کس کا منہ ہو گا ایک ہی طرف

ہو گا یہ بھی کو تاہ نظری ہے۔ عالم حیات میں نظر کو منظور کرنے سے کوئی کوتاہ عقل اس
 شبہ میں پڑ سکتا ہے۔ ورنہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وجہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے
 ساتھ مواجہت حاصل ہو تو جس سے کوئی بہت مواجہت منافع نہو اس کے منہ کو
 ایک جہت خاص کے ساتھ میں مفید کو دنیا کم نہیں و نادانی ہے۔ مجلس میں روشن ہونے
 والی ایک شمع کا منہ تمام اہل مجلس کی طرف ہے اور ہر ایک کو اس سے یکساں جہت
 حاصل ہے یہ تو نور مجازی کا حال ہے اور نور حقیقی جو کیف سے بھی ور ہے اس کو
 جہت کیا مقید کر سکے گی اس فہم پر ذات و صفات الہی میں کلام کرنے کا دعویٰ ہے
 ہمارے لئے منہ ہونا اور ایک طرف ہونا اور ہماری مواجہت کے ساتھ مقید ہونا،
 اور ہمارے بعد و کلام وغیرہ کا ایک جہت کے ساتھ خاص ہونا ہماری کمزوری بعد
 عجزیت کا ضعف اور نقصان ہے۔ کمال یہی تھا کہ قوت بنیائی ایک جہت کے
 ساتھ مقید نہ ہو۔ اسی طرح سائر ذائقہ اور کلام کرنے والے آلات ایک سمت کے
 پابند نہ ہوتے ایک لمحہ ہم ہر طرف دیکھتے کشش جہت ہمارے لئے یکساں ہوتیں
 ہمارے تمام آلات ہر طرف کام کرتے مگر صرف آنکھیں دیکھتی ہیں چہرہ کے مقابل
 کی جانب دیکھتی ہیں بدن کے باقی حصے بنیائی نہیں رکھتے یہ نقصان ہوا یا کمال اگر
 ہمارے جلد ارکان ہر جانب یکساں ہوتے۔ تو منہ کو یکطرف نہ کیا جاسکتا اپنی اسی
 کمزوری اور عیب پر مالک ہے عیب کو قیاس کرنا اور جن مستیود میں خود مقید ہیں۔
 ان کا اس بے نیاز کو پابند جاننا نہایت بے علمی و بے ادراکی ہے۔

اعتراض : **وقولوا حطة نغفر لکم خطیکم و سنزید المحسنین .** کا ترجمہ پنڈت نے یہ لکھا " اور کہو کہ معافی مانگتے ہیں ہم معاف کریں گے تمہارے گناہ اور زیادہ دیں گے نیکی کرنے والوں کو "۔

اس پر آپ نے یہ اعتراض کیا ہے (پنڈت) کا اعتراض بھلا یہ خدا کی ہدایت سب کو گناہگار بنانے والی ہے یا نہیں کیونکہ گناہ معاف ہونے کا سہارا آدمیوں کو ملتا ہے تب گناہوں سے کوئی بھی نہیں ڈرے گا اس واسطے ایسا لکھنے والے خدا اور یہ خدا کی بنائی ہوئی کتاب نہیں ہو سکتی وہ عادل ہے بے انصافی کبھی نہیں کرتا اور گناہ معاف کرنے سے تو بے انصاف ہو جاتا ہے کیونکہ جیسا قصور ہو ویسی سزا دینے سے ہی عادل ہو سکتا ہے۔

جواب : آیت کا صحیح ترجمہ تو کبھی پنڈت کو نصیب ہی نہیں ہوا اس کی کہاں تک شکایت کی جائے اب آپ کے اعتراض کو دیکھئے کس قدر عقل و دانش سے دور ہے امیدِ عفو کو آپ سب گناہ قرار دیتے ہیں یہ فاش ترین غلطی ہے آپ کو کیا معلوم ہوگا اور آپ کب جاننے ہوں گے کہ مغفرت و معافی سے یا کسی بسا اوقات آدمی کو گناہوں میں مستغرق رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ دنیا میں ہر ایک مجرم کو فیصلے بلکہ نتیجہ اپیل کے وقت تک اپنی برائت کی امید لگی رہتی ہے اور یہی امید سب کو مزید ارتکابِ گناہ سے روکتی ہے طیش میں آکر ایک غضبناک انسان دوسرے کو قتل کرتا ہے مگر اس کے ساتھ امیدوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے کہ شاید قتل کا ثبوت نہ پہنچے شاید وکیلوں کی جرح ثبوت کی شہادتوں کو یکجا نہ کر پائے شاید رحمِ خیرانہ کے سلسلہ میں میرے اس جرم سے درگزر کیا جائے۔ شاید کوئی اور صورت رہائی کی نکل آئے شاید مجھے بھلا گئے کا موقع مل سکے یا امیدیں

اس کو ایک قتل کے بعد دوسرے اور قتل کرنے سے روکتی ہیں لیکن اگر وہ قتل کے ساتھ ہی اپنی رملائی سے بالکل مایوس ہو جائے اور خفیہ سی کوئی اسید بھی باقی نہ رہے اور یقین کامل ہو کہ اس کو ضرور پھانسی لگے گی تو وہ جہاں تک ہو سکے گا اپنے اور دشمنوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا چلا جائے اور یہ سوچے کہ میری جان تو اب بچے ہی کی نہیں تو اب میں کسی کے ساتھ کیوں رعایت کروں۔

پنڈت جی کی فہم بیاں تک نہ پہنچتی اور درحقیقت یہ ان کے مذہب کا قصور ہے جس نے خدا کو صفت عفو سے عاری سمجھا لیکن جس حال میں کہ پنڈت جی کا یہ اعتقاد ہے کہ گناہ معاف کرنا خلاف عدل و انصاف ہے اور ان کے ایشور کو اس پر قدرت ہی نہیں تو دنیا کو ویدک دھرم کی دعوت دینا لا حاصل بات ہے کیوں کہ جن لوگوں نے عمر بھر بت پرستی کی پروانوں کو مانا، مورتیوں کو پوجا، ویدوں کو برہمنوں کے چار موبہنوں سے نکلا ہوا مانا اور وید کے خلاف عمل کرتے رہے یا جو مسلمان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں گلے کی قربانی کرتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں اور عمر بھر انہیں افعال میں گزری ہے ہزاروں گائیں انہوں نے ذبح کر ڈالی ہیں پنڈت جی کے اعتقاد کے مطابق ایشور ان کے جرم تو معاف ہی نہیں کر سکتا صد ہا حیوانوں تک انہیں سزا بھگتنی ہے جب اس حیوان میں اتنے گناہ ہو گئے تو اگلے حیوانوں میں کیا اطمینان ہے کہ کوئی گناہ نہ ہو گا اور ضرور ہو گا اور ایشور معاف نہیں کر سکتا تو پھر اس کے بدلے اور حیوانوں میں منسلک کی اور اس میں بھی گناہ ہو گا تو ہمیشہ سزا بڑھتی ہی رہے گی۔ نجات کی ساعت کبھی نہ آئے گی تو اب بتاؤ کہ کسی ہندو یا مسلمان یا عیسائی کو آدیہ بنانے سے کیا نتیجہ اور وہ کس طرح شدہ ہو سکتا؟

جب پاپ معاف نہیں ہوتا گناہ بخشا نہیں جاتا، نجات تصور نہیں تو اب آدمی اپنا دین تبدیل کرے تو کیوں اور کس لئے؟ اور جو لوگ آریہ ہیں ان سے کیا گناہ نہیں ہوتے صد گناہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور معاف نہیں ہو سکتے تو نجات کا راستہ ان کے لئے ہی بند ہے۔ پنڈت جی کے اس اصول نے یہ بتایا کہ ان کے دھرم سے نجات کی توقع کرنی نہ اور پرانے آریہ دونوں کے لئے باطل ہے۔ اب ذرا یہ بھی دیکھ لیجئے کہ پنڈت جی کے دھرم میں غلط اور نمائش کی باتیں کس قدر ہیں بستیارتھ پرکاش میں ایسٹور کے ناموں کے سلسلہ میں لکھا ہے وایو چونکہ ایسٹور متحرک اور ساکن جہازوں کو قائم اور زندہ رکھتا ہے اور فنا کرتا ہے۔ اور تمام قادروں سے قادر ہے۔ اس وجہ سے پریشور کا نام وایو ہے یہاں پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ایسٹور قادر ہے اور فنا اور بقا اس کے اختیار میں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک نے جو صفات الہیہ کے شاندار درس دیئے ہیں اس کی نقل اتاری جاتی ہے اور محض نمائش کے لئے یہ صفتیں پیش کی جاتی ہیں ورنہ جو قوم تناسخ کی قائل ہو اور مادہ کی درے درے اور ایک ایک جو کو قدیم مانے وہ کس طرح اس کی فنا کی قائل ہو سکتی ہے۔ ایسٹور کے لئے فنا کا عام اختیار ظاہر کرنا ویدک دھرم کے مسئلہ اصول کے خلاف اور محض دکھاوے کی بات ہے اسی طرح اس کو قادر بلکہ اقدار القادریں کہنا یہ بھی ایک مغالطہ ہے کیونکہ جو شخص آریہ دھرم میں کسی طرح کسی مجرم کا خلیفہ سا جرم معاف نہیں کر سکتا اس کو اقدار القادریں کہنے کے کیا معنی ہیں بالکل ایسا ہی جیسے کوئی شخص زندگی سے نسبت رکھے کہ اسے اندھیرے اجالے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک شہتیر کو دن دھاڑے دیکھ نہیں سکتا پہاڑ تک

اس کو نہیں سوچتا مگر ہے وہ بڑا بینا حدید البصر تیز نظر بھی یہ تعریف مسخر اور پیادہ گوئی ہے
ایسا ہی معفو و جہل سے مجبور ماننے ہوئے البشور کو اقدار القادرین کہنا تمسخر اور صرف نمائشی بات
سے پریشور کی سچائی انصاف رحم کامل قدرت اور کامل علم وغیر بے شمار صفتیں دیکھی دیگر کسی
بے جان یا جاندار کی نہیں ہے۔ (ستیا رتھ پر کاش مش)

رحم اور کامل قدرت کا حال یہ ہے کہ ایک خطا کار چھوٹا سے چھوٹا گناہ معاف
کر سکتا ہے اتنے بڑے رحم کو خطاب بخشے سے مجبور اور ایسی کامل قدرت رکھتے ہیں کہ ایک ذرہ بھر
قصور معاف کرنے کا اختیار نہیں انصاف کی مینک لگا کر دیکھنے کہ یہ صفتیں محض گناہ بے شمار
کرانے کے لئے لکھی گئی ہیں یا نہیں اور حقیقتہً اعتقاد ہے کہ البشور بے چارہ مجبور محض
اور عاجز و ناچار ہے۔

۳ چونکہ وہ کامل جاہ و حشمت رکھنے والا پریشور بھی ہے اس لئے اس کو اندر
بھی کہتے ہیں۔ اختیار تھ پر کاش مش ۱۹ یہ صفتیں بڑے دکھاوے کی ہیں کامل جاہ کا تو یہ حال
کہ قصور وار کی تقصیر سے درگزر اختیار سے باہر اور حشمت و دولت کی یہ کیفیت کہ ایک
دانہ کسی کو دے نہیں سکتے۔ مالک تو ہیں ساری کائنات کے مگر ایک جو دینے کا اختیار
نہیں کیا شان عالی ہے اور کیا صفت کامل ہے شہناگری بھی ہو تو ایسی ہو۔

۴ وید منتر میں ایک التجا ہے اسے پریشور آپ ہی عالم القلوب (انتر یامی)
ہونے کا تحقیق برہم ہیں کیوں کہ آپ ہر جگہ موجود ہونے کی وجہ سے سب کے لئے قابل
حصول ہیں جو آپ کلج حکم دیدوں میں ہے میں سب کو اسی کا اپیش دوزں گا۔ اور خود
بھی کروں گا، سچا بودوں گا سچا مانوں گا اور سچ ہی حل میں لاؤں گا پس آپ مسری

حفاظت کیجئے آپ میری آپت یعنی راست گوئی کی حفاظت کیجئے تاکہ میری عقل آپ کے
قوانوں میں قائم رہ کر الٹی کبھی نہ ہو۔ (ستیا رتھ پرکاش)

اس منتر میں دعا کا چربہ اتار لے اور نمائش کے لئے یہ ظاہر کیا ہے کہ ایشور
دعا کے قبول کی حیثیت رکھتا ہے تاکہ اس کے صفات رب العالمین کے اس مرتبہ
سے گھٹ نہ جائیں جو اسلام اور قرآن نے بتایا ہے۔ اور مجیب الداعین کی صفت
سے ایشور محروم اور کورانہ رہ جائے مگر اس کی حقیقت نمائش سے زیادہ کچھ بھی نہیں
ہے۔ کیونکہ ویدک دھرم میں اگر پچھلے عمل اس کو سخت حفاظت کرتے ہیں تو دعا دا تھا
بے کار ہے۔ ایشور پر خود ہی حفاظت کرنا واجب ہے بلکہ اگر منہ بھی کیجئے تو وہ
حفاظت کرے گا۔ (بقول پنڈت) اور حفاظت کرنے پر حسب اعتقاد آریہ مجبور ہوگا۔
اور اگر پچھلے اعمال ایسے نہیں ہیں تو آپ لاکھ کیجئے کبھی حفاظت نہ کرے گا اور بقول پنڈت
جی کے اس کا انصاف جاتا رہے دونوں حالتوں میں ایشور بے چارہ دعا کے قبول کرنے
سے عاجز و مجبور ہے اب جو یہ دعا کی گئی یہ محض دکھا دے اور مسلمانوں کی نقل نہیں تو اور کیا
ہے۔ اس منتر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدھی راہ چلنے کی توفیق دینا بھی ایشور کے ہاتھ
میں ہے اگر ایسا ہے تو پورا کارخانہ تناسخ باطل ہے۔ کہ وہاں ہوائے عمل صلح کے کوئی
سبب نعمت نہیں ہو سکتی اور بغیر جزا کے کوئی سلوک نیک کسی کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا۔
نقل تو کی اھدنا الصراط المستقیم کی مگر اس اعتقاد حق سے محروم تھے جس پر اس
دعا کے حق ہونے کا مدار ہے۔

اعترض: آیتہ۔ واذا استسقیٰ موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا۔ کا ترجمہ پنڈت نے ان لفظوں میں کیا ہے :
 جب موسیٰ اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا ہم نے کہا کہ اپنا عصا مار اس میں سے بارہ چشمے نکلے
 یہ ترجمہ کر کے پنڈت جی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشموں
 کا نکلنا بالکل ناممکن ہے ہاں اس پتھر کو اندر سے کو لاکر اس میں پانی بھر لیں اور بارہ سوراخ
 کرنے سے ایسا ہونا ممکن ہے اور کسی طرح نہیں۔

جواب: پنڈت جی نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ آیات قرآنہ کی تکذیب و انکار پر کورانہ
 اڑے رہیں گے۔ اور خواہ مغللوہ انکار کتنا بھی معیوب ہو اس کی اصلاح نہ کریں گے حضرت
 موسیٰ علی نبیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ ضرب عصا سے بارہ چشمے نمودار ہوئے !
 کائنات میں نظر کرنے والے روزمرہ مشاہدہ کرتے کہ خاصانِ خدا کے ہاتھوں پر ہزار عجائب
 و غرائب ایسے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو ناظرین کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں چون و چرا کرنے
 اور ناممکن و محال کہہ دینے سے واقعات نہیں مٹ سکتے۔ بھپو کا کام کاٹنے کا ہے اس کی
 طبیعت کا یہی مقتضا ہے۔

پیش کردم نہ از پئے کینست مقتضائے طبیعتش ابنِ ست
 پنڈت کے نزدیک کسی چیز کے طبعی خواص کو ایشور بھی نہیں بدل سکتا چنانچہ
 وہ لکھتے ہیں جو قدرتی اصول ہیں مثلاً آگ گرم، پانی ٹھنڈا، مٹی وغیرہ تمام غیر ذی شعور ہیں ان کی
 طبعی صفت کو پریشور بھی نہیں بدل سکتا ہے۔ (ستیا رتھ پرکاش ص ۱۸۱)

پنڈت جی کے نزدیک اس عقیدے کے بموجب ناممکن ہے کہ بھپو کا طبعی

خاصہ یعنی ڈنک مارنا اور کاٹنا بدل جلے یہ بات پنڈت جی کے نزدیک ناممکن بھی ہے۔ اور ایشور کے مقدور سے باہر بھی کہ اگر پنڈت جی کا ایشور چاہے بھی کہ بچھو کاٹنا پھوڑنے تو اس بے چارے کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور بچھو ڈنک مارنے سے باز نہ آئے۔ اس عقیدے کے بموجب ایشور کے یہ اختیارات دیکھتے ہوئے اگر ایک پتھر سے برہ چشموں کا برآمد ہونا ناممکن سمجھ گئے تو کوئی تعجب نہیں مگر واقعات ان کے اس عقیدے کو باطل کرتے ہیں یہ کیا ان بے چارے کے بس کی بات ہے زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت دور ہو چکا اور اسی بھر دسہ پر پنڈت جی نے ان کے معجزے کا انکار کر دیا کہ نہ اب وہ زمانہ لوٹ کر آئے گا نہ پنڈت جی کو کوئی ذیل کر سکے گا مگر ان بے چارے کو خیال نہ آیا کہ غلامان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کراہتیں آج بھی دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہیں وہ پنڈت جی کے عقیدے کا بطلان ظاہر کر دیں گے۔

امر وہ ضلع مراد آباد میں آستانہ حضرت شاہ ولایت صاحب قدس سرہ العزیز میں ہر زمانہ اور ہر موسم میں ہزار ہا بچھو ملتے ہیں اور احاطہ درگاہ کے اندر کوئی بچھو کسی طرح نہیں کاٹا (اور اس کا وہ طبعی خاصہ ہے) ہاتھ پر رکھے خواہ محلے میں بچھوں کا ہار بنا کر ڈالے یا بچھو کے ڈنک پر ہاتھ رکھ دیکھے کسی طرح وہ نہیں کاٹا۔ پلٹ جاتا ہے جس کو پنڈت جی کا ایشور بھی نہیں پلٹ سکتا تھا تو اب پنڈت جی بتائیں کہ ایسی ناممکن بات جو ان کے عقیدہ پر ایشور کے اختیار میں نہ تھی کس طرح واقع ہوگی اور اس کا اس سبب کیا کہان چلا گیا اور ایشور سے بڑھ کر کونسی قدرت ہے جس نے اپنا کرشمہ دکھایا۔ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نہیں جس کو مکر جابے بچے آپ کی آنکھوں کے سامنے

ممکن نہ ہو یہ کرامت آج ظاہر ہے لاکھوں کفار دیکھ چکے ہیں روزانہ خلق خدا اس کے
 تجربے اور مشاہدے کرتی ہے جس آریہ کا دل چاہے امر وہ چاکر اپنی آنکھوں سے
 دیکھ لے جو قادر مطلق اپنے مقبولان بارگاہ کے مبارک انتھوں پر ایسے عجائب کا اظہار
 فرماتا ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے
 بارہا چشمے ظاہر فرمادے اس کو پنڈت جی نے محض اپنی عقیدے کی بنیاد پر ناممکن کہیا
 کچھ علم ہوتا تو استحالة پر کوئی دلیل قائم کرتے محال ہونے کا دعویٰ اور دلیل خاک نہیں کرسق
 شرسناک حیات ہے آخر میں آپ کو خود بھی کچھ خیال آیا تو لکھا "ہاں اس پتھر کو اندر سے
 کو لاکر اس میں پانی بھر لیں اور بارہ سو رخی کرنے سے ایسا ہونا ممکن ہے اور کسی طرح نہیں۔"
 ابھی ابھی جو بات ناممکن بتائی تھی ابھی اپنی ایک خیالی صورت سے ممکن قرار دے دیا۔
 جس شخص کو اپنی رائے پر خود جزم و اعتماد نہ ہو پھر اس کے اعتراض کی کیا حقیقت۔ جو
 اعتراض پتھر سے چشمے جاری ہونے کے استحالة و عدم امکان کی بنیاد پر متنازعہ چٹوں
 کا جریان پتھر سے مان لیتا باطل ہو گیا۔ پنڈت جی کی اپنی ہی بات خود انکد ہو گئی۔
 پھر نہ معلوم یہ اعتراض کیا کیوں ہے کہ اس سے عقلا سوائے مترض کی کم عقلی و نادانی
 کے اور کیا سمجھیں گے اس بے فائدہ کاغذ سیاہ کرنے کا کیا نتیجہ۔ لاحول و لا قوۃ
 الا باللہ العلیٰ اعظم۔

اعتراف: آیت بدیع السموات والارض واذا قضی امرافا نہا یقول لہ کن فیکون۔ کا ترجمہ پنڈت نے ان الفاظ میں کیا ہے ”جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے جب وہ کچھ کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ اس کو کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے کہتا ہے کہ ہو جا پس ہو جاتا ہے اس پر یہ اعتراف کیا ہے کہ:

”بھلا جب خدا نے حکم دیا کہ ہو جا تو یہ حکم کس نے سنا اور کس کو سنایا گیا اور کون بن گیا کس علت مادی سے بنایا گیا جب یہ لکھتے ہیں کہ آفرینش سے پہلے سوائے خدا کے کوئی بھی چیز نہ تھی تو یہ دنیا کہاں سے ہوئی علت کے بغیر معلول نہیں ہوتا۔ تو اتنا بڑا جہاں علت کے بغیر کہاں سے ہو گیا یہ بات صرف لڑکپن کی ہے۔

جواب: پنڈت جی کو بہت حیرت ہے کہ جب پروردگار عالم نے حکم دیا ہو گا کس نے سنا ہو گا کس کو سنایا ہو گا اور علت مادی کے بغیر کوئی چیز کیونکر بنی ہو گی جہاں تک ان کے عقل و علم اور مشاہدہ کی رسائی ہے۔ اسی احاطہ میں آپ عجائب قدرت کو محدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک مینڈک کنویں کی وسعت دیکھ کر حیران ہوتا ہے، تالاب دریا اور سمندر کی وسعت کا اندازہ اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مشاہدہ کی بنا پر یقین کرتا ہے کہ سمندر کی لمبائی چوڑائی گہرائی ’مبالغہ اور جھوٹ‘ ہے اس سے بدرجہا زیادہ پنڈت صاحب کی حیرانی ہے اور کارساز عالم کی قدرت و صفت اور اس کے رموز حکمت تک ان کی عقل کیا رسائی کرے آج دنیا میں انسانی مصنوعات کی حیرت انگیزی ان کی عقل کو چکر میں ڈال دے گی۔

شلیفون کے ذریعہ ہزار ہا میل کے فاصلے پر بات چیت کرنا آواز سنا اور آواز پہنچانا نیز آواز کو پہنچانا اور آواز کا اتنی مسافت بعید و تک محفوظ چلا جانا، اور دائر لیس میں تار کے سلسلہ کا بھی نہ ہونا پنڈت جی کو کس قدر مبہوت کرے گا۔ اور بے چارے کو یہی کہتے بنے گی کہ یہ بچوں کی باتیں ہیں۔ انگلستان کی بات ہندوستان میں سنائی دے نہ پڑے گی۔ مگر پنڈت جی کے گپ بتانے سے واقعات بے حقیقت نہیں ہوتے وہ اپنا کام کر رہے ہیں اور دنیا ان سے اپنا فائدہ اٹھا رہی ہے روزمرہ نئے نئے حیرت انگیز معلومات و ایجادات دنیا پر کھلتے جا رہے ہیں جو دماغ انسانی صنایع تک پہنچنے سے قاصر ہو اور فکر بشری عجائب کاریوں تک رسائی نہ کر سکے وہ اگر کارخانہ قدرت الہی میں مغل ہو تو کیا تعجب ہے۔ اس کی حکمت و قدرت عقول کے اونچ پرواز سے بالاتر ہے یہی شان حسدائی ہے لیکن ذی علم اور بے علم میں فرق ہے کہ جاہل بے علم اپنی نارسائی بے ادراکی پر نظر نہیں کرتا اور تصور کو ہرات و بے باکی کے ساتھ قدر مطلق و حکیم برحق کی طرف نسبت کر ڈالتا ہے اور جس کو اللہ نے علم دیا ہے خود دیکھا وہ اپنی محسوس و علم کو جانتا ہے اور اپنے ضعف و ادراک سے واقف ہے اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے اس کی عظمت پر ایمان لاتا ہے پنڈت جی کی طرح ہزار چہال فلسفہ کے دقیق اور فاسخ مسائل پر تمسخر اڑاتے ہیں ان کی عقل و دماغ تک رسائی نہیں کرتی منکر ہو جاتے ہیں اس سے وہ محتاج غلط نہیں ہو جائیں گے اسی طرح اگر پنڈت کی سمجھ میں نہ آئے تو یہ اس کے فہم کا تصور و ادراک کا فتور ہے ہر نامور و حکیم کی قدرت میں بڑھ نہیں لگ سکتا پنڈت امرتکوری سے خبردار ہی نہیں ہے

خود مخلوق ہے مخلوقات میں رہا ہے۔ مخلوقیت کے عجز میں مبتلا ہے اس کی آنکھوں نے خالقیت کے جلوئے دیکھنے کی لذت نہیں اٹھائی ہے وہ سمجھتا ہے کہ امر ہم بھی کرتے ہیں مگر جب کرتے ہیں جب کوئی مخاطب سننے والا موجود ہو اور جب ہی اس پر ثمرہ بھی مرتب ہوتا ہے اگر کوئی سننے والا نہ ہو تو ہمارا امر کرنا بے کار ہے نہ اس کا کوئی ثمرہ نہ نتیجہ مگر اتنی عقل اس کے پاس نہیں ہے جس سے وہ یہ حذر کرے کہ یہ بات ہے کیوں اسی لئے جب تک کوئی سننے والا نہ ہو تو ہمارا امر کرنا بے کار ہے یہ اس کا کوئی ثمرہ نہ نتیجہ مگر اتنی عقل اس کے پاس نہیں ہے جس سے وہ یہ حذر کرے کہ یہ بات ہے کیوں اسی لئے ہم مخلوق ہیں عاجز ہیں شان خالقیت نہیں رکھتے ہمارے امر میں معدوم کو موجود کرنے کی طاقت نہیں اس لئے جب تک کوئی سننے والا نہ ہو ہمارا امر بے کار ہے لیکن جو عالم کو وجود عطا فرمانے والا ہے اور عالم ہستی مرحمت فرمانے والا ہے اس کا امر معدوم کو موجود اور نیست کو ہست نہیں کر سکتا اس کو کیوں الی شریکا جانتے ہیں کس لئے مستحق عبادت قرار دیا جاتا ہے بیچارگی اور مجبوری میں وہ اور ہم برابر ہیں نہ ہمارے امر کئے سے کچھ بنتا ہے اور نہ اس کے حکم کرنے سے کچھ ہوتا ہے تو وہ خالق ہے نہ قادر ہے ہماری طرح ہی مجبور ہے ایسے کو الی شریکا کہتے ہو۔ اور ایسے کی عبادت کرتے ہو۔ تو یہ مخلوق پرستی ہے عاجز پرستی ہے مجبور پرستی ہے اور بے کار پرستش ہے اہذ غیر مفید وجود کو الی شریکا بنانا، سر و شکیمان کہنا بالکل جھوٹ ہے اور غلط ہے مسلمان ایسی نیکی مخلوق کو خدا نہیں مانتے ان کا مالک ان کا معبود قادر مطلق ہے کہ موجودات کی ہستیاں اس کے امر کے تابع ہیں حکم دیا اور بے درنگ

جو چاہا ہو گیا۔ ہستی اس فیاض کے حکم سے تخلف نہیں کر سکتی اسی کو کہتے ہیں فیاض اسی کا نام ہے توجہ دہی ہے مبدع۔

اب رہی بات کہ حکم کس کو دیا گیا اگر امر تکلیفی ہو تو ضروری ہے کہ مامور موجود ہو لیکن پھر بھی وقت امر موجود ہونا ضروری نہیں آپ دیکھتے ہیں کہ صد ہا وصیت نامے لکھے جاتے ہیں وقت نامے تحریر ہوتے ہیں نسلوں بعد کے انتظام ان میں کئے جاتے ہیں اور جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ان کو حکم دیئے جاتے ہیں ان کے لئے پابندیاں مقرر ہوتی ہیں پنڈت جی ایسے تمام دستاویز میں ناجائز کروڑا لیں دستاویز یا ناجائز ہو جائیں تو اس میں پنڈت جی کا ایسا زیادہ نقصان نہیں لیکن بڑی مشکل کی بات ہے کہ وید اور منو سمرتی بے کار ہیں اور اگر لازم ہوں تو پنڈت جی بتائیں کہ آج کی مخلوق وید اور منو سمرتی کے تصنیف کے وقت کب موجود تھی اور ان کے مصنفوں نے احکام ان لوگوں کو کب سنائے تھے اگر بقول آپ کے صحت الطلاق امر کے لئے مامور کا موجود ہونا اور سنا ضروری ہے تو وید و منو سمرتی کے جملہ احکام یا لغو اور بے کار ہیں یا زمانہ تصنیف کے لوگوں سے تو متعلق تھی لیکن ان کے بعد کسی سے نہیں دھرم ہی گیا اب کیسی شدھی اور کہاں کی دعوت۔

جب امر تکلیفی میں بھی مامور کا سامنے موجود ہونا امر کا اسی وقت اپنے کاڑ سے سنا ضروری نہیں تو امر تکوینی جس کا مقصد ایجاد معدوم ہے اسی کے لئے مامور کا پہلے سے موجود ہونا کس طرح ضروری ہو سکتا ہے لیکن یہ حکیمانہ مسائل پنڈت کے دماغ میں کیسے آسکتے تھے۔ یہ علمی باتیں ان تک کہاں پہنچی تھیں۔

ابھی تو کانوں میں اس پری کے یہ گفتگو بھی نہیں گئی ہے

ابھی وہ نام خدا ہے غنچہ نسیم چھو بھی نہیں گئی ہے

اس سے زیادہ پنڈت صاحب کی نادانی یہ ہے کہ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ کس علت مادی سے بنایا گیا گویا آپ کے نزدیک ہر چیز کیلئے علت مادی ضروری ہے یہ تو حال ہے علم و خرد کا اور اس پر شوق اعتراض۔

واہ کیا خوب جناب آپ کو اس شکل پر ناز آئینہ دیکھو اور دل میں پشیمان ہو خبر بھی ہے کہ موجودات کتنی قسم کے ہیں؟ موجودات کو آپ نے مادیات میں منحصر کر دیلے بات یہ ہے کہ مادیات کے احاطہ سے نظر آگے نہیں بڑھی یہ بات اور علم الہیات میں کلام۔ مادیات کے لئے علت مادی درکار ہے لیکن خود مادہ بھی تو مخلوق ہے اس کے لئے بھی ایک علت مادی ضروری ہو تو مادہ کا مادہ کی طرف محتاج ہو لازم آئے اور یہ تسلسل یا دور تک منجر ہوا یہ محال تو مادہ کی احتیاج مادہ کی طرف یقیناً محال ہوئی۔

دوسری بات یہ کہ مادہ کو اگر تم نے محتاج الی المادہ مانا ہو تو وہ مادہ نہ ہو مادی ہو گیا۔ والمفروض خلافہ۔

تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ مادہ کسی مادہ سے نہیں بنا دیا گیا ہم صاف ہی کہہ دیتے ہیں کہ پنڈت جی اور ان کے ہمواہتاؤں کہ بسائط عنصریہ کس مادہ سے بنے ہیں جب ان کے لئے کوئی مادہ ثابت نہیں کیا جاسکتا تو ہر شے کے لئے علت مادی کی ضرورت کا دعویٰ باطل اور غلط و بے بنیاد ہے۔

اب رہی بات یہ کہ پنڈت مادے کو قدیم ماننے اور کار ساز عالم کے دستِ قدرت کو اس کی آفرینش تک پہنچنے سے کوتاہ بتائے یہ دوسرے سے ناخدا شناسی ہوگی اور اس نے جو ایشور کو خالق بتایا ہے یہ غلط ٹھہرے گا اور جب مادہ خود ہی موجود ہے تو ایشور کا وجود کس دلیل سے ثابت کیا جائے گا اور قدیم مادہ جو اپنے وجود میں حامل سے غنی ہے کس طرح دوسرے قدیم یعنی ایشور کا زیرِ حکم و تابع فرمان ہو سکے گا اور ایشور کو اس پر حکومت و تفوق کیوں حاصل ہو گا یہ عقیدے ہیں جو پنڈت جی اور ان کے ہمناووں کے ناخن افکار سے حل نہیں ہو سکتے اور بے علمی و نادانی ہے کہ خالق عالم کا وجود ماننے ہوئے مادہ کو قدیم کہا جائے اس سے اور بڑھ کر معترضین کی جہالت یہ ہے کہ اس نے کہا ہے کہ معلول بے علت نہیں ہو سکتا یہ ناجنائی ہے۔ آیت میں توصات بتایا گیا تھا کہ موجودات کا وجود امر الہی سے ہوتا ہے تو امر الہی کا علت ہونا ظاہر تھا۔ پھر کس طرح یہ لکھ دیا کوئی معلول بے علت نہیں ہوتا یہ بتایا کس نے ہے کہ معلول بغیر علت ہے امر الہی خود علت تا ہے مفید وجود ہے لہذا معترضین کا اور اس کے کلام کا ہر جز سراسر جہل و بطالت ہے۔ اسی اعتراض کے تحت میں پنڈت نے یہ الفاظ لکھے کہ "خدا اپنے اور دوسرے کے وصف عمل فطرت کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا دنیا میں کسی چیز کے بننے بنانے میں تین اشیاء ضروری ہوتی ہیں ایک فاعل جیسے کہ ہمارے بننے والا مثلاً گھڑا سٹی اور تیسرا اس کا ذریعہ جس سے گھڑا بنایا جاتا ہے جس طرح کہ ہمارے ذریعہ گھڑا بناتا ہے، اور بننے والے گھڑے کے پہلے کہار اور آلات موجود ہوتے ہیں ویسے ہی

دنیا کے بننے سے پہلے جہان کی علت مادی یعنی پرکرتی تھی اور ان سب کے اوصاف افعال و فطرت ازلی ہیں اس لئے یہ قرآن کی بات بالکل ناممکن ہے۔

اس کا جواب ہے کہ پنڈت جی نے ایشور کو کہا پر قیاس کرنے میں اپنی قدر دانی کا نمونہ دیکھایا کہ جس طرح ایک کہاں حقیقتہً کسی چیز کا خالق نہیں مجبور ہے وہ بغیر مٹی اور آلات کے گھڑا نہیں بنا سکتا یہی ایشور کی مجبوری کا حال ہے کہ جب تک مادہ نہ ہو اور مادہ میں عمل کرنے کے آلات نہ ہوں اس وقت تک بے چارہ ایشور کچھ بھی نہیں کر سکتا عاجز ہے مجبور ہے یہ تو ایشور کی شانِ خدائی ہے۔ اب اس کی کتنی بھی مدح سرائی فرمائے مگر پنڈت جی یہ لکھنا بھول گئے کہ عالم کے بنانے میں جن آلات کی احتیاج پڑتی ہے اور آفرینش سے پہلے ان آلات کا موجود ہونا ضروری ہے وہ آلات کیا ہیں اور وہ آلات بھی قدیم ہیں یا حادثات، حادثات تو کہہ نہیں سکتے۔ کیونکہ مخلوقات کے وجود سے پہلے ان کا وجود موقوف علیہ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اگر انہیں حادثات کہیں تو وہ خود داخل مخلوقات ہو جائیں گے لہذا ضرور پنڈت جی کو قدیم ہی ماننا پڑے گا۔ تو اب پنڈت جی بتائیں کہ وہ آلات کیا ہیں روح بھی ان آلات میں داخل نہیں ہو سکتی کیوں کہ مادہ کی طرح اس نے ایشور کے عمل کو متبول کیا ہے اور وہ اس کے مفید کرنے سے جسم کی پابند ہوئی ہے تو روح اور مادہ دونوں میں عمل کرنے کے لئے جن آلات سے ایشور نے کام لیا ہے۔ اور جن کا موجود ہونا اس کی خالقیت کے لئے پنڈت جی کے خیال میں ضروری ہے وہ آلات کیا ہیں ابھی تک آریوں نے روح، مادہ، ایشور

تین ہی قدیم تسلیم کئے ہیں یہ چوتھا قدیم آلات کہاں سے نکل آیا پنڈت جی تو پہلے
گئے اب ان کو ملنے والے آریہ ہی بتائیں کہ وہ آلات کیا ہیں جن کا ایشور محتاج
ہے پنڈت جی نے جہاں تک دنیا دیکھی اور موٹے موٹے کام ان کی نظر سے
گذرے ان میں انہوں نے اکثر یہی دیکھا کہ کاریگر آلوں اوزاروں سے کام لیتا
ہے اسے دیکھ کر ان کے خیال میں یہی آیا کہ ایشور بھی بہت سے بہت اتنا ہی
کر سکتا ہے کہ اوزاروں کو جہاز بنادے اور پھر یہ بھی نہیں کہ اس کی مشیت کو کچھ
اس میں دخل ہو جو چاہے کر سکے بلکہ اس کی عبوری اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ
کسی چیز کے وصف اور فعل تک کو نہیں بدل سکتا پنڈت صاحب نے اپنے
اسی قول میں مادہ (پرکرتی) اور اس کے اوصاف و افعال سب کو ازل بتایا ہے لیکن
حیرت ہے کہ مادہ اس اعتقاد کے وہ کس طرح ایشور کے وجود اور اس کی ہستی
کے قائل ہیں اور اس کے اپنا سنا اور عبادت کیوں لازم بتاتے ہیں جب مادہ
اور عالم کا ذرہ ذرہ اور اس کے تمام اوصاف و افعال قدیم و ازل سے تو عالم
بتامہ قدیم ہوا۔ تو حادث کون چیز رہی جس کے لئے محدث اور پیدا کرنے
والے کی ضرورت ہوتی ہے یا وہ خود ہی اپنے اوصاف و افعال کے مطابق
رنگارنگ صورتیں اختیار کرتا ہے۔ تو ایشور صاحب کون ہیں کیا کرتے ہیں ان کا
اس پر کیا قابو پھر ان کا وجود ثابت کرنے کے لئے کونسی دلیل ہے اس اعتقاد
نے سرے سے ایشور کی ہستی کو ہی مٹا ڈالا پھر مذہب مٹا گیا تمام بنیادیں پوہنڈ خاک
ہو گئیں عبادت کس کی اور الہام کیا جب ایشور ہی نہیں تو تمام منصوبے بیخود ہیں۔

اعتراض : پنڈت نے آیت کریمہ "واذجعلنا البيت مثابة للناس و
امنا واتخذوا من مقام إبراهيم مصلیٰ" کا غلط ترجمہ لکھ کر یہ اعتراض کیا کہ
"کیا کعبہ سے پہلے مقدس جگہ خدا نے کوئی نہیں بنائی اگر بنائی
تو کعبہ کے بنانے کی کچھ بھی ضرورت نہ تھی اگر نہیں بنائی تو
بیچارے پہلے پیدا ہوئے لوگوں کو مقدس جگہ سے محروم
رکھا تھا پہلے خدا کو مقدس جگہ بنانے کی یاد نہ رہی ہوگی۔"

جواب : اہل عقل اور سمجھ دار یہ غور کریں کہ یہ اعتراض ہی کیا ہوا اس آیت میں کہاں
ہے کہ کعبہ معطلہ کو پہلے ہی سے مقدس نہ بنایا تھا، پھر اعتراض کس چیز پر محض اپنی تخیل
پر آپ معترض ہیں تو یہ کمال نادانی ہے اور فرض کر دیے ہوتا بھی کہ کعبہ معطلہ کو آفرینش
سموات والارض کے بعد مقدس بنایا تو دنیا کا ہر فرد بشر جانتا ہے کہ اس عالم کا نظام
مذرتج پر ہے پرندوں کے بچے گوشت کے ٹوٹھڑے کی طرح پیدا ہوتے ہیں کتے
پیدائش زمان کے پر ہوتے ہیں نہ بال ایک عرصہ کے بعد پروبال ہوتے ہیں تو پنڈت
جی اپنے بھوے پن سے یہی کہیں گے کہ پہلے ایشور کو یہ لگانے کی یاد نہ رہی ہوگی
مگر خدا شناس اور اصحاب عقل ایسے یہودہ کلمہ کو سننا گوارہ نہیں کر سکتے وہ جانتے
ہیں کہ ہر کام حسب اقتضائ حکمت و مصلحت کسی وقت کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

پنڈت جی یہی بتا دیں کہ وہ اس زمانہ میں کیوں پیدا ہوئے۔ پہلے جگ میں کیوں نہیں
ہوئے کیا اس وقت ایشور کو بقول ان کے بنانے اور پیدا کرنے کی یاد نہیں رہی
تھی اس موقع پر ایک واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہو گا۔ عرضہ ہوا کہ بریلی میں آریہ اس فقیر

سے مناظرہ کرنے آئے تھے ان کے پنڈت نے یہ اعتراض کیا کہ تو ریت انجیل زبور اور قرآن شریف یہ چار کتابیں مختلف زبانوں میں کیوں نازل ہوئیں ایک ہی مرتبہ ایک مکمل کتاب کیوں نازل نہ کر دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کتاب نازل کرتے وقت (معاذ اللہ) خدا سے بھول ہوئی جب یاد آیا کہ فلاں بات رہ گئی تو دوسری کتاب نازل کی اس میں بھی بھول سے بہت باتیں رہ گئی یاد آنے پر تیسری اور اسی طرح سب کے آخر میں جو کھٹی کتاب نازل کی اگر وہ سب باتیں پہلے سے یاد ہوتیں تو ایک ہی مرتبہ مکمل کتاب نازل کر دیتا!

پنڈت صاحب نے بڑے تفاخر سے اچھل اچھل کر اس اعتراض کو پیش کیا اور انہیں یقین دہاتا کہ اس میں ان کا مقابل لا جواب ہو جائے گا اور میدان ان کے ہاتھ رہے گا۔

فقیر نے کہا کہ پنڈت صاحب یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں حکیم کے افعال حسب اقتضائے حکمت و مصلحت ہوتے ہیں جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اسی کو وہ بہم کرتا ہے ایک حاذق طبیب ایک وقت مریض کے لئے منہج کا نسخہ لکھتا ہے پھر وہی اس نسخہ کو موقوف کر کے سہل کا نسخہ دیتا ہے اس کے بعد اس کو بھی موقوف کر دیتا ہے تہرید پلاتا ہے پھر انہیں موقوف کر کے مصفیات دیتا ہے اس کے بعد یعنی انہیں کہ منہج کا نسخہ لکھتے وقت اس کو سہل یاد نہ تھا، اور سہل تجویز کرتے وقت تہرید کا اس کو علم نہ تھا، اور تہرید دیتے وقت وہ نہ جانتا تھا کہ آخر کار مصفیات دینے ہوں گے بلکہ یہ سب کچھ حسب اقتضائے حکمت ہے وہ حکمت

اگر آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ آپ کی سمجھ اور علم و عقل کا تصور ہے۔ حکیم پر یہ اعتراض بے جا ہے۔ مضمون میں نے تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کیا۔ اور مجدد جلسہ کے دلنشیں اور خاطر گزریں ہو گیا۔ مجمع سے آفرین اور مرجا کی صدا میں آنے لگیں۔ مگر پنڈت صاحب بہت برہم ہوئے بہت بگڑے اور جوش میں کھڑے ہو گئے۔ تیوری میں بل ڈال کر کہنے لگے کہ ہم جانتے تھے کہ آپ کے پاس اس اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہے اور آپ ہی کہیں گے کہ دین کی بات میں عقل کا کچھ دخل نہیں اپنی حکمت کو خدا ہی جانے مگر یہ کہہ دینے سے میرا اعتراض نہیں اٹھا آپ اعتراض کا جواب دیجئے اس کے ساتھ پنڈت جی نے تعلی و غیرہ کے بہت کلمات کہے میں نے کہا کہ پنڈت جی میں نے جواب بہت معقول دیا اور مجمع کے دلنشیں بھی ہو گیا۔ میری تقریر پر آپ کوئی جرح بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس کا کوئی لفظ آپ سے غلط ثابت نہ ہو سکا اس پر اتنا غصہ ہے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیجئے آپ کے اعتراض کا ثانی جواب پیش کر دیا گیا ہے۔

فقیر نے کہا کہ پنڈت صاحب اس متانت کی گفتگو نے آپ کو بہت زیادہ گرم کر دیا۔ لیکن انہوں نے بہت سخت لب و لہجہ میں پھر اپنے اعتراض کو پیش کر کے جواب طلب کیا۔ میں نے کہا کہ پنڈت جی جواب ثانی تو میں دے چکا ہوں اور مجمع سمجھ گیا ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ جواب ہی نہیں ہوا تو اب میں آپ کی فہم کے لائق جواب عرض کرتا ہوں قرآن پاک کو تو آپ ملتے ہی نہیں مگر یہ تو آپ کو تسلیم ہے کہ آپ کو تو آپ کے ایشور ہی نے پیدا کیا ہے۔

پنڈت جی جواب سنئے اس وقت تو آپ کا قد پانچ چھ فٹ لمبا ہے منہ پر
 مونچھیں باؤ کھاری ہیں دانت داڑھیں موجود ہیں لیکن جب آپ پیدا ہوئے تھے کہا
 وقت نہ آپ کے منہ میں دانت تھے نہ داڑھیں نہ یہ لمبی لمبی مونچھیں نہ اتنا بڑا قد وقت
 تو کیا آپ کے اعتقاد میں اس وقت الیٹوران سب چیزوں کو بھول گیا تھا آپ کی
 تو صرف زبان بھٹی ہے آپ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ الیٹور سے بھول ہو گئی تھی،
 لیکن اگر کہیں پسیدائش کے وقت جناب کا یہ موجودہ قد وقامت ہوتا تو والدہ صاحبہ
 کی شامت تھی۔ یہ جواب سنکر آریہ تو چلے بیٹے اور پنڈت جی اکیلے رفگئے نہ ان سے
 اٹھا گیا نہ زبان سے ایک لفظ نکل سکا۔ اور مجمع میں حسین و آفرین کا شور مچ گیا اس
 پنڈت کی یہ گفتگوئے نادانی بھی انہیں استاد کی تعلیم کا نتیجہ تھی جس پر اس کو انتہا درجہ
 کی شرمندگی اٹھانا پڑی۔

اعتراض: آیت ”ومن یرغب عن ملة ابراهیم“ کا غلط ترجمہ لکھ کر پنڈت نے اعتراض کیا ہے کہ

”یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جو ابراہیم کے دین کو نہیں مانتے وہ سب جاہل ہیں۔ ابراہیم کو ہی خدا نے پسند کیا اس کا کیا سبب ہے اگر دین دار ہونے کے سبب کیا تو دیندار اور بھی بہت سے ہو سکتے ہیں اگر بلا دیندار ہونے کے پسند کیا تو بے ہوشی ہاں تو یہ ٹھیک ہے کہ جو دھرم مانتا ہے وہی خدا کو عزیز ہوتا ہے۔ ادھر یہ نہیں“

جواب: پنڈت جی کی فہم پر افسوس اتنا بھی نہ سمجھا کہ کسی نائب السلطنت یا سفیر حکومت کی مخالفت اس سلطان کی مخالفت ہوتی ہے جس نے اسے یہ منصب دیا ہے۔ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرستادہ خدا اور اس کے رسول تھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں ملت حقہ کی دعوت و تبلیغ کے لئے بھیجا تھا تو کوئی ان کے دین سے بھرے گا وہ دین الہی سے منحرف ہو گا کس عاقل کے نزدیک ایسا شخص مستحق عتاب و عقاب نہ ہو گا۔ پنڈت جی کی سمجھ میں اتنا بھی نہ آیا کہ ان کا یہ کہنا دین دار اور بھی بہت ہو سکتے ہیں اگر اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور انبیاء علیہم السلام کو بھی مرسل کیا اور وہ بھی دین لائے تو ان سب کی اطاعت واجب ہے اور ان میں سے ہر ایک نبی سے انحراف کرنے والا متمرّد باغی مستحق سزا ہے اور اگر پنڈت جی کی یہ مراد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقوں

کے سوا اور لوگ بھی دیندار ہیں تو انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے پاس دین الہی نہیں
 دین باطل ہے۔ جیسے بت پرستوں کا دین آتش پرستوں کا دین کو اکب پرستوں کا
 دین مادہ پرستوں کا دین آریوں کا دین دین الہی نہیں ہے ان کا اختیار کرنے والا اور دین
 الہی کا چھوڑنے والا تو مستحق سزا ہے پہلے اپنے دین کو دین الہی تو ثابت کیا ہوتا تب
 اسے دینوں میں شمار کرتے مگر آپ دین الہی کیا ثابت کریں گے آپ کے اعتقاد است
 تو ایشور کا وجود ہی ثابت نہیں ہونے دیتے مادہ اور اس کے اوصاف و افعال کی
 قدامت چاہتی ہے کہ عالم خود بخود ہو جب پنڈت جی کو یہ تسلیم تو وہ خدا کے وجود
 کا کس منہ سے دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اور منہ نہ ہو تو خدائی دین کہاں سے آئے گا۔
 پنڈت جی کا یہ کہنا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں مانتے
 وہ سب جاہل ہیں عاقل کے کہنے کی بات نہیں اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ مجھے دین
 کا نہ ماننے والا ضرور جاہل و گمراہ ہے اور اس سے بڑھ کر انسان کی سیہیلی وسیہ بختی
 کیا ہوگی کہ دین حق سے منحرف ہو جائے۔

کیا پنڈت صاحب کے اعتقاد میں جو لوگ ان کے دین کے مخالف
 ہیں وہ نادان اور غلط کار نہیں؟ عالم دیندار خدا شناس ہو سکتے ہیں اگر کہیے کہ نہیں
 جب تو پنڈت صاحب کا اعتراض خود ان کے سر پر سوار ہو جائے گا۔ اور اگر کہیں
 کہ ہاں ویدک دھرم کے نہ ماننے والے بھی عالم دیندار خدا شناس ہو سکتے ہیں تو
 پھر انسان کے لئے اس دھرم کا ماننا ضروری نہ رہا کیونکہ بغیر اس کے بھی علم و خدا
 شناسی اور دینداری حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس دین کی پابندیاں برداشت

کرنے اور بے فائدہ تکلیف اٹھانے کی کیا حاجت۔ پنڈت جی کا یہ نکتہ آریوں کی سمجھ میں آجائے تو وہ دھرم کے قیدوں سے آزاد ہو آئند کریں۔ یا اگر خدا عقل دے تو یہ عذر کریں کہ آریہ میں تو خدا شناسی کے لئے ضرور نہیں اب وہ کون سا دین ہے جو خدا شناسی کے لئے اپنے اصول کی پابندی ضروری بتاتا ہے اور اگر اس کی پابندی نہ کی جائے تو عذاب دائم اور مصیبت ابدی میں گرفتار ہونے کا اعلان کرتا ہے اس کو مقبول کریں تاکہ اس کے بموجب بھی نجات پا سکیں اور پنڈت جی کے طور پر تو ان کے دین کا قبول کرنا نجات کے لئے ضروری ہی نہیں ہے۔

اعتراض : آیت کریمہ قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولينک قبلة ترضاها
 کا ترجمہ غلط لکھ کر مسلمانوں پر بت پرستی کا الزام لگایا ہے۔ آیت شریفہ میں کعبہ معظمہ کے
 قبلہ بنانے اور نماز میں اس کی طرف منہ کرنے کا بیان ہے اس کو پنڈت نے شرک و
 بت پرستی بتایا اور انتہائی خلاف تہذیب کلمات سے اس پر اعتراض کیا پنڈت کے
 چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں۔

”محمد صاحب نے چھوٹے بت کو مسلمانوں کے مذہب سے
 نکالا لیکن بڑا بت جو پہاڑ کی مانند مکہ کی مسجد میں ہے وہ تمام مسلمانوں
 کے مذہب میں داخل کر دیا گیا یہ چھوٹی بت پرستی ہے ہاں جیسے
 ہم لوگ (ویدک) وید کے ماننے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔
 ویسے تم لوگ بھی ویدک ہو جاؤ تو بت پرستی جیسی برائیوں سے
 بچ سکو گے ورنہ نہیں۔“

جواب : کتنا بڑا طوفان دہشتان ہے جس آدمی کو جھوٹ بولنے میں شرم نہ ہو وہ جو چاہے
 کہے اس کی بندش ہی کیا ہو سکتی ہے کعبہ معظمہ کو پنڈت نے خود مسجد بتایا اور خود ہی بڑا بت
 بتایا اب کوئی پوچھے کہ مسجد عبادت خانہ کہتے ہیں دنیا میں عبادت خانہ کو بت خانہ کس
 نے بتایا آپ کو ابھی تک یہ معلوم نہیں بے شعور مخلوقات میں سے جس کو پوجا جائے
 جس کی پرستش اور عبادت کی جائے وہ بت ہوتا ہے نہ کہ پوجا کی جگہ، یا پرستش و عبادت
 کا مقام یہ انوکھی ہی بات ہے کہ مقام عبادت کو بت اور معبود سمجھ لیا جائے جس کی
 سمجھ کا یہ حال ہو اس کا معترض ہونا جائز ہے تعجب و مقام حیرت نہیں یہی حال ہے

توپنڈت جی ہر چیز کے مکان پر اسی کا حکم جاری کر دیا کریں گے۔ یہاں خانہ کو یہاں مسافر خانہ کو مسافر، اور بیمار خانہ کو بیمار اور قمار خانہ کو قمار اور شراب خانہ کو شراب سمجھ لیں گے اس سمجھ کی آڑے بھی تعریف کریں گے مسجد جلے سجود سے نہ کہ مجبوز پارسیوں کے آتش خانے اور ہندوؤں کے بت خانے کو کوئی بت نہیں کہتا۔ پھر پنڈت کی عقل کو کیا ہو گیا کہ اس نے مسجد کو معاذ اللہ بت بتا دیا تعصب کی کچھ انتہا ہے پنڈت کا یہ الزام کسی دوسرے پر اس قدر مستبیح نہ ہوتا جتنا مسلمانوں پر ہے جاسے کیونکہ ہر مسلمان نماز کی نیت میں یہ کلمے کہتا ہے تب نماز شروع کرتا ہے ”نویت ان اصل رکعتی (صلوۃ الفجر) اللہ تعالیٰ متوجہا الی الکعبۃ الشریفۃ۔ میں نیت کرتا ہوں کعبہ کی طرف منہ کر کے خاص اللہ تعالیٰ کے لئے (دو رکعت نماز فجر) پڑھوں“ اس نیت میں جس وقت کی نماز ہوتی ہے اسی کا نام لیتا ہے مگر باقی تمام کلمے ہر نماز میں یکساں ہی رہتے ہیں اور نماز شروع کرنے سے قبل وہ یہ کہہ لیتا ہے کہ میری نماز خاص اللہ ہی کے لئے ہے تو دوسرے کسی کا وہم بھی نہیں آسکتا۔ مسلمانوں کی عبادت میں توحید کی یہ مزید ارجاش سنی ہے جو خدا پرست کو مست بنا دیتی ہے ان پر کسی مفسری کا الزام بت پرستی کب چسپاں ہو سکتا ہے۔ بغیر کی پرستش کا تو اسلام نے شائبہ بھی نہ چھوڑا۔ نماز کے اندر آنے سے پہلے ہی عابد نے تشریح کر دی کہ اس کی عبادت خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر خدائے تعالیٰ کی کبریائی کے اعتراف و اقرار کے ساتھ وہ نماز میں داخل ہوتا ہے اور آغاز عبادت اپنے مجبوز برحق جل شانہ کی شکر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے سبحانک

اللہم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جددک و لا الہ غیرک۔ اس میں
اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کے بعد توحید کا اعلان کرتا ہے اور شرک کی گردن قطع کر دیتا
ہے کہ لا ایز غیرک یعنی تیرے سوا کوئی سبود نہیں جس کی عبادت کی جائے۔

جس کی عبادت کی ابتدا میں یہ اعلان ہو اس کو بت پرست اور شرک
کہنا کیسا کذب کیسا فریب کتنا بڑا ہیتان اور افترا ہے جس طرح نماز میں وقت کا نام
لینے کو کوئی وقت پرستی نہیں کہہ سکتا اسی طرح کعبہ معلّمہ کا نام لینے کو کوئی کعبہ پرستی
نہیں کہہ سکتا پنڈت سے کہو کہ گریان میں منہ ڈال سندھیا کرنے والے کو ستیا رتھ
پر کاش میں ہدایت کی ہے کہ "جنگل یا تنہائی کی جگہ میں جا کر قائم مزاجی سے
پانی کے نزدیک بیٹھ کر بت کرم کرنے کے بعد سادری کو پڑھے۔"

اب آریہ بتائیں پنڈت کے اصول پر یہ آس پرستی اور پانی کی پوجا ہوتی
یا نہیں اور اگر ہوتی ہو تو میں جو آریوں کی عبادت ہے جس کا طریقہ پنڈت جی نے اسی
ستیا رتھ پر کاش میں لکھا ہے اس میں ویدی کھودی جاتی ہے آگ جلائی
جاتی ہے صندوق وغیرہ کی عمدہ نکالیاں بھونکی جاتی ہیں آگ میں گھی ڈالا جاتا ہے یہ
آتش پرستی ہوتی یا نہیں پنڈت جی کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آیا۔

اعتراض: پنڈت نے آیت کریمہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
 پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "بھلا خدا کی راہ میں مرنے مارنے کی کیا ضرورت ہے یہ کیوں
 نہیں کہتے کہ یہ بات اپنی مطلب برآری کے لئے ہے یعنی یہ لایح دیں گے تو لوگ
 خوب لڑیں گے اور اپنی فتح ہوگی مرنے سے نہ ڈریں گے لوٹ مار کرنے سے عیش و
 عشرت حاصل ہوگی بعد ازاں خوب گل چھڑے اڑائیں گے اپنی مطلب برآری کے لئے
 اس قسم کی الٹی باتیں گڑھی ہیں۔

جواب: مرنے مارنے کی جگہ تو خدا کی ہی راہ ہے اور وہی مرنا مارنا کام کا ہے
 جو راہِ خدا میں ہو جو مرنا مارنا خدا کی راہ کا نہ ہو وہ فساد ہے بد معاشی ہے جرم و گناہ
 ہے ظلم و عدوان ہے۔ ہندوستان میں ہندو و خونخوارانہ جنگ کرتے رہے اچھوت
 اقوام کے لئے ان کے تیر و توار ہمیشہ تشنہ خون رہے ہندوستان کے قدیم
 باشندوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ منوسمرتی میں ان کے لئے وہ احکام لگائے
 ایسی سختیاں کیں جو انسان کیسی جانور کے لئے بھی گوارہ نہیں کرتا پنڈت صاحب
 نے اس پر کوئی حکم نہ کیا خود غرضی کے جنگ کی ان کا مذہب تعلیم دیتا ہے ان کے
 دین والے اس پر عامل رہے اور اب بھی وہی ستمگاری ان کی طبیعت میں
 ہے ہندوستان کی سرزمین بے گناہوں کے خون سے رنگ ڈال گئی مگر پنڈت
 صاحب نے اس کی نسبت ایک لفظ نہ کہا نہ ان کتابوں کو اپنے دین سے خارج
 کیا جن میں یہ تعلیم دی گئی ہے۔

راہِ خدا میں جان دینا تو بڑے بلند حوصلہ عالی ہمت خدا پرستوں کا کام

سہ حق و صداقت کے شیدائی راہ حق میں قائم رہتے ہیں دنیا کی قومیں اور ظالمانہ طاقتیں ان پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑتی ہیں اور سالکان راہ حق کو حبابہ صدق و صفائے ہٹانے کے لئے جو رو جفا کے پہاڑ ان پر ڈھلے جاتے ہیں امتحان گاہ صداقت میں یہ ان کی آزمائش کا وقت ہوتا ہے راست باز خدا پرست بلاؤں کی بھیانک گھٹاؤں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ گردنیں کٹا لیتے ہیں مگر راہ خدا سے قدم نہیں ہٹاتے۔ صادق العہد ایمانداروں کو تیغ و سنان اور لشکر و فوج و فائے عہد سے محفوظ نہیں کر سکتے لذت طاعت و عبادت کے متوالے یاد خدا میں مست رہتے ہیں خواہ کوئی ان کے خون پہائے یا سر کاٹے دولت و مال چھینے یا گھر لوٹے مگر ان کے استقلال و استقامت میں فرق نہیں آتا مئے توحید کے مٹانے سر دے کر سودائے محبت خریدتے ہیں ع۔ طعمہ ہر مرغلے انجیر نیست۔

اہل باطل میں یہ حوصلہ کہاں دنیا پرستوں کو اس جذبہ کی کیا خبر۔ سر مدغم عشق بوالہوس راند ہند، سوز دل پروانہ گیس راند ہند۔

دنیا کو اس صدق و راستی نے حیرت میں ڈال دیا اس وارفتگی و صداقت نے متحیر کر دیا بیہوشوں کے واقعہ میں کفار نے ستر حافظ قرآن صحابہ کرام کو دھوکہ سے لے جا کر شہید کر دیا ان حضرات نے دشمنان اسلام کا خون نہ کیا تھا مال نہ لیا تھا اور کسی طرح کی عداوت نہ تھی بجز اس کے وہ دل و زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معتقد و قائل تھے ان سے بھی کہا جاتا تھا کہ تم یہ کہنا چھوڑو پھر جو چاہو تمہارے لئے حاضر ہے مال و دولت بھی خوبصورت حسین و جمیل لڑکیاں بھی اگر اس سے

باز نہ آؤ گے تو تمہیں سولی دے کر یا تیل میں جلا کر سختی کے ساتھ ہلاک کر دیا جائے گا۔ مگر ان صادق الہد و فاشعاروں نے دولت دنیا کو ٹھکرا دیا اور سولی کی پرواہ نہ کی مگر شریف پڑھتے پڑھتے جانیں دیدیں اور حق یہ ہے کہ صدق و حقانیت کے جلوے دیکھنے والے ہی فداکاری کر سکتے ہیں جنہیں اپنے دین میں حقانیت کی دلکش روشنی نظر نہ آئی ہو وہ بے چارے فداکاری کی لذت سے کیا خبردار ہوں گے جو دین خود اس دین والوں کی نظریں اس قابل نہ ہو کہ اس پر جاں نثاری کی جائے اس کا بطلان اور کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

رہ مسلمانوں پر مارنے کا الزام جس کا بڑا غوغا ہے اور بے جا طور پر مسلمانوں کو مہتمم اور بدنام کیا جاتا ہے پہلے اس کی حقیقت سامنے لائیے واقعات کی تحقیق کیجئے اس کے بعد حکم لگائیے یہ تو بڑی جہالت ہے کہ واقعات کو نہ تو دیکھا جائے اور محض توہم یا عناد سے کسی کو مورد الزام ٹھہرا دیا جائے۔

حضور انور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اسلام کی دعوت دی اور دین الہی کو متبول کرنے کی ہدایت فرمائی اور کتاب الہی کو پیش فرمایا اس قرآن پاک کو ماننے پر کسی کو بزور شمشیر مجبور نہ کیا بلکہ قرآن پاک کے کتاب الہی ہونے کا ایسی زبردست دلیل سے ثبوت دیا کہ جس نے تمام دنیا کو ساکت کر دیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عرب میں ہوئی، نشوونما عرب میں پائی، عربوں کی گودوں میں رہے عربوں میں جوان ہوئے عربوں کی زبان میں کلام فرمایا، کسی دوسرے ملک میں تعلیم حاصل کرنے نے تشریف نہ لے گئے

بلکہ اپنے ملک میں بھی کسی کے سامنے شاگرد بن کر نہ بیٹھے کسی سے ایک حرف نہ لکھا
 باوجود اس کے آپ جو کتاب لائے وہ عربی میں تھی زمانہ ایسا تھا کہ عربی علم ادب انتہائی
 عروج پر تھا فصحاء، بُلغاریہ سے ملک بھر اہم افتاح فصاحت و بلاغت افغان دانہ کا شہر
 تھا نظم و نثر کی اعلیٰ ترین دستگاہ رکھنے والوں سے ملک خالی نہ تھا زبان کے ماہر
 غرور کتابی کے نشہ میں چور تھے اسی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کتاب
 لائے اس کے ساتھ یہ اعلان تھا کہ یہ کتاب فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی
 کسی صاحب کمال کی مجال نہیں وہ اس کا مثل بنا کر پیش کر سکے تمام مخلوق جن وانس
 کو یہ اعلان دے دیا گیا کہ یہ کتاب الہی ہے اس لئے کسی مخلوق کی قدرت میں نہیں کہ
 اس کا مثل بنا سکے۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا تو بمثل هذا
 القرآن لایاتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا۔

جب تمام جن وانس اور کل کائنات قرآن پاک کا مثل پیش کرنے سے عاجز
 رہی اور قدرت مخلوق سے اس کتاب پاک کا مثل بنانا ممکن نہ ہوا تب اس کے کمال
 و بے مثالی کے اظہار میں مزید فرمایا گیا کہ اگر تم سب مل کر اور ایک دوسرے کے مدد
 ہو کر بھی قرآن پاک کا مثل بنانے سے عاجز رہو تو اتنا ہی کرو کہ فقط دس سورتیں
 اس کی مثل بنالادو۔ یہ تو اس کا چھوٹا سا حصہ ہے فاقو بعشر سور مثله جب وہ دس
 سورتیں بھی نہیں بنا سکے تو اور تخفیف فرمائی اور ان کے کمال عجز کے اظہار کے لئے
 فرمایا فلیا تو ابجد یث مثله ان کا نو اصادقین کہ ایک بات ہی اس کی مثل
 بنالادو۔ ایک چھوٹی سی سورت کے برابر ہی کوئی عبارت لکھ لاؤ زبان کے ماہر ہو

فصاحت و بلاغت میں شہرہ آفاق ہو اگر قرآن پاک کے کتاب الہی ہونے میں تردد رکھتے ہو تو اس کی مثل بنالاد یہ بھی نہ کر سکو تو صرف دس سورتوں کے مثل بنالاد یہ بھی امکان نہ ہو تو صرف کسی ایک سورت کا ہی مثل بنالاد مگر عرب کے تمام فخر روزگار ماہر زبان اور آسمان فصاحت کے نیر اعظم اتنا بھی نہ کر سکے عاجز رہے ان کو قرآن پاک کی اس نختہ دی نے مجبور و لاچار کر دیا شرم سے سر نہ اٹھا سکے اور یقین کاہل ہو گیا کہ اس کتاب کی مثل بنانا ہمارے امکان میں نہیں ہے تو انہوں نے بجائے علمی مقابلہ کے مقابلہ شروع کر دیا اور ہنگامہ کا بازار گرم کر ڈالا ان کے مقابلہ کے مسلمانوں کو میدان میں آنا پڑا مسلمانوں کی حالت پر نظر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابتداء میں جبکہ ان کی تعداد محدود اور جماعت منتشر تھی دس کہیں رہتی تھی بیس کہیں۔ اور سب طاقتور و متمند تھے دار اور حسنگو کفار کے انہوہ میں گھرے ہوئے تھے وہ لوگ اپنے زور سے کے غرور میں رات دن ان پر ظلم کرتے تھے ان کے پاس رہنے کے لئے نہ تو محفوظ مکان تھے نہ گذر اوقات کے لئے کافی اسباب معاش کیونکہ مسلمان ہونے والوں کو اسلام لاکر اپنی تمام دولتوں سے دست بردار ہونا پڑتا تھا وہ صرف اپنی جان سے کر سید عالم کی حضور میں حاضر ہوتے زن و فرزند اور عزیز و اقارب تک ان کے جانی دشمن ہو جایا کرتے تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی کوئی دنیوی خزانہ بظاہر موجود نہ تھا اگرچہ درحقیقت وہ تمام عالم کے مالک ہیں لیکن کفار جس چیز کو دولت یا خزانہ سمجھتے ہیں اس کا یہاں پتہ نہ تھا۔

دولت ہمارے اقدس میں کئی کئی روز مسطح سر در ہوتا اور دھواں تکش

اٹھنا پیہم فاقوں سے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شکم مبارک پر پتھر اندھنے پڑتے تو
 اسلام قبول کرنے والے کے لئے یہاں بھی آٹھ لاکھ زندگی کے سامان موجود
 نہ تھے نہایت بے بسی اور بے کسی کا عالم تھا ضروری لباس تک ان کے پاس نہ
 تھے ایسی حالت میں کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں ہوس ملک گیری پیدا ہو سکتی ہے۔
 اور وہ معذور افراد باوجود ان تمام مصائب اور بے بسی و بے سامانی کے زبردست
 طاقتور ملک سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو سکتے تھے جن کی تعداد بدرجہا
 زیادہ ہر قسم کے سامان ان کے پاس موجود نہبر و آزما دیو پیکروں کے مسلح لشکر ہر
 وقت تیار اور جوش عداوت زور پر اگر اس قسم کی حالت دنیا کی کسی اور جماعت
 کو پیش آتی تو وہ ہرگز اپنے آئین و دین پر قائم نہ رہ سکتی۔ اور ضرور اس کو ملک کی ایسی
 زبردست اکثریت کے سلنے گردن جھکانا پڑتی اور اپنا دین چھوڑ کر دشمن کی اطاعت
 کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا لیکن ان حالات میں مسلمانوں کا استقلال کے ساتھ اپنے
 دین پر قائم رہنا اور مصائب کے طوفان کو خیالوں میں نہ لانا اور جانوں کو راستی و خدا
 پرستی پر قربان کر دینا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعلیم سے جذبہ خدا
 پرستی میں شہر شہر ہو جانا کہ دنیا کی آفت و مصیبت اور سخت سے سخت بلا اور
 تمام ملک کا شمشیر بکفت ہو کر شہ خون ہو جانا انہیں مرحوب نہ کر کے نہایت حیرت
 انگیز اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت واضح معجزہ ہے ان واقعات پر نظر کر کے
 کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ مسلمان خود درپے جنگ ہو سکتے تھے۔ ہاں جب کفار نے
 انہیں چین نہ لینے دیا اور بجائے اس کے کہ قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت

کاٹل بنا سکے۔ لڑنے کیلئے آمادہ ہو گئے اور ہر طرف سے لشکر کشی شروع کر دی اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے لٹ پٹ پڑے تو اس وقت مسلمانوں کا استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہنا اور ان ہونک مصائب کے ہجوم میں ثابت قدم رہنا اور شجاعت و بہالت کے ساتھ اعدائے دین کا مقابلہ کرنا اور بتائید الہی اپنی قلت اور بے سامانی کے باوجود ان پرستخ پانا اور تمام ملک کا بادشاہ اسلام کے مقابل عاجز ہونا اور ان کی دولتوں لشکروں اور مکروں کا ان کے کام نہ آنا اسلام کی حقیقت اور ربانی تائید کی کھلی دلیل ہے ایک طالب حق اتنا ہی دیکھ کر اسلام کی حقیقت کی طرف سے مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور یہ حالات اس کی ہدایت کے لئے کفایت کر سکتے ہیں بشرطیکہ چشم بینا اور منصف دل اس کے پاس موجود ہو جو سرگرم مخالفت تھے اسلام کے شیدائی بن گئے اس جنگ پر جو مسلمانوں کے لئے ناگزیر تھی کون عقل انہیں الزام دے سکتا ہے کہ اسلام کے آئین میں ملک و مال کے لئے جنگ کرنا داخل ہی ہے اور یہی سبب ہے کہ اسلام کے پیشوائے اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اگرچہ بہت سی فتوحات ہوئیں اور سرکش قویں اطاعت کیش اور فرمانبردار نہیں محارب ناکام ہوئے اسلام کو فتح پر فتح حاصل ہوتی چلی گئی لیکن بایں ہمہ فتوحات سلطان کونین بادشاہ دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سکونت و آسائش کے لئے کوئی قلعہ یا گڑھ تیار نہیں فرمائی بلکہ نہ کوئی خزانہ ذات خاص کے لئے اٹاک کثیر نہ اپنی اہل و عیال کے لئے فراغت عیش کے اسباب جمع کئے ہوں بلکہ آپ کی مقدس زندگی اول سے آخر تک درویشانہ و زاهدانہ ہی رہی۔

اعتراض! پنڈت نے کرات ان اللہ شدید العقاب ولا تتبعوا خطا الشیطان کو بے جوڑ طریقے سے ملا کر کسی کانکر کسی کے ساتھ جوڑا سخن نہیں تو اس سے ظاہر ہے اتنا بھی شعور نہیں کہ بات کہاں پوری ہوئی دو باتیں نہیں ان میں سے پہلی بات کا پہلا نصف حصہ علیحدہ کیا اور پھر پچھلا نصف دوسری بات کے ساتھ ملا دیا اتنا بے شعور آدمی اگر اعتراض کرے تو کیا تعجب ہے وہ خود اپنی نادانی کا ماتم کرتا ہے۔ پھر اس جوڑ گانٹھ قطع و برید سے کوئی نتیجہ نہ نکلا اب پنڈت کی عبارت دیکھئے اور اندازہ کیجئے کہ کونسی قابل اعتراض بات اس کے اٹھا آئی پنڈت نے آیت کی قطع و برید کر کے جو اٹل سٹل ترجمہ لکھا ہے وہ یہ ہے ”اور یہ کہ اللہ سخت تکلیف دینے والا ہے شیطان کے پیچھے ست چلو وہ واقعی تمہارا دشمن ہے اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ برائی اور بے شرمی کی اجازت دے اور یہ کہ تم کہو اللہ پر جو نہیں جانتے“

پنڈت کا اعتراض یہ ہے کہ ”کیا تمہارا خدا بدوں کو عذاب دینے والا، اور نیکیوں پر رحم کرنے والا ہے یا مسلمانوں پر رحم کرنے والا اور دوسروں کو عذاب دینے والا ہے۔ سو خوالہ ذکر صورت میں وہ خدا ہی نہیں ہو سکتا اگر خدا ظہر فہر نہیں ہے تو جو آدمی دھرم کرے اس پر خدا رحم کرے اور جو ادا دھرم کرے گا اس کو سزا دے گا ایسی حالت میں محمد صاحب اور قرآن کو شفعیج جانتا ضروری نہ رہا اور جب سب کی برائی کرنے والا ایک انسان کا دشمن شیطان ہے اس کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا وہ آئندہ کی بات نہیں جانتا تھا اگر کہو کہ جانتا تھا لیکن آزمائش کے لئے بنایا تو بھی درست نہیں کیونکہ آزمائش کرنا محدود العقل کا کام ہے ہمہ واں

خدا سب روحوں کے لیے بڑے اعمال کو ہمیشہ سے ٹھیک ٹھیک جانتا ہے اور اگر شیطان سب کو بہکاتا ہے تو شیطان کو کس نے بہکایا ہے اگر کہو کہ شیطان خود بخود بہک جاتا ہے تو اور بھی خود بخود بہکائے جاسکتے ہیں درمیان میں شیطان کا کیا کام ہے اگر خدا ہی نے شیطان کو بہکایا تو خدا شیطان کا بھی شیطان ٹھہرے گا۔ ایسی بات خدا کی نہیں ہو سکتی اور جو کوئی کسی کو بہکاتا ہے وہ بد صحبت اور لاعلمی کے باعث خود گمراہ ہوتا ہے۔

جواب : یہ وہی باتیں ہیں جو پنڈت کی زبان پر چڑھی ہوئی ہیں اور بارہا ان کو لکھ چکا ہے اور مکرر سے مکرر جواب گزر چکے ہیں جب اسلام دین الہی سے اور وہ ہدایت کے لئے آیا ہے اور اس نے نیک باتیں بتائیں تو نیک وہی ہے جو اس کا نتیجہ ہو اور جو نتیجہ نہ ہو اسلام قبول نہ کرے وہ بد ہے تو پھر یہ کیا پوچھتا ہے کہ "خدا بدوں کو عذاب دینے والا اور نیکوں پر رحم کرنے والا ہے۔ مسلمانوں پر رحم کرنے والا نیک تو مسلمان ہی ہیں جو خدا کی ذات و صفات کی نسبت حق و اعتقاد رکھتے ہیں اور وہ ناخدا شناس جو خدا کے عز و جلال کو نہ پہچانیں اور مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو خدا کی طرح واجب الوجود اور قدیم جانیں وہ ہر بد سے بدتر ہیں۔ مگر پنڈت کے اعتراض سے آریوں کی نصرت کے لئے ایک نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ کہ خدا کا رحم و کرم آریہ دھرم کے قبول کرنے پر نہیں ہر مذہب میں آدمی نیک رہ کر پنڈت کے اعتقاد میں رحمت الہی کا مورد ہو سکتا ہے پھر آریہ ہونا بے کار اور اس کے لئے کوششیں کرنا کتابیں لکھنا، لیکچر دینا، شور مچانا، فساد برپا کرنا نہایت ظلم اور پرے درجہ

گناہ ہے اسی طرح پنڈت کا یہ اعتراض بھی لائینی ہے کہ جب شیطان انسان کا دشمن ہے تو اس کو خدا نے پیدا ہی کیوں کیا؟ ایسی بات تو معمول سمجھ کا انسان بھی زبان پر لانا گوارہ نہ کرے گا، سانپ بچھو بھیڑیے، شیر رکھ اور موذی جانور سب انسان کے دشمن ہیں انہیں کیا خدا کے سوا اور کسی نے پیدا کیا اور خود مسلمان اور عیسائی جنہیں آریہ اپنا دشمن جانتے ہیں اور ان کی طرف سے دل میں بہت غیظ و غضب رکھتے ہیں، انہیں بھی خدا نے ہی پیدا کیا تو پنڈت جی نے کہیں ایٹور کو ٹیلیفون نہ کیا کہ آپ سے یہ غلطی ہوئی ویدک دھرم کا ناک و گلانے والوں کو آپ نے پیدا کر کے مدت ہائے دراز تک دھرم آتماؤں کو ان کی غلامی کی ذلتوں میں مقید رکھا اگر آپ جانتے تھے کہ یہ ادھرمی ہیں تو آپ نے پیدا ہی کیوں کیا اگر نہ جانتے تھے تو بایں ہبالت ایٹور ہونے کا دعویٰ بھوٹا ہے۔ پنڈت جی کی نظر اپنے گریبان میں نہیں پڑتی اور اپنی آنکھ کا شبیر انہیں نظر نہیں آتا۔

پنڈت جی کا ایک نہایت لغو اور فرسودہ اعتراض یہ بھی ہے کہ اگر شیطان سب کو بہکا تا ہے تو شیطان کو کس نے بہکایا، اتنا ہر عاقل جانتا ہے کہ بہکانے والے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کو بھی کسی نے بہکایا ہو۔ ہزاروں آدمی دوسروں کو افوا کرتے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ اس کو بھی کسی نے افوا کیا ہو۔ پنڈت جی کے نزدیک تو آریوں کے سوا ساری دنیا کے لوگ بہکانے ہی والے ہیں سناتو دھرمی پنڈتوں کی شان میں پنڈت جی نے دل کھول کر الفاظ لکھے ہیں اور ان کو بہکانے والا بتایا ہے تو ان بہکانے والوں کو پنڈت جی کے اعتقاد میں ایٹور

نے بہکا یا ہے جیسا کہ خود ان کا قول ہے یا کسی کے طبیعت میں خود اپنے آپ ہی
 خبیث ہوتا ہے اور کوئی بہکانے سے راہِ حق چھوڑ کر منحرف ہوتا ہے شیطان میں
 خبیث طبعی ہے اس کے لئے کسی اور بہکانے والے کی ضرورت نہیں اتنی بات
 بھی نہ سمجھنا اور کسی مذہب کے پیشوائی کا دعویٰ کرنا اس مذہب کی حقیقت کو آشکارا
 کر دیتا ہے۔

اعتراض: پنڈت نے آیت کریمہ **انما حرم علیکم المیتہ والدہ وولحم الخنزیر** وما اهل به لغیر اللہ کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے "تم پر مردار ہو اور گوشت سور کا حرام ہے اور سوائے اللہ کے جس پر کچھ پکارا جائے" اس پر پنڈت نے یہ اعتراض کیا ہے کہ

یہاں پر سوچنا چاہیے کہ کوئی جانور خواہ خود بخود مرا ہو یا کسی کے مارنے سے دونوں حالتوں میں وہ مردار ہے یا ان میں کچھ فرق بھی ہے تو بھی موت میں کچھ فرق نہیں اور جب سور کی نفی ہے تو کیا انسان کا گوشت کھانا روا ہے کیا یہ بات ابھی ہو سکتی ہے کہ خدا کے نام دشمن وغیرہ کو عذاب دے کر اس کی جان لی جاوے اس سے تو خدا کے نام پر وجہ لگتا ہے، ہاں خدا نے بلا پورب عین زندگی سابقہ گناہوں کے سلازل کے ہاتھ سے جانداروں کو عذاب کیوں دلا یا کیا ان پر حرم نہیں کرتا ان کو اولاد کی طرح نہیں جانتا جس جاندار سے زیادہ فائدہ پہونچے مثلاً گائے وغیرہ ان کے مارنے کی ممانعت نہ کرنے سے خدا دنیا کو نقصان پہونچانے والا ثابت ہوتا ہے اور عام طور پر ایذا رسانی کے گناہ سے خدا بدنام بھی ہو جاتا ہے ایسی باتیں خدا اور خدا کی کتاب کی ہرگز نہیں ہو سکتیں

جواب: یہ کفار کہہ کا اعتراض تھا کہ مسلمان اپنے ہاتھ کے مارے ہوئے کو حلال

جانتے ہیں اور خدا کے بارے ہوئے یعنی اپنی موت مرجلنے والے کو حرام پنڈت جی نے اسی سے یہ اعتراض اڑایا اور جو حماقت انہوں نے کی تھی آپ نے اس کا اتباع کیا ہر عاقل جانتا ہے کہ طبعی موت فساد مزاج و فتنائے ارواح اور اکثر حالات میں انتشار سمیت سے واقع ہوتی ہے قوی میں اگر ذرا سی رقی بھی باقی ہو تو جاندار نہیں مرتاجب تمام اعضاء کی طاقتیں باطل ہو چکتی ہیں اعضاء فاسد و خواب ہو جاتے ہیں ان کے مزاج بدل جاتے ہیں یا ان میں سمیت آجاتی ہیں اس وقت طبعی موت جاندار کے بدن پر وارد ہوتی ہے تو اس کے کھانے کا حکم دینا اقتضائے حکمت نہ تھا صحیح سالم تندرست جاندار جس کے بدن میں سمیت نہیں ہے اس کو ذبح کر کے کھایا جائے اور ذبح کرنے سے اس کا دم بغیر گھٹنے آسانی سے نکل جائے تو اس کے اعضاء فساد سے محفوظ رہتے ہیں اور وہ غذا صالح ہو کر بدن کی صحت و قوت کا سبب ہوتا ہے اس لئے یہ اعتراض چھٹا ہے کہ مردہ اور ذبح کئے ہوئے میں فرق نہیں دونوں کو مردار بتانا ناواقعی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر پنڈت اور اس کے ہمزادوں کے نزدیک مذبح اور مردار دونوں میں غذائیت کے اعتبار سے فرق نہیں ہے تو آریہ مردار خوری شروع کر دیں کہ اس میں بہترین غذا بھی ملے گی اور کسی کی ایذا بھی نہیں ہے مگر آریوں کا گوشت سے بالعموم احتراز کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ مردار کو ذبح کی مثل صالح غذا نہیں سمجھتے تو پھر مسلمانوں پر اعتراض کرنے کی کیا وجہ ہے۔

پنڈت کا یہ قول کہ صرف سور کی ممانعت ہے قرآن پاک پر افتراء ہے اور بہتان ہے۔ اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ ممانعت صرف سور کی ہے بلکہ جو آیت

پنڈت نے نقل کی ہے اس میں بھی کہیں نہیں ہے کہ ممانعت صرف سور کی ہے بلکہ
 کئی قسم کے محرّمات کا ذکر ہے یہ کیا اعتراض ہے جس کے شوق میں جھوٹے الزام لگائے
 جائیں اور بیتان اٹھائے جائیں مذہب کو بنام خدا ذبح کرنا یہ ایک عارفانہ تعلیم ہے
 کہ جب تم نفیس غذا یعنی حیوان کے گوشت کا ارادہ کرو تو تمہارا فرض ہونا چاہیے کہ
 رب النعمتہ یعنی اپنے اور اس کے خالق کی یاد کرو اور اس کا نام لو اب اس میں
 مومن کو مشرکین کے الطوارہ عادات سے بچانا اور شبہ اور شائبہ شرک سے محفوظ
 رکھنا بھی مد نظر ہے کیوں کہ مشرک بتوں کے نام پر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں تو
 مومن کو خدا کے نام کا اعلان کر کے ظاہر کر دینا چاہیے کہ ان کا فعل مشرکین کے افعال
 کی طرح باطل اور نجاست شرک سے آلودہ نہیں ہے اور جو گوشت وہ کھانا چاہتے
 ہیں وہ اس جانور کا نہیں ہے جس کی جان بتوں کے نام پر بے فائدہ ضائع کی گئی ہو
 اور اس کا ذبح شرک اور خدا سے وعدہ لا شرک لہ سے بغاوت ہو۔

پنڈت جی نے اسی سلسلہ میں ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے "ہاں خدا نے
 بلا پر رب جہنم یعنی سابقہ زندگی کے گناہوں نیز مسلمانوں کے ہاتھ سے جانداروں کو غذا
 کیوں دلایا؟ اگر یہ سوچیں پنڈت کا یہ اعتراض مسلمانوں پر ہوا یا آریوں پر جب پنڈت
 کے اعتقاد میں ہر جاندار کی راحت و تکلیف اس کے عمل کی جزا اور پراگرتی کا پھل ہے
 تو ضرور مذہب کو جانور اپنے سابقہ اعمال سے ذبح کا مستوجب تھا اور ایٹھری عدل و
 داد کی رو سے اس کا ذبح ہونا عین انصاف اور نہایت ضروری تھا تو مسلمانوں پر
 ایذا رسانی اور بے رحمی کا اعتراض پنڈت کے اپنے عقیدے کے خلاف ہے

کہ وہ بندے جن کے ہاتھ سے اس نے احکام عدل جاری کرائے اور ستم کو ٹھہرایا۔
 کہ ایسا ضرور مقبول و مقرب اور اپنے کارساز کی مرضی کے تابع ہیں جس طرح مجسٹریٹ شاہی
 قانون کو نافذ کر کے بادشاہ کے احکام عدل و انصاف کو عمل میں لاتا ہے اور حکومت
 میں صاحب منصب مانا جاتا ہے ایسے ہی وہ بندے جو لائق سزا مخلوق کو سزا دیکر
 خداوندی انصاف کا قانون نافذ کرتے ہیں خدائی حکومت میں منصبدار اور اس کے
 مقبول ہیں یہ سمجھ کر تو پنڈت اور اس کے ہم اعتقادوں کو مسلمانوں کے سامنے گردن
 نیاز جھکا دینا چاہیے اور ان پر اعتراض کر کے ایشور کا مجرم اور پاپی نہ بننا چاہیے۔
 اور اگر پنڈت یا اس کے ہمواہیہ کہیں کہ جانور کا عمل تو ایسا نہ تھا کہ جس پر وہ قتل
 کی سزا کے مستحق ہو تا نہ ایشور کی دی ہوئی عمر ابھی تمام ہوئی تھی بلکہ ایشور کی عطا کی ہوئی عمر
 کے بہت سے سال ابھی باقی تھے لیکن مسلمانوں نے بغیر سابقہ عمل کے بے گناہ
 جانوروں کو وقت سے پہلے مار دیا اور ایشور کی دی ہوئی عمر کو پورا نہ ہونے دیا تو اب
 وہ بتائیں کہ ایشور زبردست ہوا یا مسلمان۔ ایشور کی فکر و میں اس کا حکم تو نافذ نہ ہو سکا
 مسلمان جو چاہتے رہے کرتے رہے ایشور بے گناہوں کو محفوظ نہ رکھ سکا اپنے قانون
 کو شکست سے بچا نہ سکا تو ایسے مجبور کو ایشور اور قادری مطلق ماننا خطبہ ہے اور جن
 مسلمانوں سے پنڈت جی کے ایشور کی بھی نہ چلی ان سے لڑنا اور چھیڑ چھاڑ کر نامات
 اور بد بختی کی نشانی ہے۔

اب اسی سلسلہ کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کیجئے۔ گوشت بہترین
 اور قوی ترین غذا ہے لہذا بلکہ الذی ہے مقوی اور صنعت دور کرنے والا ہے دریا

طلب یہ ہے کہ ایسی نفیس ولذیذ مقوی ونافع غذا مسلمانوں کو بغیر عمل سابق کے ملی تو
 تناسخ باطل ہوا۔ اور اگر انہوں نے پہلی جیون میں ایسے عمل کئے تھے جن کی جزا میں وہ
 ایسی عمدہ غذا کے مستحق تھے تو پھر رونا اور اعتراض کرنا کیسا۔ خود تمہارے ایشور نے یہ غذا
 انہیں ان کے عمل کے بدلے میں دی ہے اس پر اعتراض ایشور کی بغاوت اور سخت
 توہین ہے بلکہ اس پر آریوں کو خوش ہونا چاہیے کہ روئے زمین پر مسلمان ایسے مقبول بند
 ہیں جنہیں گوشت جیسی غذائی جاتی ہے ان ایک دوجہ رنج کی بھی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں
 کو تولذیذ کھانوں سے قوت و طاقت دی جاتی ہے اور آریوں کو عمر بھر دال اور ساگ
 کھانے کو دیئے جاتے ہیں۔ عمدہ غذا سے زندگی بھر محروم رکھے جاتے ہیں اس سے
 معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مسلہ اصول کی بنا پر پہلی زندگی میں ان کے پاس ایسے اچھے
 عمل نہ تھے کہ وہ ایسی عمدہ غذا کے مستحق ہو سکتے تو اب انہیں رنج کا کیا موقع اور مسلمانوں
 سے ذبح حیوانات کی کاشتکاری؟

جانداروں کے ذبح کو جرم بتانا، اور تناسخ کو ماننا یہ ایسی دو مستفاد باتیں ہیں
 جو کسی طرح جمع نہیں ہو سکتیں اور آریہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان دونوں مسئلوں کو باہم
 ٹکرائے سے نہیں بچا سکتے اس سے عجیب تر معترض کی نابینائی یہ ہے کہ مسلمانوں
 کے ذبح گاؤ کو تو اس نے اپنے عقیدے کے خلاف ظلم اور تکلیف بے سبقت
 عمل مانا لیکن اپنی گنہگار کو عمر بھر سی باندھ کر ذلیل ترین تہذیب کی طرح مقید رکھنا اور
 اس کے نوزائیدہ بچے کو بغیر کسی پچھلے عمل کے اس کی ماں کے سامنے علیحدہ باندھ دینا
 اور جاندار کی قدرتی غذا اس سے محبین لینا بچے کی محبوسی قید بھوک پیاس میں رکھ کر

ماں کے پاس پہنچنے اور دودھ پینے کو ترسنے اور روح فرسا اور جگر کو پاش پاش کر ڈالنے والی مصیبت میں گنو کو مبتلا کرنا اور بچے کی بیکیسی اور بے بسی کے دردناک مناظر اس کی ماں کی نگاہوں کے سامنے لانا اور پھر بچے کا دودھ چھین کر پی جانا یا دودھ دینے میں اگر گاٹے راضی نہ ہو اور خداداد غذا کو وہ اپنے بچے کے لئے بچا کر رکھنا چاہے تو اس کے بھانڈا بندھنا ڈھنگنا ڈالنا لالٹھیوں سے مارنا طرح طرح کی ایذاؤں دینا جس میں تمام ہندو مبتلا ہیں تمام آریہ گرفتار ہیں قروں سے ان کی نسلیں یہ ستمگاری کرتی چلی آئی ہیں یہ کیوں ظلم نہیں پنڈت نے اس کی مخالفت کیوں نہیں کی اپنے معقدین کو اس بے رحمی سے کیوں نہیں روکا۔

اس سے بڑھ کر وہ مصائب ہیں جو ان کی ماما گنو کے شوہر بیل مہاراج پر نازل ہوتے ہیں لالہ اور پنڈت سب انہیں قابو میں کرنے کے لئے ناٹھ ڈالتے ہیں اور پتاجی سے سواری لیتے ہیں اور اگر وہ آہستہ چلیں تو مار مار کر انہیں بے حال کر ڈالتے ہیں کیسے سعادت مند پتر ہیں جنہیں کبھی پتاجی کی تکلیف کا دھیان بھی نہیں آتا۔ زمین جوتنے میں بیل کی کیسی مرمت کی جاتی ہے اس کی ساری زندگی پٹتے ہی کٹتی رہے۔ مار کھاتے اور رات دن مصیبتیں جھیلنے میں گذرتی ہے۔ بغیر سابقہ عمل کے یہ تمام طریقہ عمل ظلم ہوا اور ایسا ظلم ہوا کہ ملک کے ہر ہریل پر زندگی بھر یہ ظلم ہوتا ہی اسی طرح دوسرے حیوانات اچھی گھوڑے شجر وغیرہ کو کیا تکلیفیں نہیں دی جاتیں۔ مگر پنڈت جی نے کبھی آریوں سے ان بے محابانہ مظالم کے ترک کی اپیل نہیں کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حیوانات پر حکومت تسلط اور اپنے اختیار سے

انہیں کام میں لانا انسانی سہ سے کوئی قابل اعتراض بات نہیں تو پندت کا اعتراض ہر پہلو سے لغو باطل اور غلط ہے۔

اب ایک پہلو پر اور نظر ڈالئے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ذبح گاوٹ کا کام جس کے مسلمان مرتکب ہیں ہندوستان اور یہاں کے باشندوں پر عظیم ترین احسان ہے اس لئے کہ ہندوستان کے وسیع ملک میں مسلمانوں کی لاکھوں بستیاں ضلع شہر قصبے ایسے موجود ہیں کہ جن میں بکثرت گلے ذبح کی جاتی ہیں اگر یہ فرض کیجئے کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے چار کروڑ ایسے ہیں جو گلے کا گوشت نہیں کھاتے باوجود ہرگز یہ نسبت نہیں ہے مسلمانوں میں گوشت کھانے والوں کا تناسب اسی فیصد سے کسی طرح کم نہیں ہے لیکن اگر انتہائی کمی کی جائے اور یہ فرض کر لیا جائے کہ نصف مسلمان گلے کا گوشت نہیں کھاتے ہیں تو بھی چار کروڑ کھانے والے ہوں گے اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ایک گلے کو دو مسلمان کھاتے ہیں جبکہ یہ بھی فرض اقل ہے ورنہ اوسطاً فیصدی ایک گلے کی نسبت بڑی ہے لیکن کم از کم آپ یہی مانئے کہ ایک گلے دو سو آدمی کھاتے ہیں دو چار کروڑ آدمی دو لاکھ گائیں کھائیں گے اس حساب سے کم از کم دو لاکھ گائیں ہندوستان میں روزانہ ذبح ہو جاتی ہیں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مسلمانوں کی نصف تعداد کو گائے خور نہ مانا جائے باقی نصف کی غذا بھی اتنی قلیل مانی جائے لیکن اب آپ غور کیجئے کہ جس ملک میں روزانہ دو لاکھ گائیں صرف مسلمانوں کی خوراک میں آجاتی ہوں اور صدیوں سے مسلمان اسی نسبت سے گوشت کھاتے رہے ہوں باوجود اس کے پھر گلے کی قلت نہ ہو گوشت کی گرانی نہ ہو

بادجود ہندوستان کی کوششوں اور رکھشا خانوں کی بھرتیوں اور گوشالوں کی حفاظتوں کے گائے بغیر گرائی کے نہایت آسانی سے اس کثیر تعداد میں روزانہ بہم پہنچ جاتی ہو تو اگر ایک سال کے لئے مسلمان گائے کا ذبح ترک کر دیں تو ہندوستان میں گایوں کی تعداد سات کروڑ تیس لاکھ سے زیادہ ہو جائے اور لاکھوں لوگ اپنی غذا کے دلنے بھی کھلا دیں تو انہیں کفایت نہ کرے۔ تمام جنگل ویران ہو جائیں سبزہ کا نام و نشان کہیں باقی نہ رہے غلہ بھی ان کی مائا جی کھا جائیں جب بھی بھوک بھوک کی رہیں ملک تباہ ہو جائے کبھی اس تحریک کی معقولیت پر ہندوؤں نے غور نہیں کیا اب پنڈت جی سے پوچھئے کہ اگر مسلمان گوشت کھانا ترک کر دیں تو ہندوؤں کے ایسور سے بھی ملک کا انتظام نہ ہو اور گایوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ہندوستان کی ساری پیداوار ہضم کر جائے اور پھر بھوک رہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوستان کی اقوام گائے کی قربانی اور اس کے ذبح کی عادی تھیں ہندوؤں کی کتابوں میں اس کے ناقابل انکار ثبوت ملتے ہیں۔

علاوہ بری گائے کا خون تنہا مسلمانوں کے حصہ میں آتا ہے اس کو بھی تنہا مسلمان نہیں کھاتے بلکہ بہت سی وہ قومیں بھی کھاتی ہیں جن کو مردم شماری میں ہندو لکھا جاتا ہے اور جن کی تعداد اپنے میں شامل کر کے ششستیں حاصل کرتے ہیں گوشت کے علاوہ دوسرے اجزاء سینک ہڈی دانت چمڑا یہ سب ہندوؤں کے کام میں آتا ہے۔ بڑے بڑے بھکت بننے والے گھوڑوں کے ساز چرمی استعمال کرتے ہیں باگیں ہاتھوں میں بٹھائے پھرتے ہیں پانی کے غلوں میں چمڑے کی کٹوریاں لگائی جاتی ہیں

اور وہ ہمیشہ پانی میں ڈوبی رہتی ہیں پانی انہیں پرہیز کر آتا ہے۔ نیز ہینڈ بیگ سوٹ کیس وغیرہ کثرت چیزیں چمڑے کی ہی استعمال ہوتی ہیں۔ کروڑوں روپے کا چمڑا اور سینک وغیرہ ہندوؤں کے استعمال میں آجاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہندو گونا گوں جسم کے اجزاء استعمال بھی کریں چمڑے کی جوتیاں بھی بنائیں اور ان پر گاؤ کشی کا لازم نہ آئے سارا غصہ مسلمانوں ہی پر رہے پھر چمڑے کی تجارتوں میں ہندوؤں کا دخل ہونا یہ کیوں گواہتا نہیں بتایا جاتا اور جو مال گائے کے اجزاء کی تجارت سے حاصل کیا جائے وہ ہندوؤں کے لئے کس طرح جائز سمجھا جاتا ہے جب ان کے نزدیک گائے کا ذبح کرنا اور ان کی جان لینا ظلم ہے تو اس کے ذریعہ جو دولت پیدا کی گئی ویسی ہی ہے جیسے رہبرنی یا قرآنی اسے ثروت حاصل کر لی جائے لیکن پنڈت جی نے ہندوؤں کی طرف رخ نہیں کیا ان کے اعتراض کی توپ کا دھماکہ فقط مسلمانوں کی ہی طرف ہے ہندو گواہتیا بھی کریں تو اس پر چین بھین نہیں ہوتے۔

یہ بات ضرور غور طلب تھی کہ اگر ہندو چمڑا سینک بڑی دانت وغیرہ گائے کے اجزاء کا استعمال مطلقاً ترک کر دیں تو مسلمانوں کے لئے گوشت اس قدر گراں ہو جائے کہ اسے بڑے بڑے دولت مند ہی کھا سکتے گئے کی قیمت تو چمڑے ہی سے حاصل ہو جاتی ہے اس لئے ذبح کی جس قدر بھی کثرت ہوگی چمڑے کے کاروبار کی ترقی ہوگی تو اس ذبح کا ذمہ دار ہندوؤں کو ٹھہرانا چاہیے تھا مگر پنڈت جی نے انہیں صاف چھوڑ دیا اس سے مسترض کی نیت اور کدورت قلب کا پتہ چلتا ہے۔

اعتراض : پنڈت نے آیتہ کریمہ احل لحکم لیلۃ الصیام الرفث الی نساءکمؑ کا نہایت جاہلانہ غلط ترجمہ لکھ کر اس پر انتہا درجہ کا لغو اعتراض کیا ہے اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے " روزے کی رات تمہارے واسطے حلال کی گئی کہ رغبت کرنا اپنی بی بیوں سے وے تمہارے واسطے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے پردہ ہوا شد نے جانا کہ تم خیانت کرتے ہو پر اشد نے معاف کیا تم کو بس ان سے ملو اور ڈھونڈو جو اشد نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے یعنی اولاد اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے کانے دھاگے سے سفید دھاگہ یا رات سے دن نکلے " اب اس پر اعتراض ملاحظہ فرمائیے :

" یہ تحقیق ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کا مذہب جاری ہوا تب یا اس سے پہلے کسی نے کسی پورا تک سے پوچھا ہو گا کہ چاندرا بن برت جو ایک ہینہ بھر کا ہوتا ہے اس کا طریق بیان کرو شاستر کا طریق یہ ہے کہ چاند کی کلا کی گھٹنے بڑھنے کے مطابق نعموں کو گھٹانا بڑھانا اور دوپہر کے وقت کھانا کھانا چاہیے اس کو نہ جان کر پورا تک نے کہا ہو گا کہ چاند کو دیکھ کر کھانا کھانا چاہیے اس چاندرا بن برت کو مسلمانوں نے اس قسم کا بنایا لیکن برت میں مجامعت منع ہے پر ایک بات ان کے خدائے بڑھ کر کہدی کہ تم روزے کی رات کو مجامعت بھی کیا کرو اور رات میں جتنی دفعہ چاہو کھاؤ، بھلا یہ روزہ کیا ہوا کہ دن کو نہ کھایا اور رات بھر کھاتے رہے یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے کہ دن کو نہ کھانا اور رات کو کھانا "۔

جواب : جس شخص کو ترجمہ کرنے اور بات کرنے کا سلیقہ نہ ہو اس کا اعتراض اس

کی بے علمی و ناہنی کا ثبوت ہے اور پھر اعتراض کیا کہ ایک اور لایعنی جس سے معترضین کی حقائق شناسی کا پردہ فاش ہوتا ہے آپ لکھتے ہیں کہ یہ تحقیق ہوتا ہے یہی دیکھنا ہے کہ ویدک و عہد کی تحقیق کس پایہ کی ہوتی ہے اسی سے ان کے مذہب اور تمام اعتقادات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی معمولی سے معمولی عقل و فہم کا انسان کسی واقعہ کی نسبت تحقیق کا لفظ اس وقت زبان پر لاتا ہے جب اس کو واقعہ کی صحت قطعی طور پر معلوم ہو اور وہ جانتا ہو کہ واقعہ ہرگز اس کے خلاف نہیں اور اس کے ناقابل انکار ثبوت اس کے پاس موجود ہیں لیکن پنڈت کی اصطلاح اور اس کی لغت میں تحقیق کے یہ معنی نہیں۔

آپ کے یہاں تحقیق اس کا نام ہے کہ واقعہ کی نسبت نہ کوئی ثبوت ہو نہ کوئی دلیل نہ کہیں سے خبر آئی ہو نہ اس پر شہادت گدڑی ہو نہ افواہ ہو نہ کانوں کان اس کا کچھ پتہ ہو سنے میں بھی نہ دیکھا ہو بلکہ جس طرح اینٹوں کی پینک میں کوئی تصور باندھ لیتا ہے اسی طرح کا کوئی دہم پیدا ہو گیا ہو وہ آپ کے یہاں تحقیق ہے۔

جہاں تحقیق اتنی زبردست ہو اس مذہب کی حقانیت کیسی کچھ ہو گی اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ و ہمیات کے بادشاہ ہیں اور آپ کا سر ہر تحقیق بے اصل اوہام میں چنانچہ یہاں آپ کی تحقیق کیا ہے یہ کہ جب مسلمانوں کا مذہب جاری ہوا تو کسی نے کسی پورا ٹک سے پوچھا ہو گا اور کہا ہو گا پر ثبوت تاریخی تو اس تحریر کے سامنے بے کار ہو گئی واقعات کے لئے نقل و خبر کی حاجت ہی نہ رہی ہو ا ہو گا سے سارے عقدے حل ہو گئے اس تحقیق نے تو خیالی پلاؤ کو بھی مات دے دیا

کاش پنڈت جی اس تحقیق سے ویدک دھرم کی تاریخ تصنیف کر جاتے تو بڑا مزہ دیتی۔
 جہاں تحقیق کا یہ حال ہے، وہاں کی معمولی خبریں تو بالکل برعکس ہوتی ہوں گی۔
 یہی تحقیق ہے جس کے اعتبار سے پنڈت جی اپنے آپ کو محقق کہتے ہیں اعتراض کا
 حامل صرف اتنا ہے کہ اسلام میں روزہ ہندوؤں کے شاستر سے لیا گیا ہوگا اول تو
 بے ثبوت بات محض لغو ہوتی ہے ثانیاً کہاں ہندو کہاں مرکز اسلام اس زمانہ کے
 ہندو نہ عربی جانتے تھے نہ سمندر پار کا سفر جاز سمجھتے تھے تو پورا ملک کہا جا رہا ہوگا
 علاوہ بریں آپ کے برت کو مسلمان کے روزے سے کیا نسبت برت میں کی ایک
 پرستی ہے اس لئے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے ساتھ لگتے گھٹتے بڑھتے
 جاتے ہیں پھر برت میں ترک خوردنوش کہاں دودھ اور دودھ کی بنی چیزیں کھوٹا
 مکھن بالائی وغیرہ کھاتے پیتے رہتے ہیں اور دن دہاڑے دوپہر کے وقت سب
 کچھ کھا جاتے ہیں اس کو روزے سے کیا علاقہ جو خاص رمضان المبارک کے لئے
 رکھا جاتا ہے اور کسی مخلوق کے لئے نہیں مسلمانوں کے نزدیک مخلوق پرستی
 شرک و کفر ہے نہ ان کے لئے چاند کے گھٹنے بڑھنے سے شمار ہوتے ہیں نہ چاند
 دیکھ کر کھانے کا حکم نہ دوپہر میں کھانے کی اجازت برت میں نفس پر مشقت ہی کیا
 ہوئی جب دوپہر میں کھالیا اور دودھ وغیرہ کھاتے پیتے رہے مسلمانوں کا روزہ صبح
 صادق سے شروع ہوتا ہے اور تمام دن وہ کھانے پینے مجامعت کرنے سے باز رہتے
 ہیں باوجودیکہ ہر قسم کے لذائذ ناپس ہوتے ہیں لیکن خدا کا بندہ رمضان المبارک کے لئے
 کسی طرٹ التفات نہیں کرتا۔

صدر الافاضل: مختصر تعارف اور علمی جامعیت

مراد آباد کی وجہ تسمیہ | ہندوستان ایشیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اتر پردیش اس ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس صوبہ میں پہلے پنج اضلاع پر مشتمل ”روہیل کھنڈ“ ایک مردم خیز علاقہ ہے۔ حاکم رحمت اللہ خاں روہیلہ دستوفی نے اس علاقہ کو فتح کیا اسی وجہ سے اس علاقہ کو ”روہیل کھنڈ“ کہا جاتا ہے۔ مراد آباد اسی روہیل کھنڈ کا ایک مشہور صنعتی شہر ہے۔ شہنشاہ اعظم شاہجہاں کے بیٹے شہزادہ مراد کے نام پر رستم خاں نامی جرنیل نے اس بستی کا نام ”مراد آباد“ رکھا تھا۔

مغل تاجدار محی الدین اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دور حکومت میں ایران کے شہر مشہد اچھا اب بھی اہلسنت کی اکثریت اور سادات کی کثرت ہوئے۔ سے کچھ ارباب فضل و کمال (صدر الافاضل کے آباء و اجداد) ہندوستان آئے انہیں گونا گوں صلاحیتوں کے سبب بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں۔ اور قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اسی خانوادے میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب نزہت کے گھر ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۳ء میں ایک ہونہار سعادتمند بچے کی ولادت ہوئی، فیروز مندی اور اقبال کے آثار اس کی پیشانی سے ہویدا تھے۔ وہی بچہ بڑا ہو کر دنیائے سنیت کا عظیم رہنما آسمان سیاست کا نیر اعظم دنیائے فضل و کمال کا صدر الافاضل اور دنیا درس و تدریس کا استاذ العلماء، نیر میدان شعر و سخن میں نعیم الدین مراد آبادی کے نام

سے جانا پہچانا گیا۔ مزید براں تدبیر تفکر، دیدہ وری، دانشوری علمی جاہ و شہرت نفس، نیک نیتی، سادگی، اتباع شریعت، زہد و اتقا، ادب پروری، سخن سنجی سیاسی بصیرت حق گوئی و راست بازی جرات و بے باکی اور دین حق کی حفاظت و اشاعتی سرگرمیوں کے ذکر سے صدر الافاضل کی شخصیت آراستہ و پیراستہ نظر آتی ہے۔ ان کے دربار میں انہوں اور بے گانوں کی کوئی تمیز نہیں تھی، سواد اعظم میں ان کی حیثیت فخر الامم کی سی تھی مگر اس کے باوجود نہ تو کوئی طنطنہ تھا اور نہ ہی (غیر معقول) کوئی رعب و ہذب۔ ہاں اگر جاہ و جلال تھا تو علم کا حسن و جمال تھا عرفان کا، و ہذب تھا تو ذہانت کا اور رعب تھا تو نکتہ رسی کا، قالہن للہ رب العلمین۔

حضرت صدر الافاضل کے والد ماجد حضرت مولانا سید معین الدین زہت رحمۃ اللہ علیہ اپنے کئی فرزندوں کو اپنے ہاتھوں سے کم سن کے عالم میں سپرد خاک کر چکے تھے اس لئے انہوں نے صدر الافاضل کی ولادت باسعادت پر بارگاہ قاضی الحاجات میں یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرے بچے کو عمر طبعی عطا ہوئی تو میں اسے جہاد کے لئے پیش کروں گا۔

حضور صدر الافاضل اس پر آشوب دور میں جبکہ دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ آپ کی جان لینے پر تلے ہوئے تھے اس دل ہلا دینے والے ماحول میں ہندو مسلم اتحاد (اہل ہندو کے ساتھ اسلامی موالات) کی زبان و قلم سے مخالفت کر کے اپنے والد ماجد کے نذر کی تکمیل کر رہے تھے۔ کسی تقریر میں برسرِ مجمع ایک شرپسند و ہابی تنگی تلوار لیکر کھڑا ہو گیا کہ میں انہیں (صدر الافاضل) قتل کر کے ہی رہوں گا جب اس کی خبر

والد ماجد کو ملی تو آپ نے اپنی قلبی کیفیت کا اظہاریوں فرمایا۔

یا الہی بے خطابے جرم ہے میرا پیر دشمنی رکھتے ہیں اس شہر والے فتنہ گر
تو برائے احمد مختار و بوبکر و عسر دشمنانِ رادوست گردانِ دستانِ دوست

علامہ دیوبندہ و مایہ کی مسلسل سازشوں کے باوجود صدر الافاضل بہت زیادہ سہ
اور دشمنوں کی ہزار دشمنی کے باوجود احقاقِ حق و ابطالِ باطل کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہے
اور ہر اس مسئلہ کے خلاف میدان میں آکر نعرہ جہاد اور علم بغاوت بلند کرتے رہے جس سے
اسلام کا وقار محروح ہوتا ہوا نظر آیا۔ (انتہی کلام الدکتور)

(مستفاد از مضمون جناب ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بحوالہ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت لافاضل)
مرتبہ مولانا نور محمد نعیمی صاحب۔

خاور ہند کا زرخندہ آفتاب

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کی ولادت طیبہ ماہ صفر المظفر سن ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔
جب آپ چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین
صاحبِ نزہت علیہ الرحمۃ والرضوان نے انتہائی نزک و احتشام اور بڑے دھوم دھام سے
”بسم اللہ خوانی“ کی پاکیزہ رسم ادا فرمائی چند ہی مہینے میں حضرت عاقظ سید نبی حسین صاحب
علیہ الرحمۃ نے قرآن کریم کا ناظرہ ختم کر کے حفظ شروع کر دیا۔ ساتھ ہی اردو کی تعلیم بھی

چلتی رہی چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں حضرت حافظ سید نبی حسین صاحب اور حافظ حفیظ اللہ صاحب علیہما الرحمہ سے قرآن مجید کا حفظ مکمل کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ اردو ادب اور اردو نئے معنی میں بھی اچھی خاصی لیاقت پیدا ہو گئی، اور آپ کی تو پرورش ہی تہذیب و ادب کے گہوارے میں ہوئی والد محترم حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت علیہ الرحمہ علم و فضل کے آفتاب، دادا حضرت علامہ مولانا سید محمد امین الدین صاحب راسخ علیہ الرحمہ فضل و کمال کے نیر تاباں، پردادا حضرت مولانا کریم الدین صاحب آزاد علیہ الرحمہ استاذ الشعراء و افتخار الادب تھے جن کی آغوش تربیت نے آپ کو تہذیب و ادب کا چمکتا ہوا سورج بنادیا تھا۔ طبیعت میں جولانی اور افادہ تو پیدا کئی تھی ہم عمر بچوں میں آپ یگانہ شمار کئے جاتے تھے۔

ذہانت و فطانت | جو دستِ طبع میں آپ اتنے بلند تھے کہ آٹھ سال کی عمر شریف میں قرآن کریم حفظ کر کے فارسی میں بھی کافی دسترس حاصل کر لی تھی قبل بلوغ تک ہر سال رمضان المبارک میں نو عمر بچوں کی جماعت کے ساتھ نفلوں میں پابندی سے ختم قرآن مجید پڑھا کرتے۔

درس نظامی | فارسی اور معتدبہ حصہ تک عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ و از ضامن سے حاصل فرمائی، اور متوسطات تک علوم درسیہ اور فن طب حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اس کے بعد خود حضرت مولانا فضل احمد صاحب علیہ الرحمہ ہی حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک زبردست بزرگ فاضل قدوة الفضلا، زبدۃ العلماء، شیخ الکمل حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب کابلی

اہتم مدرسہ امدادیہ مراد آباد کی خدمت فیض رحمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور !
صاحب زادے صاحب انتہائی ذکی و فہیم ہیں، لاجن تک پڑھ چکے ہیں میری دلی خواہش ہے
کہ بقیہ درس نظامی کی تکمیل حضرت کی خدمت میں رہ کر کریں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد گل
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صدر الافاضل کی پیشانی پر ایک نظر ڈالی اور فوراً بلا کم و
کاست قبول فرما کر اظہار مسترت فرمایا۔

زمانہ تحصیل علم کے بے شمار علمی مباحث ہیں، فکر کی جو دت و ذہانت نے
ہمعصوروں کے دلوں پر علم کا سکہ جہاد یا تھا، بارہا علمی مذاکروں میں ہم چشموں پر غالب فطانت رہے
چودہ سال کی عمر میں ایک مرتبہ ہم جماعت طلباء میں فارسی ادب میں مقابلہ
ہوا۔ دفتر ابو الفضل کو سامنے رکھ کر طے ہوا کہ ہر ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی اپنی
انشاء کے جوہر دکھائے، چنانچہ بھی ہم جماعت طلباء مضمون لکھ کر لائے، مضامین جب پڑھے
گئے تو سب نے یک زبان ہو کر اپنے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا مکتوب
گرامی قدر دفتر ابو الفضل کے ہم دوش و ہم مثل ہے اسی طرح دیگر علمی مذاکروں میں آپ
ہمیشہ غالب رہے۔ اس قسم کے مذاکرے اور مکالمے ہم سبق بچوں اور منتہی طلباء سے بھی
اکثر مدرسے میں ہوا کرتے تھے مگر غلبہ آپ کو ہی حاصل رہتا تھا۔

مراد آباد میں حضور صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ محترم شیخ الکل حضرت
علامہ مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام چلنے والا مدرسہ امدادیہ (جس میں حضور
صدر الافاضل تعلیم حاصل کرتے تھے) کی دیوار کے نیچے بالکل متصل دیو بند ثانی جس کو مدرسہ
شاہی مسجد کہا جاتا تھا دارالعلوم دیوبند پر قابض ہو جانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی نے

اسی کے ساتھ ہی اس مدرسہ شاہی مسجد کو قائم کیا تھا جو بہت حد تک مراد آباد اور اس کے اطراف و اکناف میں دیوبندیت و وابیت کی نشر گاہ تھا۔ حضور صدر الافاضل زمانہ طالب علمی کبھی کبھی مدرسہ شاہی مسجد میں تشریف لے جاتے اور اسباق کی سماعت فرماتے ہوئے ایسے ایسے اعتراضات لاتے کہ مدرسہ شاہی مسجد کے اساتذہ حیران ہو کر تحسین و آفرین فرماتے مگر خجالت و شرمندگی ان کے چہروں پر صاف نظر آتی تھی۔

بعض موقعوں پر مدرسہ شاہی مسجد کے اساتذہ کہا کرتے تھے کہ اس نوعمر بچے کے آنے سے ہمارا نظام اسباق درہم برہم ہو گیا ہے۔ اور اس کی علمی ذہانت سے لاجواب ہونا ہمارے علمی وقار کو کٹھیں لگتا ہے لہذا کہنے لگے کہ میاں درمیان اسباق مت آیا کرو تمہارا اپنا مدرسہ ہے۔ تم اپنے مدرسہ میں رہو یہاں کیا ضرورت ہے؟ ذالک فضل اللہ اسی طرح مراد آباد کے صدر مقام کیٹی چوک میں ایک چوڑا تھا جس پر شام کے وقت کبھی کوئی پادری، کبھی کوئی آریہ سماجی، کبھی کوئی سنان دھرمی، کبھی کوئی غیر مقلد کبھی کوئی واپی دیوبندی وغیرہ میں سے کھڑا ہو جاتا اور اپنے خیالات کا اظہار کرتا اپنے دھرم مذہب کی باتیں کرتا۔ حضرت صدر الافاضل بلا جھجک وبے خوف اپنی نوعمری اور طالب علمی کے زمانہ میں ان سے (مذکورہ مذاہب میں سے جو بھی ہوتا) بحث و مباحثہ شروع کر دیتے اور اس سے خوب خوب مقابلہ کرتے اور اس کے باطل خیالات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیتے تھے۔

زمانہ طالب علمی ہی میں آپ نے بہت سارے مناظرے فرمائے انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مراد آباد محلہ گل شہید میں قبرستان سے قریب ایک آریہ

روزانہ آکر لوگوں کو فاتحہ اور ایصال ثواب سے روکنا تھا کہ جابل تو اس کی باتوں میں آنکھی جاتے تھے۔ حضرت نے فرمایا حاجی صاحب اچلو چلتے ہیں دیکھیں کون ہے اور کیا کرتا ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات قبرستان پہنچے اور فاتحہ طبعی حسبِ عادت اس نے حضرت عبدالغنی کو بھی بلایا، اور جس طرح لوگوں کو پہکانے کے لئے تقریر کرتا تھا حضرت سے بھی وہی تقریر کر لگا۔ حضرت نے پہلے روح سے متعلق اس سے سوال فرمایا وہ لا جواب ہو کر گھبرا اٹھا۔ پھر حضرت نے تناسخ (آواگون) کے باطل ہونے پر متعدد دلیلیں قائم فرمائیں، وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ میں نے آج تک کوئی ایسا محقق فلسفی نہیں دیکھا اور عرض گزار ہوا کہ میاں صاحب زادے صاحب میری تسلی ہو گئی اب میں کسی کو فاتحہ سے منع نہیں کروں گا۔

فراغت | استاذ الاساتذہ شیخ الکل حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری رتھار علیہ سے منطق فلسفہ ریاضی اقلیدس توقیت و ہیئت جفر عربی بحروف غیر منقوطہ تفسیر حدیث اور فقہ فرائض وغیرہ بہت سے مروجہ درس نظامی اور غیر درس نظامی علوم و فنون اپنے شیفتہ استاد سے حاصل فرمائی اور بہت سے سلاسل احادیث و علوم اسلامیہ کی سندیں بھی تفویض ہوئیں۔ زندگی کی بیسیوں بہار ہم آغوش تھیں مراد آباد کی مراد رآئی مدرسہ امدادیہ کی طرح سجا ہوا تھا۔ علماء و مشائخ رونق افزہ تھے کہ ایک چمکتا ہوا آج استاد محترم نے دستار کی شکل میں اپنے چہیتے تلمیذ خوش تمیز (صدر الافاضل) کے سر پر رکھتے ہوئے ایک تابندہ و درخشندہ سند فراغت ہاتھ میں عطا فرما کر اپنے بعل سند تدریس و ارشاد پر بٹھایا۔ یہ رسم دستار فضیلت ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء کو ادا ہوئی۔ اسی وقت آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت علیہ الرحمہ نے بیعت و سرور میں

ڈوب کر ایک قطعہ ارشاد فرمایا جس سے مادہ سنیہ فراغت نکلتا ہے۔

ہے میرے پسر کو طلباء پر وہ فضیلت سیاروں میں رکھتا ہے جو مرتبہ فضیلت
نزہت نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے دستار فضیلت کی ہے تاریخ "فضیلت"

سنہ ۱۳۲۰ھ

حضرت صدرالافاضل رضی اللہ عنہ خدا داد صلاحیتوں کے مالک تھے حافظ
بڑا عمدہ پایا تھا جس کے سبب بعد فراغت ہی کئی علوم و فنون میں ان کی بالادستی مسلم ہو گئی تھی
چنانچہ علم و فضل میں یکتاے روزگار ہو کر قوم کے سامنے آئے۔

جودھ پور کا ایک مولوی انتہائی دریدہ دہن گستاخ قلم
دہلی تھا جو سامنے تو نہیں آتا مگر اخبار و رسائل میں سنی

عالموں کے مضامین کے رد میں مقالے لکھا کرتا تھا۔ اور اس میں اپنے خبث باطن کا اظہار
خوب خوب کیا کرتا تھا گویا دہلیوں کا وہ شہر بے ہار تھا۔ اس وقت العلوی حضرت رضی اللہ عنہ
کا آفتاب علم و فضل نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ قسمت کا مارا خباثت کا ہر کارہ جودھ پوری
دہلی مولوی کو العلوی حضرت کا فضل و کمال ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا چنانچہ شیطان نے قلم
پکڑ لیا اور اس نے شرف تلمذ کا حق ادا کرتے ہوئے العلوی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل دیوبند
رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک نہایت نامحقوق ذلالت و رذالت سے بھرپور مضمون لکھ کر
"نظام الملک اخبار" میں شائع کر دیا۔ حلقہ "اہلسنت" میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ضیغم صحرا
ملت تاجدار اہلسنت استاذ العلماء سید الفضل حضور سیدی صدرالافاضل رضی اللہ عنہ
نے جودھ پوری مولوی کی تحریر کا نہایت شوخ و طرار دندان شکن اور مسکت جواب

قلعہ نذر مارا اسی اخبار نظام الملک میں شائع فرمایا۔ زمانہ گواہ ہے کہ پھر اسے ایسی دلخراش تحریر کی تو نیت کبھی نہ ہو سکی جس میں اعلیٰ حضرت کے لیے ادبی ہو۔

جب اس بے ادب مضمون اور با ادب جواب کی اطلاع لوگوں نے اعلیٰ حضرت کو دی اور خود نظام الملک اخبار حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا جس کو اعلیٰ حضرت نے خود بنفس نفیس ملاحظہ فرمایا تو دل میں حضور صدر الانا فضل کی محبت کا دریا موجیں مارنے لگا اور حضور سیدی صدر الانا فضل رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ حضرت نے بڑی بڑی حسرت دیدار اور محبت یہ قرار کے ساتھ بریلی شریف تشریف ارزانی کی خواہش ظاہر فرمائی! پچانچہ اعلیٰ حضرت کی طلب پر حضور صدر الانا فضل بریلی شریف امام اہلسنت کی بارگاہ میں تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے اہلسنت کے موقف کی تائید پر بے پناہ دعائیں دیں اور انتہائی شفقت و محبت سے نوازا۔

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات اور یہ واقعہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد سے فراغت کے فوراً بعد کا ہے۔

حضور صدر الانا فضل کے فراغت کا زمانہ

الکلمۃ العلیا اور اعلیٰ حضرت کا مطالعہ

بڑا پر آشوب تھا جدید دیوبند کے نظریہ

فکر کی نشر و اشاعت کا دور دورہ تھا اور جب سے مولوی قاسم نانوتوی نے مراد آباد میں مدرسہ شاہی مسجد کی بنیاد ڈالی تھی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "تب سے تو دیوبند اور مراد آباد کنفس واحد ہو گئے۔ وہابی گلی کوچوں میں بحث مباحثہ کرتے پھر رہے تھے۔ لازمی مراد آباد بھی ان کے نظریات کی آماجگاہ ہونا چاہیے تھا ایک صدر الانا فضل کی ذات تھی خواہ طلب

علمی کا دور ہو یا فراغت کا ہر محاذ پر پہنچ کر احقاق حق و ابطال باطل فرماتے تھے اور دلائل و براہین سے بھرپور ایسی ایسی بحثیں فرماتے کہ دہائیوں کے لاف و گزاف کے تار و پود بکھ جاتے تھے اسی زمانہ فراغت میں ہی آپ نے علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب کی طرح ڈال دی۔ اودھر فراغت ہوئی اودھر کتاب مکمل ہو گئی جو علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی اور جامع کتاب ہے جس کا نام الکلمۃ العلیا لاعطاء علم المصطفیٰ ہے جس کا جواب و مانی آج تک نہ دے سکے اور نہ ہی قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ دے سکیں گے۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو مراد آباد میں ایک بزرگ ان پڑھ تھے لیکن مذہبی تبلیغ میں گنجینہ معلومات تھے ان کا نام حاجی ملا محمد اشرف شاذلی تھا۔ حاجی صاحب موصوف حضرت صدر الانا فضل سے غایت درجہ محبت و شفقت فرماتے تھے جب حاجی صاحب نے یہ کتاب سنی تو بے حد خوش ہوئے اور بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی خدمت میں کتاب الکلمۃ العلیا پیش کی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے عالمانہ فاضلانہ اور مجددانہ نقطہ نظر سے انتہائی دقیق و عمیق نگاہ سے مطالعہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا اشار اللہ بڑی کار آمد اور عمدہ کتاب ہے عبارت شگفتہ مضامین دلائل سے بھرے ہوئے یہ نوعی اور اتنے احسن براہین کے ساتھ اتنی بنیاد پر کتاب مولانا موصوف کے ہو نہا رہو نہ بر دال ہے۔ آپ نے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی اور حضرت صدر الانا فضل حضرت حاجی ملا محمد اشرف شاذلی مرحوم کے ہمراہ بریلی شریف حاضر ہو گئے پھر تو سلسلہ اتنا بڑھا کہ نہ تو اعلیٰ حضرت کو ان کے بغیر چین تھا اور صدر الانا فضل کو اعلیٰ حضرت کے دیدار کے بغیر سکون۔ اعلیٰ حضرت کے آئینہ سبز کے سفر کے لئے حضرت صدر الانا فضل

کا بستر گھر پر بھی کھلا ہی نہیں۔ ایک بستر بریلی شریف کے سفر کے لئے خاص تھا جو تمام تر تیاریوں کے ساتھ خاص طور پر بندھا رہتا تھا اس لئے کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری لازمی ہوا کرتی تھی۔ یہ جب ہوتا تھا کہ جب آپ مراد آباد شریف فرما ہوتے تھے یہ رشتہ محبت و مودت اس قدر مضبوط ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت نے صدر الافاضل قدس سرہ کو اپنا معتمد اور اپنے کاموں کا مختار کل بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ اگر صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت سے کسی مضمون یا کچھ عبارتوں میں ترسیم و نسخ یا حذف و استرداد کی گزارش فرمائی تو فوراً اعلیٰ حضرت نے منظور فرما کر صدر الافاضل کی غشاہ کے مطابق کر دیا جس کا قدرے تفصیل ذکر آگے آرہا ہے۔

پروفیسر اشتیاق طالب حسنی (کراچی پاکستان) کا مضمون صدر الافاضل کی سیاسی بصیرت جس کو رضا اکیڈمی پاکستان نے شائع کیا ہے بحوالہ "تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل مرتبہ مولانا نور محمد نعیمی" میرے مذکورہ بالا مضمون پر شاہد عدل ہے۔ پروفیسر طالب صاحب رقمطراز ہیں۔

"یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ صدر الافاضل نہ تو فاضل بریلوی کے مرید تھے اور نہ ہی دست گزشتہ خلیفہ، لیکن یہ خصوصیت مولانا سید محمد نعیم الدین کو حاصل رہی کہ جہاں فاضل بریلوی اپنی شرعی ذمہ داریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرماتے وہاں مولانا سید محمد نعیم الدین آپ کی نمائندگی کرتے۔"

حضرت صدر الافاضل نہ صرف خانوادہ اعلیٰ حضرت بلکہ برصغیر کے تمام معتبر

خانوادوں میں قابل اعتماد شخصیت کی حیثیت سے رہے۔

بیعت و خلافت

حضرت شیخ شاہ جی محمد شیرمیاں بیلی علیہ الرحمۃ والرضوان جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب عصر تھے ان کی خدمت میں حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ پوری ارادت و عقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ شاہ جی علیہ الرحمۃ کے ارشاد اور اشارے پر اپنے ہی استاد گرامی حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد گل صاحب رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت شیخ الکل نے اپنے لائق و فائق تلمیذ رشید کو چاروں سطحوں اور جملہ ادراد و وظائف ذکر و اذکار و افکار و اشغال کی اجازت عطا فرما کر ماذون و مجاز بنادیا۔ ان کے بعد غوث وقت قطب دوراں المصنوع شیخ المشائخ حضرت سید شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ چھوٹی سی بھی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت صدر الافاضل نے حضرت شیخ المشائخ کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی ہے جس کا ایک شعر یوں ہے۔

”راز وحدت کھلے نعیم الدین اشرفی کا یہ شیخ ہے تجھ پر“

درس و تدریس

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ اپنی مختلف دینی علمی تبلیغی تحقیقی تصنیفی اور مناظرہ و مقابلہ نیز فرق باطلہ کے رد و ابطال جیسی سرگرمیوں کے باوجود ماحیات درس و تدریس سے وابستہ رہے جس کی وجہ سے علماء و فضلا کی ایک بڑی مضبوط جماعت تیار ہو گئی اور محمد شراب کے مقصد حیات کی سب سے نمایاں یادگار جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے اب تک تیار ہو رہی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیام

قتیامت تیار ہوتی رہے گی آپ کے تدریس کا طریقہ انتہائی 'انوکھا تھا جس کی وجہ سے طلباء کے دل و دماغ پر آپ کا پورا درس نقش ہو جاتا تھا۔ انہام و تفہیم میں آپ یکتائے روزگار تھے۔ تفسیر و حدیث، علم کلام فقہ و اصول، نحو صرف، منطق و فلسفہ، ہیئت و ریاضی، نجوم، علم التوحید و علم الفرائض وغرضیکہ ہر قسم کے علوم و فنون میں ملکہ تمارہ حاصل تھا بلکہ آپ امتیازی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ کسی فن کی کتاب ہو دوران درس و تدریس پر مخز دل تعاریر زبانی فرمایا کرتے تھے جس کتاب پر تقریر فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے خود حضرت ہی اس کے مصنف ہیں جو کتاب کی گہرائی اور اشارات و مالہ و ماعلیہ سے وضاحت فرما رہے ہیں۔ بہر حال حضور صدر الانا منل رضی اللہ عنہ کو تدریس میں ایسی سبے مثال مہارت حاصل تھی کہ اپنائاتی نہیں رکھتے تھے۔ بقول حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب اعظمی علیہ الرحمہ میں نے مدرسہ دہلی دیکھے ایک صدر الشریعہ دوسرے صدر الانا منل فرق صرف اتنا تھا کہ صدر الشریعہ اس شعبے سے زیادہ وابستہ رہے اور حضرت صدر الانا منل انکم و تصنیفات میں درجنوں سے زیادہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

(تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الانا منل)

فائدہ: "ذرا کم" کی وجہ یہ تھی کہ حضور صدر الانا منل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تدریس کے علاوہ تبلیغی دورے، جلسوں میں شرکت و مابعد دایمہ، آریہ قادریانی، بنجری، المحدث اور اہل قرآن وغیرہ فرماتے باطلہ سے اکثر مناظرے کر کے شجر اسلام کی آبیاری گلشن سنیت کی حفاظت بھی کرتی پڑ رہی تھی۔ لہٰذا سارے مصروفیات کے باوجود تدریسی فرائض باحسن و جود انجام دیتے تھے جس کا اعتراف وقت کے قدر آور علماء کرام اور مفتیان عظام بھی کرتے ہیں۔

وظیفہ تدریس سے استغناء | دنیا بھر کے مدرسین چھوٹے ہوں یا بڑے عموماً تنخواہ

دار ہوتے ہیں اور اپنی اپنی صلاحیتوں اور مناصب کے اعتبار سے مشاہر لیتے ہیں لیکن صدر الانا ضل نے کبھی ایک پیسہ تنخواہ نہیں لیا اور اتنا بڑا مدرسہ جامعہ نعیمیہ بطور خود چلاتے تھے طلباء کے خورد و نوش مدرسین کی تنخواہ آپ ادا کرتے تھے۔ بقول سیدی بحر العلوم دام ظلہ حضرت کو دست غیب حاصل تھا۔

شانِ تدریس

تفسیر | تفسیر کا درس اتنا شاندار ہوتا تھا کہ طلباء کے علاوہ اگر وقت خالی رہتا تھا تو جامعہ نعیمیہ کے مدرسین بھی درس میں آکر بیٹھتے تھے اور حضرت کی تقریر انتہائی غور و خوض سے سماعت کرتے۔ درس تفسیر میں خصوصیت سے تفسیر قرآن بالقرآن، تفسیر قرآن بالحدیث اسباب نزول، مفردات القرآن کی تشریح مفہیم قرآن کی مثالوں سے وضاحت آیات متشابہات کی توجیہ و تنقیح ناسخ و منسوخ کی وضاحت مکی و مدنی کی نشاندہی بظاہر آیات میں تطبیق بظاہر آیات و احادیث میں توفیق اقوال مفسرین میں ترجیح اصول دین اور عقائد اسلام کی تشریح مسائل ضروریہ کا حسن استنباط و استخراج غلوہر آیات سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا ازالہ تفسیر قرآن آثار صحابہ سے، تفسیر قرآن دیگر کتب سماویہ سے نیز واقعات اہم اور قصص اقوام کا تذکرہ وغیرہ مذکورہ بالا محرمات حضور صد الانا ضل علیہ الرحمہ

کے درس تفسیر کے محاسن عظمیٰ ہیں جو بوقت درس طلبہ فصیح و بلیغ زبان سے سننے کو پاتے تھے گو یا شکر کا درس درس گاہ میں بیٹھ کر امام رازی، امام خازن کی درس گاہ کا لطف اٹھاتے تھے۔

حیث | علم حدیث میں تو آپ شہر خاص و عام تھے، ملک کے تمام فضلاء و معترف تھے کہ جس طرح حدیث کا درس آپ دیتے ہیں ان کے کانوں نے کبھی

نہیں سنا ہے۔ حدیث کے طالب و مفہم اس ہامیت کے ساتھ مختصر الفاظ میں بیان فرماتے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ بظاہر تناقص احادیث کو اس طرح سلجھاتے کہ سننے والے مطمئن ہو جاتے۔ حدیث کی شان ارشاد بیان فرما کر ایسی تقریر فرماتے کہ علم کا چشمہ بہنے لگتا۔ راجع مرجوع روایتوں پہ بھرپور کلام فرماتے۔ اختلافی حدیثوں میں تطبیق و توفیق تو آپ کا حصہ خاص تھا۔ قابل کلام احادیث پر ایسی جرح و تعدیل فرماتے کہ غیر مقلدین اور الحدیث کے ہوش اڑ جاتے۔ علاوہ ازیں ان کے روزمرہ کے بدیہی اور شہور و معروف اعتراض کا شافی جواب دینے کے بعد اپنی طرف سے اعتراضات کی ایسی ایسی شقیں بیان فرماتے کہ دہائیوں کے باب بھی نہ بیان کر پاتے اور پھر خود ہی اپنے نکلے ہوئے اعتراضات کے جوابات بھی بیان فرمادیتے۔ اس طرح سے درس حدیث اس قدر دلچسپ ہو جاتا کہ طلباء درس گاہ سے ہشاش بشاش اٹھتے مزید براں اسماء الرجال اور اصول حدیث پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ دوران درس اسناد و رواۃ اور مرفوع، مقطوع، موقوف و دیگر اصطلاحات حدیث پر جستہ بیان فرماتے جس سے سبق کی تقریر اور مفہم و مطالب کے بیان میں چار چاند لگ جاتے۔

فقہ: فقہ کے جزئیات پر اس قدر گہری نظر تھی کہ دارالافتاء میں آئے فائدے کے جوابات

قلم برداشتہ تحریر فرماتے، بہت کم کتب فقہ اور متون جو نیات دیکھنے کی نوبت آتی تھی۔
 ایک مرتبہ شہزادہ صدر الافاضل سیدی و مرشدی رہنمائے ملت حضرت علامہ
 حکیم سید انصاف الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان مجھ سے فرمانے لگے کہ جب حضور صدر
 الشریعہ علیہ الرحمۃ کی کتاب بہار شریعت چھپ گئی تو حضرت نے مولانا محمد عمر صاحب نعیمی محدث
 پاکستان جو اس وقت فارغ ہو چکے تھے اور جامعہ کا اہتمام ان کے ذمہ تھا ان سے فرمایا
 کہ بہار شریعت کے ہر مسئلہ کے بعد کتاب کا نام لکھا ہو اسے تم سارے مسائل کو ان کتابوں
 سے بلا ڈالو تاکہ تمہارے علم میں اضافہ ہو۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب بہار
 شریعت کے مسائل کتابوں سے ملانے لگے مگر کہیں کہیں کوئی مسئلہ کتاب کے اس
 باب میں نہیں ملتا حضرت صدر الافاضل سے اگر ذکر کرتے تو حضرت فرمانے کہ اس مسئلہ
 کو کتاب کے فلاں باب میں دیکھو وہاں مل جائے گا۔ چنانچہ دیکھتے اور مسئلہ مل جاتا معلوم
 ہوا کہ حضور صدر الافاضل کو تمام متون فقہ مستحضرت تھے۔

دوران تدریس فقہ کی کتابیں ایسی پڑھاتے تھے جیسے انہیں کی ٹکھی ہوئی
 ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں ایسا کلام فرماتے کہ انام اعظم کے مسلک کی پوری طرح سے تائید
 و تصحیح ہو جاتی۔ تقریر ایسی شستہ ہوتی کہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی کی اہانت کا شائبہ بھی نہیں
 پایا جاتا اور مسلک امام اعظم روشن ہو جاتا۔ بہر کیف فقہ میں بھی آپ کو یدِ طولی حاصل تھا
 فاحمد شہرب العلیین۔

توقیت و ہیئت | علم ہیئت و نجوم میں حضور صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خداوند
 ہارت تامہ حاصل تھی اس کے درس میں آپ امتیازی صلاحیتوں
 marfat.com

کے مالک تھے۔ دوران تعلیم آپ گردش افلاک اور حرکت کو اکب و نجوم کے لئے تمثیلات
ایسے دیکھ کر انداز میں بیان فرماتے کہ طلباء محسوس کرنے لگتے تھے کہ زیادہ اجرام فلکیہ کی سیر کر
رہے ہیں۔ اور چشم سر سے اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ آپ نے متعدد ذرۂ فلکی تیار کر لئے
تھے جس میں سبع ثوابت اور سیارگان کو ہر ذرۂ فلک میں یکساں طور پر چاندی کے نقطوں
سے واضح کیا تھا جب آپ ہیئت کا سبق پڑھاتے تو وہ ذرۂ سانسے رکھتے تھے اور طلباء
کو پڑھاتے پڑھاتے انہیں آسمان کی طرف دیکھنے سے بے نیاز کر دیتے تھے ایسا لگتا
تھا کہ آسمان زمین پر چلا آیا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ آسمانی کرۂ مہات آپ کی خاص یادگاہوں
میں سے ہے اور کتابوں کی طرح یہ بھی آپ کی تصنیفات سے ایک عظیم الشان تصنیف
ہے اس فن کے علماء اگر یہ اعتراف کریں تو حق بجانب ہوں گے کہ اتنا جامع اور کامل کرۂ
فلک نہ دیکھنے میں آیا اور نہ ہی سننے میں اس سے صدر الافاضل کی عظیم شخصیت اور بے مثل
استاد ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

فاشل کا: شہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید احتضار الدین
علیہ الرحمۃ والرضوان نے متعدد بار یہ بات دہرائی ہے (بدورۂ تلشی پور) کہ ایک کرۂ فلک
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گیا ہے۔ اور ایک کرۂ جاموہ اشرفیہ مبارکپور گیا ہے اور ایک جاموہ
عقیدتیہ انوار العلوم تلشی پور میں تھا۔ (جس کو راقم الحروف نے خود دیکھا ہے) ایک مولانا
نذیر الاکرم صاحب کے کتب خانہ میں تھا، ایک حضور رہنمائے ملت علیہ الرحمۃ کے حجرے
میں رکھا رہتا تھا اور دو کتبے جاموہ نعیمیہ میں تھے جن کو سالہ ۱۹۶۰ء دوران ملازمت مدرسہ
اکرم العلوم مراد آباد راقم الحروف نے دیکھے ہیں اور کتبہ پاکستان چلے گئے اور کتبہ

چوروں نے چرائے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

دارالافتاء اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے بعد حضور سیدنا صدر الانا فاضل رضی اللہ عنہ کا دارالافتاء ایک جامع شان کا تھا اور لطف کی بات ہے کہ آپ کے دارالافتاء میں نہ کوئی نائب تھا اور نہ ہی آپ دارالافتاء کے لئے نائب رکھتے تھے سارے فتوؤں کے جوابات آپ بدست خود دیا کرتے تھے۔ ہندو بیرون ہند نیز مراد آباد کے اطراف و اکناف سے بے شمار استفعا اور استفسارات آتے تھے اور حضرت قدس سرہ العزیز باوجود بہت سارے مصروفیات کے اس پر مستزاد بلا ناغہ بالالزام تدریسی خدمات اٹھائے ہوئے استفعاؤں کے جوابات تحریر فرما کر مستفتیوں کے پاس روانہ فرما دیا کرتے تھے۔ بفضلہ اللہ الکریم فقہ کے جزیات اس قدر مستحضر تھے کہ فتوؤں کے جوابات لکھنے کے لئے کپتائے فقہ بہت کم دیکھا کرتے تھے اور قلم برداشتہ جواب تحریر فرما کر دیدیا کرتے تھے۔ اور آپ کی مشغولیات اس قدر تھیں کہ کتاب دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

حضور رہنمائے ملت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میراث و فرائض کے فتوے کثرت سے آتے رہتے تھے مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لئے کبھی کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آج تو ایک لطن، دو لطن، چار لطن کے فتوے اگر دارالافتاء میں آجائیں تو گھنٹوں گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں تب کہیں جا کر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کر دیتا ہے مگر حضرت صدر الانا فاضل کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس لطنوں کے فتوے بھی

کبھی دارالافتاء میں آگے مگر حضرت قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرمادیتے تھے البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا تھا اور آپ کے فتوے کے استرداد کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

علم طب | حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے علم طب حکیم حاذق نباض دوراں، حضرت مولانا حکیم فیض احمد صاحب امر دہوی سے حاصل کی جس طرح سے آپ کو علوم منقولہ و علوم مقولہ میں ہم عصر علماء میں تفوق و برتری حاصل تھی اسی طرح قدرت نے میدان طب میں بھی کمال بہارت عطا فرمائی تھی۔ عموماً مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی مرض پکڑ لیا کرتے تھے نباض میں یکٹائے زمانہ میں انگٹا کرتے مفردات ادویہ کے خواص اذہر تھے، مرکبات میں بھی خاصی صلاحیتوں کے مالک تھے، بہت سے علماء جو جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہوئے انہوں نے آپ سے علم طب بھی پڑھا ہے جن میں فن طب سے خصوصی لگاؤ دیکھتے تھے انہیں تعلیم و تبلیغ کے علاوہ حکمت و طبابت کا بھی حکم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا جو وقت تبلیغ و تدریس سے بچتا تھا اس میں آپ طب و حکمت کے ذریعہ خدمت خلق فی سبیل اللہ فرمایا کرتے تھے۔

تحریر و تقریر و تبلیغ | عموماً دیکھا گیا ہے جو تقریر میں ماہر ہوتا ہے تدریس کا ملکہ وہ نہیں رکھتا اور اگر تقریر و تدریس میں بہارت رکھتا ہے تو

تحریر کا سیلاب نہیں ہوتا اور یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ اکثر علماء درسم الخط میں نہایت کمزور ہوتے ہیں۔ لیکن سیدی صدر الافاضل علیہ الرحمۃ وارضوان پر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل و احسان تھا کہ آپ کو ہر فن میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ تقریر نہایت مدلل و مسجع اور

بے تکلف کئی کئی گھنٹے گھنٹے ٹیک عجیب و غریب نکات و رموز سے بھرپور ہوتی تھی۔ الفاظ نہایت شگفتہ و شیریں ہوتے تھے۔ سننے والوں پر کیف و سرور طاری ہو جاتا۔ مجمع کی محویت کا یہ عالم ہوتا کہ اگر سر پر چڑیا بیٹھ جائے تو انہیں خبر نہ ہو غرض کہ اپنے ہم عصر علماء میں بے مثال مقرر تھے۔ تحریر نہایت شستہ صاف اور سلیس ہوتی تھی۔ آپ کی خطاطی ایسی عمدہ اور قواعد کے مطابق تھی کہ سینکڑوں خوش نویس اس فن میں آپ کے شاگرد ہیں۔ مزید برآں یہ کہ خط کے ساتوں طرز تحریر میں بے مثال کمال حاصل تھا حتیٰ کہ ہر ایک رسم الخط کو بائیں ہاتھ سے معکوس باسانی نہایت خوش خط تحریر فرما سکتے تھے۔

مناظرہ اور طرز استدلال | حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کا طرز استدلال بالکل واضح اور روشن ہوتا تھا۔ مغلقات و معضلات

اور طول طویل بحثوں کو مختصر مگر جامع الفاظ میں نہایت ظاہر و باہر طریقہ سے بیان کرتے تھے۔ اقامت حجتہ میں بھی اور جس پر بھی جو حج قویہ دلائل قطعیہ قائم فرماتے تھے کسی کو اتنی طاقت نہ کہ تو سکتا۔ مخالف ایڑی چوٹی کا زور لگانا ناممکن تھا کہ جو گرفت فرمائی تھی اس سے گلو خلاصی پاسکتا یا وہ گرفت نرم پڑ جاتی، مخالف عناد میں غضب میں انگلیاں چباتے مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔ صدر الافاضل کی یہ صفت تو خاصہ کی حیثیت رکھتی تھی کہ دوران گفتگو کبھی بھی کسی کے ساتھ ناشائستہ غیر مہذب کلمات زبان مبارک پر نہیں آتے تھے۔ متقابل کی تضحیک و تحقیر کا شائبہ تک آپ کے بحث و استدلال میں نہیں ہوتا تھا۔

آپ کے مناظرے کا حال تو آگے تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے۔ یہ بات بھی نصیبت سے قابل ذکر ہے کہ بسا اوقات مناظرے کا کام اپنے شاگردوں سے بھی لیا کرتے تھے۔

چنانچہ موضوع مناظرہ ہی سنکر شاگردوں کو پہلی ہی گفتگو میں مقابلہ کے علمی سیار کا اندازہ لگا کر جواب اور جواب ابواب متعین فرما دیا کرتے تھے۔ اور بتا دیتے کہ مخالف یہ جواب دیگا اس کا یہ جواب ہوگا۔ لہذا ایسا ہی ہوا اور آپ کے شاگرد فتحیاب ہو کر لوٹتے۔

حضور صدر الانا فضل رضی اللہ عنہ یوں تو سارے فرق باطلہ سے نبرد آزما تھے وہابیت و یونہدیت قادیانیت بہائیت نہجریہ کوئی بھی فرقہ ہو ہر ایک کے ایوان عقائد میں زلزلے ڈالے گاہے گاہے ہر ایک عقیدے کے مناظرے آتے رہتے مگر ہمیشہ میدان مناظرہ صدر الانا فضل کے ہاتھ رہا۔ وہابیوں دیوبندیوں قادیانیوں نہجریوں کے ساتھ مناظروں کے داستان کتابی شکلوں میں اس قدر وافر مقدار میں مارکیٹ میں آپکے کراپ ان کے داستانوں اور قصوں کو سننے ہوئے کانوں کو برسگنے لگا۔ البتہ آریوں سے مناظرے کی روداد اور میدان مناظرہ میں ان کی شکست و ریخت کے حالات سننے ہوئے دیکھتے ہوئے اب بھی اچھا لگتا ہے چنانچہ کچھ آریائی مناظرے ضبط تحریر کئے جاتے ہیں۔

مراد آباد کے پنڈت جی | مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغین روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریر کرتے تھے حضرت

صدر الانا فضل قلعہ والی مسجد میں جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے ملاحظہ فرمایا کہ آریوں کا ایک پنڈت کچھ اعتراضات کر رہا ہے اور دیوبندی مکتبہ فکر کا ایک مولوی قدرت اللہ نامی (جو مدرسہ شاہی سمجھ کے مدرس تھے) جواب دے رہے تھے۔ وہ جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ پنڈت نے مالی بجائی۔

حضور صدر الانا فاضل نے دلیا کہ پنڈت جی آپ کا کیا اعتراض ہے بیان کیجئے
اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کیا حضور نے فرمایا کہ
زید حضور کے بیٹے نہیں تھے بلکہ مقبضی تھے جیسے اردو زبان میں بے پالک کہتے ہیں،
حضور نے اپنے کرم سے انہیں بیٹا فرمایا، شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا
نہیں ہوتا اور نہ ہی وراثت میں حصہ پاتا ہے۔ آریہ پنڈت کہنے لگا کہ ہمارے ہندو
دھرم میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے وراثت وغیرہ میں حصہ پاتا ہے حضرت
نے دلائل عقلیہ سے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی حقیقت میں
جس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے۔ صرف زبان سے بیٹا کہنا اس
کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔ اس حقیقت کو ایسے عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا کہ سارا مجمع
آپ کی تقریر سے متاثر ہو گیا۔ مگر پنڈت ماننے کو ہرگز تیار نہیں۔ پھر تو آپ نے اپنا
مخصوص مناظرانہ طریقہ استعمال فرمایا اور مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا مجمع والو سنو! میں
کہتا ہوں کہ پنڈت جی میرے بیٹے ہیں، پنڈت جی میرے بیٹے ہیں، پنڈت جی میرے
بیٹے ہیں۔ پنڈت جی اب میرے بیٹے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور
بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ چنانچہ بیٹے کی بیوی حرام
مگر بیٹے کی ماں حلال، تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی پنڈت بولا آپ گالی دے
رہے ہیں حضرت نے فرمایا میرا مدعا ثابت ہو گیا کہ جب تو خود اسے گالی سمجھتا ہے تو
معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہوتا ہے۔ یہ سن کر پنڈت بھرے مجمع میں چلا یا
کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے اب میں جاتا ہوں پورا مجمع اسکے پیچھے تالیاں بجانے لگا۔

وہابیوں کا پنڈت

دہلی میں رام چندر نامی ایک آریہ بہت خوش آواز تھا، غیر مقلدوں
 وہابیوں نے اسے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد کروادی تھیں اچھے
 لہجے کے ساتھ پڑھتا تھا وہ بڑا دریدہ دہن اور گستاخ تھا بریلی آکر اس نے مناظرہ کا چیلنج دیدیا
 مسلمانوں نے اس کا چیلنج قبول کر لیا اور حضرت حجۃ الاسلام شہزادہ اعلیٰ حضرت علامہ حسام
 رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی سنی مناظر کے انتخاب کے لئے عرض
 گزار ہوئے آپ نے فرمایا کہ ابھی مراد آباد اور دو رات کو صدر الافاضل تشریف لے آئینگے
 ان سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صبح مناظرہ شروع ہو جائے
 گا تاکہ کسی قدر تاخیر سے پہونچا ٹرین کا وقت گزر گیا صبح کی ٹرین سے صدر الافاضل بریلی کے
 لئے روانہ ہوئے اور ٹھیک ۱۰ بجے بریلی تشریف پہونچ گئے حضرت حجۃ الاسلام
 نے صبح انتظار کیا جب آپ نہ پہونچے تو مولانا پلورا محسن صاحب رامپوری کو مناظر کی حیثیت
 سے پیش فرمادیا اور پنڈت رام چندر سے روح اور مادہ سے متعلق گفتگو شروع ہوئی جس
 وقت صدر الافاضل مناظرہ گاہ پہونچے تو گفتگو جاری تھی مگر علمی بحث سے عوام کو بالکل
 دلچسپی نہ تھی اور نہ ان کے پلے کچھ پڑ رہا تھا حضور صدر الافاضل نے حجۃ الاسلام صاحب
 فرمایا کہ اگر میں گفتگو شروع کرتا ہوں تو پنڈت کہیں گے کہ آپ کے مولوی صاحب ہار گئے اس
 لئے دوسرے مولوی کو کھڑا کیا ہے لہذا آپ صدر ہیں اعلان کر دیجئے کہ گیارہ بج گئے ہیں
 گرمی بہت پڑنے لگی ہے اس لئے بقیہ بحث رات کو ہوگی حضرت حجۃ الاسلام صاحب
 نے اعلان فرمایا اور جلسہ رات کے لئے ملتوی ہو گیا حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ
 نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ سب لوگ ٹھہر جائیں اور ہر دو مناظر بھی پانچ منٹ کیلئے

ٹھہر جائیں۔ میں مجمع کو یہ بتا دوں کہ پنڈت جی اور مولانا کی گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا۔ چنانچہ سبھی لوگ ٹھہر گئے۔ صدر الافاضل نے پنڈت رام چندر سے فرمایا پنڈت جی آپ یہی تو کہتے ہیں کہ روح انسانی اور روح حیوانی ایک ہے۔ صرف صورت نوعیہ کا فرق ہے پنڈت جی نے کہا جی ہاں میں یہی کہتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مولانا صاحب آپ یہ کہتے ہیں کہ فقط صورت ہی کا فرق نہیں ہے بلکہ روح انسانی اور روح حیوانی میں بہت فرق ہے۔ مولانا ظہور رحمن صاحب نے فرمایا جی ہاں صحیح ہے۔

پھر حضور صدر الافاضل نے مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ لوگ کچھ سمجھے؟ مجمع نے کہا کچھ نہیں سمجھے۔ تو صدر الافاضل نے فرمایا کہ پنڈت جی تمہارے ایسا کہنے میں خود تمہاری ہی ذلت و رسوائی ہے اب کبھی ایسا نہ کہنا پنڈت نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا پنڈت جی میری کتاب کے پندرہ پارے سنا سکتے ہو ذرا اپنا وید جسے خدا کی کتاب مانتے اس کو تم آدھا سنا دو۔ جو تھائی سنا دو، پندرہ ورق ہی سنا دو۔ یا فقط پانچ ورق ہی پڑھ دو۔ اسے پنڈت جی اس سے قرآن مجید کی صداقت کا پتہ چلتا ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی اس کا یہ فیض ہے کہ وہ پندرہ پارے سنانے کے لئے تیار ہے۔ قرآن کا یہ "دعویٰ" ہے "ہدای للناس" یہ کتاب سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس مضمون کو صدر الافاضل نے اتنے احسن اور پیارے طریقے سے بیان فرمایا کہ پورا مجمع حتیٰ کہ ہندو تک بھی قرآن مجید کو کلام الہی ماننے پر مجبور ہو گئے۔ فالحمد للہ تعالیٰ۔

مناظرانہ تعاقب اور مشردھانند | حضرت صدر الافاضل آریوں کو جگہ جگہ گھیر کر ان سے مناظرہ کا مطالبہ فرماتے رہتے۔ اور اگر کہیں

کوئی آریہ ٹوڈ مناظرہ کا چیلنج کر دیتا تھا تو پھر اس کی شامت ہی آجاتی تھی جیسا کہ اوپر کے سطور میں پڑھ چکے ہیں۔ شدھی تحریک کے بانی شردھانند کا تو آپ نے نا طبقہ بند کر رکھا تھا وہ آپ کے سامنے آنے سے گھبراتا تھا ایک مرتبہ دو ارب پرانا دھرم ہونے کے دعوے پر آپ نے غیرت دلاتے ہوئے مناظرہ کا مطالبہ کر کے پوسٹر شائع فرما دیا اور پورے ہندوستان میں تقسیم کر دیا مگر پھر بھی مناظرہ کے لئے سامنے نہ آیا۔ اب حضرت اس کے قاقب میں لگ گئے اور مطالبہ مناظرہ فرمایا تو اس نے قبول کر لیا۔ چنانچہ آپ دہلی آئے وہ دہلی سے فرار ہو کر پٹنہ پہونچا حضرت بریلی تشریف لے گئے تو وہ لکھنؤ بھاگ گیا۔ حضرت بھی لکھنؤ پہنچے، پھر وہ پٹنہ چلا گیا حضرت پٹنہ پہونچے پھر وہ وہاں سے بھاگ کر کلکتہ پہونچا حضرت نے کلکتہ پہونچ کر اسے پکڑ لیا اور مناظرہ کا مطالبہ فرمایا چنانچہ پٹنہ نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا۔

اعلیٰ حضرت کے وکیل مطلق | سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کے نزدیک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل

بریلوی رضی اللہ عنہ کا مقام کیا تھا اور صدر الافاضل اعلیٰ حضرت کو کس مقام پر دیکھتے تھے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اعجاز صاحب قادری رضوی (پاکستان) تحریر فرماتے فرماتے ہیں کہ "ہمیں وثوق اور معتد علیہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے فرمایا "ایک بار سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقہ مجھے علامہ ابن عابدین سے حاصل ہوئی تو ہم نے اسے تو واضح پر محمول کیا اس لئے کہ ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تحقیقات عالیہ علامہ شامی کی تحقیقات سے عالی و بلند تر ہیں" معلوم ہوا کہ صدر الافاضل کی نظر اعلیٰ حضرت کی تحقیقات اور علامہ شامی کی تحقیقات پر پوری پوری بصیرت تانہ طور پر تھی (راقم المحرر)

حضرت علامہ مفتی اعجاز صاحب رضوی اپنے اسی مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کس قدر با عظمت تھے۔ امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ ذی جہات سے "وکالت مطلقہ" جس جس موقع پر حضرت تاجدار اہلسنت صدر الافاضل کو ملتی رہی اس سے یہ اندازہ لگانا بڑا صحیح اور درست ہو گا کہ حضرت صدر الافاضل کا کیا مقام ہے۔ فرق باطلہ اور معاندین سے گفتگو و مناظرات میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بار بار صدر الافاضل کو اپنا وکیل خاص بنایا یا بچانچہ اسی خصوصیت کی بنا پر خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بار بار ذکر اجاب میں ارشاد فرمایا ہے۔

میرے نعیم الدین کو نعمت اس سے بلا میں سہلتے یہ ہیں
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے کارہائے تجدید کی ترویج و اشاعت جس قدر حضرت سلطان العلوم صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا وہ اہلسنت سواد اعظم پر مخفی نہیں ہے۔ بلاشبہ مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ترویج و اشاعت میں جو خصوصیت حضرت صدر الافاضل کو حاصل ہے وہ ان کی تالیفات و تصنیفات سے ظاہر ہے۔
بحر العلوم حضرت علامہ عبد الباری صاحب فرنگی علی کی رد میں جب اعلیٰ حضرت نے الطاری الداری لکھا تو اس سلسلے میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "الطاری الداری" کی تصنیف پر مسودہ جب حضرت صدر الافاضل کو دکھایا گیا تو حضرت صدر الافاضل نے اس میں کثیر مضمین کے بارے میں درخواست کی کہ یہ نکال دیا جائے۔ بچانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بلا تامل اسے کاٹ دیا۔ اور حضرت صدر الافاضل قدس سرہ سے یہ بھی نہ فرمایا کہ کیوں یہ ترمیم پیش کی۔ نیز ضیکہ بجا طور پر اگر حضرت سلطان العلوم صدر الافاضل کو "رضویوں کا وکیل" کہا جائے تو

کوئی مضائقہ نہیں۔ (مضمون مفتی امہار احمد رضوی پاکستان ماخوذ تاتخ اسلام کی عظیم شخصیت لاناٹل مرتبہ مولانا نور محمد فی ص ۳۱۲، ۳۱۳)

توبہ نامہ بحر العلوم مفتی عبدالباری فرنگی محلی | جب حضرت مولانا عبدالباری فرنگی
علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت

کیٹی کے بام عروج کے وقت گاندھی کی تحریکات و نظریات کے تحت چند کلمات غیر محتاطاً خلا
اسلام نکل گئے تھے کہ یہ بھی کہہ گئے تھے

علم کے آیات احادیث گذشت رفتی و ثاربت پرستی کر دی ۶

تو اعلیٰ حضرت نے خط و کتابت کا سلسلہ شروع فرمایا اور نہایت متین و سنجیدہ
لب و لہجہ میں افہام و تفہیم چاہی مگر علامہ فرنگی محلی عقیدت گاندھیت کے نشہ میں اعلیٰ حضرت
قدس سرہ کی خط و کتابت سے بے پروا ہو گئے بچا پنچہ اعلیٰ حضرت نے "الطاری الداری" لہجوات
عبدالباری ۶ دو جلدوں میں تالیف فرمائی کتاب چھپ جانے کے بعد جب
حضرت علامہ فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے مطالعہ میں آئی تو تبحر علمی کے ساتھ خشیت الہی نے
مساعدت کی اور مفاہمت کی طرف میلان خاطر کیا چنانچہ اس مفاہمت کے لئے اعلیٰ حضرت

نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خاں صاحب اور حضرت
صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی صاحب قدس اسرارہما کو حضرت استاذ العلماء صدق اللہ تعالیٰ
رضی اللہ عنہ کی صحبت میں لکھنؤ کے لئے روانہ فرمایا ان تین نفوس قدسیہ پرستل باوقار و فہم
بحیثیت طالب علم محدث اعظم پاکستان بھی تھے جب مولانا فرنگی محلی کو معلوم ہوا کہ بریلی
سے انتہائی نزک و احتشام کے ساتھ ایک وفد آ رہا ہے جس میں فلاں فلاں نفوس قدسیہ

شریک میں تو مولانا فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ اپنے بہت سے مریدوں اور محبوں کو لے کر وفد کے خیر مقدم کے لئے بطور استقبال پراسٹیشن پہنچ گئے جیسے ہی گاڑی سے یہ وفد فلیٹ فارم پر اترا فوراً والہانہ انداز میں مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی مصافحہ و معانقہ کے لئے بڑھے۔ حضرت حجۃ الاسلام نے یہ کہہ مصافحہ و معانقہ سے اعراض فرمایا کہ جن بنیادی اختلاف کی وجہ سے ہم آپ سے اور آپ ہم سے دور ہو گئے ان کا تصفیہ ہو جائے پھر معانقہ ہو گا۔ یہ دیکھ کر مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی علیہ الرحمہ اور ان کے ہزاروں مریدین مایوس ہو گئے اور مصافحت و موافقت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ بالآخر حضور صدر الانا فاضل رضی اللہ عنہ مولانا عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے بس ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہو لیا اور قطعاً عار نہ ہو گا کریں حجۃ الاسلام کے اس طرز عمل میں بھی خلوص و دینداری کا جذبہ صادق ہی کار فرما ہے۔ کچھ ذاتی منافرت و کدورت نہیں ہے۔ واقعی بنیادی اور اصولی اختلاف کا تصفیہ پہلے ہونا چاہیے۔

حضور صدر الانا فاضل رضی اللہ عنہ نے اس حسن تدبیر سے مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو قائل کیا کہ وہ گفتگو کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ ایسے ماحول میں گفتگو کے لئے حضور صدر الانا فاضل کو ہی منتخب کیا گیا۔ اور وقت کی نزاکت کے اعتبار سے یہی مناسب بھی تھا۔ گفتگو ایسے خوشگوار ماحول میں ہوئی کہ مولانا فرنگی محلی بھکتے چلے گئے۔ جتنی کہ اعتراف حق کے ساتھ اظہار حق کے لئے کاغذ اٹھایا اور اپنے غلطیہائے ماضیہ پر لکھنا شروع کر دیا کہ اتنے میں حضرت مولانا فرنگی محلی کا ایک متمول خادم خاص جو لکھنؤ کے

بوچڑوں میں سے شہام تھو بندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ حضور اس میں ہماری سخت
 ذلت و رسوائی ہے۔ مقابلہ کے لئے بیک بیک حاضر ہے لاکھ دو لاکھ جتنا چاہیں
 خرچ فرمائیں مگر توبہ نامہ نہ لکھیں۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے حضرت بحر العلوم کو کہ انہوں
 نے نہایت سب سے نیازانہ طور پر اسے جواب دیا کہ کمرے سے باہر چلے جاؤ کیا تم میرا ایمان
 چیک بیک کے اوپر خریدنا چاہتے ہو مجھے تو ایمان کی پڑی ہے اور تجھے اتنی دولت
 کا غرہ ہے۔ میں ایسے لوگوں کو شہا طین الانس سمجھتا ہوں۔ میری یہ توبہ خاتمہ کو درست
 کرنے کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی شخصیت سے مرعوب ہو کر۔

حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے بروقت نہایت مناسبت سے فرمایا۔
 حضرت! یہ تحریر صرف شہادت ملائکہ تک ہے یا ہم تینوں اس کی شاہد ہیں یہ تحریر پریس میں
 نہیں جلسے کی اس کی اشاعت ہرگز نہیں ہوگی۔ تو مولانا بحر العلوم علیہ الرحمہ نے فوراً فرمایا کہ جب
 میں اپنے رب کے حضور خوف و خشیت سے تائب ہو رہا ہوں تو اس کے اشاعت کا
 مجھے کوئی خوف و خطرہ نہیں مجھے تو دنیا کی ذلت سے کہیں زیادہ آخرت کی ذلت و رسوائی
 سے خطرہ ہے۔ چنانچہ علامہ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا توبہ نامہ "اخبار ہمد ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء" میں
 شائع فرمادیا۔ سبحن اللہ العظیم۔ اور پھر تینوں حضرات سے علامہ فرنگی محلی علیہ الرحمہ نے
 مصافحہ و معافۃ فرمایا۔ اور اسی خوشی میں اپنے دولت کدے پر محفل میلاد کا انعقاد بھی کیا۔

اب وہ تحریر لے کر ہر سہ نفوس قدسیہ عن حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان
 فاضل بریلوی کی بارگاہ میں پہنچے وہ پناہ بخش ہوئے۔ بلکہ اسی کے ساتھ حق پرستی و حق نبوتی
 کے طور پر آپ نے حکم دیا کہ "الطاری الداری" کو تدارک بخش کر دیا جائے۔ اس زمانے کے اعتبار

سے وہ کئی ہزار کے صر نہ سے بھی تھی نہ

علی برادران کی توبہ | مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی صاحبان حضرت بحر العلوم

علامہ عبد الباری فرنگی علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت بحر العلوم فرنگی علی علیہ الرحمہ کے توبہ اور رجوع کے بعد قدتی اور نفسیاتی طور علی برادران بھی اعلیٰ حضرت کی تحقیقات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جبکہ یہ دونوں حضرات اعلیٰ حضرت سے خلافت کمیٹی اور ہندو مسلم اتحاد و اشتراک کے موضوع پر گفتگو کر چکے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی جوہر علیہ الرحمہ دہلی آئے اور حضرت صدر الافاضل کو بہتہ چلا تو آپ دہلی تشریف لے گئے اور مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کی اور خلافت کمیٹی و ہندو مسلم اتحاد کے موضوع پر تفصیلی گفتگو فرمائی بالآخر مولانا جوہر مرحوم نے لا جواب ہو کر توبہ نامہ لکھا اور صدر الافاضل کے حوالہ کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد مولانا شوکت علی علیہ الرحمہ مراد آباد آئے اور حضرت صدر الافاضل نے مولانا شوکت علی علیہ الرحمہ سے خلافت کمیٹی کے موضوع پر ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تفصیلی گفتگو ہوئی۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے بھی تمام تر خلافت شرع افعال و اعمال سے تائب ہو کر اپنا توبہ نامہ صدر الافاضل کے ہاتھ میں دے دیا۔ فاکہ شہ رب العلیین۔

۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۵ء کے دوران جب پنڈت

شدھی تحریک اور صدر الافاضل | مشر و حائند کی شدھی تحریک کا فتنہ زوریں

پر تھا تو حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے اس کی مدافعت کے لئے اس کے مقابلے میں جماعت رضا کے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے فقہ ارتداد کا زبردست مقابلہ کر کے لے استفاد از مضمون مفتی حسن علی رضوی۔ طمان پاکستان مطبوعہ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل۔

اندرون خانہ ہی اسے دفن کر دیا اس کے بعد جب گروگوئل کی تحریک چلائی گئی تو آپ نے اس کے مقابلے کے لئے اکابر اہلسنت وجماعت کی ایک زبردست تنظیم "الجمعية العالية المرکوزیة" کے نام سے قائم کی پھر جب پنڈت دیانند سروستی نے ستارتہ پرکاش نامی کتاب لکھ کر اسلام اور شارع اسلام کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی اور اس کے اعتراضات و شکوک و شبہات کے مسکت جواب اپنی تقریروں سے اور اپنے ماہنامہ "رسالہ السواد الاظلم" میں مستقل مضامین لکھ کر دیئے۔ اس مضمون کی مکمل تفصیل کے لئے کتاب تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل، مرتبہ مولانا نور محمد صاحب نعیمی کا مطالعہ کریں۔

تبلیغی خدمات

حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ اور شد و ہدایت سے تعبیر ہے۔ شدھی تحریک کا تقابلی دور تو آپ کی حیات طیبہ کا وہ درخشندہ باب ہے کہ جس کی مثال شکل سے مل سکتی ہے: "آگرہ" جو شدھی تحریک کا مرکز تھا، مستحضر، بھرت پور، گورگاواں، گویند گڑھ، حوالی اجیر سب سے پورکشن گڑھ میرٹھ اور اس کے مضافات بلند شہر علیگڑھ وغیرہ کا دورہ فرما کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمتیں انجام دیں۔ اور شدھی تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حالاں کہ ان تبلیغی اور تقابلی دوروں میں آپ نے بے مثال تکلیفیں بھی اٹھائی ہیں مگر کبھی اپنی تکلیفوں کا اظہار اشارے اور کنائے میں بھی نہیں فرمایا البتہ حساس دل والے اور احساس کے پکروں نے ان اسفار کے مشکلات کے اعتراف میں بغل سے بھی کام نہیں لیا۔ اور بر ملا اعتراف حقیقت کیا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب مصطفوی کا اعتراف حقیقت
قابل قدر بھی ہے اور قابل ذکر بھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہزار ہا ہزار لوگ جس عظیم شخصیت صلافاصل
کے نیازمند ہوں جو شہر کے پرہولت ماحول کا خور اور عادی ہو جس کے چاہنے اور ماننے والے
اس کے ہر آرام و آسائش کا پورا خیال کرتے ہوں، بچپن سے جوانی تک جسے ایک دو میل
بھی پیدل چل کر سفر کرنے کی نوبت نہ آئی ہو وہ ناز و نعم کا پروردہ مسیحائے قوم، ناخواندہ مسلم
عوام کے ایمان و عقیدہ کو بچانے کے لئے میلوں پیدل چل رہا ہے۔ کہیں کھانے کا
انتظام ہے اور نہ کہیں سونے کا انتظام، بس ایک مسؤلیت اور جواب دہی کا احساس ہے۔
نیز مسلم عوام کی خیر خواہی کا جذبہ صادق ہے۔ جو شہر کی پختہ شاہراہوں پر سواری کے ذریعہ
آنے جانے والے کو دیہات کی گکھنڈیوں اور ندی نالے کے نشیب و فراز کی سیر کر رہا
ہے جس کی ناز برداری کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے وہ ماوشما کی ناز برداری
بادیہ پیمانی کر رہا ہے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی کا جو عملی مظاہرہ آپ نے فرمایا وہ قابل قدر
اور لائق تقلید ہے۔

پہاڑی زبان میں کتاب پراچین کال کی تصنیف | حضرت مولانا محمد حسین
صباح رضوی سابق

استاذ جامعہ نظام الدین دہلی کا زیر نظر مضمون حضرت صدرالانفاصل کے تبلیغ و تصنیف
میں بالکل ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے آپ کا سوز و غم،
بے لوث جدوجہد اور مخلصانہ کوششوں کا قدرے اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے
کہ آپ نے اس کی خاطر متعدد مسلم و غیر مسلم علاقوں اور دیہاتوں کا دورہ فرمایا۔ اس

سلسلہ میں آپ غنی مال گئے المورثہ اور ہلد والی وغیرہ کے ایسے پہاڑی علاقوں اور دیہاتوں میں گئے جو علمی اور دینی اعتبار سے کافی پسماندہ تھے۔ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرایا، اور انہیں اسلام پر پوری طرح عمل کرنے اور بری عاداتوں، غلط رسم و رواج کو ترک کرنے پر ابھارا۔ آپ نے یہاں کے باشندوں کیلئے پہاڑی زبان میں اسلامی تعلیمات پر مشتمل پراچین کال کے نام سے ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی۔ ان تمام دعوتی کوششوں اور تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ اس کام کے لئے ملک کے مختلف مقامات پر اپنے وفود بھیجے اور مبلغین کو متعین فرمایا۔ اس طرح آپ نے پوری زندگی دین کی دعوت و تبلیغی مشن کو فروغ دینے میں گزار دی۔ (بکوال کتاب مذکورہ)

مدارس و مکاتب | اسلامی ذہن سازی کے میدان میں اسلامی مدارس و مکاتب کا اہم کردار ہے اسی لئے حضور صدر الانا صہل نے مدارس و مکاتب کی جانب خصوصی توجہ فرمائی اور ایسے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مدارس و مکاتب قائم فرمائے کہ جہاں کے لوگوں کو دین کے تعلق سے کچھ بھی معلومات نہیں تھیں اس طرح سے وہاں کے لوگوں کو دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ فرمادیا۔

اخلاق و مروت اور داد و دہش | حضور صدر الانا صہل رضی اللہ عنہ اپنے جد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے منظر تھے

مصابین پر دانہ دار شمار ہونے کا جذبہ رکھتے تھے۔ تلامذہ و الہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ یہ بات اور اساتذہ کے شاگردوں میں نہیں ملتی۔ آپ کے کربانہ اخلاق کے رنگنے گردیدہ اور بیگانے معترف تھے۔ آپ کی خدمت عالیہ میں دیگر مقامات سے فارغ التحصیل

ہونے کے بعد بغرض استفادہ بکثرت علماء آتے تھے اور تعلیم و تدریس تبلیغ و افتاء کے طور طریقے سیکھتے تھے اور علمی و روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ اس دوران سب کی کفالت آپ فرماتے تھے۔ اور آپ انہیں مختلف تعلیمی و تبلیغی اور تدریسی خدمات پر مامور فرما کر بھیجتے رہتے تھے۔ غرضیکہ آپ کی ذات والا صفات بہت ہی زیادہ سیفیض رساں تھیں اس سلسلہ میں حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی ناظم جامعہ نعیمیہ لاہور پاکستان کی زبان سے سنئے۔ میں نے نو سال جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں رہ کر کبھی کسی سائل کو خالی واپس جلاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ میری آنکھوں نے ایسا بھی دیکھا ہے کہ سائل کو بدن کے کپڑے تک دیدیئے ہیں۔ بلکہ متعدد غریب مساکین، بیوائیں اور یتیمی کو آپ کے داد و دہش سے پلٹے اور جیتے دیکھا ہے۔ ہر غریب و نادار کو سہارا دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور جس کو سہارا دیا وہ ضرور اپنے سیر پر کھڑا ہو جانے کے لائق ہو گیا۔

ماہنامہ السَّوَادِ الْاَعْظَمُ اور صدر الافاضل کی فکری قیادت | پرنٹ میڈیا اور صحافت عصر جدید

میں ذہن سازی کا سب سے بڑا کام انجام دیتے ہیں اس کے ذریعہ جس طرح ذہن و فکر کی تعمیر کی جاسکتی ہے اسی طرح اذہان و افکار کی تخریب طبعیتوں میں بگاڑ اور بڑے بڑے فتنہ و انقلاب برپا کئے جاسکتے ہیں درحقیقت موجودہ زمانے میں یہ اسلام کی صحیح دعوت و تبلیغ اور قوم مسلم کی ذہنی و فکری رہنمائی کے لئے بڑا ہی موثر ترین آلہ کار ہے۔

حضرت صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کو صحافت کی اہمیت اور اس کے فوائد کا پورا پورا احساس تھا جس کی وجہ سے آپ نے اس کی طرف مکمل توجہ فرمائی اور ابوالکلام آزاد

کی ادارت میں کلکتہ سے شائع ہونے والا مشہور جریدہ "الہلال" البلاغ کے لئے عرصہ تک دینی و تاریخی ادبی و فکری سیاسی و سماجی اور عقائد سے بھرپور دعوتی و تبلیغی مضامین لکھتے رہے۔ لیکن جب ابو الکلام آزاد کے عقائد اور نظریاتی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے تو آپ نے یہ سلسلہ بند فرمایا اور خود "السواد الاعظم" کے نام سے ایک ماہنامہ مراد آباد سے جاری فرمایا۔ جس کا شمار چندی مہینے میں اپنے زمانہ کے اہم اور نامور رسالوں میں ہونے لگا۔

یہ ماہنامہ سنجیدہ اسلوب بلند اسلامی افکار اور ایسے دیکش طرز تحریر کا حامل تھا کہ جسکی طرز تحریر دلوں کو موہ لیتی تھی۔ اس کی فکر انگیز عبارتوں اور شعلہ بار تحریروں نے اپنے وقت کے ذہین و فطین مفکروں کے ذہن و فکر کے دریچے کھول دیئے۔ عقل و خود کو بیدار کر دیا اور مسلمانوں کو جھنجھوڑ دیا۔ اس طرح سے حضور صدیق الا فاضل نے "السواد الاعظم" کے ذریعہ قوم و ملت کی فکری قیادت بھی باحسن وجوہ فرمائی۔

وہابی، دیوبندی، قادیانی، نیچری، بہائی، آریہ سماجی غرضیکہ جتنے قسم کی بھی سرخ و سیاہ اور باطل آندھیاں منصوبہ بند طریقے پر ایک جٹ ہو کر اس وقت وفاداران اسلام اور اہلسنت و جماعت پر چلیں بغض اللہ اکبر صدر الا فاضل نے نہایت پامردی کے ساتھ السواد الاعظم کے ذریعہ ان کے افکار فاسدہ اور اوہام کا سندہ و عقائد باطلہ کے دندان شکن جواب نامیات دیتے رہے اور قوم کو بیدار فرماتے رہے۔

کئی قسم کے مضامین مسلسل چھپتے رہے بالخصوص پنڈت دیانند سروستی کی کتاب ستیا رتھ پر کاشش" (جس میں قرآنی آیتوں پر اعتراضات بھرے پڑے ہیں) اس کے جوابات اور استدلال میں آپ نے اپنے ماہنامہ السواد الاعظم میں ایک مستقل کالم کے

ذریعہ مسلسل قسطوں میں لاجواب مضامین تحریر فرمائے۔ (کاش صدر الافاضل کے تہا می مضامین مل جاتے تو بات ہی کچھ اور ہوتی۔ پھر بھی خدا بھلا کرے ہمارے محب گرامی مولانا زکریا صاحب نعیمی نعیم القادری کا کہ انہوں بڑی جانفشانی اور کٹھن صعوبتوں سے دو چار ہو کر جتنے مہینے کے السواد الاعظم رسالے مل سکے اس میں سے ستیا رتھ پر کاش کے جوابات کے مضامین اکٹھا کر کے "ما یحصل الکل لایترک الکل" کو پیش نظر رکھ کر تقریباً ستر اسی صفحات پر مشتمل اسی نامی صدر الافاضل کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل کر کے مسلمانوں پر احسان فرادیا۔ راقم الحروف۔

فتنہ انکار حدیث کا مقابلہ | حضور صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی درس و تدریس تصنیف و تالیف اور مناظرہ و مقابلہ

سے تعبیر ہے۔ آپ کے زمانہ اقدس کا وہ کونسا فرقہ باطلہ ہے کہ جس سے آپ نہ بد آزما نہیں ہوئے، اور الحمد للہ تحریر و تقریر سے بحث و مباحثہ اور مناظرہ و مقابلہ سے آپ نے تمام فریق باطلہ کا پامردی سے مقابلہ کر کے ہر میدان میں اپنے مقابل کو شکست فاش دیکر ہزیمت و ذلت سے دو چار کیا انہیں میں ایک نابکار و باطل فرقہ منکر حدیث کا ہے۔ جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے خبر دیدی تھی کہ ایک مالدار و متکبر شخص قرآن کا قائل ہو گا اور حدیث کا انکار کرے گا۔ حضور الافاضل

فرماتے ہیں کہ مسلمان سمجھتے رہے کہ آخر زمانہ میں ایسا وقت آئے گا جب کوئی مدعی اسلام بہ آواز بلند کہیگا کہ فقط قرآن کو مانو اور حدیث کا اعتبار مت کرو۔ لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی اور عبد اللہ حکیم طہالوی نے اہل قرآن نامی ایک فرقہ نکالا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی تھی بعینہ ویسا ہی ہوا کہ اس مغرور و متکبر

کیا اور لکھا کہ قرآن پاک سے نماز ثابت نہیں خداوند کریم کی مقرر کردہ کوئی عبادت رسم و حرکت کی پابند نہیں ہو سکتی اور قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی "صلوٰۃ" کا لفظ آیا ہے اس کے معنی نماز کے نہیں ہیں اور مثال میں اس نے آیت کریمہ ان الله وملائكته يصلون على النبي اور دوسری آیت "وكان صلواتهم عندabit الامماء وتصدیدہ" اپنے مدعا کا باطل کی تائید کے لئے پیش کی ہے۔

حضور صدر الافاضل نے اس خبیث و ملعون عقیدے کا بھی خوب خوب آپریشن اور بڑی مبسوط و طویل بحث اس کے رد و ابطال میں فرمائی ہے۔ صاحب ذوق حضرات السوالاظم مراد آباد سے استفادہ و ماخوذ کتاب مقالات صدر الافاضل پر مشتمل انکار صدر الافاضل کا مطالعہ فرمائیں۔ صدر الافاضل رضی اللہ عنہ کے طویل جواب کا مختصر خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ اول تو نماز کی فرضیت اور ثبوت میں کلام کرنا ہی دیرانگی سے کم نہیں لیکن اگر نماز کے ثبوت میں کوئی بھی آیت نہ ہوتی، کوئی حدیث نہ ہوتی جب بھی انکار ممکن نہیں تھا کیوں کہ کسی چیز کا تواتر کے ساتھ منقول ہونا اور بے شمار بستدگان خدا کا ہر قرن میں اس پر عامل رہنا ہی ثبوت کی ایسی محکمہ دلیل ہے کہ جس کے مقابلے میں بکثائی کی کوئی عاقل جرات ہی نہیں کر سکتا ہم کو معلوم ہے کہ بغداد ایک شہر ہے اور خبر متواتر نے اس کا یقین دلا یا ہے تو کیا آج کوئی شخص بغداد شہر کے ہونے کا منکر ہو سکتا ہے، واضح ہے کہ بغداد کی شہریت کا تواتر اتنا زبردست نہیں ہے جتنا نماز کی فرضیت کا ہے کہ عہد پاک رسالت اور زمانہ نزول وحی سے آج تک نماز کی فرضیت ہم تک ایسے تواتر سے پہنچی ہے کہ جو انظار سے پاک ہے ہر قرن میں کروڑوں بلکہ بے شمار انسان اس تواتر کے عامل و حامل رہے۔ مذکورہ بالا دونوں آیات طبیات کے جوابات تو

نے احادیثِ کریمہ کا انکار کیا اور اب اس کا فرقہ طرح طرح سے مسلمانوں کو غلطی میں ڈالنے اور احادیث سے منحرف کرنے کی فکریں کر رہا ہے۔

اس باطل فرقہ کے خبیث بانی (عبدالشکر چکوالوی) کی رد میں آپ نے اپنے رسالہ السواد الاعظم ص ۱۲۴ میں قسط وار کئی مضامین چھاپے ہیں جنہیں مقالات صد لافاضل میں دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے۔ حضرت کے مضامین کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کا انکار شریعت و قرآن کا انکار ہے۔ احادیثِ کریمہ قرآن حکیم کی تفسیر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کلامی تفسیر کلام اللہ میرا کلام الہی کی تفسیر ہے۔ توجیب تفسیر کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک کے صحیح مطالب تک رسائی کا کیا ذریعہ ہے۔ اب اپنے ہوائے نفس کا اتباع رہ گیا ہے اور احادیث کا انکار کرنے سے یہی مقصود بھی ہے۔ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”ما اتاکم الرسول فخذوا وما نہکم عنہ فانہوا“ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اس آیتِ کریمہ میں ارشاد رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کا حکم صریح ہے۔ احادیث کا انکار اس حکم قرآنی کی کھلی مخالفت ہے۔ دوسری آیت میں ارشاد پروردگار ہے: وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی (معصوم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے مگر وہ وحی جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی الہی ہے۔ اور حدیث کا انکار وحی خداوندی کا انکار ہے۔

فتنہ انکار نماز کا مقابلہ | لکھنؤ سے ایک رسالہ نکلتا تھا جس کا نام ”نگار“ تھا اس کا ایڈیٹر نیاز فتح پوری تھا اس نے اپنے رسالہ میں صاف نماز کا انکار

کتاب "انکار صد الافاضل" میں دیکھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مختصر میں اس کی گنجائش نہیں۔ مضمون کے آخر میں دس آیات کریمہ جو نماز کی فرضیت پر دلالت کرتی ہیں تحریر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیات اور اس کے سوا بکثرت آیات ہیں جن میں کلام کا اسلوب صلوٰۃ بمعنی نماز ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ روز روشن میں آفتاب کے انکار کرنے سے زیادہ شنیع تر نیاز فقہوری کا یہ قول ہے کہ قرآن پاک میں صلوٰۃ بمعنی نماز نہیں۔ (السیاذاتہ تعالیٰ)

افغانستان کا امیر المومنین اور ام المومنین | قندھار (افغانستان) کا رہنے والا مولوی عبدالسلام درانی جو

عہد صد الافاضل میں بدایوں کے مدرسہ شش العلوم کا مدرس تھا۔ افغانستان کے شاہ امان اللہ خاں جو مغربیت کے عشق میں اس قدر سرشار تھے کہ انہیں حکومت و سلطنت کی بھی پروا نہ تھی رہ گئی تھی اور اسی مغربیت نوازی میں ہی ملک و سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ مولوی عبدالسلام افغانی نے شاہ امان اللہ خاں کو بڑی سخاوت کے ساتھ مسطورہ ذیل القاب عنایت فرمائے تھے: امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، مجاہد فی سبیل اللہ، علاء کلمۃ اللہ، غازی اسلام، اور شاہ امان اللہ خاں کی بیوی ثریا بیگم کو ام المومنین کا خطاب عطا کیا تھا۔

مختصر صد الافاضل رضی اللہ عنہ افغانی مولوی کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ذرا یہ تو بتائیے کہ شاہ امان اللہ خاں نے کون سا جہاد کیا اور کس نے کیا اور کب کیا اور کہاں کیا؟ اور سید ان جہاد سے اور غزوہ کفہ سے بچ کر فقیاب ہو کر افغانستان آگئے کہ مجاہد فی سبیل اللہ علائے کلمۃ اللہ اور غازی اسلام ہو گئے۔ بلکہ امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین کہہ کر خلفاء راشدین ابو بکر صدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان غنی، اور حضرت علی بن ابی طالب

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ و با عظمت صفت میں لاکھ لاکھ بار وہ شاہ امان اللہ جس نے وضع یہود و لباس نصاریٰ اور ججہ دار ٹوپی (ہیٹ) پہننے کا حکم اپنی رعایا کو دے کر اسلامی وضع کا کھلے عام مذاق اڑایا اور پھر تم نے یہ کہہ کر ہیٹ اصحابِ دول عظمیٰ کا لباس ہے ان میں اظہارِ تنعم ہے لہذا یہ مستحسن اور دامنا بنعمۃ ربک فحدث میں داخل ہے مزید غضب ڈھایا۔ تہاری یہ دلیل انتہائی ذلیل ہے اور کسی صاحبِ علم و عقل کو ایسی بات زبان پر لاتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ اصحابِ دول عظمیٰ کا لباس نیک و جانگھیرہ بھی ہے آستین کٹے شلو کے اور کرتے بھی ہیں، سینہ کھلے کپڑے بھی ہیں سب میں اظہارِ تنعم ہے اور سنگوٹ میں تو اور اظہارِ تنعم ہو گا کیا خوب معیارِ تنعم ہے جو کچھ یورپ کے بے قید کریں وہ تنعم ہے۔ سٹری پیپلی کہ جس کی بوجھلے پر انگتہ کر دے وہ آپ کے نزدیک تنعم ہو گا۔ تف ہے ایسی تنعم پر اور اس کو دامنا بنعمۃ ربک فحدث میں داخل بتایا اور کفار کے طریقوں کو ایسی نعمت رب قرار دیا کہ جس کی تحدیث کا قرآنی حکم ہے کس قسم کی جرأت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے غضب سے بچائے۔ شاید کوئی کسٹرنیچری بھی قرآن پاک کے معنی کو اس طرح بگاڑنے کی ہمت نہ کرنا مگر معلوم نہیں کہ ملا صاحب کی آنکھوں پر کس قسم کی پٹی بندھی ہوئی ہے؟ (یہ تو مشیت از نمود خردارے ہے تفصیل کے لئے کتاب افکار صدر الافاضل دیکھئے)

رہ گئی ثریا بیگم جس کو افغانی ملانے "ام المومنین" کے خطاب سے نوازا اس سلسلہ میں حضور صدر الافاضل کی تحریر ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "اولیٰ بالمومنین من انفسہم" فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کو ام المومنین کے خطاب سے نوازا۔ فرمایا قال اللہ

تعالیٰ التبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہا منہا تھو، وہ حقیقتاً
مسلمانوں کی مائیں ہیں اور مسلمانوں کی عزت میں ہماری سب کی مائیں ان ماؤں کی منلیں ہیں
پر قربان۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی ازواج کو یہ خطاب خاص عطا فرمایا ہے کسی کی کیا مجال کہ یہ جلتا
دوسرے کو دے اور وہ کسی دوسرے کے حق میں صحیح بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس طرح
مائیں ہمیشہ کے لئے حیسبہ رام ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا اسی طرح حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات علی التابید حرام ہیں اور اسی معنی میں انہیں اہبات المومنین
فرمایا گیا اور یہ مرتبہ ایسا خاص ہے کہ اس میں ان کی اولاد و برادر بھی حصہ دار نہیں ورنہ ان کے
بھائی مسلمانوں کے ماموں اور انکی بہنیں مسلمانوں کی خالہ ہو جاتیں۔ ان کی تمام صاحبزادیاں بھی
ان کے اس امتیاز میں شرکت کا دعویٰ نہیں کر سکتیں۔ اور اس رشتہ سے اخوات المومنین نہیں
ہو سکتیں۔ جو مرتبہ ایسا خاص اور اثنا تام ہے اس کی کسی دوسرے کے لئے تجویز کتنی بڑی
بے باکی ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ کسی بادشاہ کی بیوی کو ام المومنین کہنا جھوٹ بھی ہے
کیونکہ وہ مومنوں پر ہمیشہ کے لئے حرام نہیں اگر بادشاہ چھوڑ دے تو کسی بھی مومن سے
وہ نکاح کر سکتی ہے۔ ہاں مولوی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ ماں سے پردہ نہیں ہوتا اور
شرابگیم صاحبہ کسی سے بھی پردہ نہیں کرتی ہیں اسی لئے انہیں ام المومنین کہا گیا ہے۔ العیاذ
باللہ تعالیٰ۔ ”بریں عقل و دانش بیاد گریست۔“ (پوری تفصیل کیلئے آثار صدر الانار منظر دیکھیے)

حضور صدر الانار منظر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۲۸۸ھ میں ارادہ
جامعہ نعیمیہ مراد آباد فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہیے جس میں مقبول و منقول
کی معیاری تعلیم ہو چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی جس کے ناظم آپ اور

صدر حکیم حافظ نواب حامی الدین احمد صاحب مراد آبادی ہوئے۔ اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قائم فرمایا جس کو مدرسہ اہلسنت و جماعت کہا جاتا تھا جب نواب صاحب اور ان کے رفقاء و ہمنواؤں کا انتقال ہو گیا تو انجمن خود بخود ختم ہو گئی اب مدرسہ آپ کی طرف منسوب کیا جانے لگا۔ اور وہ مدرسہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر جب اس کے فارغ التحصیل طلباء و علماء اطراف و اکناف اور ملک میں پھیل کر اپنے اپنے مقامات پر مدرسے قائم کئے اور ان کا الحاق مراد آباد کے مرکزی مدرسہ نعیمیہ سے ہوا۔ اور ملک کے دیگر مدارس اہلسنت میں سے بیشتر اسی مدرسہ سے ملحق و منسلک ہو گئے۔ تو لازمی اب اس مدرسہ کی حیثیت راجح الوقت زبان میں یونیورسٹی اور قدیم زبان میں جامعہ کی ہو گئی۔ چنانچہ ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کا نام جامعہ نعیمیہ رکھا گیا اور کج تک اس نام سے قائم و مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہمیشہ اس کو قائم و دائم رکھے اور دین و مذاہب کی خدمت میں ہمیشہ اسے سب سے آگے رکھے۔ آمین۔

چند مشاہیر تلامذہ (پاکستان)

حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب قادری علیہ الرحمہ۔

حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری علیہ الرحمہ ناظم انجمن حزب اللہ پاکستان

حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی صاحب محدث پاکستان۔

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی بدایونی۔

مورخ اسلام جسٹس علامہ سید کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ۔
 حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بی اسے ازہری علیہ الرحمہ۔
 حضرت علامہ نذرا احمد صاحب نعیمی، اسلام آباد، پاکستان۔
 حضرت علامہ غلام فخر الدین صاحب نعیمی گانگوی میاں والی۔
 حضرت علامہ مولانا خدابخش صاحب نعیمی لاہور پاکستان۔
 حضرت علامہ مفتی امین الدین صاحب نعیمی کامونکی، پاکستان۔
 حضرت علامہ غلام معین الدین صاحب، محدث اعظم پاکستان۔
 حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین صاحب کانپور پاکستان۔
 حضرت علامہ حکیم محمد مختار صاحب نعیمی گجرات۔
 حضرت علامہ احمد سعید صاحب صاحب نعیمی شادبانہ، میانوالی۔
 حضرت علامہ محمد صالح صاحب نعیمی فاضل پور ڈیرہ غازی خان۔
 حضرت علامہ غلام محی الدین صاحب، مراد آباد۔
 حضرت علامہ محمد اظہر صاحب نعیمی، کراچی پاکستان۔

ہندوستان میں چند مشاہیر تلامذہ

حضرت علامہ غلام پزدانی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث منظر اسلام، بریلی شریف۔
 برادر شیخ العلما علامہ غلام جیلانی اعظمی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم فیضان الرسول برادر شیخ
 سلطان المناظرین امین شریعت مفتی رفاقت حسین کانپوری علیہ الرحمہ۔

شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جوہر پوری علیہ الرحمہ مصنف قانون شریعت۔
 امام المعقولات علامہ سلیمان علیہ الرحمہ بھاگلپوری۔
 حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ
 مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن رئیس اعظم اڑیسہ، علیہ الرحمہ۔
 اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی اجل حسین سنبھلی علیہ الرحمہ۔
 فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی عبدالرشید علیہ الرحمہ بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور۔
 سلطان المناظرین حضرت مفتی عتیق الرحمن نعیمی محدث نقشبندی پوری علیہ الرحمہ۔
 حضرت علامہ قاضی احسان الحق نعیمی بہرائچی علیہ الرحمہ۔
 سیاح الیشیاء علامہ نذیر الاکرم۔ مراد آبادی علیہ الرحمہ۔
 حضرت علامہ ظہور احمد علیہ الرحمہ مراد آباد وغیرہ وغیرہ۔

تصنیف

دینی و ملی سیاسی و سماجی تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود حضور صدیق الاعظم
علیہ السلام نے تقریباً دو درجن کتابیں بطور یارگار عیسویوں کے تالیف فرمائی ہیں۔

- ۱۔ تفسیر خزائن العرفان شریف۔
- ۲۔ نعیم البیان فی تفسیر القرآن (بہ ہفت روزہ السواد الاعظم پاکستان میں منظر
عالمیہ علامہ حسین الدین صاحب نے چھاپتے تھے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۱ء
کی بات ہے) خود السواد الاعظم دوران طالب علمی جامعہ عتیقہ الزوار العلوم
میں منگاتا رہا۔ کتنی تہنیتیں اب کیا ہوئی خدا کو ہی معلوم۔ راقم الحروف)
- ۳۔ الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ۔
- ۴۔ اطیب البیان در رد تقویۃ الایمان۔
- ۵۔ مظالم نجدیہ بر مقابلہ قدسیہ۔
- ۶۔ اسواط العذاب علی قواصع العباب۔
- ۷۔ آداب الاخیار۔
- ۸۔ سوانح کر بلا۔
- ۹۔ سیرت صحابہ۔
- ۱۰۔ التحقیقات لدفع التلبیسات۔
- ۱۱۔ ارشاد الانام۔

- ۱۲۔ کتاب العقائد۔
- ۱۳۔ زالحرمین۔
- ۱۴۔ الموالات
- ۱۵۔ گلبن غریب لواز
- ۱۶۔ شرح شرح مائتہ عامل (یہ کتاب مفتی حفیظ اللہ صاحب نعمی شیخ الحدیث دارالعلوم فضل رحمانیہ پچھڑوا کے پاس ہے۔ کاشکے چھپ جائے۔)
- ۱۷۔ پراچین کمال (یہ کتاب پہاڑی زبان میں ہے)
- ۱۸۔ فن سپہ گری۔ (نام ای سے اس کے مضامین کا پتہ چلتا ہے۔ نبیرہ صد الانا فضل حضرت علامہ مولانا حکیم سید رضوان الدین صاحب قبلہ کے پاس ہے۔)
- ۱۹۔ شرح بخاری (نامکمل غیر مطبوع)
- ۲۰۔ شرح قطبی (نامکمل غیر مطبوع)
- ۲۱۔ ریاض نسیم۔ (مجموعہ کلام)
- ۲۲۔ کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب۔
- ۲۳۔ فرائد النور فی جرائد القبور۔ وغیرہ وغیرہ۔

گروگوکل تحریک اور مراد آباد کانفرنس | جمعیتہ العلماء کا مذہبی ہی

کے بالکل قریب ہو گئے اور ہر حال میں ان کے ہمنوا ہو گئے حتیٰ کہ گاندھی جی کا مخاطب معراج سے کچھ کم نہیں سمجھتے ان کے اقدار میں سر نیاز خم گئے ہوئے نظر آ رہا ہے، میں ہندوستان کے سامری نے ایسا ہا دو پھونکا تھا کہ بڑے بڑے صاحبان جبر و دستار اور جانے مانے ہوئے لیڈران کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور ان کی ملاقات کو دہر سعادت جانتے ہیں۔ یہ تب کی بات ہے جب تحریک خلافت کی تائید گاندھی جی نے کر دی تھی۔

شاطر اور چالاک قسم کے ہندوؤں نے جب دیکھا کہ ان کی گرد میں ایسے رگ لگ گئے ہیں کہ ان کو حرص و لالچ دے کر جو چاہیے کرایجے تو انہوں نے یہ چال چلی کہ اپنی مذہبی تہذیب کو تیز کر کے مسلمانوں کو مرتد بنایا جائے۔ بنچانچہ مسئلہ ۱۹۲۲ء میں شدمی تحریک شروع کر دی اور مسلمانوں کو مرتد بنانے لگے۔

حضور صدر الانفاضل رضی اللہ عنہ بقول حضرت علامہ وارث جمال صاحب قادری اعظمی امام عشق و محبت کی مقدس جماعت کے ہر اول دستے کے سالار اعلیٰ تھے ان کی رائے سے متفق ہو کر جماعت رضائے مصطفیٰ کی تشکیل ہوئی اور اسی جماعت کے جفٹہ تلے اعظم رجال علماء اہلسنت بالخصوص حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی معیت میں شدمی تحریک کا پامردی سے مقابلہ کیا جس کی ابتداء اگرہ سے ہوئی۔ چوں کہ شدمی تحریک تقریباً دس اضلاع تک پھیل چکی تھی لہذا ہمارے علماء اہلسنت نے جگہ جگہ پہنچ کر فتنہ ارتداد کا خوب خوب مقابلہ کیا۔ علامہ اہلسنت اس تبلیغی جدوجہد میں ایک مدت مدیر تک اگرہ

میں جلوہ افروز رہے۔ اور حضور صدر الافاضل رضی اللہ عنہ تو اپنا ہیڈ کوارٹر ہی اگرہ کو بنایا تھا۔ اور وہیں سے فتنہ ارتداد کا مقابلہ مختلف جگہوں پر پہونچ پہونچ کر کرتے رہے۔ آخر کار اٹھن یعلو ولا یعلیٰ کی جلوہ گری ہوئی۔ شر و حاشہ جو شدمی تحریک کا بانی تھا اس کی شرارت خاک آلود ہوئی اور ہزار ہا مرتد اسل سلام ہوئے۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو آریوں کے چنگل سے بچایا۔

جب شاطران ہند نے دیکھا کہ ان کی شدمی مشن اور تحریک ارتداد کی مٹی پلید ہو گئی تو انہوں نے ایک دوسرا منصوبہ بنایا اور گرد و گول کی تحریک چلائی جس کا مقصد یہ تھا کہ ایسے گوشے لے کالج بھون اسٹی قائم کئے جائیں کہ جس میں نو عمروں کو داخل کر کے ان کو باقاعدہ ٹریننگ دے کر مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب اور نفرت و حقارت کا پتلا بنادیا جائے۔ اس طریقہ تعلیم پر حضور صدر الافاضل نے یہ نظریہ قائم فرمایا کہ بظاہر تو تعلیم کا پرچار ہے لیکن نتیجہ میں اب سے بیس پچیس سال کے بعد ایسے لوگ تیار ہو جائیں گے جو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلیں گے اور اس وقت اس فتنہ کا مقابلہ کرنا آسان نہ ہوگا۔ چنانچہ ملک کے ہر سنی عالم کو صدر الافاضل نے جھنجھوڑا اور ان کو ان خطرات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے اور اپنی تنظیم نہ کی ایک ملک میں منسلک نہ ہوئے تو پھر انجام جو ہونا ہے اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے ملک کے اعظم و اکابر اہلسنت علماء و مشائخ کو مراد آباد میں مدعو کیا اور ملک کے کونے کونے سے تقریباً تین سو سے زائد علماء کرام اور مشائخ عظام مراد آباد پہونچے اسی کو مراد آباد کانفرنس کہتے ہیں۔

علمائے اہلسنت میں بیداری پیدا کرنے کے لئے صدر الافاضل کی تحریریں
 سے آپ کی قائدانہ و مدبرانہ صلاحیتوں کا بھرپور جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں علماء دین
 اور پیشوایان اسلام اب قدم اٹھائیں گوشہ تنہائی سے نکلیں اس لئے کہ نہیں کہ انہیں جاہ
 ملے یا منصب ملے۔ فقط اس لئے کہ دین کی حفاظت ہو۔ اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے
 خلاف پیش آنے والے خطرات کو روک سکیں اور مسلمانوں کے دلوں کو خوف سے محفوظ رکھیں
 اب آپ کا یہ تقاعد زہد و انکسار کی حد سے گذر کر غفلت و تکاسل کے دائرے میں آگیا
 ہے۔ اور اس انداز سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصانات پہنچ رہے ہیں اب
 آپ اس عقیدے کو چھوڑ دیجئے کہ آپ کے فرائض ایک مجلس میں وعظ کہہ دینا یا ایک حلقہ
 میں درس دے کر خلوت خانہ میں سنتوی لکھ کر ادا ہو جاتے ہیں اور آپ کو اس پر نظر ڈالنے
 کی ضرورت نہیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ بدخواہان اسلام تحریک کے لئے کیا کیا تدابیر
 عمل میں لا رہے ہیں؟ یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے
 گا۔ اٹھئے اٹھئے اور اپنے فرض کو ادا کیجئے۔

ایسے موقع پر حضور صدر الافاضل نے ایک قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے مراد آباد
 کی سرزمین پر مورخہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو اکابر اہلسنت اور ارباب فکر و نظر پر مشتمل
 ایک عظیم اجتماع کا انعقاد کیا جس میں آپ کی دعوت پر دانشوروں کے علاوہ تین سو سے
 زائد علماء و مشائخ نے شرکت کی اسی اجلاس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی
 گئی درحقیقت اس کانفرنس کا قیام بنیادی طور پر گرد و گل تحریک کی بیج کنی کے لئے ہوا
 اس کے اغراض و مقاصد نہایت حوصلہ افزا تھے جو درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ ہندوستان کے ہر شہر اور قصبات و دیہات میں اسلامی انجمنیں قائم کرنا اور ہر انجمنوں کو احسن طریقہ پر جمیعتہ عالیہ مرکزیہ اہل اندیاسنی کانفرنس کے ساتھ مربوط کرنا
- ۲۔ ہندوستان کے کثیر سنی مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ انتشار کو دور کر کے انکی تنظیم کرنا، اور انفرادی طور پر مذہبی کلم کرنے والوں میں ایک ربط پیدا کر کے متحد قوت بنانا۔
- ۳۔ تبلیغی کام کو ایک نظم و حکم کے ساتھ وسیع کرنا اور اس کے لئے مفید ذرائع اختیار کرنا۔
- ۴۔ تبلیغ کی تعلیم دینے کے لئے خاص مدارس کھولنا۔
- ۵۔ مذہبی تعلیم عام کر کے مسلمانوں کے ہر طبقہ کو مذہب سے باخبر اور آشنا بنانا، انگریزی خواں طلباء کے لئے مذہبی تعلیم کا خاص اہتمام اور آسان ذرائع بہم پہنچانا اور مزدور پیشہ لوگوں کی تعلیم کے لئے مدارس شبینہ جاری کرنا۔
- ۶۔ مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنا اور ان کی معاشرت میں اصلاح کرنا۔
- ۷۔ مسلمانوں سے قرض کی عادت چھوڑوانا اور ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ مسلمان اپنی ضرورتیں خود پوری کریں اور غیر اقوام کے سامنے قرض کے لئے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے محفوظ رہیں۔
- ۸۔ مقرض مسلمانوں کے لئے وہ تدابیر اختیار کرنا کہ وہ محدود مدت میں قرض سے سبکدوش ہو جائیں۔
- ۹۔ بے کار مسلمانوں کے لئے ذریعہ معاش تجویز کرنا اور انہیں کام پر لگانا۔

۱۰۔ مذکورہ تجاویز کو عوام اہلسنت میں پھیلانا اور مسلمانوں کو ان پر کاربند ہونے کی تلقین کرنا۔

آج بھی ہو جو برا، سیم سائیاں پیدا
اگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

سنی کانفرنس بنارس | بتاریخ ۲۰، ۲۸، ۲۹، ۳۰، اپریل ۱۹۳۶ء کو حضور
صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے آل انڈیا سنی کانفرنس

بنارس میں منعقد فرمائی جس میں غیر منقسم ہندوستان کے کونے کونے سے علماء اکرام و
مشائخ عظام شریک ہوئے۔ بشہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت سید مرشدی
حضرت علامہ مولانا حکیم سید اخصاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اس فقید المثال
کانفرنس کے تعلق سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کے تحرکی و تبلیغی
کاموں میں سب سے نمایاں کام آل انڈیا سنی کانفرنس (بنارس) کا انعقاد ہے جس میں
تقریباً چوبیس ہزار علماء و مشائخ تھے۔ اور تقریباً تین لاکھ سے زائد مجمع تھے۔ اتنے بڑے اجتماع
کا انتظام و انصرام کوئی معمولی بات نہیں ہے جس میں کانفرنس کے لئے حضرت نے
کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلایا۔ اور اتنے بڑے مجمع کے کھانے پینے
رہنے سہنے کا انتظام اس حسن و خوبی کے ساتھ فرمایا کہ عوام ہوں یا خواص کسی کو بھی شکایت
و شکوہ کا موقع نہیں مل سکا۔ بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ ہمارے رہائشی انتظام و آسائش

۱۰۔ مذکورہ تجاویز کو عوام اہلسنت میں پھیلانا اور مسلمانوں کو ان پر کاربند ہونے کی تلقین کرنا،

آج بھی ہو جو براہِ سیم سائیاں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

بتاریخ ۲۰، ۲۸، ۲۹، ۳۰، اپریل ۱۹۴۶ء کو حضور
سنی کانفرنس بنارس | صدر الافاضل رضی اللہ عنہ نے آل انڈیائی سنی کانفرنس

بنارس میں منعقد فرمائی جس میں غیر منقسم ہندوستان کے کونے کونے سے علماء اکرام و
مشائخ عظام شریک ہوئے۔ بشہزادہ صدر الافاضل حضور رہنمائے ملت سید و مرشدی
حضرت علامہ مولانا حکیم سید اخقاص الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان اس فقیہ المثال
کانفرنس کے تعلق سے اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کے تحرکی و تبلیغی
کاموں میں سب سے نمایاں کام آل انڈیائی سنی کانفرنس (بنارس) کا انعقاد ہے جس میں
تقریباً چوبیس ہزار علماء و مشائخ تھے۔ اور تقریباً تین لاکھ سے زائد مجمع تھا۔ اتنے بڑے اجتماع
کا انتظام و انصرام کوئی معمولی بات نہیں ہے جس میں کانفرنس کے لئے حضرت نے
کسی کے سامنے دست سوال نہیں پھیلا یا۔ اور اتنے بڑے مجمع کے کھانے پینے
رہنے سہنے کا انتظام اس حسن و خوبی کے ساتھ فرمایا کہ عوام ہوں یا خواص کسی کو بھی شکایت
و شکوہ کا موقع نہیں مل سکا۔ بلکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ یہ سارے رہائشی انتظام و آسائش
ہمارے ہی لئے تھی۔

اس موقع پر حضور استاذ الکریم بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب
 قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی وہ تحریر بے محل نہ ہوگی جس کو آپ نے الطیب البیان کے مقدمہ
 میں حضرت مولانا سید منظور احمد صاحب گھوسی سے روایت کی ہے۔ سید صاحب فرماتے
 ہیں کہ صدر الافاضل نے اپنی زندگی میں ایک سے ایک بڑے بڑے کام کئے ہیں مثلاً
 جامعہ نعیمیہ قائم کیا اعلیٰ درجہ کا برقی پریس لگایا، ایک ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا جو دو
 شان سے جاری رہا۔ کافی تعداد میں دینی و مذہبی کتابیں اعلیٰ معیار طباعت کے ساتھ شائع
 فرمائیں کئی کئی آل انڈیا کانفرنسیں منعقد فرمائیں۔ روزانہ کے شاہانہ اخراجات مزید آں مگر
 کبھی میں نے آپ کو چندہ کی اپیل کرتے دست طلب پھیلاتے اور لفظ سوال منہ سے
 نکالتے نہیں دیکھا اور سارے اخراجات اپنے بٹوے سے ہی پورا فرماتے تھے اس کے بعد
 حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ لوگ از خود حضرت کا ہاتھ نہیں
 بٹاتے تھے مگر آپ نے کبھی مانگا نہیں۔ اس وقت مشہور تھا کہ آپ کو دست غیب
 حاصل ہے۔ اقول: بغیر کچھ کہے لوگوں کا از خود ہاتھ بٹانا یہ بھی تو کرامت ہی ہے۔
 راقم الحروف۔

وفاتِ شریات

ماہ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ کی ۱۸ تاریخ اور اکتوبر ۱۹۴۸ء کی ۲۳ تاریخ تھی جمعہ کا دن تھا صبح سے ہی اس قسم کے آثار پائے جا رہے تھے کہ آفتاب علم و عمل ماہِ تابِ فضل و کمال اخترِ برج کرامت شیرازہ بندِ اہلسنت سید و سالارِ جماعت العظمتِ سیادتِ قیادت کا تاجدارِ قلزمِ ارشادِ نبوت کا گوہرِ آبدارِ حقیقت و معرفت کا شہسوارِ خاتمِ المفستینؑ راسِ المحققینِ حکیمِ الحکماء استادِ العلماء سید الفضل، صدرِ الافاضل فخرِ الادلہ سیدی و سندی آقائی و مولائی مادی و لمبائی کنزِی و ذخری حضرت علامہ مولانا طاہرِ مفسر و محدثِ حکیمِ الحلاج سید محمد نعیم الدین احمد صاحبِ مراد آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاهُنا آج ہی کے دن کے مہمان ہیں۔ وصالِ حق سے سرفراز ہونے اور تمام اہلسنت و جماعت کو روتا بلکتا چھوڑ جانے والے ہیں۔

بعد نمازِ جمعہ حضرت کی خدمت میں شاہزادگانِ حضرت کے دامادِ حکیم سید حامد علی صاحب مولانا سید غلام معین الدین صاحبِ نعیمی و دیگر مجتہدین موجود تھے۔ سنبھل سے آپ کے ایک عقیدت کیش چودھری اختر حسین صاحبِ قدم بوسی کے لئے آئے ہوئے تھے جھڑ سے کچھ غذا نوش فرمانے کے لئے کہا گیا آپ نے منع فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ چودھری صاحب کے لئے چائے کا انتظام کرو۔ چائے بنائی گئی اور چودھری صاحب کو چائے

دی گئی حضرت سے بھی چائے نوشی کی گزارش کی گئی۔ فرمایا لاؤ حضرت کے داماد اور مولانا سید غلام معین صاحب نے سہارا دے کر کھائی اور چائے پلانی شروع کی کر یکایک ضعف کا ایسا حملہ ہوا کہ آپ کو پھر چار پائی پرٹانا پڑا۔ اور کلمہ شریف سب کے سب پڑھنے لگے۔ کچھ ہی وقفہ کے بعد جب سکون ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب کلمہ پڑھ رہے تھے رک کیوں گئے مجھے بہت سکون مل رہا تھا۔

اس کے بعد پھر مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ کا شانہ مبارک محلہ چوکی حسن خاں میں تھا سب سے پہلے جب محلہ چوکی حسن خاں کے مسلمانوں کو آپ کی طبیعت اور ناسازگار حالت کی اطلاع ہوئی تو مرید ہونے کے لئے حق درجوق کا شانہ اقدس پر حاضر ہونے لگے۔ کئی عملے ایک میں باندھ کر بالا خانہ سے لے کر نیچے تک پھیلادیا گیا۔ تل رکھنے کی جگہ نہیں جس کو دیکھو عمارہ شریف پکڑ کر مرید ہو رہا ہے یکے بعد دیگرے محلہ چوکی حسن خاں کے سارے لوگ مرید ہو گئے۔ بالکل اسی طرح پردے کے ساتھ عورتوں اور بچوں کے مرید ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور جس کی جس کی بھی قسمت میں تھا حضرت قدس سرہ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ شدہ شدہ حضرت کی ناسازی طبع کی خبر پردے مراد آباد شہر میں پھیل گئی جو مرید ہو چکے تھے زیارت اور قدسوسی کے لئے آتے رہے اور جو مرید نہیں تھے مرید ہونے کے لئے آنے لگے اور اسی طرح جس طرح محلہ کے لوگ عمارہ پکڑ کر مرید ہوئے تھے شہر کے لوگوں نے بھی عمارہ پکڑ کر مرید ہونا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ ایسے تک چلا ہے مگر حضور ربلمائے ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے تھے کہ ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ تک جب تک زبان اقدس میں سکت تھی مرید فرماتے رہے اور

یہ سلسلہ خیر و برکت آخری دم تک قائم رہا اس کے بعد کچھ وقفہ کے لئے خاموش ہو گئے اور بیعت کا سلسلہ ختم فرمادیا اس کے بعد چشم پاک کھول ہونٹوں پر خوشی کے آثار نظر آئے آواز سے کلر علیہ پڑھتے رہے پیشانی مقدس اور چہرہ مبارک پر بے حد پسینہ آنے لگا۔ (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی بوقت وصال اس قدر پسینے نکلے تھے کہ جسے بیان نہیں کیا جاسکتا) سینہ اقدس پر رومال رکھا ہوا تھا خدام بار بار پسینہ پوچھتے تھے، مگر پسینہ ٹھکاتا ہی رہتا تھا۔ (بوقت مرگ پیشانی سے پسینہ ٹھکاتا تھا بالآخر کی علامت تھی۔ راتم الحروف) بعدہ خود بخود قبلہ رخ ہو کر اپنے دستہائے پاک اور قدمائے ناز کو سیدھے کر لئے۔ اور اب آواز دھیر دھیر مدھم ہوتی چلی گئی حشری کو انتہائی نحیف آواز کے وقت شاہزادگان اور خدام نے کان لگا کر سننے تو زبان پر کلر علیہ جاری تھا ایک بیک سینہ اقدس پر ایک نور کی لہر محسوس ہوئی اور ۱۲ بجکر ۲ منٹ پر شہزادہ نور رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پاکیزہ زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ "انا لله وانا الیہ راجعون"۔

آپ کی وفات کی خبر پورے شہر اور اطراف و اکناف میں آنا فانا پھیل گئی۔ اور حضرت کے مکان کے باہر سڑکوں پر، گلیوں میں لوگوں کا اژدھام ہو گیا۔ حضرت کی وفات سے حضرت کے اہل بیت خاندان عزیز و اقارب خدام و مجاہدین جامعہ نعیمیہ کے ارباب حل و عقد مدرسین و طلباء اور تمامی اہلسنت کو جو صدمہ ہوا وہ بیان سے باہر ہے علاوہ ازیں اغیار و معاندین کو بھی ایسا صدمہ ہوا کہ وہ اپنی مسجدوں اور مدرسوں میں روتے تھے اور کہتے تھے کہ زندگی بھر ہمارا اور ان کا ایسا ہی اختلاف تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ علم و فضل میں یکتائے روزگار اور نظر و بصیرت میں بے مثل و بے مثال تھے چنانچہ سنی مدارس و کتب کے علاوہ سنی

شامی مسجد مدرسہ امدادیہ و دیگر مکاتب و مدارس حتی کہ یونیورسٹی کیٹی کے تحت چلنے والے اسکول و مدارس نے بھی اس روز تعطیل کر دی تھی۔ ملک بھر میں علماء کرام اور جماعت اہلسنت کے مدارس میں فوراً تار بھیجے گئے۔ قرب و جوار کے علماء اور مدارس میں آدمیوں کے ذریعہ اطلاع پہونچائی گئی کہ بکثرت تعداد میں علماء کرام اور مشائخ عظام جیسے جو ذریعہ میسر آیا مراد آباد آگئے۔

حضرت کے بڑے صاحبزادے صدر العلماء حضرت علامہ مولانا ظفر الدین صاحب قبلہ اور منجھلے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا سید اختصاص الدین صاحب قبلہ اور تلج احلام حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب قبلہ اور مہتمم جامعہ حضرت علامہ مولانا محمد یونس صاحب قبلہ اور خادم خاص حضرت علامہ سید غلام معین الدین صاحب نعیمی ان حضرات نے مل کر سرکار صدر الافاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا۔ بعدہ ہامہ عردسی پہنایا گیا۔ اور پھر درون خانہ زیارت کرائی گئی۔ باہر زائرین کا ایک جم غفیر دیدار اور جنازہ کا منتظر تھا مگر جمع کے اڑدھام کی وجہ سے ممکن نہیں تھا کہ یکے بعد دیگرے فردا فردا زائرین کو زیارت کرائی جاسکے۔ لہذا جنازہ شریف جامعہ نعیمیہ لے چلنے کا انتظام شروع ہوا۔ تاجدار اہلسنت کے جنازہ کو کندھا دینے کی آرزو سارے حاضرین و زائرین کو تھی، لہذا جنازہ پاک کی چار بانیاں بے بے بانس دورویہ طریقہ پر باندھے گئے تاکہ ہر ایک جنازہ کو کندھا دے سکے پھر بھی جمع کی کثرت کی وجہ سے کتنے لوگ محروم رہ گئے۔

حضرت کی وصیت کے مطابق جنازہ محلہ چوکی حسن خان تحصیل سکول نیٹھرک اور کاٹھ دروازہ ہوتے ہوئے جامعہ نعیمیہ میں پہونچا حضرت کے شاہزادگان تو غم سے ندھال تھے جنازہ کے سامنے انہیں کھڑا ہونا دشوار ہو رہا تھا لہذا حضور صدر العلماء

(بڑے صاحبزادے) نے تلج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب نعیمی کو جنازہ پڑھانے کی اجازت دی اور حضرت تلج العلماء نے تاجدار السنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد فراغت نماز آخری دیدار کے لئے از وہام کی کثرت ملخ تھی اس لئے جنازہ دارالحدیث میں لا کر رکھا گیا یہ وہی دارالحدیث ہے جس میں حضرت قدس سرہ خدیث کا دریں کیا کرتے تھے اور اعلان کر دیا گیا کہ زائرین فردا فردا ایک دروازہ سے کھیں اور دوسرے دروازہ سے نکل جائیں۔ بعد جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں آپ کی آرام گاہ مقرر ہوئی اور آپ کو سپرد خاک کر کے ہوئے زبان حال سے عرض گزار ہوئے۔

اے خاک تیر عزت ہماں نگاہ دار !
ایں نور قلب ماست کہ در بر گرفت

لمحہ فکر یہ : فتاویٰ العتلم، رئیس التحریر محب گرامی حضرت علامہ مولانا محمد وارث جمال صاحب قادری بارک اللہ فی علوہ و علوہ نے بجا فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاف و باقیات و پس ماندگان میں یوں تو پورا برصغیر ہند و پاک ہے پورا سواد اعظم ہے جن کی گردنوں پر ان کے بے پایاں احسانات ہیں تو می ملکی مذہبی اور سیاسی وہ کونسا میدان ہے جسے آپ نے اپنے خون جگر سے لالہ زار اور اسلامیان ہند کے لئے مستنیر کیا ہو "هل جاء الاحسان الا الان" کے طور پر کیا اسلامیان ہند و پاک کے دامن میں کوئی ایسی متاع گراں بہا ہے جس میں ان کی بارگاہ عظمت میں بطور خراج تحسین و عقیدت پیش کیا جاسکے ؟

قافلہ درد کا اس رات کی تاریکی میں منزل ضبط کا رہ رہ کے پہنچے ہے

غلامِ فلامانِ اکبر حبار

شعبان علی نعیمی غفرلہ القوی حجابی تلمیذ یوری ثم بلراپوری
خطیبِ اہم سائنس روز کشیشیں مسجد و صدر تنظیم جبار الحق علما السنہ النونی ملاؤ

اجٹالی سوانحی خاکہ

ولادت :	ماہ صفر النظمہ ۱۲۸۳ مطابق ۱۹۸۳ء
اسم گرامی :	سید محمد نعیم الدین
تاریخی نام :	غلام مصطفیٰ
لقاب :	صدر الافاضل، فخر الامثل، استاذ العلماء
تخلص :	نعیم، منعم
والد گرامی :	حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین نزہت مراد آبادی علیہ الرحمہ
جد مکرم :	استاذ الشعراء حضرت مولانا سید محمد امین الدین رائج ابن حضرت علامہ مولانا سید کریم الدین آزاد علیہما الرحمۃ والرضوان
رسم بسم اللہ خوانی :	چار سال کی عمر میں
تکمیل حفظ قرآن :	آٹھ سال کی عمر میں
تعلیم :	بیس سال کی عمر تک تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت
مادر علمی :	متوسطات تک گھر ہی میں اپنے والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کی بعدہ مدرسہ امدادیہ سے فراغت ہوئی
دستار فضیلت :	۱۳۲۰ھ (۲۰ سال کی عمر میں)
فتویٰ نویسی :	فراغت کے بعد ایک سال مشائی فرمائی بعدہ دارالافتار کی مستقل شاخ

انجام دیتے رہے۔

اساتذہ کرام،

حضرت والد صاحب قبلہ، شیخ الکل مولانا سید محمد گل صاحب قادری
حافظ سید نبی حسین صاحب، حضرت حافظ حفیظ اللہ صاحب، حضرت
علامہ ابو الفضل محمد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان۔

پیر و مرشد: شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خلافت و اجازت: شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت محمد گل قادری، اور شیخ المشارع

حضرت سید علی حسین صاحب اثر فی میاں کچھو چھوی علیہما الرحمۃ۔

عقد سنون: ۱۳۲۲ھ (ہمراہ صاحبزادی رئیس اعظم مراد آباد)

اولاد و امجاد: چار صاحبزادے ۱۔ صدر العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی ظہیر الدین

صاحب علیہ الرحمۃ، ۲۔ رہنمائے ملت حضرت علامہ مولانا سید اختصار الدین

صاحب علیہ الرحمۃ، ۳۔ حضرت علامہ حکیم سید ظہیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ

۴۔ حضرت مولانا حکیم سید اظہار الدین عرف حنفی میاں دام ظلہ

جو تادم تحریر باحیات میں۔ اور چار صاحبزادیاں۔

تصنیفات: تفسیر خزائن العرفان شریف، علاوہ ازیں بیس کتابیں۔

قیام مدرائجہ اہلسنت: ۱۳۲۸ھ۔

نشأۃ ثانیہ: جامعہ نعیمیہ ۱۳۵۲ھ۔

تنظیمی خدمات: انجمنیۃ العالیۃ المرکزۃ (آل انڈیا سنی کانفرنس) جماعت رضویہ
بریلی کے پلیٹ فارم سے اسلام دشمن تحریکوں کے تعاقب میں عظیم ترین

دین و سنیت کی خدمت انجام دی جو آپ کی زندگی کا روشن ترین باب ہے۔

تبلیغی خدمات : غیر منقسم ہندوستان کے تمامی دینی مذہبی جلسوں میں آپ کی شرکت لازم ہوتی تھی بشدھی تحریک و ہدایت اور دیوبندیت کے طرفان بلاخیز سے قوم مسلم کو بچانے کے لئے آپ نے مسلسل سفر فرمائے اور اسلام دشمن نظریات سے آپ نے متعدد کامیاب مناظرے بھی کئے اپنی بات مختصر اور دلکش انداز میں پیش فرما کر مخالف کو جلد از جلد شکست فاش دیدینا آپ کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

آل انڈیائی کانفرنس مراد آباد : ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء

آل انڈیائی کانفرنس بنارس : ۲۴، ۲۸، ۲۹، ۳۰ اپریل ۱۹۲۶ء

ماہنامہ السواد الاعظم، اسلام دشمن عناصر کی بخیردہی کے لئے نیز اپنی بات عوام اہلسنت تک پہنچانے کے لئے آپ نے مراد آباد سے اسے جاری فرمایا جوتا جاتا مسلسل جاری رہا۔ بعدہ مولانا غلام معین الدین نعیمی کی ادارت میں پاکستان سے شائع ہوا۔

وصال پر طال : ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ رات

ساڑھے بارہ بجے جس کا مادہ تاریخ " غلام رسول اکلتا ہے۔

روضہ مقدسہ : اندرون جامعہ نعیمیہ (مسجد جامعہ کی بائیں جانب)

عرس پاک : ہر سال ۱۶، ۱۷، ۱۸ ذی الحجہ کو اندرون جامعہ انتہائی شان و شوکت سے

منایا جاتا ہے۔ استفادہ از کتاب تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت حدائق

مطبوعات تنظیم افکار صدر الافاضل مدنی

صفحات

نام کتاب

۷۳۶

۱۔ فتاویٰ صدر الافاضل

۲۹۶

۲۔ مسائل خزائن العرقان

۳۸۶

۳۔ تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر الافاضل

۴۰

۴۔ قصائد نعیمیہ

۱۴۳

۵۔ افکار صدر الافاضل

۵۶

۶۔ کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب

۴۰

۷۔ تحقیقات لدفع التلبیسات

زیر ترتیب

۸۔ تعارف علمائے بلراپور کوئٹہ



نول النعمانیؒ نے حدیث کتب ارشاد فرمائی کیوں ارشاد فرمائی
 کس جگہ ارشاد فرمائی اور کس کیلئے ارشاد فرمائی
 ان سب اسباب کو جاننے کے لئے پڑھئے کتاب بنام

اَسْبَابُ الْحَدِيثِ

مُصَنَّفٌ
 حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی شافعی ^{متوفی ۹۱۱ھ}

ترجمہ
 مولانا مفتی عبدالحق صاحب دہلوی مدنی ^{پیش}

مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

علم حدیث کے طلباء و فنکاروں کے لیے بہترین کتب

حدیثیں کیسے جمع ہوں گی؟

مصنف

حضرت علامہ محمد حنیف رضا خاں بریلوی

ناشر (مکتبہ اعلیٰ حضرت) - لاہور - پاکستان



مصنیف: امام محمد رحمہ اللہ
التوفی 189ھ

مترجم: علامہ صدیق تبریزی



E-mail: maktabaalahazrat@hotmail.com

Voice 092-042-7247301

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زویب حسن عطاری

Darbar Market Lahore - Pakistan

042-7247301-0300-8842540

